28 32
4-1-36

نجم السحر

از

جناب عنایت اللہ بی۔ اے دہلوی

سابق ناظم دار الترجمہ حیدرآباد (دکن)

نخبۃ السیح

مترجمہ

مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی، بی۔اے۔

ناظمِ دار الترجمہ، حیدرآباد دکن۔

بحسنِ اہتمام مولوی شاہد احمد بی۔اے (آنرز) دہلوی

ایڈیٹر ساقی و شاہجہاں

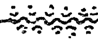
دہلی

(مطبوعہ جامعہ پریس دہلی)

قیمت عہ۸ر

طبع اوّل

فہرستِ ابواب



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

بادشاہِ مصر یعنی فرعون کے برخلاف شہزادہ توران کی سازش

ہزاروں برس گذرے کہ ملکِ مصر میں ایک دن شام کے وقت طیبی کے عظیم الشان شہر کی سب سے بڑی فصیل کے نیچے دریائے نیل کے کنارے شہزادہ توران نے اپنے جہاز کا لنگر گرایا۔ یہ شہزادہ شہر منوف اور اُس کے متعلقہ صوبوں کا جو مصر صعید میں واقع تھے حاکم تھا۔ طیبی اُس زمانہ میں فرعون کا پایۂ تخت تھا۔ یہ وہی شہر ہے جسے آجکل "الاقصر" یا الکرنک بلب نیل کہتے ہیں۔ توران ایک بھاری بھرکم سیاہ رنگت کا آدمی تھا کیونکہ اس کی ماں قوم ہکسوس کی ایک عورت تھی۔ یہ وحشی و سیاہ فام قوم کسی وقت میں سلطنتِ مصر پر مستولی رہ چکی تھی۔ اُس زمانہ سے باشندگانِ مصر کو اس سے ایک خاص عداوت اور نفرت چلی آتی تھی۔ شہزادہ اپنے پُرتکلف جہاز کے عرشے پر ایک زریں شامیانے کے نیچے کُرسی پر بیٹھا غروبِ آفتاب کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اُسی سمت میں شاہانِ مصر کے عالیشان مقبرے تھے۔ جن کے گرد اونچی اونچی سیاہ پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا۔ ان پہاڑیوں کی چوٹیوں پر قرصِ آفتاب اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آگ کا ایک کُرہ گردش کرتے کرتے قائم ہو گیا ہو۔

شہزادہ کے دونوں طرف ایک ایک کنیز کھڑی مورچھل ہلا رہی تھی۔ پیشانی کے بل اور آنکھوں کی سُرخی دیکھکر یہ کنیزیں بھی سمجھ رہی تھیں کہ شہزادے کی حالت اس وقت بہت غیظ و غضب کی ہے۔ اس کی تصدیق بھی جلد ہو گئی۔ ان میں ایک کنیز جسنے اِس عالیشان شہر کو پہلے نہیں دیکھا تھا شفق کے

رنگ میں اس کے اونچے اونچے محلوں اور بُت خانوں کی کیفیت دیکھنے میں ایسی محو ہوئی کہ مورچھل کا ا
شہزادے کے سر کو لگا۔ غصّہ تو پہلے سے آرہا تھا۔ اتنا بہانہ کافی ہوگیا۔ فوراً کرسی سے اٹھا اور ک
کے مُنہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ وہ چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ اور بہت آگ بگولا ہو کر بولا۔

"اری گربۂ خبیث۔ بنِ بلائی۔ پھر ایسا ہوا تو اتنے درّے لگاؤنگا کہ تن کے کپڑے کھال
چپک جائینگے"

کنیز جس کا نام مرطیرہ تھا رو کر کہنے لگی۔ "آقا۔ خطا معاف ہو۔ دیدہ ودانستہ ایسا نہیں ہوا۔
جھونکا مورچھل میں لگ گیا تھا"

شہزادہ۔ "اب احتیاط نہ کی تو ہوا کا جھونکا جس طرح مورچھل میں لگا تھا اُسی طرح کوڑے تیری پ
لگینگے۔ بس رونا بند کر اور فوراً جاکر اشموُن نجومی کو یہاں بھیج۔ تم دونوں مُرداروں کی بُری صورتیں
دیکھتے تو نفرت ہوگئی ہے۔ دور ہو بدبختو"

مرطیرہ فرش سے اُٹھی اور دوسری کنیز کے ساتھ جلدی جلدی زینہ سے اُتر کر جہاز کے نیچے
درجے میں آئی۔ غصّے اور شرمندگی سے دانت پیس پیس کر کہنے لگی۔ "مجھکو گربۂ خبیث" اور "بنِ
کہا ہے۔

اگر یہی بات ہے تو میں بھی ربّۃ آسقط کی گود میں پلی ہوں جس کا سر بلّی کا ہے اور جس کا کام
آزاروں سے انتقام لینا ہے"

دوسری کنیز۔ "ہاں بہن۔ اور یہ بھی تو کہا کہ ہماری صورتیں بُری ہیں۔ بُری صورتیں بھی کس کی۔
کونسا امیر رئیس ایسا ہے جو ہماری صورت کی تعریف نہ کرتا ہو۔ جی تو جب ٹھنڈا ہو کہ اس کلمو
سُور کو کوئی مگرمچھ نگل جائے"

مرطیرہ۔ "دربار کے امیر رئیس اگر ہماری صورت کی ایسی ہی تعریف کرتے ہیں تو اس موذی سے

خریدکیوں نہیں لیتے۔ یہ کمبخت تو وہ ہے کہ ہم تو لونڈیاں ہیں۔ اگر دام اچھے اٹھیں تو اپنی سگی بیٹیوں کو بھی بیچنے میں دریغ نہ کرے۔"

دوسری کنیز۔ "مفت ہی ملنے کی ہوس ہو تو دام دیکر کیوں خریدیں بہن۔ میں تو اس فکر میں ہوں کہ خود ہی کسی کے پلے بندھ جاؤں۔ اِس زندگی سے تنگ آگئی ہوں۔ تم بھی موقع کی تلاش میں رہو۔ کسے خبر ہے کہ موت کا خدا اوسیرس کس کمین گاہ میں ہماری تاک لگائے بیٹھا ہو۔ موت کی گھڑی آتے کیا دیر لگتی ہے۔"

مرطیرہ۔ "بہن۔ بس چُپ ہو جاؤ۔ دیکھو وہ سامنے اشموؔن نجومی بیٹھا ہے۔ یہ بڑا گھنّا ہے۔ اور دیکھو آج اُس کا بھی مُنہ پھولا ہوا ہے۔"

اب یہ دونوں کنیزیں ہاتھ میں ہاتھ دیئے نجومی کے قریب آئیں اور جُھک کر سلام کیا۔

مرطیرہ۔ "اے منجم باکمال۔ ہم آپ کے پاس شہزادہ توراؔن کا ایک حکم لے کر آئے ہیں........

کیا خوب۔ بس مہربانی فرمایئے، میرے چہرے کو اتنا نہ دیکھے جایئے، اِس پر کسی سحر یا نجوم کے نقش نہیں ہیں بلکہ شہزادہ توراؔن کی مبارک اُنگلیوں کے نشان ہیں۔ اِس شہزادے کی اصل سے تو آپ واقف ہی ہونگے۔ صحیح النسب خاندان مصر کے بادشاہ سابق یعنی فرعون آنجہانی جو اس وقت اوسیرس کے ملک فنا میں صاحب تاج و تخت ہیں اُن کے آپ فرزند ہیں۔ مگر ماں آپ کی وہ پاکیزہ نفس خاتون تھیں جن کو نقاشِ ازل ربّ طاح۔ اور ربّ خنیم نے جو کائنات کی روح ہے گہری سیاہی کے حوض میں غوطہ دیدیا تھا۔"

اشموؔن اتنا سُنتے ہی کھنکارا اور پیچھے دیکھکر کہ کوئی قریب تو نہیں ہے کہنے لگا۔ "بات کرتے ہیں احتیاط چاہیئے۔ شہزادہ توراؔن اپنی والدہ مرحومہ کے رنگ کی نسبت کوئی بات اسقدر تفصیل سے سُننی پسند نہیں کرینگے لیکن آپکا گلا کیوں اسقدر سُرخ ہو رہا ہے۔ آخر کس قصور پر طمانچہ کھایا۔"

مرطیرہ نے کُل قصّہ سُنایا۔
نجومی۔ "توران کی جگہ میں ہوتا تو اس عارض کا بوسہ لے لیتا۔ سچ تو یہ ہے بلا کی حسین ہو"
اتنا کہہ یہ نجومی باوجود علم و فضل رکھنے کے اپنے مرتبہ کو ایسا بھولا کہ مرطیرہ کو میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔
مرطیرہ۔ "دیکھا بہن میں نہ کہتی تھی کہ جس میوہ کا پوست سخت ہوتا ہے۔ اُس کی گری میٹھی نکلتی ہے۔ اے نجومیوں کے سرتاج میں آپ کی اس تعریف کی بہت ممنون ہوئی۔ لیکن اگر یہی قدردانی ہو تو آپ نجومی ٹھیرے ذرا ہمارا ستارہ بھی دیکھ کر ہماری تقدیر کا حال پڑھ دیجئے۔ مگر یہ تکلیف مفت اُٹھانی ہوگی"
نجومی۔ "ضرور ضرور۔ مفت ہی سہی۔ اور اگر حق المحنت دیا بھی تو آپ کا اُس میں کیا بگڑ یگا۔
اچھا اب ان باتوں کو چھوڑیئے، یہ بتایئے کہ اس وقت شہزادہ کس رنگ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے غصّہ بہت تیز ہے"
اتنا زبان سے نکلا ہی تھا کہ جہاز کے اُوپر کے درجے سے ایک کڑکتی ہوئی آواز یہ کہتی سُنائی دی۔ "کہاں ہے وہ ملعون نجومی"
مرطیرہ ڈر کر بولی "کیوں میں نہ کہتی تھی۔ اب اور کاغذ سمیٹنے سے کیا ہوگا۔ جیبوں میں کیا کم بھرے ہیں جس حال میں ہو چلے جاؤ۔ دیر نہ کرو"
اشمون نے گھبرا کر مرطیرہ سے کہا۔ "مگر سوال تو یہ ہے کہ ان کاغذوں میں جو کچھ خبر نکلی ہے اُسے سُنکر شہزادہ خوش بھی ہوگا یا نہیں" اتنا کہہ اشمون زینہ کی طرف دوڑا۔
مرطیرہ۔ اشمون کو بھاگتے دیکھکر کہنے لگی "مصر کے خدا تمہاری مشکل آسان کریں۔ کون خدا ہوگا جس کے سامنے اسوقت تمہیں ہاتھ نہ پھیلانے پڑینگے"

دوسری کنیز "اگر جیتے جاگتے واپس آؤ تو ہماری قسمت کا حال بتانا نہ بھولنا"

ایک لمحہ کے بعد مُبصّر فلک دراز قامت، لمبی اور جُھکی ہوئی ناک والا نجومی جہاز کے عرشے پر پہونچکر شہزادے کے سامنے حاضر ہوا۔ اور اس قدر جُھک کر آداب بجالایا کہ سُریانی وضع کی مخروطی ٹوپی گنجے سر سے پھسل کر فرش پر آرہی۔

شہزادے نے پوچھا "حاضر ہونے میں اتنی دیر کیوں کی"

اشمون "حضور کی کنیزیں مجھے جلد تلاش نہ کرسکیں۔ اے شاہانِ سلف کی یادگار، خدائے شمس کے فرزند یہ ناچیز تو اپنے حجرے میں بیٹھا زیچین اور زائچے تیار کررہا تھا"

شہزادہ "میں سمجھا کہ دونوں چھوکریوں سے رازونیاز کی باتیں ہورہی تھیں۔ مگر نجومی یہ ابھی تو نے مجھے خدائے شمس کا فرزند کیوں کہا۔ یہ جملہ تو صرف شاہانِ مصر کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیا تجھے اثارِ نجوم سے معلوم ہوگیا ہے کہ میں مصر کا........."

اشمون "نہیں حضور۔ بالکل اسی صورت میں جس طرح آپ نے فرمایا کوئی امر تحقیق نہیں ہوا اور نہ میں نے ایسے سوال کا جواب معلوم کرنا چاہا جو کم وبیش حل ہوچکا ہے"

ثوران نے بگڑ کر کہا "کم وبیش۔ اس کم وبیش سے تیرا کیا مطلب۔ ہم اس وقت اپنی تقدیر کے اس مقام پر ہیں جہاں سے رستہ پھٹتا ہے۔ ہم کو اب تک نہیں معلوم کہ مصر شمال و مصر جنوب کا بادشاہ ہونا ہماری قسمت میں لکھا ہے یا تقدیر میں محض اتنا ہی اترا ہے کہ مصر صعید اور اس کے متعلقات کے ہمیشہ ایک ادنیٰ حاکم رہیں۔ ہم حقیقت حال معلوم کرنے کے بھوکے ہیں اور تو "کم وبیش" کی خالی رکابی ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ نجومی۔ تو کوئی بات چھپانی چاہتا ہے۔ بات کا جواب صاف نہیں دیتا"

اشمون نے نہایت عاجزی سے کہا "جہاں پناہ اگر اس نمکخوار کو حضور کا منشاء دلی معلوم ہوتو

ضرور جواب عرض کر سکتا ہے۔"

توران۔ "پہلا سوال تو یہی ہے کہ تو مجھے "جہاں پناہ" کیوں کہتا ہے۔ اس لقب سے صرف بادشاہِ مصر کو خطاب کیا جاتا ہے۔ میں تو بادشاہ کی طرف سے محض ایک شہر کا حاکم ہوں۔ کیا اوضاع کواکب سے تجھے کوئی خاص بات تحقیق ہوئی ہے۔ کیا ہمارے حکم کے مطابق ہمارے مستقبل کا حال تو نے دریافت کر لیا ہے۔"

اشمون۔ "یقیناً۔ تعمیلِ ارشاد میں فرق ہو اتنی مجال نہیں ہے کہ کل شب ہی کو فدوی نے تمام اجرامِ فلکی کا مشاہدہ کیا اور اس وقت سے اس وقت تک ان ہی مشاہدات سے نتائج نکالنے میں مشغول رہا۔ حضور سوال کریں۔ میں جواب عرض کروں گا۔"

توران۔ "جواب عرض کریگا۔ معلوم ہے جو کچھ کہے گا۔ ارے کمبخت نجومی تیرے جواب میں سب کچھ ہوگا مگر سچ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تو نامرد اور بزدل ہے۔ گو یہ سچ ہے کہ انسان کے مستقبل کو معلوم کرنا تیرے سوا دوسرے کا کام نہیں۔" اتنا کہہ کر توران کو پھر طیش آیا اور کہنے لگا۔ "لیکن ملعون اتنا سمجھ لے کہ اگر تو نے میرے سامنے جھوٹ بولا تو سر قلم کر کے فرعون کے پاس لے جاؤنگا اور کہونگا کہ یہ ایک باغی نابکار کا سر ہے اور پھر تیرا دھڑ اس مقبرے میں دفن نہ ہوگا جو تو نے بہت تکلف سے تیار کرایا ہے، بلکہ کسی مگرمچھ کے شکم میں ہوگا جہاں سے تیرا مُردہ قیامت کے دن بھی نہ اٹھ سکیگا۔ سمجھ گیا یا اور طرح سمجھاؤں۔ اچھا سُن۔ اب مطلب کی بات سُن۔ ذرا اپنی داہنی طرف دیکھ۔ سامنے کی وادی میں بہت سے مقبرے ہیں۔ ان میں مصر کے بادشاہ دفن ہیں اور قیامت تک ان ہی میں دفن رہیں گے۔ آفتاب اس وقت ان مقبروں کی پشت پر غروب ہو رہا ہے۔ یہ ساعت نحس ہے۔ اس میں ذرا شبہ نہیں۔ لیکن مجبوری ہے۔ میں نے بہت چاہا تھا کہ صبح کے وقت اس شہر میں پہنچوں جبکہ آفتاب خانۂ حیات یعنی مشرق میں ہو نہ کہ خانۂ مرگ میں جس سے مراد مغرب ہے۔ لیکن طوفان کے خبیث دیو

طیفون نے بادِ مخالف اُٹھا کر میری منزل کھوٹی کی اور میں بجائے صبح کے اس وقت شام کو یہاں پہونچا۔ اچھا۔ اب اس کل قصے کی ابتدا اس کے خاتمہ سے کرنی چاہیئے کیونکہ خاتمہ ہر چیز کا ایک دن ضرور ہونے والا ہے۔ اے آسمانوں کے رازدار بتا کیا مجھے اس زندگی کے ختم کرنے کے بعد اس وادی میں جہاں مصر کے بادشاہوں کے سوا کوئی دفن نہیں ہو سکتا موت کی نیند سونا ہوگا "

اشمون۔" فدوی کا بھی یہی خیال ہے۔ حضور کا ستارہ بھی کم از کم یہی بتا رہا ہے۔" اتنا کہہ کر نجومی نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر ایک ستارے کی طرف اشارہ کیا جو مغرب میں جہاں شفق کی سُرخی ختم ہوتی تھی۔ ابھی ابھی چمکا تھا۔

شہزادے نے نجومی کو غصّہ سے دیکھکر کہا" اشمون تو ضرور مجھ سے کوئی بات چھپانی چاہتا ہے۔ صاف صاف بتا۔ کیا ایک شاہی مقبرے میں جسے میں بادشاہ مصر ہو کر اپنی ابدی سکونت کے لئے تیار کراؤنگا دفن ہونا میری مقسوم میں اترا ہے یا نہیں"۔

نجومی نے جواب دیا" اے ابنِ خاور۔ ملک زادۂ پاک نہاد۔ میں حضور سے کوئی امر پوشیدہ نہ رکھونگا۔ گو حضور اس میں ناراض ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ حضور کے خانۂ حیات میں چند نحس آثار اپنا عمل کر رہے ہیں۔ آپ کی راہ میں ایک اور ستارہ بار بار حائل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایک مدّت دراز تک آپ اُسکو پردے میں لئے رہینگے۔ لیکن آخر کار وہ آپ کے ستارے کو محجوب کر دیگا۔ اس ستارے کے ساتھ ایک اور ستارہ بھی ہے"۔

ثوران۔" وہ کس کا ستارہ ہے۔ کیا فرعونِ وقت کا ستارہ ہے"

اشمون۔" نہیں۔ وہ عموّن کا ستارہ ہے"

ثوران۔" عموّن کون ؟"

اشمون۔" ربّ عموّن جو ابوالارباب ہے"

ثوران نے نجومی کے لفظ دوہرائے اور کہنے لگا "اگر ربِّ عمون کا ستارہ ہی تو پھر وہ تو خدا ہے میں انسان ہوں۔ خدا سے کیونکر مقابلہ کرسکتا ہوں۔"

اشمون۔ "درست ہے۔ بلکہ یہ فرمایئے کہ دو خداؤں سے کیونکر مقابلہ کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ربِّ عمون کے ستارے کے ساتھ ربِّ حاسر لعنی ملکۂ عشق کا ستارہ بھی ہے۔ ہزار ہزار برس کی چند مدتیں گذری ہیں جن میں یہ دونوں ستارے اپنی رفتار میں ایک دوسرے کی طرف زیادہ مائل تھے لیکن اب ان کا بُعد باہمی کم ہوتا جاتا ہے۔ حضور کی مدّت العمر میں اُن کی یہی کیفیت رہیگی۔" یہ کہہ کر اشمون نے گوشۂ مشرق کی طرف ہاتھ اُٹھایا جہاں غروبِ آفتاب کی گلابی روشنی کا کسی قدر عکس پڑ رہا تھا۔

دونوں کی نظر اس طرف جم گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ ہلکی ہلکی سُرخ روشنی مِٹ گئی۔ اور بالکل کورے آسمان پر ٹھیک اُس جگہ جہاں آسمان زمین کے کنارے سے ملا معلوم ہوتا تھا ایک بڑا خوبصورت روشن ستارہ نظر آیا اور اُس کے بالکل قریب ایسا قریب کہ دونوں مس کرتے معلوم ہوتے تھے ایک دوسرا ستارہ تھا۔ یہ دونوں ستارے چند لمحوں تک خوب چمکتے رہے پھر خطِ افق کے نیچے غروب ہوگئے۔

نجومی۔ "حضور۔ یہی ربِّ عمون اور عشق کی ملکہ ربّہ حاسر کے ستارے ہیں۔"

ثوران نے جھلّا کر کہا۔ "احمق۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میرے ستارے کو جہاں تو نے بتایا ہے اس سے یہ دونوں فاصلے پر ہیں۔ وہ غروب ہوچکے۔ میرا ستارہ روشن ہے اور آسمان پر برابر بلند ہوتا جاتا ہے۔"

اشمون۔ "یہ سب درست ہے لیکن ایک سال کے اندر یہ دونوں ستارے آپ کے ستارے کو خسوف میں لے آئینگے اور اُسکو چھپا کر خود ظاہر ہوجائینگے۔ ربِّ عمون اور ربّہ حاسر دونوں حضور کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اس زیچ کو ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے اس میں کواکب کی تمام گردشوں کو صرف

کیا ہے۔ حضور دیکھیں کہ آسمان پر یہ مقام ہے جہاں یہ دونوں ستارے آپکے ستارے کو قطعی حجاب میں لے آئینگے۔ اور یہ مقام ٹھیک اس وادی کے اوپر ہے جہاں مصر کے بادشاہوں کے مقبرے ہیں۔ اگرچہ اس امر کے وقوع میں بیس برس یا اس سے کچھ زائد زمانہ صرف ہوگا لیکن حضور مطمئن رہیں کہ اس بیس برس میں حضور کے نیرِ اقبال کے سوا کسی کا ستارہ نہ چمکے گا۔" یہ کہکر اس نجومی نے ایک بہت بڑا لپٹا ہوا کاغذ کھولنا شروع کیا۔

ثوراآن نے نجومی کے ہاتھ سے کاغذ چھین اُسے توڑ مروڑ گولا سا بنا نجومی کے مُنہ پر مارا اور کہا۔

"جھوٹے۔ مکّار۔ یہ سمجھتا ہوگا کہ تیری اس بکواس سے میں ڈر جاؤنگا۔ دیکھ ہمارا ستارہ یہ ہے۔" اتنا کہہ ثوراآن نے ایک چھوٹی اور چوڑی تیز تلوار نیام سے نکالی اور نجومی کے سر پر جو خوف سے کانپ رہا تھا اسکو پھرا کر کہا۔ "دیکھ فولاد کی یہ تیز دھار ہمارا ستارہ ہے جسکے ہم تابع ہیں۔ کذّاب ہوشیار رہ۔ بہت نجوم چھانٹ رہا ہے۔ کہیں یہ تلوار تیرے سر کو نہ گہنا دے۔"

غریب نجومی نے سنبھل کر کہا۔ "قبلہ عالم۔ فدوی نے جو کچھ عرض کیا وہ اپنے فن کے مطابق عرض کیا۔ اگر حضور کو یہی منظور ہے کہ آئندہ ایسی خبریں نکالوں جو حضور کو خوش کریں تو یہ کچھ مشکل کام نہیں۔ بہر کیف حضور کے زائچہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ بُرا نہیں ہے کیونکہ اسکے مطابق ابھی بیس برس تک آپ بقیدِ حیات اور صاحبِ دولت و اقبال رہینگے۔ حضور کی عمر کا آدمی اس سے بہتر اور کس بات کی توقع رکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور خاتمہ آیا بھی تو آنے دیجئے۔"

ثوراآن کا غصّہ اب صرف ہو چکا تھا۔ طبیعت کو سکون ہوا تو اتھوآن کی گفتگو سنکر کہنے لگا۔ تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔ یہ سب میری بدمزاجی کا نتیجہ ہے۔ آج ہر چیز طبیعت کے خلاف پیش آئی ہے۔

اچھا۔ اشموَن۔ آج میں نے تمہیں بہت سخت و سست کہا ہے۔ اسکے بدلے بطور اشک شوئی اپنا طلائی جامِ شراب تمہیں دیتا ہوں۔ لیکن اے منجم باخبر۔ تم کبھی میرے بدخواہ نہ بن جانا، اور نہ کبھی اپنے فن کے مطابق کوئی جھوٹی خبر میری نسبت بیان کرنا۔ صرف سچائی اور حقیقت وہ شے ہے جسے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ مل سکے اور ہمکنار ہو سکے تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ کیسی زشت رُو نکلی۔"

مزاج میں دفعتاً یہ نرمی دیکھکر اور جامِ شراب، پانے کا وعدہ سُنکر منجم دل میں بہت خوش ہوا اور شہزادے کو نہایت ادب سے سلام کیا۔ کاغذ کے گولے کو جو شہزادے نے اُسکے مُنہ پر کھینچ مارا تھا، فرش سے اُٹھا کر چلنے کو ہوا کہ شروع رات کے اندھیرے میں دریا کے کنارے جدھر شہزادے کا جہاز لنگر ڈالے تھا۔ چند آدمی گدھوں پر سوار آتے نظر آئے۔

توران نے بھی اُدھر نظر کی اور کسی کے سر پر خود کی چمک دیکھ کر کہا۔ "اچھا۔ لاطس ہماری فوج محافظ کا سردار بادشاہ مصر کے پاس سے جواب لا رہا ہے۔ اشموَن تم ابھی نہ جاؤ۔ بادشاہ کا جواب سُنتے جاؤ اور اسکے متعلق تم سے کچھ صلاح بھی کرنی ہے۔ مگر جو صلاح دو اس میں مکر و فریب مطلق نہ ہو۔"

اشموَن سر نیچا کرکے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ فوجدار لاطس نے سامنے آکر شہزادہ کو سلام کیا۔ شہزادے نے پوچھا "کہو ہمارے برادرِ مکرم فرعون نے کیا فرمایا ہے؟"

لاطس۔ "ارشاد ہوا ہے کہ گو حاکمِ منوف بغیر طلبی یا اجازت لئے یہاں آیا ہے لیکن بہرکیف شرفِ حضوری بخشا جائیگا۔ اس وقت حاکمِ منوف کا یہاں آنا کسی ضروری کام کے لئے نہیں ہو سکتا۔ صحرا کے وحشیوں پر فتحیابی کا حال عرصہ ہوا ہمیں معلوم ہو چکا ہے اور دشمنوں کے نمک پاشیدہ سر جو بطور نذرانے کے اس وقت حاکمِ منوف پیش کرنا چاہتا ہے وہ قبول

نہیں کئے جا سکتے۔"

ثوران نے فرعون کا جواب سنکر کہا۔" افسوس ہے ایسے اہم معاملات میں ہمارے برادر بزرگوار کے خیالات ہمیشہ عورتوں ہی کے سے رہے۔ حالانکہ شکر کرنا چاہیئے کہ اُن کی ملازمت میں ایسے ایسے ماہرانِ جنگ موجود ہیں جو ملک کی حفاظت کے لئے دشمنوں سے لڑنا اور اُن کا سر قلم کرنا خوب جانتے ہیں۔ اچھا۔ لاطس۔ ہم کل فرعون سے ملاقات کرینگے۔"

لاطس۔" حضور۔ بادشاہِ ذیجاہ کا جواب صرف اتنا ہی نہیں ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ تین ۳ سنو سپاہیوں کو جن کا آپکے ہمراہ ہونا بادشاہ کے گوش گذار ہوا ہے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیجا سکتی۔ صرف پانچ سرداروں کے ساتھ آپ دربارِ شاہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔"

یہ حکم سنکر ثوران جل گیا مگر کہنے لگا۔" کیا اخی معظم کو واقعی یہ خوف پیدا ہوا ہے کہ میں تین سو سپاہیوں سے اُنکو اور اُنکی فوج کو منظر بند کرکے اس شہر پر قبضہ کر لونگا۔"

لاطس۔" نہیں حضور۔ میرے خیال میں تو بادشاہ سلامت کو یہ خوف ہے کہ کہیں آپ اُنکو قتل کرکے اس بنا پر اُن کے تاج و تخت کے مالک نہ ہو جائیں کہ سوائے آپکے اُنکا کوئی وارث نہیں ہے۔"

ثوران۔" سوائے میرے کوئی وارث نہیں۔ یہ تم نے کیا کہا۔ کیا تاجدارِ مصر لاولد ہیں۔"

لاطس۔" مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ دربار میں احورہ ملکۂ مصر یعنی بادشاہِ بیگم کو جو فرعون کی سب سے حسین بیوی ہیں اور اُن سے کم درجے کی بیگمات اور بے شمار قبول صورت حرموں اور کنیزوں کو میں نے دیکھا لیکن کسی کی گود میں یا گھٹنے سے لگا ہوا کوئی بچّہ نظر نہ آیا۔ یہ امر یقینی ہے کہ فرعون صاحبِ اولاد نہیں ہیں۔"

ثوران یہ کہتا ہوا کہ" کیا خوب یہ بھی عجیب ماجرا ہے" شامیانہ سے باہر آیا۔ پردے ہٹا دیئے گئے شہزادہ کچھ دیر تک جہاز پر ٹہلتا رہا۔

اب رات ہوگئی تھی۔ چاند نے مشرق سے طلوع ہوکر ریگستانوں اور پہاڑوں اور طیبی کے وسیع شہر اور دریائے نیل کی ہلکی ہلکی تڑپتی موجوں پر نور برسانا شروع کیا۔ شہر کے عالیشان اونچے دروازے اور چوپہل مینار جن کے برجیوں پر تابنے اور سونے کی چادریں چڑہی تھیں خاموش اور نورانی آسمان کے نیچے ایک عجیب عالم دکہانے لگے۔ شاہی محلوں کے دریچوں اور ہزارہا مکانوں کی کھڑکیوں سے چراغوں کی روشنی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آسمان پر تارے چھٹکے ہوں۔ بازاروں، باغوں اور بُت خانوں کے صحنوں سے گانے بجانے کی سُریلی آوازیں آنے لگیں۔ شہر پناہ پر اسکے سنگین کنگروں اور سینہ پناہوں کے پیچھے حارس اور پاسبان اپنی اپنی چوکی سے پہرا پکارنے لگے۔

یہ عجیب منظر تہا جسے دیکھ کر تُوران کا دل بیقرار ہوگیا۔ سوچنے لگا کہ اس وقت دولت و حکومت میرے قدموں کے نیچے پڑی سو رہی ہے۔ وہ قصرِ عالیشان میرے بھائی فرعون کا ہے جو انسان کے قالب میں خدا مانا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس عظمت و بزرگی کے آج تک ایک بچّہ بھی اُسکے گھر میں پیدا نہ ہوا جو اُس کے مرنے پر وارث تخت ہوتا۔ موت بھی اس کی کچھ دُور نہیں ہے۔ ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ مگر ممکن ہے پردۂ غیب سے کوئی بات ظہور میں آئے۔ کوئی وارث پیدا ہوجائے، جسے مصر کے لوگ خوشی سے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں کیونکہ ملک کے تمام امراء و عمائد، ہیکلوں کے معزز خدام اور کاہن اور رعایا میں ہر طبقہ کے لوگ خواہ امیر خواہ غریب ایک خاص تعلق خلوص اور محبّت کا فرعون اور اُسکے شاہی گھرانے سے رکھتے ہیں۔ برعکس اسکے مجھ سے سب ڈرتے اور نفرت کرتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ میں ظالم و جفا کار ہوں اور ایک وحشی قوم کا خون میری رگوں میں موجود ہے۔ افسوس، معلوم نہیں وہ کونسی خبیث روح تھی جسنے میرے باپ کے دل میں یہ ڈالا کہ قوم ہکسوس کی ایک امیرزادی کو میری ماں بنائے۔ حالانکہ وہ بادشاہ تہا اور دُنیا کی شکیل سے شکیل عورتیں خود اسکے محل میں منتخب کرنے کو موجود تھیں۔ لیکن جو کچھ ہوا اُسے اب کون بدل سکتا ہے۔ گو جو کچھ ہوا اُس نے ایک سلطنت کا وارث

بننے سے مجھے محروم کردیا۔ سلطنت بھی وہ جو دُنیا میں سب سے بڑی ہے۔ مگر اس شکایت کے ساتھ مجھے یہ بھی نہ بھولنا چاہیئے کہ یہ جس قدر شجاعت اور ہمت دلیری و مردانگی مجھ میں ہے اسی قوم ہکسوس کے طفیل سے ہے جس کی ایک نشانی میری ماں تھی۔"

"اچھا۔ اب کیوں کسی بات کا انتظار کروں۔ قسمت کا پانسہ ابھی کیوں نہ پھینکوں۔ اس وقت تین سو جوان میرے ساتھ ہیں۔ یہ سب بڑے جری جانباز و خشک و تر کی سختیاں جھیلے ہوئے لوگ ہیں، اور میرے گھرانے کی وفاداری کا حلف لے چکے ہیں۔ آج مصریوں کی عید کا دن ہے۔ شہر کے دروازوں پر کوئی پہرا بھی نہیں ہے۔ کیوں آج ہی رات کو سنّاٹا ہوتے ہی شہر پر چھاپہ مار کر فرعون کا کام تمام نہ کردوں اور کل صبح اسکے تخت پر بیٹھ جاؤں۔" اِن خیالات کے آتے ہی خون میں اور بھی جوش پیدا ہوا۔ نتھنے پھڑکنے لگے۔ تن کر کھڑا ہوا اور گردن اس طرح ٹیڑھی کرلی گویا ابھی سے حکومتِ مصر کا بھاری تاج کسی نے سر پر رکھ دیا ہے۔ کچھ دیر اسی حال میں رہکر شامیانہ کے نیچے آیا جہاں لاطس اور اشموَن مودب کھڑے تھے۔

ثوران اپنے فوجدار لاطس سے کہنے لگا۔ "ارادہ ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو ایک وار کر جاؤں۔ اور آج ہی رات کو شہر پر شب خون ماروں۔ تختِ شاہی ملا، یا خاکِ گور نصیب ہوئی۔ بتاؤ تم اور تمہارے جوان اس مہم میں ساتھ دینگے؟ اگر تخت ملا تو لاطس تم کو اپنی فوجوں کا سپہ سالار کردونگا۔ اور اشموَن تمہیں قلمدانِ وزارت عطا کرونگا۔ پھر تمام مملکتِ فرعون میں تم دونوں سے بڑھکر کوئی صاحبِ اختیار نہ ہوگا۔"

لاطس اور اشموَن یہ تقریر سُنتے ہی نہایت حیرت سے شہزادے کا مُنہ دیکھنے لگے۔

لاطس نے کہا۔ "آقا! جس ہمت اور دلیری کے کام کا آپ اتنا بڑا صلہ دینا چاہتے ہیں میں اپنی ذات سے اُسے انجام دینے کو تیار ہوں۔ لیکن سپاہیوں کی نسبت کچھ نہیں عرض کرسکتا۔ شب خون کا

مقصد اُن سب پر ظاہر کرنا ہوگا۔ کون جانتا ہے کہ اتنے لوگوں میں کس کس کی ہمت جواب دیدے۔ اور اگر کسی نے پہلے ہی سے یہ راز افشا کر دیا تو سمجھ لیجئے کہ کل اس گھڑی سے بھی پہلے ہماری لاشیں یا تو مومیا سازوں کے ہاتھوں میں ہونگی یا میدان کے گیدڑ اُنہیں تناول فرماتے ہونگے۔"

شہزادے نے فوجدار کی تقریر سُنکر اب نجومی کی طرف دیکھا کہ وہ کیا کہتا ہے۔

اشموتن نے کہا۔ "اے ملک زادۂ والاتبار۔ ایسے خیالات سے قطعی پرہیز کیجئے۔ اگر دل میں آئیں بھی تو اُن کو نکال دیجئے۔ دبا دیجئے۔ اُبھرنے نہ دیجئے۔ یہ ارادہ جو اس وقت آپکی زبان سے نکلا ہے اُس کی خبر بعض علاماتِ نجوم سے مجھ پر ظاہر ہوئی تھیں مگر میں اس وقت اُنہیں مطلق نہ سمجھا تھا۔ اب آپ کے مُنہ سے سُنکر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ زمین قدموں کے نیچے سے نکل گئی ہے اور دوزخ کا ساتواں طبقہ سامنے دہک رہا ہے۔ اس میں ذرا شبہ نہ رکھیئے گا کہ اگر ہم نے فرعون پر جو ہمارا آپ کا ربّ ہے ہاتھ اُٹھایا تو جہنم بلکہ اُس کے بھی قعرِ اسفلین میں ہمارا ٹھکانا ہوگا۔ زمین اور آسمان کے جس قدر خدا ہیں وہ سب ملکر مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہونگے۔ حضور۔ اس خیال سے قطعی باز آئیں۔ بغیر اس کے بھی آپکی قسمت میں برسوں حکومت کرنی لکھی ہے لیکن اگر اس وقت آپ نے اُنگلی بھی اُٹھائی تو تاجِ سلطانی کی جگہ تاجِ رسوائی سر پر ہوگا اور ایک گمنام قبر میں سونا پڑیگا۔ اور ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہو جائیگا جو عذابِ دوزخ سے بھی بدتر ہوگا۔"

نجومی کی اس تقریر کے وقت شہزادہ اُسکے چہرے کو غور سے دیکھتا رہا۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی باتوں میں دھوکا یا فریب مطلق نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اپنے سچّے ایمان اور یقین سے کہہ رہا ہے۔

ثوران۔ "اگر یہی بات ہے تو میں اپنے خیال سے درگذرا۔ جو کچھ مقسوم میں ہے اُسکا منتظر رہونگا۔ تمہاری رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے۔ اِس منصوبے میں بہت سے خطرے ہیں اور یہ سچ ہے کہ فرعون

ہمارا ربّ ہے اور جو خدا کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائیگا اُس پر عذاب ضرور آئیگا بالخصوص جب یہ تیر اُسکے ترکش میں کافی نہ ہونگے۔ اچھا۔ جب تک میں پورا بندوبست نہ کرلوں مجھکو فرعون کی موت وزیست سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ میرے سمجھانے ہی سے وہ مجھے اپنا وارث تسلیم کرلے۔"

اتنا سُنکر نجومی کے دم میں دم آیا۔ اور فوجدار صاحب بھی اس ارادے کے فسق ہونے پر خوش معلوم ہوتے تھے۔ کہنے لگے کہ "حضور اب محسوس ہوا کہ گردن پر سر قایم ہے۔ واقعی یہ قول درست ہے کہ انسان کی زندگی میں بعض موقعے ایسے آتے ہیں جن میں عقل کو شجاعت پر ترجیح دینی ہوتی ہے۔ اب حضور استراحت فرمائیں۔ کل آفتاب نکلنے کے دو گھنٹے بعد فرعون آپ سے ملاقات کرینگے۔ اب اجازت ہو تو رخصت ہوں۔"

ثوران فوراً تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر بولا "اگر شجاعت کے بدلے مجھ میں عقل ہوتی تو ابھی تم دونوں کا سر قلم کر دیتا۔ اس وقت تم میرے دل کے ایک ایسے بھید سے واقف ہوگئے ہو کہ اس کا ایک حرف تمہاری زبان سے نکلنا اور میرا سخت عذاب اور عقوبت کے ساتھ جان سے مارا جانا ایک بات ہے۔"

یہ سُن کر نجومی اور فوجدار خوف زدہ ہوکر ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ اور لاطس فوراً اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر بولا۔ "حضور جان سب کو عزیز ہے۔ ہم کو بھی اور آپکو بھی۔ آج تک کوئی بات ہم سے ایسی نہیں ہوئی کہ ہماری وفاداری میں آپکو ذرا بھی شُبہ کا موقع ملتا۔"

ثوران "نہیں۔ کبھی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے تلوار کا ہاتھ ہوتا پھر کوئی لفظ زبان پر آتا۔ بس اب تم دونوں قسم کھاؤ کہ آج کی کسی بات کا کسی حال میں زندگی ہو یا موت ایک حرف بھی تمہاری زبان پر نہ آئیگا۔"

دونوں نے سر جھکایا۔ اور خدائے اوسیرس کا نام لے کر جو عدل و نجات کا بھی خدا مانا جاتا تھا۔

قسم کھائی کہ ہم کبھی اس راز کو افشا نہ کرینگے۔

ثوران نے کہا" لاطس۔ آج سے میں نے تمہاری تنخواہ دوچند کردی۔ اور اس بات کا پھر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کبھی میں نے مصر پہ بادشاہی کی تو تم کو اپنا امیرِ لشکر بناؤنگا"

لاطس نے شکریہ میں سر جھکایا اور اب شہزادہ نجومی کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔

"ارے آسمانوں کے بھیدی میرا سونے کا جامِ شراب اب تیرا ہے۔ کوئی اور چیز مانگنی ہو تو مانگ لے"

اشموں۔" اگر حضور کی وہ کنیز مرطیرہ کسی طرح عنایت ہوجاتی تو نصیبہ جاگ جاتا۔ وہی کنیز جسکے حضور نے طمانچہ مارا تھا"

ثوران۔" تونے کیسے جانا کہ میں نے طمانچہ مارا تھا۔ کیا اسکی خبر بھی نجوم ہی سے معلوم کی تھی۔ اچھا جا اُسے لے جا۔ میں تو خود ہی اس مُردار سے بیزار ہوں۔ مگر نجومی کسی اور بُھلاوے میں نہ رہیو۔ کوئی دن جاتا ہے کہ یہ چھوکری تیرے دھپ اُڑایا کریگی"

لیکن جب اشموں یہ مژدہ سُنانے کے لئے مرطیرہ کو تلاش کرنے لگا تو اُسکا کہیں پتہ نہ چلا۔

مرطیرہ غائب ہوچکی تھی۔



دوسرا باب

ربّ عمون کا وعدہ!

صبح کا وقت ہے۔ آفتاب نے ابھی ابھی طلوع ہو کر طیبی کے شہر کو روشن کیا ہے۔ دریا پر ایک نہایت آراستہ کشتی میں شہزادہ ثوران زرق برق لباس پہنے بیٹھا ہے۔ قریب ہی اس کا سپہدار لاطس اور اشمون نجومی مع دو اور سرداروں کے حاضر ہیں۔ پیچھے ایک دوسری کشتی میں چند غلام لڑائی کے قیدیوں کو جن میں وحشی قوموں کے دو بڑے سردار اور اُن کی عورتیں شامل ہیں حراست میں لئے ہیں۔ اسی کشتی میں ایک طرف کئی صندوقوں میں مقتول دشمنوں کے نمک پاشیدہ سر اور ہاتھ مُقفل ہیں۔ شہزادہ اُنہیں اپنے ساتھ منوف سے لایا ہے۔ تاکہ فرعون کے سامنے پیش کرے۔

شہزادے کی کشتی کے ملّاح سپید وردیاں پہنے بڑی تیزی سے چپّو چلا رہے ہیں۔ دائیں بائیں جنگی جہاز صف بستہ ہیں اور کشتی ان کے بیچ میں دریا کے چڑھاؤ پر بہت تیز جا رہی ہے۔ ثوران نے ان جنگی جہازوں کو جو فرعون کے حکم سے یہاں کھڑے کئے گئے تھے بہت حیرت سے دیکھا اور دل میں کہنے لگا کہ اشمون نجومی سچ کہتا تھا کہ بے سوچے سمجھے کسی کام کو کر بیٹھنے میں کیا کیا قباحتیں ہیں۔ واقعی فرعون ہر اچانک حملے کا جواب دینے کو بالکل تیار ہے۔ یہی خیال ثوران کو اس وقت بھی آیا تھا۔ جبکہ شروع میں کشتی سے اُتر کر بندرگاہ کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا تھا اور دیکھا تھا کہ ہر طرف سواروں اور پیادوں کے دستے اور صدہا سپاہی فصیلوں کے اوپر بالکل ہوشیار اور مسلح کھڑے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ اتنے آدمیوں کی آہنی صفوں کو ایک قلیل جمعیت سے توڑنے کی کوشش میں اپنا

کیا درجہ ہوتا۔

سیڑھیوں پر فرعون کے امرائے لشکر زرہ بکتر سے آراستہ اور بت خانوں کے کاہن نیچے نیچے لباس پہنے استقبال کے لئے حاضر تھے۔ ان سب کے ساتھ ثورآن بندرگاہ سے نکلکر اس عالیشان بت خانہ کے احاطہ میں داخل ہوا جس کی تعمیر طیبی کے تین بڑے خداؤں کے نام پر ہوئی تھی۔ اس بت خانہ کا نام "جنوب والا بیت العمون" تھا۔ یہاں پہنچکر اس عمارت کے عالیشان دروازوں کے بیچے سے گذرتا ہوا یہ جلوس اس سڑک پر آیا جس کے دونوں طرف باغوں میں امیروں کے مکانات تھے۔ جا بجا عَلَم نصب تھے اور ان کے سروں پر رنگ برنگ کے پھریرے اُڑ رہے تھے۔ اس رستہ سے گذر کر جلوس قصر فرعون کی دیوار کے قریب پہنچا۔ قصر کے اونچے اونچے برنجی دروازے بند تھے۔ یہ اس قدر وزنی تھے کہ علاوہ ان سپاہیوں کے جو ساتھ تھے اور بہت سے سرہنگ مدد کے لئے بلائے گئے اور ان سب نے ملکر بڑی طاقت سے انکو کھولا۔ واقعی حال تو یہ تھا مگر کل رات کو ثورآن اس خیال میں تھا۔ کہ ان دروازوں کو توڑ کر محل میں داخل ہونا کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ قصر میں داخلہ کے بعد درختوں کی چھاؤں چھاؤں جن میں پھول کھل رہے تھے ثورآن مجلس ہزار ستون یعنی فرعون کے ایوانِ عام میں آیا۔

چونکہ باہر روشنی تیز تھی اس لئے دربار کا یہ وسیع کمرہ تاریک معلوم ہوا۔ صرف چھت کے ایک روشندان سے شعاع آفتاب چھن کر جانب صدر اس طرح پڑ رہی تھی کہ فرعون اور اس کی ملکہ تختِ عاج و طلا کار پر بیٹھے اور سروں پر تاج رکھے بخوبی نظر آتے تھے۔ تخت کے ایک طرف امرائے فوج اور مشیرانِ دولت مع بہت سے کاتبوں اور منشیوں کے مودب کھڑے تھے۔ دوسری طرف فرعون کی بیگمات اور حرمیں نقشین کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔ ہر ایک کی خدمت میں حسین حسین کنیزیں بناؤ سنگھار کئے حاضر تھیں۔ تخت کی پُشت پر ستونوں کے بیچ بیچ میں نوبیہ کے دوسو مسلح جوان

صف بستہ تھے۔ اُن کا کام ہر وقت فرعون کی جان کی حفاظت تھا اور محض وفاداری اور شجاعت کی بنا پر وہ اِس خدمت کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

اِس تمام تزک و احتشام کا مرکز فرعون تھا۔ آفتاب کی کرن معتدل روشنی میں اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ سب کی نگاہیں اسی طرف لگی تھیں۔ بادشاہ کی نظر جس طرف اُٹھتی تھی حاضرین گھٹنے زمین پر ٹکا کر سر جُھکاتے تھے۔ یہ بادشاہ ایک نحیف و ناتواں چالیس برس کا آدمی تھا۔ چہرے پر جُھریاں، صورت فکرمند، رعایا پر لُطف و کرم کے آثار ہر ادا سے ظاہر۔ وزنی تاج سے پیشانی بھوؤں تک چُھپی ہوئی حالانکہ تاج باریک کپڑے کا تھا اور سوائے کلغی میں سونے کے ایک خولی سانپ کے کوئی بھاری چیز اُس میں نہ تھی۔ اِس شکل و وضع میں بادشاہِ مصر جواہرات کا لباس پہنے اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ یہ وہ تاجدار تھا جسے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی جنہوں نے کبھی اس کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ خدا مان کر اُس کی پرستش کرتے تھے۔

ثوران ایک موٹا تازہ تُنگا۔ گول گول دیدے۔ موٹے موٹے ہونٹ۔ اسی باپ کا بیٹا جس کا فرزند فرعون تھا حیرت سے بادشاہ کی صورت دیکھ رہا تھا۔ برسوں کے بعد آج ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت بھی اور بچپن میں بھی، جب ایک ہی محل میں دونوں پرورش پاتے تھے تو ایک حرم بچے میں جسکی ماں کو کسی مُلکی مصلحت کی وجہ سے فرعونِ سابق نے اپنے محل میں ڈال لیا تھا اور ایک صحیح النسب ملک زادے میں بڑا فرق کیا جاتا تھا۔ لیکن اب ثوران نے اپنی مضبوط شخصیت اور طاقت کے بل پر کمزور و ناتواں بادشاہ کو جو ایسے ماں اور باپ کا بیٹا اور ایسے دادا اور دادی کا پوتا تھا جن میں حقیقی بھائی اور بہن کا رشتہ تھا، در پردہ حقارت کے ساتھ بہت غور سے دیکھنا شروع کیا۔ مگر باوجود اس کے فرعون کی شریف نگاہیں بتا رہی تھیں کہ اُن میں پشتہا پشت کی حکمرانی و جہانبانی کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں، اور ثوران کی وحشی فطرت کو اُسکے سامنے اپنا سر جُھکا

دینا لازمی ہے۔ جسم گو زار و حقیر تھا مگر اُس میں ایک مغرور و متکبر روح متمکن تھی اور یہ ایک ایسے تاجدار کا زیور تھی جس کی رگوں میں سو بادشاہوں کا خون حرکت کرتا ہو۔

ثورآن نے قریب آکر تخت کو بوسہ دیا۔ کسی قدر توقّف کے بعد فرعون نے اپنا عصائے شاہی اُس کی طرف بڑھایا۔ ثورآن نے اُسے آنکھوں سے لگایا۔ فرعون نے نحیف مگر صاف آواز سے کہا۔

"شہزادے آؤ۔ تم تو ہمارے بھائی ہو۔ تمہارا آنا موجبِ مسرّت ہے۔ آج برسوں کے بعد ملنا ہوا۔ عرصہ ہوا کہ ہم تم کسی بات پر لڑ لئے تھے۔ تم کو بھی یاد ہو گا۔ مگر زمانہ وہ چیز ہے کہ ہر زخم کو مندمل کر دیتا ہے۔ اے ابن الاب تمہارا آنا بہت مبارک ہے۔" اتنا کہکر فرعون نے ثورآن کے توانا و تندرست جثہ کو دیکھکر کہا۔ "یہ پوچھنا کہ تمہاری تندرستی کیسی ہے بیکار سی بات معلوم ہوتی ہے۔"

ثورآن نے بھاری آواز سے کہا:۔

"مرحبا اے داورِ مصر۔ جس کے تاج میں عموّن کا شہ پر اور جس کے ہاتھ میں اوسیرس کا تازیانہ ہے۔ مرحبا۔ اے پیکرِ فانی۔ جس کے سر پہ ربّ رع نے اپنا نورِ لازوال برسا رکھا ہے۔ صحت بدنی اور طاقتِ جسمانی ہمیشہ نصیب رہے۔"

فرعون نے آہستہ آواز سے جواب دیا۔ "شہزادے۔ میں تمہارا ممنون ہوا۔ طاقت اور تندرستی کی بیشک مجھے ضرورت ہے۔ لیکن خوف ہے کہ یہ چیزیں شاید اُس وقت نصیب ہوں جبکہ اوسیرس کا تازیانہ ہاتھ سے رکھدینا پڑے۔ رہی یہ بات کہ تازیانہ کیوں میرے ہاتھ میں ہے تو اس کا حال خود اُس سے پوچھو جس نے اُسے مستعار دے رکھا ہے۔ لیکن، بس، اپنا ذکر پھر کبھی تنہائی کی مُلاقات میں ہو گا۔ اِس وقت امورِ سلطنت پیش ہونے چاہئیں۔ یہ بتاؤ کہ منوف کی حکومت کو بحالِ خود چھوڑ کر تم بغیر اجازت اس تخت گاہ میں کیسے آئے؟"

ثورآن نے نہایت ادب سے کہا "جہاں پناہ۔ ناراض نہ ہوں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ حضور کے حکم کے

مطابق میں اُن وحشیوں پر جو صحرائی علاقوں سے آپکی حکومت اُٹھانی چاہتے تھے حملہ آور ہوا اور خدائے جنگ منیتقو کی طرح ان کے سر پر پہونچا اور فوراً حملہ کر کے ہزاروں کو خاک و خون میں لُٹا دیا۔ اُن کے دو بادشاہوں کو مع اُنکی عورتوں کے گرفتار کیا جو اس وقت باہر حاضر ہیں تاکہ حضور انکو قتل کریں۔ اِن وحشیوں کے سو سرداروں اور پانچسو سپاہیوں کے سر اور ہاتھ اُن کی لاشوں سے قلم کر کے اپنے ساتھ لایا ہوں تاکہ میرے بیان کی تصدیق ہو سکے۔ اب گذارش ہے کہ یہ کُل متمرد و سرکش وحشی بالکل غارت کر دیئے گئے ہیں اور کم از کم ایک پشت تک سلطنت کے شمالی حصہ میں اس کی انتہائی سرحد تک ہمیشہ امن و امان رہے گا۔ اجازت ہو تو دشمنوں کے بُریدہ سر اور ہاتھ سامنے منگوا کر گنوائے جائیں تاکہ اُن کی بُو عطر بنکر حضور کے مشام میں پہنچے"

فرعون "کوئی اور انہیں گن لیگا۔ ہم ایسے کُشت و خون کے علامات دیکھنے پسند نہیں کرتے۔ جو کچھ تم کہتے ہو یہی کافی ہے۔ اچھا اب اس کارگذاری کا کیا صلہ چاہتے ہو۔ میرے اور مصر کے فائدے کے لئے جو خدمتیں تم نے کی ہیں اُن کا انعام تم کو بہت کچھ دیا جائیگا"

پیشتر اس کے کہ تُوران بادشاہ کے سوال کا جواب دے اُس نے ملکہ احورہ کی طرف دیکھا جو فرعون کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ پھر اور بیگمات کی طرف دیکھکر بادشاہ سے عرض کیا۔

"شاہا۔ میں یہاں بہت سی بیگمات کو دیکھتا ہوں لیکن کسی کے ساتھ کوئی بچّہ نظر نہیں آتا۔ غالباً وہ سب اپنے اپنے محلوں میں ہونگے۔ جہاں پناہ حکم دیں کہ وہ دربار میں لائے جائیں تاکہ اُن کے حُسن و جمال کو دیکھکر میں بھی اپنی آنکھیں روشن کروں اور جب یہاں سے جاؤں تو منوف میں اپنے بچّوں سے یعنی اُن کے بنی العم سے اُن کا ذکر کروں"

اِن الفاظ کو سُنتے ہی احورہ ملکۂ مصر کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور جس قدر بیگمات دربار میں موجود تھیں اُنھوں نے تُوران کی طرف سے مُنہ پھیر لیا، اور اس سخت طعنہ پر غصّہ کھا کر آپس میں چُپکے چُپکے

باتیں کرنے لگیں۔ صرف فرعون کی صورت ایسی تھی جس پر کوئی اثر نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے نہایت متانت سے کہا:۔

"شہزادے۔ ایسے لوگوں پر طعنہ زنی جن کو خداؤں نے کسی نعمت سے محروم رکھا ہو خواہ اُسمیں کوئی بادشاہ ہو یا کھیت کا غریب کسان ایسی بیجا حرکت ہے جسکو خدا کبھی معاف نہیں کرتے۔ تمکو خوب معلوم ہے کہ میرے کوئی لڑکا ہے نہ لڑکی۔ پھر تم کیوں سوال کرتے ہو کہ اُنکو سامنے لایا جائے تاکہ تم اُن کا حسن دیکھو"

ثوران نے عرض کیا۔ "اے خسروِ دوراں۔ میں نے اس قسم کی افواہ ضرور سُنی تھی۔ لیکن تقصیر معاف ہو مجھے اس کا یقین نہ آیا تھا۔ یہ وفادار کیونکر گمان کر سکتا تھا کہ قصرِ شاہی میں بیگمات کی اتنی کثرت پر بھی کوئی اُن میں صاحبِ اولاد نہ ہوگی۔ چونکہ فدوی کو اپنا ایک معروضہ پیش کرنا ہے اس لئے اِس امر کو پہلے سے تحقیق کر لینا ضروری سمجھا۔ شاہا۔ میرا معروضہ اس قسم کا ہے جسے نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ حضور اور حضور کی سلطنت کے فوائد کے خیال سے بھی پیش کرنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو سرِ دربار اپنا مدعا عرض کروں"

فرعون نے سخت لہجہ میں کہا "کہو۔ کوئی بات جس میں مصر کا فائدہ ہو، داورِ مصر اُسے سُنیگا"

ثوران نے سینہ پر ہاتھ رکھکر سر جھکایا اور کہا:۔

"حضور نے ابھی ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خداؤں کا عتاب ہے کہ جہاں پناہ اولاد سے محروم رہے، یہاں تک کہ ایک لڑکی بھی اُنھوں نے آپکے ہاں پیدا نہ کی تاکہ نسل فرعون کی نشانی بن کر اس دن تختِ مصر کو رونق بخشتی جس دن حضور اوسیرس کے اقلیم کو رحلت فرماتے۔ اگر ایک لڑکی بھی حضور کے خون کی یہاں موجود ہوتی تو پھر مجھے کچھ عرض کرنا نہ تھا۔ میرے لبوں پر وہ سکوت ہوتا جو گورستان میں ایک قبر پر ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور اولاد نہیں رکھتے۔ مجھے

تسلیم ہے کہ بیگماتِ شاہی حسین وجمیل ہیں اور پھر وہ متعدد ہیں لیکن ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ حضور آئندہ بھی ہمیشہ اسی حال میں رہینگے۔ کیونکہ آج سے نہیں بلکہ برسوں سے خداؤں نے آپکی طرف سے اپنے کان بہرے کر رکھے ہیں باوجودیکہ حضور نے بڑے بڑے عالیشان بت خانے اُنکے نام پر بنوائے۔ بیحد مال و دولت ان کی نیاز و نذر میں صرف کیا، پس جب اس داد و دہش پر بھی اتنے دن آپ کی التجا اُنھوں نے نہ سُنی تو اب کیا سُنینگے۔ ربِّ عمون جس کے ہاتھ میں سب کی تقدیر ہے۔ جو حضور کا باپ ہے اور جس کا نام حضور کے نام میں شامل ہے اب وہ بھی کوئی کرشمہ نہ دکھائیگا۔ لیکن یہ سب حضور کی شان وعظمت کا باعث ہے۔ جو ایسی بالا اور ارفع ہے کہ کاتبِ تقدیر کا بھی کچھ زور نہ چلا اور یہی لکھتے بن پڑا کہ آسمانِ سلطنت پر ماہِ شبِ چہاردہم کی طرح سوائے آپکے کوئی دوسرا لمعہ فگن نہ ہو سکیگا۔ حتیٰ کہ ایک ستارہ تک آپکے نور سے بہرہ اندوز نہ ہونے پائے گا۔"

ملکہ آحورہ نے جو اس تقریر کو بہت غور سے سُن رہی تھی اب پہلی بار اپنی زبان کھولی اور بہت تُرش و تیز ہوکر کہا:۔

"منوف کے حاکم۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہ ہم ہمیشہ اولاد سے محروم رہینگے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آسمانوں کے خدا اپنے قول کو منسوخ کر دیتے ہیں اور جس نعمت سے اُنھوں نے کسی کو مدّتوں محروم رکھا ہے ایک دن وہی نعمت اُسکو بخش دیتے ہیں۔ میرا شوہر زندہ ہے۔ میں زندہ ہوں۔ ممکن ہے کہ اب بھی ہمارے ہاں اولاد پیدا ہو اور وہ تختِ مصر کی مالک بنے۔"

توران نے سر جھکا کر عرض کیا۔ "اے بانوئے شہریار ممکن ہے ایسا ہو اور میں اپنی ذات سے یہی دعا مانگتا ہوں کہ ایسا ہو کیونکہ میں کون ہوں جو اربابِ فلک کی مصلحتوں میں دخل دوں۔ اگر فرعون کے سلب اور آپکے بطن سے ایک لڑکی بھی پیدا ہو گئی تو پھر جو کچھ میں نے عرض کیا ہے

اُس کا ایک ایک حرف واپس لے لونگا۔ اور "ام الملوک" کا جو خطاب اس وقت تک حضور کے تخت پر اور حضور کی یادگار عمارتوں پر بالکل غلط اور باطل طریقہ پر کندہ رہا ہے۔ اُسی خطاب سے آئندہ حضور کا نام اپنی زبان پر لاؤنگا"

ملکہ آحورہ اس طنز آمیز و جگر خراش تقریر کو سُنکر جواب دینے کو ہوئی۔ لیکن بادشاہ نے اُسکے گھٹنے پر ہاتھ رکھدیا اور ثوران سے کہا:۔

"شہزادے۔ تمکو جو کچھ کہنا ہے کہو۔ رُکو نہیں۔ جو کچھ اِس وقت تک تمہاری زبان سے سُنا وہ ہم پہلے سے جانتے تھے۔ یعنی یہ کہ ہم اولاد نہیں رکھتے۔ اب وہ بات کہو جو ہم نہیں جانتے۔ یعنی اپنے دل کی اصلی خواہش بیان کرو جو تمہارے الفاظ سے ابتک صاف صاف نہیں ظاہر ہوئی ہے"

ثوران۔ "شاہا۔ میری اصلی خواہش یہ ہے اور اُسے حضور سُنیں۔ میں ثوران اُسی مبارک خون سے ہوں جس سے حضور ہیں۔ ہم دونوں ایک ہی ربانی صفت باپ کے فرزند ہیں"

ملکہ آحورہ بیچ میں بول اُٹھی "مگر تمہاری ماں دیوتائی صفات نہ رکھتی تھی۔ وہ عورت ایسی قوم سے لی گئی تھی جس نے اس ملک پر طرح طرح کے غضب نازل کرا دئے۔ ثبوت درکار ہو تو آئینہ لے کر اپنی صورت دیکھ لو"

ثوران نے ملکہ کے بیچ میں بولنے کا کچھ خیال نہیں کیا اور اپنی تقریر اُسی طرح جاری رکھی۔

"جہاں پناہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ آسمان حضور کا منتظر ہے۔ زمین حضور کے قدموں کے سامنے سے ہٹی جاتی ہے کہ اپنی آغوش میں حضور کو جگہ دے۔

ملک کے شمال اور جنوب میں ایسے آثار پیدا ہیں جن سے سلطنت کو خطرہ ہے۔ اِس حالت میں اگر حضور کی آنکھیں بند ہوگئیں تو شمال اور جنوب سے وحشی قوموں کا ایک سیلاب ملک پر آجائیگا اور جو لوگ اِس وقت صاحبِ قوت ہیں آپکے تخت کے مدعی بن کر آپس میں کُشت و خون

شروع کردینگے۔ شاہا۔ میں مردِ میدان ہوں بیسیوں معرکے سر کرچکا ہوں۔ مضبوط اور طاقتور ہوں۔ میری اولاد بہت ہو اور میرے خاندان کی بنیاد ریت پر نہیں بلکہ کوہِ راسخ پر رکھی گئی ہے۔ فوج کا ہر متنفس مجھ پر اعتماد رکھتا ہے۔ رعایا میں لاکھوں میرے جاں نثار ہیں۔ پس شاہا منظور فرمایئے کہ میں آپکے ساتھ حکومت کروں اور تمام ملک میں اعلان کرادیا جائے کہ آپ کے بعد میرے لڑکے آپ کے جانشین ہوں تاکہ ہمارا دودمانِ شاہی پشتہا پشت تک دائم و قائم رہے۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے حضور آرام و اعلیٰ توقعات کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکتے ہیں۔ بس یہی میرا معروضہ تھا۔ جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کرچکا۔"

ثوران کی یہ درخواست سُنکر اور ایسی بیجا جسارت دیکھکر حاضرینِ دربار حیرت زدہ ہوکر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ملکہ آحورہ کا غصّہ سے یہ حال ہوا کہ ہاتھ میں جو پھول لئے تھی اُسکی پتیاں توڑ توڑ کر اور مل مل کر زمین پر پھینک دیں۔ صرف فرعون جس انداز سے بیٹھا تھا آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دل ہی دل میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے ایک لمحہ یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ تک یہی کیفیت رہی۔ اسکے بعد اُس نے اپنا پاکیزہ چہرہ مگر رنگ زرد جس پر ہلکا سا تبسّم تھا، ثوران کی طرف پھیر کر نہایت شریفانہ انداز سے کہا:۔

"برادرِ من۔ تم تو کہہ چکے۔ اب جو کچھ مجھے کہنا ہے وہ بھی سُنو۔ مجھ سے پہلے اس تخت پر بہت سے بادشاہ بیٹھے ہیں۔ اگر اُن میں سے کوئی بادشاہ اِس وقت ہوتا اور تمہاری یہ تقریر سُنتا تو اس عصا سے تمہاری طرف اشارہ کرتا اور تمہاری یہ زبان ہمیشہ کو بند کردی جاتی۔ موت کا ہاتھ تمہاری طرف بڑھتا اور وہ تم کو اور تمہارے نام کو اور تمہارے خاندان والوں کو صفحۂ ہستی سے مِٹا دیتا۔ لیکن تم میں ایک غیر معمولی بیباکی ہمیشہ سے دیکھی گئی ہے۔ چونکہ تم نے اپنے دل کی اصلی باتیں ہم پر ظاہر کردی ہیں، اِسلئے تمہیں معاف کیا جاتا ہے لیکن ثوران باوجود اِسکے تم نے اپنے

دل کی سب باتیں نہیں کہیں۔ مثلاً تم نے ...... (اس موقع پر دربار میں بالکل سنّاٹا ہوگیا اور ہر شخص منتظر ہوگیا کہ دیکھئے فرعون آگے کیا کہتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے اب ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف اس طرح کہا) مثلاً تم نے یہ نہیں بیان کیا کہ کل رات کو تم کس بات کا مشورہ کرتے تھے۔ اپنے صلاح کاروں سے کس طرح بار بار پوچھتے تھے۔ بتاؤ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنے پانچسو سپاہیوں کو لے کر فرعون کے محل میں داخل ہوں اور اس کو قتل کر کے اس بنا پر کہ ہمارا اور اُس کا خون ایک ہے اِس سلطنت کے مالک بن جائیں۔ اور اسی خون کے رشتہ کی بنا پر ایک بھائی کا خون کر ڈالیں۔"

بادشاہ کے مُنہ سے یہ جملے نکلتے تھے کہ اہلِ دربار میں ایک شُور برپا ہوگیا۔ بیگمات اپنا سینہ کوٹنے لگیں۔ امراء شاہی اپنی کرسیوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ فوجی سرداروں نے نیام سے تلواریں کھینچکر علَم کرلیں اور ایسے سنگین جرم کا انتقام لینے کو آگے بڑھے۔ فرعون نے فوراً اپنا عصا اونچا کیا۔ سب دم بخود ہوگئے۔ صرف ثوران چیخ چیخ کر کہتا تھا۔

"وہ کون ہے جسنے حضور کے کان تک ایسی جھوٹی خبروں سے مجھ پر بہتان بندی کی ہے" اتنا کہکر ثوران کبھی اشموں نجومی کی طرف اور کبھی اپنے فوجدار لاطس کی طرف دیکھتا تھا۔ اور اب غصّے یا خوف یا ان دونوں باتوں کی وجہ سے اُس کی زبان بند ہوگئی۔

فرعون نے کہا۔ "شہزادے تم اپنے اِن خادموں کی طرف سے بدگمان نہ ہو۔ اور ہم جو کچھ کہیں اسکا یقین کرو۔ اِن دونوں آدمیوں کا کچھ قصور نہیں ہے۔ لیکن ثوران تم خود ہی غور کرو جب بادشاہوں کو قتل کرنے کے لئے کوئی مشورہ یا اہتمام کیا جاتا ہے تو ایسے کام کے لئے چاروں طرف سے کھُلا ہوا ایک جہاز اور وہ بھی جہاز کے اوپر کا حصّہ مناسب مقام نہیں ہوسکتا۔ ہمارے جاسوس ہر طرف موجود ہیں اور نہ صرف جاسوس بلکہ بعض وقت خدا بھی جن کو تم ہمارا قرابت مند سمجھتے ہو فرعون کے

کان تک خبریں پہونچادیتے ہیں۔ ثوران اپنے ان خادموں اور سرداروں پر ہرگز شبہ نہ کرو۔ البتہ ہم اس نجومی کے جو تمہارے پیچھے کھڑا ہے ایک طرح پر شکر گذار ہیں۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو تم اپنے مجنونانہ قصد پر ضرور عمل کرتے اور پھر میں مجبور ہوتا کہ تمہاری جان اس طرح لوں جیسے کوئی بوریئے کے نیچے ہی سانپ کا سر کچل دے۔ اچھا۔ نجومی۔ ہم تجھے انعام دینگے۔ تو بڑا ہوشیار و ہوشمند ہے۔ لیکن ہمارا انعام قلمدانِ وزارت نہ ہوگا جس سے کل تونے خود اپنے تئیں محروم کرلیا۔ کل شب کو اپنے آقا سے تونے جو کچھ انعام پایا تھا شاید اُس میں ایک لونڈی بھی تھی جو بے قصور مار کھانے کے بعد تجھے عنایت ہوئی تھی۔"

"ثوران۔ تم شہزادے ہو اور بھائی ہو۔ میں تمہیں ایک ایسی حرکت پر معاف کرتا ہوں جس کا تم نے قصد تو کیا لیکن اُسپر عمل نہ کرسکے۔ اور صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ میری دعا ہے، کہ آسمانوں کے خدا اور ہمارے بزرگوں کی روحیں بھی تمہارا قصور معاف کریں۔ اب رہی تمہاری درخواست، چونکہ سوائے تمہارے میرا کوئی بھائی نہیں ہے اس لئے میں تمہاری درخواست پر غور کرونگا۔ ممکن ہے میرا فیصلہ یہ ہو کہ اگر میں لاولد مروں تو میرے بعد تم کو بادشاہ کردیا جائے، گو ظاہر ہے کہ تم نجیب الطرفین نہیں ہو۔ تمہارے خون میں ایک ایسی قوم کا خون شامل ہے جس سے مصر کو نفرتِ قلبی ہے۔ اور تم آدمی بھی اس قسم کے ہو جسے اپنے آقا اور بادشاہ کے قتل میں دریغ نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی ممکن ہے کہ میں تم کو اپنا جانشین مقرر کرجاؤں کیونکہ تمہارے بہادر اور شجاع ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور باپ کی طرف سے بہرکیف تم شاہی نسل سے ہو گو ماں تمہاری ایک ذلیل قوم کی عورت تھی۔ لیکن ابھی میں مرا نہیں ہوں۔ اور ممکن ہے کہ آئندہ میرے ہاں اولاد پیدا ہو۔ پس ثوران۔ جب تک اوسیرس مجھ کو آسمان پر طلب کرے کیا تم ہماری نظربندی میں رہنا اور ایک بات پر حلف لینا پسند کرتے ہو۔"



...سلطنت سے اِس وقت ثوران کی بُری کیفیت تھی اور جس خطرے میں اِس وقت اُسکی جان تھی اُس کو وہ بخوبی سمجھ رہا تھا۔ بہت گھبرائی آواز میں کہنے لگا "جہاں پناہ۔ میں حلف لینے کو تیار ہوں"

فرعون۔ "اچھا تو تخت کے سامنے آؤ۔ اور خدائے مہیب ربّ عمون کا نام لے کر قسم کھاؤ کہ اگر میرے ہاں اولاد پیدا ہوئی خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہر حال میں تم اُس کو اپنا آقا اور بادشاہ سمجھ کر دل سے اُس کی اطاعت کرو گے۔ اِس دربار کے تمام حاضرین کے سامنے اِن دونوں باتوں پر قسم کھاؤ اور جان لو کہ یہ قسم وہ ہوگی کہ اگر اسکو توڑا تو مصر کے تمام خدا تمہاری اس زندگی میں تم پر طرح طرح کے آفات ڈالینگے۔ اور مرنے کے بعد تم پر ایسا عذاب نازل ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا"

ثوران کو اب چارہ ہی کیا تھا۔ فرعون کے کہنے کے مطابق قسم کھائی اور قسم کی تصدیق میں عصاء سلطنت کو بوسہ دیا۔

رات کا وقت ہے طیبی کا وہ بڑا بُت خانہ جسے "سمتِ شمال کا بیت العمون" کہتے تھے رات کے اندھیرے میں بھیانک معلوم ہو رہا ہے۔ اُس کا بالکل اندرونی حصّہ جو زیارت گاہ خاص ہے اور بھی ہیبت ناک نظر آتا ہے۔ اِس بلند اور وسیع کمرے کے بیچ میں پتھر کا ایک بہت اونچا بت عمون ربّ کا جو تمام خداؤں کا باپ مانا جاتا تھا نصب ہے۔ اور اُسکے سر پر لپٹے ہوئے پَروں کی شکل کا ایک اونچا تاج رکھا ہے۔ یہ وہ تاریک محفوظ و مقدس مقام ہے جہاں کاہنوں کے سب سے بڑے سردار اور خاندانِ شاہی کے لوگوں کے سوا کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس ڈراؤنے وقت میں فرعون اور ملکہ احورہ معمولی لوگوں کی طرح چادریں اوڑھے بُت کے قدموں پر سر رکھے رو رو کر اولاد کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔

اِس مقدس ایوان میں صرف ایک چراغ روشن ہے جو صدیوں سے ایک ہی طرح جلتا چلا آیا ہے۔ اس کی دُھندلی اور ناکافی روشنی میں نیچے سنگین فرش پر بادشاہ اور اُس کی ملکہ دونوں بُت کے

قدموں پر پیشانیاں رکھے اپنے غم کی داستان سُناتے ہیں۔ اور اوپر چھت سے مِلا ہوا بُت کا بے حس و حرکت چہرہ گھُپ اندھیرے میں اُن کی طرف نگاہ جماتے اور اِس طرح دیکھ رہا ہے جس طرح اِن سے پہلے اور لوگوں کی طرف شادی و غم کی حالت میں ہزار ہا برس سے دیکھتا چلا آیا تھا۔ دونوں نے عرض کیا کہ ثورآن نے ہم کو طعنے دے دے کر ذلیل کیا۔ ہم سے کہا کہ اپنی اولاد کی صورت دکھاؤ درحالانکہ ہم اولاد نہ رکھتے تھے۔ اس کی باتوں سے ہمارا دل زخمی ہوگیا۔ رعایا کی طرف سے ہمکو الگ خوف رہتا ہے۔ پس ہماری دلی تمنّا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں ہم کسی کو اپنا جانشین کرجائیں۔ اے ربّ عمون۔ اے عمون رع۔ ہم پر رحم کر۔ ہمارے قدیم شاہی گھرانے کو مِٹنے نہ دے۔ یہ مصر کا وہ خاندان ہے جس کے تمام فراعنہ نے جن میں غیر کا خون کبھی آمیز نہیں ہوا نسلاً بعد نسلٍ اسی جگہ تیری پرستش کی ہے۔ اے ربّ ہمکو اولاد دے۔ اس کے شکریہ میں ہم تیرے صنم خانے میں بڑی بڑی نذریں چڑھائینگے۔ تیرے نام کے عظیم الشان بُت خانے اور ہیکل بنوا کر اُن کے لئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کرینگے۔ اے ربّ ہماری مراد پوری کر۔"

اس کے بعد ملکہ احورہ بُت کے قدموں پر بار بار اپنا ماتھا رگڑ کر کہتی تھی۔" اے عمون رع مجھ کو دُنیا میں انگشت نما نہ ہونے دے۔ ذلّت و رسوئی سے مجھے بچالے۔ ایک بچّہ میرے ہاں پیدا کردے جو میرے شوہر کے بعد اُسکے تخت کا مالک بن سکے۔ اے ربّ مجھے ایک جان دے اور اُسکے بدلے میں میری جان حاضر ہے۔"

لیکن بُت نے کچھ جواب نہ دیا۔ آخر کار جب دعائیں مانگتے مانگتے دونوں تھک گئے تو اُٹھکر چلے۔ دروازے پر کاہنوں کا سردار ایک پیر سفید ریش انتظار میں کھڑا تھا۔ فرعون نے اُسکو دیکھتے ہی غمگین آواز میں کہا۔" اے ربّ عمون کے کاہن اس در سے ہم ناکام چلے۔ ہم کو کچھ جواب نہ مِلا۔ کوئی آواز ہم سے مخاطب نہ ہوئی۔"

ملکہ کی روتی ہوئی صورت دیکھکر کاہن کا دل بھر آیا۔ اور وہ بولا "نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں برابر غیب کی آواز سُن رہا ہوں لیکن جو کچھ اُس نے کہا اُسکے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ اب آپ دونوں محل کو تشریف لے جائیں اور ایک ہی خوابگاہ میں استراحت فرمائیں۔ اور اے ملکۂ عالم۔ حالتِ خواب میں ایک نشانی آپ پر ظاہر ہوگی۔ عمون رع ایک رحم دل خدا ہے۔ اور اُس کی جو اولاد اس سے محبّت رکھتی ہے اس سے وہ بھی محبّت رکھتا ہے۔ جب وہ نشانی آپ پر ظاہر ہو تو جو کچھ اُس سے آپ کو معلوم ہو اُسے بے خوف و خطر اور دل میں کسی طرح کا شک اور شبہ لائے بغیر شہزادہ تُوران پر فوراً ظاہر کر دیں۔ کیونکہ اس نشانی میں جو کچھ آپکو بتایا جائیگا اُس کا پورا ہونا ہر حال میں ضروری اور لازمی ہوگا"

اتنا سُنکر بادشاہ اور اس کی ملکہ دونوں بُت خانے کے کمروں اور بلند ستونوں میں سے پرچھائیوں کی طرح گذرتے ہوئے سنگین دروازے کے قریب آئے۔ دروازہ فوراً کھول دیا گیا۔ باہر سواری تیار تھی۔ فوراً محملوں پر بیٹھ ایک راستہ سے جسکے دونوں طرف مینڈھوں کے سر والے اونچے اونچے بُت کھڑے تھے بادشاہ اور ملکہ دونوں روانہ ہوئے اور ایک چور دروازے سے اپنے محل میں پہنچ گئے۔

آدھی رات گذر چکی ہے۔ تمام شہر پر گہری تاریکی اور خاموشی چھائی ہے۔ کہیں کہیں کتے البتہ آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا اُٹھا کر بھونک رہے ہیں یا شہر پناہ سے پہرے والوں کی للکار کبھی کبھی سُنائی دیتی ہے۔ فرعون اور ملکہ اٹورہ اپنے خوابگاہ میں زرنگار مسہریوں پر تھکے ہارے غافل سو رہے ہیں۔ اتنے میں ملکہ کی آنکھ کھُلی۔ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ اندھیرے میں چاروں طرف خوف زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ آخر کو ہاتھ بڑھا کر شوہر کا شانہ ہلایا اور اُس کے کان میں گھبرا کر کہا:۔

"اٹھو۔ اٹھو۔ میں نے ایک بات دیکھی ہے جو تمہیں بتانے کی ہے"
بادشاہ بیدار ہوا۔ ملکہ کی آواز میں کوئی بات ایسی تھی کہ آنکھوں سے نیند کی نقاب بالکل اٹھ گئی۔

بادشاہ:" احورہ کیا ہے"
ملکہ:" میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے جسکو محض خواب کہنا مشکل ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں بالکل اندھیرے میں کھڑی ہوں اور یہ اندھیرا ایک جگہ سے ہٹ گیا ہے اور وہاں ایک نور پیدا ہوا ہے جس کی کوئی شکل ہے نہ صورت۔ اب اس نور میں سے ایک بہت مہربان اور شیریں آواز یہ کہتی سنائی دی۔
"ملکہ احورہ۔ میری بیٹی۔ میں عمون ہوں جسکے سامنے آج ہی رات کو تو نے اور تیرے شوہر نے میرے ہیکل میں ایک مراد مانگی تھی۔ تم دونوں اسوقت یہ سمجھے کہ کسی نے تمہاری فریاد نہیں سنی۔ لیکن یہ بات نہ تھی۔ ہم نے سنا اور اپنے کاہن پر اپنا کل منشاء ظاہر کر دیا۔ احورہ تو نے اور تیرے شوہر فرعون نے ہم پر برسوں سے ایمان رکھا ہے اور یہ بیکار نہیں جا سکتا۔ ایک لڑکی تیرے بطن سے پیدا ہوگی اور اس میں جو روح ہوگی وہ خاص میری روح ہوگی۔ یہ لڑکی بڑی ہو کر ایسی حسین اور فرزانہ ہوگی کہ اس کی مثل نہ اب تک پیدا ہوئی ہے اور نہ آئندہ کبھی پیدا ہو۔ میں اپنے ہاتھ سے تندرستی، طاقت اور عقل اُسے بخشونگا۔ مصر کے شمالی اور جنوبی دونوں حصوں پر وہ حکومت کریگی۔ اور اس دوگونہ حکومت کا تاج اس کے سر پر سالہا سال تک رہیگا۔ مصر کا کوئی بادشاہ جو اس سے پہلے گذرا ہے یا آئندہ گذرنے والا ہے اس کے برابر نہ نکلے گا۔ مصائب اور خطرات اسکو پیش آئینگے۔ لیکن ان سب میں وہ روح جو میں نے خاص اپنی روح سے اسکو دی ہے ہمیشہ اُسے محفوظ رکھے گی۔ اور وہ اپنے دشمنوں کو ہمیشہ پامال کرے گی۔ شاہی خاندان

اُس کا ایک عاشق پیدا ہوگا۔ یہ بھی اُس پر عاشق ہوگی اور دونوں اِس عشق میں مسرور رہینگے اور اُنکی نسل سے بہت سے بادشاہ اور بادشاہ زادے پیدا ہونگے۔ اس لڑکی کا نام نیطرطبہ یعنی نجم السحر ہوگا، اور علاوہ ملکہ ہونے کے وہ میرے ہیکل کی سب سے بڑی کاہنہ ہوگی۔ کیونکہ دراصل وہ میری مولود ہوگی جسے میں آسمان سے اُٹھا کر تم دونوں کے حوالے کرونگا۔ مجھکو اس بچّی سے عشق ہوگا اور میں نے ابھی سے آسمان کی تمام ربات کو حکم دیدیا ہے کہ دُنیا میں اُس کی دوست رہیں، اور اوسیرس سے بھی کہدیا ہے کہ جب زمین پر اس لڑکی کا وقت ختم ہو تو وہ آسمان پر اُسکے استقبال کے لئے حاضر رہے۔"

اُور اے ملکہ دیکھ ان باتوں کی تصدیق میں مَیں اپنے ہاتھ سے ایک نشان تیرے سینہ پر بناتا ہوں اور یہی نشان اُس لڑکی کے سینہ پر بھی ہوگا جو تیرے بطن سے پیدا ہوگی جس وقت میں تیرے سینہ سے اپنا ہاتھ اُٹھا لونگا تو تُو جاگ جائیگی۔ جاگتے ہی اپنے شوہر کو بیدار کرنا جو تیرے پہلو میں سوتا ہے۔ اور جس قدر باتیں میں نے تجھ سے کہی ہیں وہ بہت جلد ایک کاغذ پر لکھ لی جائیں تاکہ اُس کا کوئی لفظ فراموش نہ ہوسکے۔"

اتنا قصّہ سُنا کر احورہ نے شوہر سے کہا "پھر اے بادشاہ۔ اُس نُور سے ایک ہاتھ نکلا اور اُس ہاتھ میں "نقشِ حیات" تھا۔ جو شعلہ کی شکل چمکتا تھا۔ اسی ہاتھ نے اس نقش کو میرے سینہ پر رکھا اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے جلتا انگارا رکھدیا ہو۔ اس تکلیف میں مَیں جاگ اُٹھی۔ اور دیکھا کہ چاروں طرف تاریکی ہے اور تم قریب سو رہے ہو۔"

فرعون نے جب یہ کل حال سُن لیا تو ملکہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس واقعہ کو اچھا شگون سمجھکر ملکہ کے حق میں دعا کی۔ دعا کے بعد تالی بجائی تاکہ شاہی خوابگاہ کے باہر جو خواصیں سو رہی تھیں اندر حاضر ہوں۔ دستک کے سُنتے ہی خواصیں روشنیاں لئے خوابگاہ میں آئیں اور بادشاہ نے

ایک خواص کے ہاتھ سے شمع لیکر ملکہ کے گلے کے نیچے سینہ سے کچھ اوپر دیکھا تو "نقشِ حیات" بنا ہوا معلوم ہوا اور اس نشان کی شکل ایک حلقے کی سی تھی جسکے نیچے دو ترچھے خط تھے۔

اب فرعون نے حکم دیا کہ کاتبِ خاص مع کاغذ و قلم دوات فوراً حاضر ہو اور بیت العمون کے بڑے کاہن کو بھی ابھی طلب کیا جائے۔ اس حکم کے جاری ہوتے ہی کاتبِ خاص بادشاہ کے خوابگاہ میں حاضر ہوا اور کاہن کی موجودگی میں جو کچھ ملکہ احورہ نے بیان کیا تھا اُس کا ایک ایک لفظ لکھ لیا گیا۔ بادشاہ اور ملکہ نے اس نوشتے پر اپنے اپنے دستخط کئے اور کاہن نے اُس پر اپنی گواہی لکھی۔ پھر اس تحریر کی نقلیں فوراً تیار کر کے ہیکل عمون کے پوشیدہ خزانے میں محفوظ کر دی گئیں۔ اور "نقشِ حیات" ملکہ احورہ کے سینہ پر موت کے دن تک بدستور قائم رہا۔

جب رات گذری تو صبح ہوتے ہی فرعون نے اپنے تمام درباریوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ شہزادہ ثورآن بھی دربار میں حاضر کیا جائے۔ چنانچہ شہزادہ حاضر ہوا اور فرعون نے اس سے بہت نرمی سے کہا:۔

"اے ابن الاب۔ میں نے تمہاری اس درخواست پر کہ تم تختِ مصر پر میرے شریک ہو کر جلوس کرو اور اپنے بعد میں تمکو اور تمہارے لڑکوں کو اپنا جانشین مقرر کر جاؤں بہت غور کیا۔ اور اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں تمہاری درخواست کو قطعی نامنظور کرتا ہوں۔ تمکو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ خداؤں میں سب سے بڑے خدا یعنی ربّ عمون نے مجھ پر اور ملکہ مصر پر یہ بات ظاہر کی ہے کہ ہمارے ہاں اپنے وقت پر ایک لڑکی پیدا ہوگی جس کا نام نیطرطبہ یعنی نجم السحر یا "عمون کا ستارہ" ہوگا۔ اور میرے بعد یہ لڑکی اور اُس کے بعد اُسکی اولاد اس ملک میں بادشاہی کریگی۔ پس ہماری اس خوشی میں تم بھی دل سے شریک ہو۔ اور اب اپنے شہر کو جسکے تم ہماری طرف سے حاکم ہو واپس جاؤ اور ہمارے لطف و کرم کے سایہ میں ان خوبیوں اور شجاعانہ اوصاف کے ساتھ جو خدا نے تم کو عطا کئے ہیں خوش اور آباد رہو۔"

ثورآن اتنا سُنکر غصّہ سے کانپنے لگا۔ کیونکہ وہ سمجھا کہ یہ کُل قصّہ ایک جعل و فریب ہے۔ لیکن یہ سوچکر کہ اِس وقت فرعون کے قبضے میں ہوں اور ہر وقت جان کا خطرہ ہے جواب دیا۔ "جہاں پناہ جسوقت عموآن کا یہ ستارۂ سحر طلوع ہوگا تو میرا کوکب اقبال ضرور اُس کی تعظیم و تکریم کریگا۔" یہ الفاظ مُنہ سے نکلے ہی تھے کہ فوراً اشموآن نجومی کا یہ قول یاد آیا کہ "جب عموآن کا ستارہ مشرق سے طلوع ہوگا تو ثورآن کے ستارہ کو وہ مجوب کر دیگا۔"

فرعون نے ثورآن کا یہ فقرہ سُنکر غصّہ سے کہا "کیا تم سمجھتے ہو کہ میں غلط کہتا ہوں اور ایک کذب سے اپنے زبان کو ناپاک کرتا ہوں۔ خیر میں یہ قصور بھی تمہارا معاف کرتا ہوں۔ بس اب تم جاؤ اور جو کچھ ہونے والا ہے اُسکے منتظر رہو۔ اور اِس نشان کو دیکھتے جاؤ۔ یہ وہ نشان ہے جس سے تمکو ہمارے قول کی آیندہ تصدیق ہوگی۔ جسوقت شہزادی نیطرطیبہ یعنی نجم السحر پیدا ہوگی تو یہی نشان جو "نقشِ حیات" ہے اُسکے سینہ پر موجود ہوگا۔ اچھا اب تم رُخصت ہو تاکہ ہمارا مزاج زیادہ برہم نہو۔ تمہاری خدمات کا جو صلہ میں نے تجویز کیا ہے وہ منوف پہونچنے پر تمکو ملجائیگا۔"

پس ثورآن طیبی سے رُخصت ہوکر اپنے دارالحکومت کو واپس گیا اور وہاں پہونچکر مشہور کیا کہ فرعون نے اُسکو ایک حق سے محروم کرنے کے لئے یہ قصّہ کہ اُسکے گھر میں لڑکی پیدا ہونے والی ہے مشہور کردیا ہے۔ لیکن اشموآن نجومی نے جب سُنا تو سر ہلا کر دل میں کہا "نہیں۔ عموآن رع کا ستارہ سحر ضرور طلوع ہوگا۔ اور نیطرطیبہ نجم السحر وارث تختِ مصر ضرور پیدا ہوگی کیونکہ عموآن رع نے تقدیر میں پہلے ہی سے یہ لِکھ رکھا ہے۔"



تیسرا باب

رعمیس شہزادی نیطرطیبہ اور تالاب کا دیو مگرمچھ!

اور اب وہ دن آیا کہ ملکہ احورہ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ نہایت حسین اور تندرست۔ بالوں میں وہ لہر جیسے پانی پر موج۔ آنکھیں ابھی سے ایسی نیلگوں جیسے فصلِ بہار میں شام سے کچھ پہلے آسمان کا رنگ۔ سینہ پر ایک چھوٹا سا تل اُسی "نقشِ حیات" کی شکل کا جو عموٓن نے ملکہ کے سینہ پر بنایا تھا۔

اب بادشاہِ مصر اور اُسکے خاندان کے سب خورد و کلاں سلطنت کے امراء و عمائدین بت خانوں کے کاہن اور خدام بلکہ یہ کہیئے کہ ملک مصر کا ہر متنفس خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ بعض لوگ البتہ افسوس کرنے لگے کہ لڑکی ہوئی لڑکا نہ ہوا۔ اب تاجِ مصر بجائے مرد کے عورت کے سر پر رکھا جائیگا۔ لیکن کوئی شخص علانیہ ایسی بات زبان پر نہ لاتا تھا کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ یہ لڑکی خداؤں کی دی ہوئی ہے اور اس میں خدائی اوصاف بھی رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ جسوقت پیدا ہوئی ہے تو زچہ کے کمرے میں مصر کی بڑی بڑی ربات مثلاً اسیس۔ نفطیس۔ حاتمر۔ خیمو موجود تھیں اور سب کی سب سر سے پاؤں تک کندن کی طرح دمک رہی تھیں۔

اس خوشی میں فرعون نے ایک فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ تمام ملک میں جہاں جہاں ملکہ احورہ کا نام کندہ ہے اُسکے آگے "مادر نجم السحر بحکم عموٓن" اور کندہ کردیا جائے اور عموٓن کے شمالی ہیکل میں ایک عالیشان کمرہ تیار کرکے اُس کی دیواروں پر تخت گاہ طیبی میں شہزادہ توران کے

وارد ہونے اور ملکہ احورہ کے خواب کے کل حالات کندہ کر دئیے جائیں۔

لیکن ملکہ اتنے دن زندہ نہ رہی کہ اس نئی تعمیر کو دیکھ لیتی۔ کیونکہ جس دن سے وہ زچہ ہوئی تھی اُسی دن سے اُس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ وضع حمل کے چودھویں دن غسل سے فارغ ہو کر دایہ کو حکم دیا کہ لڑکی کو سامنے لائے۔ دایہ حکم بجا لائی۔ ماں نے دیر تک محبت کی نظروں سے لڑکی کو دیکھ کر اُسکے حق میں دعا کی۔ اتنے میں دیکھا کہ جہاں نہالچے پر اُس کی لڑکی لیٹی ہے وہیں اُس کے پہلو میں ایک لڑکی بعینہٖ اُسی شکل و صورت کی موجود ہے۔ یہ دوسری لڑکی نجم السحر کی ہمزاد تھی۔ اس شکل کو دیکھتے ہی ملکہ نے کہا:۔

"اے ہمزاد دیکھنا میری اس لختِ جگر کو زندگی اور موت میں ہر آفت اور مصیبت سے بچاتی رہنا!" اتنا کہہ کر ملکہ نے اوپر دیکھا اور کہا کہ "دیکھو وہ ربّ عموّن مجھے پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ اس لڑکی کی جان کے بدلے اپنی جان دیکر قول پورا کرو۔ اس آواز کو سُنکر احورہ نے اپنے شوہر فرعون کی طرف مسکرا کر دیکھا اور دم نکل گیا۔ چہرے پر بجائے مُردنی کے بشاشت برستی تھی۔

اب کُل خوشی ماتم ہو گئی۔ اور جب تک ملکہ کا تابوت تیار ہو مصر کے لوگ اُس کی موت پر روتے رہے۔ یہاں تک کہ تابوت تیار ہوا اور اُسکو کشتی پر رکھکر دریا پار اس وادی میں لے گئے جہاں بیگمات شاہی کے مقبرے تھے۔ یہاں ایک عالیشان عمارت میں تابوت رکھ دیا گیا۔ یہ مکان ایک مقبرہ تھا جسے ملکہ نے اپنی زندگی ہی میں بہت جلد ہزارہا مزدور اور کاریگر لگا کر تیار کرایا تھا۔ کیونکہ جس دن سے خواب دیکھا تھا اُسی دن سے یقین ہو گیا تھا کہ اب زندگی کوئی دن کی ہے۔ علاوہ اِس کے عمارت کے ختم کرنے میں عجلت کی ضرورت اس وجہ سے بھی تھی کہ بادشاہ اپنے مقبرے جس حال میں چھوڑ جاتے ہیں وہ اُسی حال میں رہا کرتے ہیں۔ اُنکے مرنے پر نہ کوئی دوسرا اُن پر دولت صرف کرتا ہے نہ توجہ۔

پس ملکہ کا تابوت مع تمام زر و جواہر کے جو خاص ملکہ کا تھا مقبرے میں رکھدیا گیا۔ فرعون نے جو بیوی کے مرنے پر بہت سوگوار تھا اُس کی قبر پر بڑی بڑی نذریں چڑھائیں۔ پھر مقبرے کے اندر دروازے کے قریب اس کشتی کو رکھوا کر جس میں تابوت لایا گیا تھا دروازہ کو تیغا کرا دیا۔ اور کُل عمارت پر باہر کے رُخ اس قدر ریت ڈلوایا کہ وہ بالکل چھپ گئی۔ یہ اس لئے کیا کہ قیامت آنے تک کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ ملکہ کہاں دفن ہے۔

اِس اثنا میں شہزادی نجم السحر قصرِ فرعون میں پلتی رہی۔ لیکن جب وہ چھ مہینے کی ہوئی تو جس محل میں ہیکل عموّن کی کاہنات رہتی تھیں وہاں پرورش اور تربیت کیلئے بھیجدی گئی۔

اب یہ واقعہ سُننے کے قابل ہے کہ جس دن یہ شہزادی پیدا ہوئی اُسی دن فرعون کے ایک فوجی سردار مریّس کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو ہمارے اس قصّہ سے خاص تعلق ہے۔ مریّس اس فوج کا افسرِ اعلیٰ تھا جو ہیکل عموّن میں اُس کی حفاظت کے لئے رہا کرتی تھی۔ اس سردار نے اپنی دودھ بہن آشتی سے جو علم سحر میں بڑی دستگاہ رکھتی تھی شادی کر لی تھی۔ مصر کے سب لوگ جانتے تھے کہ یہ مریّس ایک صحیح النسب اور آخری شخص اس قدیم خاندان فراعنہ کا ہے جسکے سلسلے کو کئی پشتیں گذری تھیں کہ موجودہ فرعون کے اسلاف نے بے دخل کر کے اپنی بادشاہی قایم کی تھی اور اب اِسی بادشاہی سلسلے میں جو قدیم خاندان کا جانشین ہوا، سوائے فرعونِ وقت اور اُس کی بیٹی نجم السحر کے اور کوئی نہ تھا۔ اِس فرعون کی حکومت جس وقت شروع ہوئی تھی تو مشیرانِ دولت نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ اِس مریّس اور اس کی دودھ شریک بہن آشتی کو قتل کر دینا مناسب ہے تاکہ کوئی زمانہ ایسا نہ آئے کہ یہ دونوں اس زعم میں کہ وہ ایک قدیم نسل فراعنہ کی یادگار ہیں ملک میں بغاوت پیدا کر دیں۔ لیکن فرعون بہت رحمدل تھا، اُسکو قتل و غارت سے قطعی نفرت تھی۔ مشیروں کی

صلاح اُس نے نہیں مانی بلکہ مرمِبیس کو طلب کرکے اُنکی رائے سے اُسے آگاہ کیا۔

مرمِبیس نہایت وجیہ اور شریف تھا جیساکہ شاہانِ سلف کی اولاد کو ہونا چاہیئے۔ سامنے حاضر ہوتے ہی تخت کو بوسہ دیا اور بادشاہ کی گفتگو سن کر کہنے لگا۔

"گیتی پناہ۔ اس جانثار کو قتل کرکے آپکو کیا حاصل ہوگا۔ خداؤں کو یونہی منظور تھا کہ میرے خاندان کو زوال ہو اور حضور کا خاندان اس ملک پر مسلّط ہو۔ کیا کبھی اس نمکخوار سے اس بناپر کہ اُسکے بزرگ کسی زمانہ میں اس ملک میں بادشاہی کرتے تھے کوئی قصور سرزد ہوا ہے یا حضور کو تخت سے محروم کرنے کی نیت سے اس ناچیز نے حضور کے دشمنوں سے کبھی کوئی سازش کی ہے؟ جہاں پناہ۔ غور فرمائیں کہ میں جس حال میں ہوں بالکل خوش اور مطمئن ہوں۔ حضور کی فوج کا ایک شریف سردار ہوں اور یہی درجہ اور مرتبہ اپنے لئے بالکل کافی سمجھتا ہوں۔ پس اے بادشاہ دادگستر مجھکو اور میری رضاعی بہن آشتی کو جو بڑی ساحرہ اور عاقلہ ہے اور جس سے عقد کرنے کا میرا قصد ہے اپنا خادم جانثار سمجھکر آرام و آسائش کے ساتھ زندہ رہنے دیجئے اور ہم بیگناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگیئے۔ مبادا اس میں خداؤں کا کوئی غضب آپ پر اور آپ کے خاندان پر نازل ہو اور ہماری روحیں قبروں سے اُٹھکر آپکے درپے آزار ہوں۔"

جب فرعون نے مرمِبیس کی یہ تقریر سُنی تو اُسکو بہت رحم آیا۔ اپنا عصاءِ سلطنت مرمِبیس کی طرف بڑھایا کہ وہ اُسکو بوسہ دے۔ بادشاہ کا یہ فعل ظاہر کرتا تھا کہ مرمِبیس اور آشتی جب تک زندہ ہیں بادشاہ کے ظلِ حمایت میں اُنکو کسی طرح کا گزند نہ پہنچے گا۔

فرعون نے کہا "مرمِبیس۔ جاہ و منزلت میں نہ سہی لیکن نسل و نسب میں ہم تم برابر ہیں۔ خداؤں کی مصلحت کو کون سمجھ سکتا ہے۔ جسکو چاہیں بڑھادیں۔ جسکو چاہیں گھٹادیں۔ تاکہ انسان کا مقدّر

پورا ہو۔ مجھکو اس کا کامل یقین ہے کہ تم اور تمہاری بہن آشنی جسکو سُنتا ہوں کہ سحر میں کمال رکھتی ہے کبھی میرے نقصان و آزار کے درپے نہ ہوگے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو اپنا مصاحب اور مشیر خاص بناؤں"۔

اس کے بعد فرعون نے مرتیس کو ایک بہت بڑے منصب پر مامور کرنا چاہا۔ لیکن مرتیس نے یہ عرض کرکے اِنکار کیا کہ اگر جہاں پناہ مجھے کوئی اعلیٰ منصب عنایت فرمائینگے تو لوگوں کو مجھ سے حسد پیدا ہو جائیگا۔ اور پھر وہ کسی نہ کسی طریقہ سے میری تباہی و ہلاکت پر آمادہ ہو جائینگے کیونکہ اونچے درخت سب سے پہلے گرائے جاتے ہیں۔ آخر کار فرعون نے مرتیس کو ہیکلِ عمون کی فوجِ محافظ کا سردار مقرر کردیا۔ اور اُسکو جاگیر میں زمینیں اور مکانات اتنے دیئے کہ وہ ایک خوشحال شریف کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ مگر اسکے سوا بادشاہ نے اُسے کچھ نہیں دیا۔ ان مکارمِ شاہی کے شکریہ میں مرتیس بادشاہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ جب کوئی خاص اہم معاملہ پیش آتا تو بادشاہ اس سے مشورہ کرتا اور جو صلاح وہ دیتا اُسکو غور سے سُنتا۔ کیونکہ مرتیس فی الواقع نہایت پاک نفس اور شریف طبیعت کا آدمی تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مرتیس نے ساحرہ آشنی سے عقد کرلیا۔ لیکن فرعون کی طرح مرتیس بھی مدّت تک لاولد رہا۔ آشنی کے سوا اس کی کوئی اور بیوی بھی نہ تھی۔ غرض جس دن شہزادی نیطرطیبہ نجم عمون نے دُنیا میں آنکھیں کھولیں اُسی دن سے آشنی کے ہاں ایک لڑکا نہایت توانا و تندرست اچھی صورت و شکل کا پیدا ہوا جس کے چہرے پر بادشاہوں کی اولاد کی سی شان برستی تھی۔ رنگ اُس کا بہت سُرخ و سپید تھا کیونکہ قدیم فراعنہ جن کے خاندان سے یہ لڑکا تھا بہت گورے ہوا کرتے تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں۔ دائی نے بچّہ کو گود میں لے کر زچہ سے کہا۔ "بچّہ کا سر ملاحظہ ہو کیسا شاندار ہے۔ یہ سر اِس لائق ہے کہ تاجِ شاہی اس کی زینت ہو"۔

اتنا سُنکر آشنی کی زبان سے ایک کلمہ ایسا نکلا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بچّہ کی خوشی میں

احتیاط سے کام لینا بھول گئی یا خداؤں نے اپنی طرف سے اُسکے مُنہ سے ایسا کلمہ کہلوا دیا کیونکہ آشنی میں غیب کی خبریں سُنانے کا مادہ بچپن سے موجود تھا۔ کہنے لگی:-

" ہاں دایہ۔ ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خوبصورت سر اور بادشاہی تاج میں بہت قریب کا واسطہ ہے" یہ کہہ کر اُس نے بچّہ کو پیار کیا اور اُس کا نام رعمیس رکھا اور یہی نام اس شاہی خاندان کے سب سے پہلے بادشاہ کا تھا جس کی نسل سے یہ لڑکا تھا۔

اتفاق سے ایک جاسوس وہاں موجود تھا۔ اُس نے آشنی کے مُنہ سے یہ بات سُنتے ہی اُسکی اطلاع شاہی مجلس میں کر دی۔ مجلس نے جیسے پہلے مرمیس کی قتل کی رائے دی تھی اب اس بچّہ کو ہلاک کرنے کی صلاح اس بنا پر دی کہ آشنی کے الفاظ بادشاہِ وقت کی اولاد کے حق میں بدشگونی کے ہیں۔ لیکن فرعون نے مجلس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور ہنسکر کہا" کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اپنی لڑکی کے پیدا ہونے پر سب سے پہلی رسم ایک معصوم بچّے کے قتل سے شروع کروں، جس نے دُنیا میں اُسی دن قدم رکھا ہے جس دن میری لڑکی نے" اتنا کہہ کر بادشاہ نے اراکینِ مجلس سے کہا:-

" لوگو۔ ہمارا ربّ آرع آفتاب عالمِ تاب جس کا ایک مظہر ہے، اپنا نور سب پر یکساں ڈالتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک قدیم شاہی گھرانے کا یہ شریف لڑکا اِس لئے پیدا ہوا ہو کہ جو بچّہ عمون نے مجھے اور مصر کو دیا ہے اُس کا ہمیشہ دوست اور محافظ رہے۔ پس۔ جو کچھ خداؤں نے تقدیر میں لکھدیا ہے اُسکے پیش آنے کا انتظار کرو۔ میں کون ہوتا ہوں کہ خداؤں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ایک جیتی جان کو مٹا دوں"

غرض رعمیس اپنی ماں کی گود میں بے خوف وخطر پرورش پاتا رہا۔ مرمیس اور اُس کی بیوی کے کانوں تک جب فرعون کی تقریر پہونچی تو وہ حاضر ہوئے اور بادشاہ کے مِنّت گذار ہو کر اُس کو دُعائیں دینے لگے۔

سردار فوج مرمیس کا گھر ہیکل عمون کے احاطے کے اندر اُس محل کے قریب تھا جہاں ہیکل کی کاہنات اور خادمائیں رہتی تھیں۔ اور فرعون کی لڑکی نجم السحر "عمون کا تارا" اُس میں پرورش پاتی تھی۔ ملکہ احورہ کے انتقال پر اس لڑکی کو دودھ پلانے کے لئے مرمیس کی بیوی آشتی مقرر کی گئی کیونکہ فرعون کا حکم تھا کہ میری بیٹی کو سوائے ایسی عورت کے جس میں بادشاہوں کا خون ہو اور کوئی عورت دودھ نہ پلائے۔ اِس طرح آشتی بادشاہ کی بیٹی نجم السحر کی دودھ ماں ہوگئی۔ اور رعمیس کے ساتھ ایک ہی گود میں پلنے لگی۔ جب دونوں کا دودھ چھوٹا تو چلنا اور بولنا بھی دونوں نے ساتھ ہی سیکھا اور جب دونوں کچھ بڑے ہوئے تو کھیل کُود میں بھی ساتھ ہی ساتھ رہے۔

غرض شروع ہی سے اِن دونوں بچّوں میں ایسی محبّت ہوگئی جیسے دو جُڑواں بھائی بہنوں میں ہوتی ہو۔ لڑکا گو بڑا دلیر اور نڈر تھا لیکن شہزادی ہمیشہ اُس پر حکم چلاتی تھی۔ کچھ اس وجہ سے نہیں کہ وہ فرعون کی بیٹی اور تخت مصر کی وارث تھی۔ کیونکہ اس کو اپنے اس درجہ اور مرتبہ کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ لوگ کتنا ہی جُھک جُھک کر سلام کرتے اور بڑے بڑے القاب و آداب سے نام لیتے لیکن اُسے خیال تک نہ ہوتا۔ دراصل اِس چھوٹی سی جان میں کوئی اور قوت پوشیدہ تھی جو رعمیس کو اُس کا غلام بنائے رکھتی تھی۔ ہر بات میں نجمہ کا حکم چلتا تھا۔ کھیل جتنے کھیلے جاتے تھے اُن کی خاص منتظم بھی نجمہ ہی ہوتی تھی۔ اور جب باتیں کرنے پر آتی تھی تو رعمیس کی مجال نہ تھی کہ جو کچھ وہ کہے اُسے غور سے نہ سُنے۔ توانا و تندرست جیسے اور بچّے تھے وہ بھی تھی مگر کوئی چیز اُس میں ایسی تھی کہ اور بچّوں سے اُس میں بہت فرق معلوم ہوتا تھا۔ کبھی کبھی نجمہ کو چُپ لگ جاتی۔ پھر کسی کو پاس نہ آنے دیتی۔ مامائیں، خواصیں یہاں تک آشتی اور رعمیس بھی دُور دُور رہتے اور وہ بالکل بے خوف بُت خانے کے جالے لیتی پھرتی۔ کہیں آنے جانے کی اُسے روک ٹوک نہ تھی۔ ستونوں اور محرابوں کی بُھول بُھلیوں میں، کبھی یہاں کبھی وہاں کھڑے ہو کر کچھ سوچا کرتی۔

کبھی دیوار پر تصویریں دیکھنے لگتی۔ کبھی بُت خانے کے اُن تاریک اور ڈراؤنے کمروں میں پہنچ جاتی جہاں سیاہ اور سپید پتھروں کے اونچے اونچے بُت اپنی سنگین کرسیوں پر ہزار ہا برس سے ایک ہی پہلو اور انداز سے بیٹھے تھے۔ یہ مقامات وہ تھے جہاں اور لوگ دن کو بھی جاتے ہوئے لرزتے تھے۔ مگر نجمہ چاندنی راتوں میں وہاں گشت لگاتی۔ اور بُتوں کی صورتیں دیر تک دیکھنے اور اِدھر اُدھر پھرنے پھرانے کے بعد ہنستی اور دوڑتی ہوئی محل میں واپس آجاتی۔

ایک دن رعمیس نے پوچھا۔ "پیاری نجمہ، عمون کے تارے۔ تم اِن تاریک کمروں میں کیا دیکھنے جایا کرتی ہو۔ یہ پتھر کے بُت تو ایک بھیانک اور بیکار چیز ہیں۔ شاید جب سے دُنیا بنی ہے اُنہوں نے ہاتھ یا پاؤں تک نہیں ہلایا ہے۔ جب آسمان پر رع (سورج) غروب ہو جاتا ہے تو مجھے اُنکی صورتوں سے ڈر معلوم ہونے لگتا ہے"۔

نجمہ نے جواب دیا۔ "رعمی نہیں۔ یہ پتھر کے بُت بیکار و بے حس نہیں ہیں۔ یہ تو مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ ان کی سب باتیں میں نہیں سمجھتی لیکن جب میں انکے قریب ہوتی ہوں تو میرا دل بہت ہی خوش رہتا ہے"۔

رعمیس۔ "ہاں۔ نجمہ۔ کیا یہ بُت تم سے باتیں کرتے ہیں؟ بھلا پتھر کیونکر بول سکتے ہیں"۔

نجمہ۔ "پتھر تو بے شک کیا بولینگے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اِن بُتوں کی روحیں مجھ سے باتیں کرتی ہیں۔ کبھی میری پیدائش سے پہلے کے قصے سُناتی ہیں اور کبھی کہتی ہیں کہ جب میں مرجاؤنگی تو کیا ہوگا۔ اچھا بس اب زیادہ بحث نہ کرو۔ یہ مان لو کہ وہ مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ تمہارے لئے اتنا ہی جاننا کافی ہے"۔

رعمیس۔ "میرے لئے تو اتنا جاننا کافی سے بھی زیادہ ہے۔ میں عمون کی بیٹی تو ہوں نہیں کہ بُتوں کی باتیں سُنوں، میں تو صرف میقو کو مانتا ہوں جو لڑائی کا خدا ہے"۔

جب رعمیس سات برس کا ہوا تو ہیکل کے مدرسے میں پڑھنے بیٹھا۔ روز صبح کو ایک آدمی اُسکو

مدرسے میں پہونچا جایا کرتا۔ یہاں اُستاد اُسکو لکڑی کی تختی پر نرسل کے قلم سے لکھنا سکھاتا اور مصر کے خداوں کی باتیں اتنی سُناتا کہ یہ لڑکا ایک دفعہ سُنکر پھر انکو سُننا نہ چاہتا۔ ان ہی اوقات میں ہیکل کی بڑی بڑی اُستانیاں کچھ دیر کے لئے نجمہ کو پڑھاتیں۔ باقی تمام وقت یہ لڑکی اکیلی رہتی کوئی ساتھ کھیلنے والا نہ ہوتا کیونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ سوائے رعمیس کے اور کسی کے ساتھ نجمہ نہ کھیلے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رعمیس کے سوا کوئی لڑکا شاہی خاندان کا ہیکل میں موجود نہ تھا۔

ایک دن رعمیس شام کو مدرسے سے واپس آیا تو پوچھنے لگا۔ "نجمہ جب میں نہیں ہوتا تو تم کو تنہائی بُری معلوم ہوتی ہوگی" نجمہ بولی "نہیں اسوقت ایک اور سہیلی میرے پاس ہوتی ہے" اتنا سُنکر رعمیس کے دل میں شک پیدا ہوا اور بگڑ کر بولا "وہ کون ہے۔ مجھے بتاؤ تو اُسکی اچھی طرح خبر لوں"

نجمہ "میری سہیلی ایسی نہیں ہے جو تمہیں نظر آجائے۔ وہ میری ہمزاد ہے"

رعمیس "تمہاری ہمزاد ہے۔ اچھا ہمزاد کا ذکر تو سُنا ہے۔ مگر کبھی اسے دیکھا نہیں۔ اس کی صورت کیسی ہے؟"

نجمہ۔ "ہو بہو ایسی جیسی میری صورت۔ فرق اتنا ہے کہ میری پرچھائیں پڑتی ہے اُسکی پرچھائیں نہیں پڑتی۔ باتیں تو اُس کی اکثر سُنا کرتی ہوں مگر صورت اپنی وہ بہت کم دکھاتی ہے کبھی یونہی سی جھلک دیکھ لی تو دیکھ لی ورنہ روشنی کے ساتھ وہ کچھ ایسی ملی جُلی رہتی ہے کہ صورت صاف صاف نہیں دکھائی دیتی"

رعمیس "نجمہ میں تمہاری اس ہمزاد وہمزاد کو کچھ نہیں مانتا۔ یہ سب خیال ہی خیال ہے اصل میں وہ کچھ بھی نہیں ہے"

اسکے تھوڑے ہی دن بعد ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ اس لڑکے کو ہمزاد کی نسبت بالخصوص

نجمہ کے ہمزاد کی نسبت اپنا خیال بدلنا پڑا۔ ہیکل کے احاطہ میں سب سے الگ ایک بڑا پختہ تالاب تھا۔ اِس تالاب میں صدہا برس سے ایک پُرانا مگرمچھ جسکو مصر کے لوگ دیوتا مانتے تھے رہا کرتا تھا۔ رعمیس اور نجمہ نے جب سے اُس کا حال سُنا تھا اُس کے دیکھنے کا بے حد شوق پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن دیکھتے کیونکر۔ تالاب کے گرد ایک بڑی اونچی دیوار کھنچی تھی۔ اِس دیوار میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں پر تانبے کی چادریں چڑھی تھیں اور ہمیشہ اُس میں ایک بھاری قفل پڑا رہتا تھا۔ یہ دروازہ صرف آٹھویں دن کھولا جاتا تھا۔ اُس دن ہیکل کے کاہن مگرمچھ کو چارہ کھلانے اندر جایا کرتے۔ چارہ میں جیتی بھیڑ بکریاں ہوتیں۔ اِن غریب جانوں کو ایک دفعہ اندر پہونچکر پھر باہر نکلنا نصیب نہ ہوتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ کاہن جو دروازہ کا خاص محافظ تھا بھیڑیں اندر پہونچا کر چار دیواری سے باہر نکل رہا تھا کہ دروازہ کا قفل بند کرکے کُنجی اپنی جیب میں ڈالنے کو ہوا۔ ہاتھ کو جیب کا مُنہ تو ٹھیک ملا نہیں کُنجی یونہی چھوڑ دی۔ وہ ریت پر گری۔ کاہن کو خبر تک نہ ہوئی اور اپنے رستے چلتا بنا۔

یہ کاہن بڈھا اور بہت موٹا تھا۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ جلدی جلدی قدم بڑھا کر جب کچھ دُور نکل گیا تو رعمیس نے جو دُور کھڑا یہ کُل کیفیت دیکھ رہا تھا، دوڑ کر کُنجی اُٹھا اپنی جیب میں ڈال لی۔ اور دوڑتا ہوا محل میں نجمہ کو ڈھونڈھنے لگا۔ جب وہ ملی تو بہت خوش ہو کر کہنے لگا۔

"نجمہ۔ ہمکو ساتھ کھیلنے کی اجازت تو مِل ہی چُکی ہے آج شام کو جب میں مدرسے سے آجاؤں تو ہم دونوں مگرمچھ کو دیکھنے چلیں گے۔ دیکھو یہ وہاں کی کُنجی ہے۔ سات دن سے پہلے تو اس موٹے کاہن کو خبر ہوتی نہیں کہ کُنجی کہاں پھینک آیا ہے۔ میں اِس سے پہلے ہی کُنجی اُس کے پاس پہونچا دونگا اور کہونگا کہ ریت پر پڑی ملی تھی۔ اور نہیں تو چُپکے سے اُس کی جیب میں ڈال دونگا۔ اُسے خبر بھی نہ ہوگی۔"

نجمہ یہ باتیں سُنکر بہت خوش ہوئی کیونکہ اُسے بھی مگرمچھ دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ لیکن جب رعمیس شام کو مدرسے سے دوڑتا ہوا نجمہ کے پاس آیا تو نجمہ کی طبیعت کا کچھ اور ہی رنگ پایا۔ رعمیس کو آج دن بھر سوائے مگرمچھ کے اور کسی بات کا خیال نہ آیا تھا۔ اِسی شوق میں اُس نے مدرسے کے ایک لڑکے سے مگرمچھ کے کِھلانے کو ایک کبوتر خریدا تھا۔ اب نجمہ کی صورت دیکھکر بہت گھبرایا۔

نجمہ نے رعمیس کی شکل کو بہت ہی فکر کی نگاہوں سے دیکھکر کہا۔ "میں تو نہیں سمجھتی کہ اِس مگرمچھ کو دیکھنا ہمیں نصیب ہوگا۔"

رعمیس "کیوں۔ وہاں کوئی آدمی تو ہوگا نہیں جو منع کرے۔ اور کُنجی میں مَیں نے چکنائی لگادی ہے کہ اُس کے پھِرانے میں آواز نہ ہو۔"

نجمہ۔ "میری ہمزاد مجھے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر جاؤگی تو بڑی بُری بات ہوگی۔ اور بڑی مصیبت اُٹھانی پڑیگی۔"

رعمیس نے روٹھا منہ بناکر کہا۔ "واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ تمہاری اس ہمزاد مردار کو تو کوئی دیو پکڑکر کھاجاتا تو اچھا ہوتا۔ مجھے مِلے تو بتاؤں، وہ ہے کہاں۔"

نجمہ۔ "رعمی۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کہاں ہے۔ وہ تو میں خود ہوں۔ اگر دیو میری ہمزاد کو کھا جائیگا تو مجھے بھی وہ کھاجائیگا۔ تم بڑے بُرے ہو جو ایسی بات کہتے ہو۔"

اِس بات پر رعمیس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور کہنے لگا۔ "میں اب کبھی تمہاری بات کا یقین نہ کرونگا۔ میں نے تو اپنا برنجی دستے والا چاقو دے کر کبوتر خریدا۔ چاقو بھی وہ جو بادشاہ سلامت نے مجھے دیا تھا۔ اُسی دن جس دن وہ ہیکل میں آئے تھے۔ اور مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئے تھے۔ کبوتر اِس لئے مول لیا تھا کہ جب اُسے ہاتھ میں لے کر اونچا کرینگے اور وہ پھڑپھڑائیگا تو

مگر مجھ آواز سنتے ہی پانی پر آجائیگا۔ میرا چاقو تو دس کبوتروں کے مولوں سے بھی زیادہ کا تھا۔ جہاں پناہ کو خبر ہو گئی تو تم ہی بتاؤ وہ کیسے خفا ہونگے۔"

نجمہ رعمیس کو روتا دیکھکر کچھ نرم ہوئی اور کہنے لگی۔ "بھلا اپنا جی خوش کرنے کو ایک کبوتر کی جان کیوں لیتے ہو۔"

رعمیس۔ "جان تو اُس کی پہلے ہی نکل چکی ہے۔ بستے میں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ کمبخت پھڑپھڑائے جاتا تھا۔ میں ڈرا کہ کہیں اُستاد کو نہ معلوم ہو جائے۔ جھٹ بستے کے اوپر ہو بیٹھا۔ جب اُٹھا تو کبوتر مر چکا تھا۔ تم بھی دیکھ لو۔"

یہ کہہ کر بستے میں سے کبوتر نکالکر نجمہ کو دکھایا۔ کبوتر مر کر بالکل اینٹھ گیا تھا۔ اب نجمہ بہت ہی منصف مزاج بن کر بولی۔ "اچھا تم کوئی اُس کی جان تو لینی چاہتے نہ تھے۔ پھر تمہارا اس میں کیا قصور ہوا۔ ہمزاد نے منع تو کیا ہے لیکن شاید اسکا یہ مطلب نہ ہو کہ ہم مگر مچھ کو ایک دفعہ بھی نہ دیکھیں۔ اب اگر اُسے نہ دیکھا تو بیچارے کبوتر کی جان مفت میں گئی۔"

رعمیس نے خوش ہو کر کہا۔ "ہاں ہاں یہی بات ہے۔ ٹھیک کہتی ہو۔"

غرض یہ دونوں بچے چپکے سے نکل درختوں میں چھپتے چھپاتے تالاب والی چار دیواری کے قریب پہنچے۔ اور اُس کے گرد چکر لگانے میں دروازے کے سامنے آئے۔ رعمیس نے اِدھر اُدھر دیکھ جلدی سے کنجی قفل میں ڈالی۔ ہاتھ بھر کا ایک ٹکڑا لکڑی کا ساتھ لایا تھا۔ کنجی کے حلقے میں لکڑی کو ڈالکر دونوں ہاتھوں سے پھرایا۔ قفل کھٹ سے کھل گیا۔ اور اب دونوں نے زور لگا کر دروازے کی کُنڈیاں کھولیں۔

رعمیس نے قفل سے کنجی نکال اپنی جیب میں رکھ لی اس لئے کہ قفل میں کنجی اٹکی دیکھکر کسی راہ گیر کو شبہ نہ ہو۔ ایک کواڑ کو تھوڑا سا کھول کر یہ دونوں بچے اندر گئے مگر بہت خوف زدہ۔

کیونکہ اندر جانے کی سخت ممانعت تھی۔ اندر پہنچتے ہی چاہا کہ باہر نکل آئیں کیونکہ یہاں کوئی ایسی بات تھی کہ ہر قدم پر اُن کو ڈر معلوم ہوتا تھا۔ اور بدبو ایسی سخت آرہی تھی کہ نجمہ کا تو جی متلانے لگا۔ یہ تالاب بہت بڑا تھا۔ اس کے بیچ میں ایک ٹاپو سا بنا دیا تھا۔ پانی اس کا بدرنگ اور غلیظ اونچی اونچی دیواروں کے تاریک سایہ کی وجہ سے بالکل کالا معلوم ہوتا تھا۔ تالاب کے گرد ایک سنگین روش تھی۔ اُس میں ایک جگہ جہاں کچھ جھاڑیاں اور موٹی موٹی گھاس اُگی تھی ایک سنگین فرش کا ڈھال تھا جس سے اُتر کر پانی تک پہونچتے تھے۔ اس ڈھال پر پانی کے کنارے کچھ پتھر کے فرش پر اور کچھ پانی کے اندر ایک کشتی پڑی تھی۔ اور اس میں دو چپّو بھی رکھے ہوئے تھے لیکن مگرمچھ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

نجمہ نے چپکے سے کہا "شاید کہیں سوتا ہوگا۔ جانے بھی دو۔ باہر چلو میرا تو بدبو کے مارے بُرا حال ہوا جاتا ہے"

رعمیس "بدبو۔ میری ناک میں تو تالاب کے پھولوں کی خوشبو آرہی ہے۔ سوتا ہے تو آؤ اُسے جگائیں۔ اب یہ دیکھے تو یہاں سے جانا نری حماقت ہوگی۔ نجمہ۔ کہیں تمہیں سچ مچ ڈر تو نہیں لگتا"

نجمہ "ڈرونگی کیا۔ مگر جگاتے ہو تو جلدی جگاؤ"

رعمیس نے نجمہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اب یہاں سے باہر نکلنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ اندر آتے ہی جب دروازہ بند ہوگیا تھا تو ادھر کے رُخ دروازے میں کوئی سوراخ کُنجی لگا کر کھولنے کا رعمیس کو نظر نہ آیا تھا۔ اب یہ دونوں بچّے تالاب کے گرد پھرنے لگے لیکن مگرمچھ جہاں سوتا تھا وہیں سوتا رہا۔

رعمیس نے کہا "آؤ اس ناؤ میں بیٹھ کر اُسے ڈھونڈیں۔ شاید بیچ والے ٹاپو میں کہیں سوتا ہو"

اب رعمیس نجمہ کو پتھر والے ڈھال پر لے گیا۔ یہاں نجمہ نے بہت سی بچی کھچی ہڈیاں اور سڑا ہوا گوشت دیکھا۔ یہ دیکھتے ہی ایسی گھبرائی کہ کود کر کشتی میں چلی گئی۔ رعمیس نے کشتی کو دھکیلا اور جب وہ پوری پانی پر آ گئی تو کود کر خود بھی اس میں چلا گیا اور فوراً چپو اٹھا ٹاپو کے گرد ناؤ چلانی شروع کی۔ لیکن مگرمچھ کا پھر بھی کہیں پتہ نہ تھا۔

رعمیس دلیر ہو کر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں وہ یہاں ہے نہیں۔"

نجمہ بولی۔ "کبوتر سے بھی تو کچھ کام لو۔" چونکہ بدبو یہاں کم تھی اس لئے نجمہ ذرا چاق ہو گئی تھی اور مگرمچھ کو دیکھنے کا شوق پھر تازہ ہو گیا تھا۔

کبوتر کی ترکیب نجمہ نے خوب بتائی۔ رعمیس نے جھٹ اسے جیب سے نکال اس کے دونوں بازوؤں کے سرے چٹکی میں پکڑ اس طرح تانے کہ وہ بالکل زندہ کبوتر معلوم ہونے لگا اور اسی طرح اسے پانی پر پھینک پکار کر کہا۔ "اے تالاب کے مگرمچھ باہر کیوں نہیں نکلتا۔"

اتنا کہنا تھا کہ دفعتاً معلوم نہیں کدھر سے مگرمچھ پانی سے ابھرا۔ لمبی چوڑی چکلی ہرے ہرے رنگ کی بڑی بھیانک تو تھڑی چپٹی دیا اور گردن پر کھال کے موٹے موٹے پرت۔ ماتھے سے نیچے دونوں طرف اوپر کو اٹھے ہوئے دو گول گول پتھرائے ہوئے دیدے۔ مضبوط جبڑوں میں بے شمار چمکتے ہوئے دانت کیلوں کی طرح جڑے۔ دھڑ پر بڑے بڑے گومڑے اور تیز دندانوں کا ایک آرا سا کمر سے دم کی نوک تک چلا گیا تھا۔ پانی سے ابھرتے ہی کبوتر پر منہ مارا۔ پھر اس غریب کا کیا پتہ چلتا۔ اور اب مگرمچھ کے دونوں پہلوؤں پر پانی میں ایسا تلاطم پیدا ہوا کہ سفید سفید جھاگ اٹھ کر دور دور تک چھینٹے اڑنے لگے۔

رعمیس یہ کیفیت دیکھ کر بولا۔ "نجمہ۔ دیکھو۔ یہ ہے وہ تالاب والا دیو جس نے مصر میں آٹھ بلکہ اس سے بھی زیادہ بادشاہوں کو سلطنت کرتے دیکھا ہے۔ آج ہم نے بھی اسے دیکھ لیا ہے۔"

نجمہ نے کہا۔"اچھا بس دیکھ لیا۔خدا یہ صورت پھر نہ دکھائے۔مجھے تو یہاں سے جلدی سے لے چلو۔نہیں تو سارا حال تمہارے باپ سے کہدونگی۔"

اتنا سنتے ہی رعمیس نے ناؤ آگے بڑھانیکو چپّو اُٹھایا۔لیکن یہ مگرمچھ کبوتر کھاتے ہی اپنا لمبا مُنہ سیدھا کر ناؤ کے پیچھے پیچھے چلا۔نجمہ یہ دیکھ کر چیخی اور بے اختیار ہمزاد کا نام اُس کی زبان پر آیا۔

رعمیس بھی گھبرایا اور نجمہ سے کہا "نجمہ۔اچھی۔ہمزاد سے کہو کہ اِس بلا کو دُور رکھے"۔رعمیس یہ کہتا بھی جاتا تھا اور اپنی پوری طاقت سے چپّو بھی چلا رہا تھا۔

لیکن مگرمچھ کو کون روکے۔کشتی کے پاس پہونچتے ہی جھٹ اپنا مُنہ اور ایک پنجہ اس پر اس طرح رکھدیا کہ رعمیس اب چپّو نہ چلا سکتا تھا۔پنجہ رکھتے ہی معلوم ہوا کہ ناؤ پانی کے اندر چلی اور اب مگر نے اپنے دونوں جبڑے کھول کھٹ سے اُنکو بند کیا۔

نجمہ چلاّئی۔"ارے کوئی بچاؤ۔یہ بلا تو ہم کو کھا جائیگی"۔اِس عرصہ میں ناؤ اُس سنگین ڈھال کے قریب پہنچ گئی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔یہاں کشتی نے اِس طرح چکّر کھایا کہ وہ حصّہ جدھر نجمہ بیٹھی تھی مگرمچھ کی کھوپری پر دھڑ سے لگا۔اب اِس جانور کو اور بھی طیش آیا اور اپنا دھڑ اُٹھا کر اس زور سے کشتی پر گرایا کہ کشتی ایک طرف بالکل جُھک گئی اور اُس میں پانی بھرنا شروع ہوا۔ناؤ کے ڈوبنے میں اب کچھ باقی نہ تھا۔رعمیس گو بچّہ تھا مگر جو خداداد دلیری اُس میں تھی وہ بغیر ظاہر ہوئے نہ رہی فوراً چیخکر کہا:۔

"نجمہ۔جلدی سے کنارے پر کود جاؤ" اور اتنا کہہ رعمیس چپّو کا چپٹا سرا مگرمچھ کے سر پر زور زور سے مارنے لگا۔اس پر مگر نے مُنہ پھاڑا۔رعمیس نے چپّو کا وہی سرا ترچھا کر کے اسکے حلق میں ڈال دیا اور دوسرا سرا پکڑے کھڑا رہا۔

نجمہ ہانپتی کانپتی کنارے پر پہنچی اور وہاں سے چلائی۔ ”رعمی۔ چپّو چھوڑ کر کنارے پر آ جاؤ۔“
لیکن رعمیس کب سنتا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے سے بہادر دل میں پہلے سے سمجھ رکھا تھا کہ اگر چپّو ہاتھ سے چھوڑا تو مگرمچھ دوڑ کر نجمہ کو کھا جائیگا۔ بس وہ اسی طرح چپّو پکڑے ناؤ میں کھڑا رہا یہانتک کہ مگر نے ایک جھٹکا دیا۔ رعمیس کے ہاتھ سے چپّو چھوٹ گیا اور مگر نے اپنے دانتوں سے چپّو کے دو ٹکڑے کر کے انہیں پانی پر اُگل دیا۔ اور اب وہ پتھر والے ڈھال کی طرف بڑھنا شروع ہوا جہاں اسکو چارہ ملا کرتا تھا۔ رعمیس اتنا دیکھتے ہی پانی میں کودا اور مگرمچھ کی آنکھ پر پوری قوت سے ایک مکّا مارا۔ آنکھ پر چوٹ کھاتے ہی مگر نے منہ پھاڑا اور جب منہ بند کیا تو رعمیس کا ہاتھ اس کے منہ میں آ گیا۔ اور اب یہ مہیب جانور رعمیس کو گھسیٹتا ہوا پانی میں بیٹھنے لگا۔
رعمیس منہ سے کچھ نہ بولا۔ لیکن نجمہ نے کنارے سے اسکے چہرے پر شدّت سے درد اور تکلیف کے آثار دیکھے۔ نجمہ نے بیتاب ہو کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہنے لگی:۔
”ربّ عمون۔ ربّ عمون۔ میری مدد کر۔“ اتنا کہہ کر یہ لڑکی بجلی کی طرح پانی کے کنارے آئی اور رعمیس کا دوسرا ہاتھ فوراً پکڑ کر اور ایک پتھر میں اپنے دونوں پاؤں اڑا کر پوری طاقت سے رعمیس کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور اتنا زور کیا کہ معلوم ہوتا تھا پیٹھ زمین سے جا لگیگی۔ لیکن اب یہ ظاہر ہونے لگا کہ خود گھسٹتی ہوئی اوندھے منہ پانی میں گرنے کو ہے۔ سمجھی کہ بس اب رعمیس کے ساتھ وہ بھی ڈوبی اور مگرمچھ دونوں کو کھا جائیگا۔ یہ کیفیت ایک لمحہ تک رہی پھر یکایک زورِ مخالف میں کمی پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔ یہانتک کہ مگرمچھ کے منہ سے چھوٹ کر رعمیس اور اسکے ساتھ نجمہ دونوں لڑکنیاں کھاتے ہوئے تالاب کے کنارے پتھروں کے ایک ڈھیر پر گرے۔ دونوں اُٹھے اور تالاب کے گرد جو سنگین روش تھی اسپر کچھ دور لڑکھڑاتے ہوئے چلے۔ اتنے میں نجمہ نے دیکھا کہ رعمیس اپنے ایک ہاتھ کو بار بار دیکھتا ہے اور ہاتھ بالکل خون میں بھرا ہے اور چھوٹی انگلی غائب ہے۔

اس کے بعد نجمہ کو کوئی بات یاد نہ رہی اور کانوں میں بجز ایک غل اور شور اور دروازے پر دھماکوں کی آواز کے کسی بات کی خبر نہ رہی۔

جس وقت نجمہ کو ہوش آیا تو دیکھا کہ مرتبس کے گھر میں ایک پلنگڑی پر لیٹی ہے۔ اور آشتی اُس کے مُنہ کو غور سے دیکھتی اور روتی ہے۔

نجمہ۔ "پیاری دودھ اماں۔ تم کیوں روتی ہو۔ میں تو اچھی ہوں"

آشتی نے اُسی طرح روتے ہوئے جواب دیا۔ "بیٹی تم جیتی رہو۔ تم تو اچھی ہو۔ میں تو اپنے بچّے کے لئے روتی ہوں"

شہزادی۔ "ہائیں۔ کیا رعمی کی اُنگلی سے خون بہنا نہیں تھما۔ اماں رعمی کیسا ہے۔ جلدی بتاؤ"

آشتی۔ "نہیں پیاری۔ رعمی اپنے کمرے میں زخمی پڑا ہے۔ مگر اب کوئی دم جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت اُس کے قتل کا حکم دے دینگے۔ تم مصر کی ملکہ ہونے والی ہو۔ جب اُس نے تمہاری جان کو خطرہ میں ڈالا تو اُس کی جان کا بچانے والا اب کون ہے"

نجمہ یہ سُنکر لیٹے سے اُٹھ بیٹھی اور کہنے لگی "رعمی کی جان کون لے سکتا ہے۔ اُس نے تو میری جان بچائی ہے"

یہ لفظ مُنہ سے نکلے ہی تھے کہ دروازہ کھُلا اور فرعون کمرے میں داخل ہوا۔ ہاتھ پاؤں پر رعشہ، چہرہ سپید جیسے دھوبا کپڑا گویا بدن میں خون کی ایک بوند باقی نہ رہی تھی۔ بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تھی کہ اُس کی اکلوتی بیٹی کیسی کیسی منتوں کی مانی تالاب میں ڈوب کر مرگئی۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ جیتی جاگتی ہے اور کوئی ضرر اُسے نہیں پہونچا ہے تو بے انتہا خوش ہوا۔ فوراً بیٹی کو گلے لگا کر دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے اور مصر کے تمام خداؤں اور انسان کی محافظ روحوں کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ نجمہ نے باپ کے ہاتھ کو پیار کیا اور تیز و ذہین نگاہ سے باپ کے چہرے کو دیکھ کر

پوچھا۔ "بابا جان۔ آپ کو کس بات کا خوف ہوا"

فرعون۔ "یہ خوف ہوا کہ نصیبِ دشمناں اب تم زندہ نہیں ہو"

نجمہ۔ "بابا جان۔ یہ خوف لاحاصل تھا۔ آپ تو جانتے ہی تھے کہ ربّ عمون نے میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس زندگی میں مجھے تمام آفات سے محفوظ رکھیگا گو یہ سچ ہے کہ اگر رعمیس نہ ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔"

رعمیس کا نام سنتے ہی بادشاہ غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا۔ "اس نالائق لڑکے کا نام میرے سامنے کبھی نہ لیا جائے۔ اسکو اتنے درّے لگائے جائیں کہ اسکا دم نکل جائے"

باپ کے منہ سے یہ حکم سنکر نجمہ اچھل پڑی اور کہنے لگی۔ "بابا جان اس خیال کو دل سے دور کیجئے۔ اگر رعمیس ہلاک ہوا تو میں بھی ہلاک ہو جاؤنگی۔ سارا الزام مجھ پر ہے۔ اسپر کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ میری ہمزاد نے مجھے منع کیا تھا کہ مگرمچھ کو دیکھنے نہ جانا۔ رعمیس کو تو کسی نے منع بھی نہیں کیا تھا۔ پھر وہ خبیث دیو مگرمچھ مجھے کھانے کو دوڑا تو رعمیس ہی اس سے لڑا اور میرے بدلے خود اس کے منہ میں جانے کو تیار ہو گیا۔ بابا جان پہلے آپ کل قصّہ تو سن لیں۔ پھر رعمیس پہ خفا ہوں"

بادشاہ نے بیٹی سے کل واقعہ سنکر رعمیس کو بلوایا۔ رعمیس خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ نوکر حکم سنتے ہی دوڑے اور اسکو گود میں اٹھا کر لائے اور بادشاہ کے سامنے ایک مونڈھے پر بٹھا دیا۔

رعمیس نے بہت کمزور آواز سے کہا۔ "جہاں پناہ۔ مجھے قتل کر دیا جائے مجھ سے بہت بڑا قصور ہوا ہے۔ میرے تسلّی کے لئے یہ خیال کافی ہے کہ میں نے مگرمچھ جیسے موذی کو مار کر ہٹا دیا اور شہزادی تک اسے نہ آنے دیا۔ لیکن یہ کل تکلیف شہزادی کو میری وجہ سے پہنچی۔ اور ساری

خطا میری ہے"

فرعون نے پہلے تو سر ہلا کر کہا۔ "ہاں بے شک تم نے بہت بُری حرکت کی۔ اب تمہارا یا تو یہ ہاتھ کاٹ ڈالا جائیگا یا تمہاری جان لی جائیگی"۔ پھر بادشاہ مُسکرا کر کہنے لگا "بچّے۔ بے شک تیرا دل بادشاہوں کا سا دل ہے۔ اوّل تو تُو نے اپنی ساتھ کی کھیلنے والی کی جان بچائی۔ پھر بھی ہمارے سامنے اپنے اوپر سب الزام لے رہا ہے۔ آفریں ہے تیری ہمت اور دانائی کو۔ مرمیس کے نور چشم جا ہم نے تیرا قصور معاف کیا۔ مجھے اس وقت بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ جس وقت تو پیدا ہوا تھا اور میرے مشیروں نے تیرے قتل کا مشورہ دیا تو میں نے اُنکے مشورہ کو نہیں مانا تھا۔ شاید یہ بات آج ہی کے لئے تھی"۔ اتنا کہہ کر بادشاہ رعمیس کے قریب آیا اور جُھک کر اُس کو پیار کیا۔

اب فرعون کا حکم جاری ہوا کہ ملک کے بہتر سے بہتر طبیب اس بچّے کا علاج کریں اور مگرمچھ کے دانت سے جو سمیت اس کے خون میں پیدا ہوگئی ہے اُسکو دُور کریں۔ رعمیس طبیبوں کے علاج سے جلد صحت یاب ہوگیا۔ صرف ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی البتہ مگرمچھ کے ندر ہو چکی تھی۔ اور اب فرعون نے بجائے چاقو کے جسکے بدلے میں رعمیس نے کبوتر خریدا تھا اسے ایک تلوار عنایت کی جس کا طلائی قبضہ مگرمچھ کی صورت کا تھا۔ اور رعمیس سے کہا کہ تجھ جو تخت مصر کی مالک بننے والی ہے اسکے بچانے میں ہمیشہ اس تلوار سے کام لینا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد فرعون نے رعمیس کو تومس یعنی نواب کا خطاب دیا گو وہ ابھی بالکل نوعمر تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کو حقیقت میں اب اس لڑکے سے بڑی محبّت ہوگئی تھی۔

جب فرعون رُخصت ہوا تو آشتی نے جسے آئندہ کی باتیں بتانے میں بڑا ملکہ تھا رعمیس کے ہاتھ سے وہ تلوار لے کر دیکھی اور یہ کہکر واپس کردی کہ "میں اس تلوار پر ایک بادشاہ کا خون دیکھتی ہوں"۔

اب رعمیس اور نجم السحر کو تنہا کھیلنے کی اجازت نہ رہی۔ شہزادی جہاں کہیں جاتی چند معزز خواصیں اور فوج کے سردار ساتھ ہوتے۔ سال دو سال کے بعد رعمیس فوجی تعلیم و تربیت کے لئے ایک سپہ سالار کے سپرد کیا گیا۔ حربی فنون کو یہ لڑکا ہمیشہ سے پسند کرتا تھا۔ غرض اب نجمہ اور رعمیس میں کبھی اتفاق سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ مگر باوجود اس کے دونوں میں ایسا تعلق ہو گیا تھا جسکو مفارقت نہ مٹا سکتی تھی۔ دونوں میں بیحد محبّت پیدا ہو گئی تھی۔ اور روز رات کو جس وقت نجمہ اپنے والدین کے لئے عمون سے دعائیں مانگتی تو آخر میں رعمیس کی خیر اور اس سے جلد ملنے کی بھی دعا مانگا کرتی۔ اور جس زمانہ میں رعمیس کی صورت نظر نہ آتی وہ زمانہ نجمہ سے کاٹے نہ کٹتا تھا۔

چوتھا باب

شہزادی نجم السحر (نیطرطبہ) کا عموٓن کو بلانا

شہزادی نیطرطبہ اور رعمیس کے ان واقعات کو اب برسوں گذر لئے ہیں اور شہزادی جس کا لقب عموٓن کا ستارہ تھا پوری جوانی کو پہنچ لی ہے۔ فرعوٓن کے حکم سے ایسی تمام رسوم ادا ہو چکی ہیں جن سے شہزادی کو اب دیبی کا رتبہ حاصل ہوگیا ہے۔ عقل و دانائی۔ ہمت و دلیری۔ حسن و خوبی میں کوئی عورت اس کی مثال تمام مصر میں نظر نہیں آتی۔ سرو قد۔ نازک اندام۔ آنکھیں نیلگوں جیسے سمندر کا پانی۔ رُخسار گلرنگ جیسے مطلع سحر کی سُرخی۔ بال سیاہ بھونرا سے۔ اگر زرتار کی جالی میں سر کے اوپر جوڑے کی شکل میں نہ ہوئے تو کھل کر لہراتے ہوئے کمر تک پہونچتے تھے۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ بہت پڑھی لکھی تھی۔ ہیکل کے مشہور اُستادوں اور اُستانیوں نے تمام علوم و فنون جن کا جاننا اس کے لئے ضروری تھا سکھا دئے۔ یہانتک کہ گانے اور رقص کرنے چنگ و بربط بجانے کی بھی اُسکو تعلیم دی گئی۔ پھر عموٓن کی روح نے جو پیدائش کے وقت سے اُس میں موجود تھی اس کی عقل میں وہ عمق پیدا کر دیا جو معمولی عقل والوں کو نصیب نہ تھا۔ اس چیز کو حالتِ خواب یا عالمِ خیال میں اس طرح حاصل کیا تھا جیسے سوتی زمین رات کی شبنم سے طراوت حاصل کرتی ہے۔

اِس کے علاوہ بادشاہ نے جو بڑا دانشمند تھا بیٹی کو بھائی کے ساتھ رعایا کو خوش اور دشمن کو پامال کرنے کے اصول بھی سمجھا دئے۔ اور ملک کے انتظام میں یہ کہکر اپنا شریک بنایا کہ :-

"جس چیز کا نام طاقتِ جسمانی ہے وہ مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اب اور بھی کمزور ہوتا جاتا ہوں۔ یہ تاجِ شاہی اب مجھ اکیلے کے سر سے نہیں سنبھلتا۔ بیٹی۔ اِس بوجھ کو بانٹ لو۔"

اِس طرح یہ نوجوان شہزادی باپ کے ساتھ اس کی سلطنت میں شریک ہوکر مصر کی ملکہ ہوگئی تاج پوشی کا جشن بڑی شان سے ہوا۔ بُت خانہ عمون کی معزز عورتیں اور کاہنوں کے سردار سفید لباس پہنے اور ان پر اپنے اپنے ہیکلوں کے نشان لگائے دربار میں حاضر ہوئے۔ مختصر تقریروں کے بعد دعائیں پڑھکر اپنے اپنے خداؤں کی طرف سے ملکہ کے حق میں دونوں جہان کی برکتوں اور نعمتوں کے ساتھ عمرِ جاوید بخشنے کا وعدہ کیا۔ اراکینِ سلطنت نے بیش بہا نذریں پیش کیں۔ باہر کے ملکوں سے بڑے بڑے بادشاہوں کے سفیر حاضر ہوئے اور تخت کے سامنے جُھک کر ملکہ کو مبارکباد دینے لگے۔ مصر شمال اور مصر جنوب کے والیانِ ریاست نے آکر عصاءِ سلطنت کو بوسہ دیا اور اطاعت کا حلف لیا۔ سب سے آخر میں فرعون تخت سے اُٹھا اور سر دربارہ مصر کا دوگونہ تاجِ شاہی ہنیطرطبہ کے سر پر رکھا اور ملکہ کے نئے خطابات اہلِ دربار کو سُنائے۔

کچھ دیر تک شہزادی تختِ جواہر نگار پر بڑی شان سے جلوس کرتی رہی۔ اس وقت قوم کا ہر متنفس اس کی پرستش کر رہا تھا۔ لیکن باوجود اس جاہ وجلال کے اس کی نظریں صرف ایک صورت کو ڈھونڈ رہی تھیں اور وہ صورت سردارِ فوج رعمیس کی تھی۔ وفورِ شوق نے آخرکار اپنا مطلوب پالیا۔ نگاہیں مِل گئیں۔ کسی کی نگاہیں تخت پر ملکہ مصر کی اور تخت کے نیچے امراء کے گروہ میں نوجوان اور خوش رو رعمیس کی۔ مگر ایک آنِ واحد کے لئے وہ مِلی تھیں کیونکہ ملکہ فوراً ہی دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ لیکن اِس آنِ واحد میں ایک نظر دوسری نظر سے وہ کچھ کہہ گذری جو زبان مہینوں میں ادا نہ کر سکتی۔ اور کسی کے دل کو یہ پیغام پہنچ گیا۔

"بچپن میں جس جس طرح سے تمہیں یاد کیا کرتی تھی اب جوان ہوکر اور ملکہ مصر بنکر بھی اُسی طرح

یاد کرتی ہوں۔ گو دیبی بنی مگر رہی عورت ہی" رعمسیس کے لئے یہ پیغام جس قدر مسرت افزا تھا اُسی قدر موجب اضطراب و بیقراری بھی ہو گیا۔ اس فوری اور پُر معنی نگاہ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ بالکل بیقرار ہو کر دربار کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اور تمازتِ آفتاب نے کسی کے دماغ کو پُر اثر کر دیا۔ خیرہ نظر اور لغزیدہ پا ہو کر چلنے لگا۔

دربار کا دن ختم ہو کر رات ہوئی۔ کاتبوں منشیوں اور مصاحبوں کو رخصت کر کے تھکی ہاری نجمہ سادہ لباس پہنے اپنے کمرے میں اسوقت تنہا بیٹھی جشنِ تاج پوشی کے شاہانہ کر و فر کو یاد کر رہی ہے۔ دبدبۂ شاہی اور عظمت داوری کے تصوّر میں کبر و پندار کا ایک مستقبل سامنے پھیلا نظر آتا ہے۔ لیکن جو چیز سب سے زیادہ یاد آ رہی ہے وہ بچپن کے ساتھ کھیلے ہوئے رعمسیس کی صورت ہے۔ وہ جوان خوش رو جس کے عشق میں دل کبھی کا ڈوب چکا تھا۔ پھر خیال آیا اور کسی قدر حیرت کے ساتھ آیا کہ باوجود اس صولت و سطوت کے کیا کبھی اتنا اختیار مل سکتا ہے کہ رعمسیس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے پہلو میں تخت پر بٹھالوں۔ اگر اتنا اختیار بھی نہ ہوا تو پھر لاکھوں پر حکومت کرنی اور ایک سلطنت کا مالک بننا سب ہیچ ہے۔ لوگ مجھکو دیبی مانتے ہیں اور بعض وقت میں بھی سمجھتی ہوں کہ انسان سے بالاتر کوئی ہستی ہوں۔ لیکن اگر یہی بات ہے تو پھر ایک معمولی عورت کی طرح کیوں دل میں بار بار ٹیسیں اُٹھتی ہیں۔

کیا یہ سچ ہے کہ میں ان آفاتِ بشری کی زد سے باہر ہوں جو میری غریب رعایا پر آسکتی ہیں۔ کیا یہ زر و جواہر سے آراستہ تختِ حکومت اتنا بلند ہے کہ انسانی ادبار و صدمات اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ ملکہ نیطرطیہ اسوقت اس کوشش میں تھی کہ جس چیز کا نام حقیقت و اصلیت ہے وہ کسی طرح اس پر روشن ہو جائے۔ دل کو شدّت سے مضطر اور کسی چیز کا محتاج پایا۔ حتّٰی کہ بیقرار ہو کر اس کی آرزومند ہو گئی کہ جو کچھ پیش آنے والا ہے خواہ وہ مضر ہی کیوں نہ ہو

اُسی وقت پیش آجائے۔ اسی غور و فکر میں دفعتاً محسوس ہوا کہ ایک قوت اُس میں ایسی موجود ہے جو ضرورت کے وقت کام آسکتی ہے گو اِس سے مدد لینے کا وقت ابھی تک نہیں آیا ہے۔

مگر جس بات کی آرزو ہے وہ بغیر دوسرے کی مدد کے پوری نہیں ہوسکتی۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اُٹھی اور دروازے کے پاس جاکر ایک خواص کو حکم دیا کہ عموّن کی کاہنہ آشتی کو جلد بُلا لاتے۔ آشتی حاضر ہوئی۔ جس طرح بچپن میں نجمہ کی پرورش اِس کے سپرد تھی اُسی طرح اب ملکہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنا اُس کا فرض تھا۔ آشتی بڑی شاندار صورت کی عورت تھی۔ چہرہ کا نقشہ ابھرواں تھا اور ہر ادا سے شرافت ٹپکتی تھی۔ گو اسوقت عمر اِس کی قریب پچاس کے ہوگئی تھی لیکن سر کا ایک بال بھی سپید نہیں ہوا تھا۔

آشتی نے کمرے میں آتے ہی اپنے لباس کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا۔ "ملکہ عالم۔ میں اِس وقت بُت خانہ کے حرم میں ادائے رسوم میں مصروف تھی۔ اس لباس ہی سے حضور پر ظاہر ہوجائیگا۔ پس حاضری میں دیر قابلِ معافی ہے"۔ اتنا کہکر آشتی سینہ پر ہاتھ رکھکر نہایت ادب سے ملکہ کے سامنے جُھکی۔ لیکن ملکہ نے ہاتھ بڑھا کر اُسے گلے سے لگالیا اور اُس کی پیشانی کو پیار کرکے کہا:۔

"میں تو آج القاب و آداب سُنتے سُنتے تھک گئی ہوں۔ آشتی میں نے تمہارے سینہ سے شیرِ حیات پیا ہے۔ جیسے اُس وقت تم میری ماں تھیں اب بھی میری ماں ہو۔ ادب اور تعظیم کو بالائے طاق رکھو۔ مجھکو تو تم ہمیشہ نجمہ ہی کہا کرو"۔

آشتی نے کہا۔ "میری جان۔ تم اِس وقت کچھ فکرمند سی معلوم ہوتی ہو۔ کیا اِس پیارے نازک سر کے لئے تاج بہت بھاری تھا"۔ اِس سوال کے ساتھ ہی آشتی بہت پیار سے نجمہ کے سیاہ گھونگر والے بالوں کو سنوارنے اور اُن میں اپنی اُنگلیوں سے کنگھی کرنے لگی۔

"ہاں اماں۔ تاج میں اتنے موتی اور ہیرے لگا دئے تھے کہ اس کے بوجھ سے میرا سر گرا پڑتا تھا۔ تھک کے چورا ہو گئی ہوں۔ مگر نیند کا نام نہیں۔ ہاں۔ یہ تو بتاؤ کہ آج دعوت کے بعد جہاں پناہ نے مجلسِ خاص کے لوگوں کو کیوں جمع کیا تھا۔ مرتیں بھی تو وہاں گئے ہونگے۔ تمہیں تو سب حال معلوم ہوگا۔ مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ امورِ سلطنت میں تو مجھے شریک بنایا گیا اور مجلس میں شرکت سے محروم رہی۔"

آشتی نے مسکرا کر کہا "مجھ سے کیوں پوچھتی ہو۔ ہاں۔ میں بھولی۔ آپ تو اس وقت ملکہ ہیں جو چاہے سو پوچھیں۔ نہ بلانے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی شادی کے متعلق گفتگو کرنی مقصود تھی۔"

اتنا سنتے ہی نیطرطبہ کا چہرہ شگفتہ ہوا لیکن گھبرا کر پوچھنے لگی:۔

"میری شادی۔ کس سے؟"

آشتی۔ "بلاؤں۔ بہت سے نام لئے گئے تھے۔ مصر کی ملکہ کے لئے بر کی کیا کمی ہے۔"

نیطرطبہ۔ "اچھی۔ جلدی سے کہو کس کس کے نام لئے تھے؟"

آشتی۔ "سب سات نام تھے۔ ان میں سے ایک کوش کے شہزادہ کا کئی باہر کے شہزادوں کے اور دو تین بڑے عالی خاندان سرداروں کے نام تھے۔ اور ایک نام ایک فوجی سردار کا تھا، جسے پرانے وقتوں کے کسی فرعون کی اولاد ہونے کا دعوے ہے۔" اس کے بعد آشتی نے ایک ایک کا نام بھی لیا۔

ہر نام پر نیطرطبہ نے ہاتھ نچا نچا کر کوئی نہ کوئی بات اسکی مذمت میں کہی۔ کسی کو کہا۔ ہاں اسے جانتی ہوں۔ بڑی عمر کا ہے۔ کسی کو کہا کہ بہت ہی بے ڈول اور بدصورت ہے۔ کسی کو کہا کہ وہ پردیس کا ہے۔ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ غرض ایک ایک پر اسی قسم کے فقرے کہتی رہی۔ پھر پوچھنے لگی۔ "اچھا اور کسی کا نام بھی آیا تھا؟"

آشتی۔ "نہیں پھر کسی کا نام نہیں آیا"

نیطرطیہ۔ "ہائیں۔ کیا اور کوئی نام آیا ہی نہیں"

آشتی۔ "بیٹی۔ تم تو اس طرح پوچھتی ہو جیسے کوئی نام لینا مجھ سے رہ گیا ہے"

نیطرطیہ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ہونٹوں کو اس طرح حرکت دی جیسے کوئی کسی کا نام لے مگر آواز مطلق نہ نکالے۔ اس حرکت پر آشتی نیطرطیہ کا منہ دیکھنے لگی۔ اور نیطرطیہ آشتی کا۔ آشتی نے آخر کار سر ہلایا جس کے معنی تھے کہ "نہیں" پھر چپکے سے بولی۔ "یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس کے بہت سے سبب ہیں۔ ایک یہ ہے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکی ہوں کہ خداؤں کے ایک پرانے فرمان کے مطابق ہمارا خاندان تختِ حکومت سے ہمیشہ کو محروم کر دیا گیا ہے۔ کوئی شخص اس فرمان کو توڑ نہیں سکتا۔ فرعونِ وقت بھی اس پر قادر نہیں۔

پیاری نجمہ۔ خدا کے لئے کہیں ان باتوں میں میرے بچے کی جان نہ گنوا دینا جس نگاہ سے آج تم نے اُسے دربار میں دیکھا تھا اگر پھر کبھی اس طرح دیکھا تو اُس کا جینا مشکل ہے"

نیطرطیہ۔ "نہیں۔ میں اُس کی موت کا باعث نہیں بلکہ اُس کی زندگی اور عزت کا باعث ہونگی۔ اور اپنے عشق کی دولت سے اُسے مالا مال کر دونگی۔ وہ دن آنے والا ہے کہ میں مصر میں تنہا بادشاہی کرونگی۔ لیکن آشتی اگر تم نے یہ بھید اُس پر ظاہر کر دیا تو تمہیں جیتا نہ چھوڑونگی۔ چاہے مجھے تم سے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو"

آشتی نے ہنسکر کہا۔ "میں تمہارا بھید کسی سے کیوں کہنے لگی اور کہا بھی تو اُس سے کہونگی جس کے لئے وہ کوئی بھید نہیں۔ مگر اتنا نہ بھولنا کہ آج جس غریب پر آپ کی نظر اتفاقیہ پڑی تھی وہ کس طرح بیقرار ہو کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا"

نیطرطیہ یہ فقرہ سُنکر سُرخ ہو گئی اور کہنے لگی۔ "وہاں آدمی بہت تھے گرمی سے پریشان

ہو گیا ہو گا۔"

آشتی۔" گرمی تو بے شک وہاں بہت تھی۔ لیکن اور لوگ بھی تو تھے۔ وہ ایسا کہاں کا نازک تھا۔ ایسی گرمیاں تو اوروں کے ساتھ خدا جانے کتنی سہہ چکا ہو گا مگر ہاں تپش......."

نیطرطیبہ نے فوراً بات کاٹ کر کہا۔" شاید میرے شاہانہ تجمل سے اس کے دل پر خوف طاری ہو گیا ہو۔ اماں۔ یہ تو تم بھی دیکھتی ہو گی کہ دربار میں مجھ پر کیسی شان برس رہی تھی۔"

آشتی۔" اِس میں کیا شک ہے۔ عجب نہیں خوف کا اثر ہو۔ یا ممکن ہے کوئی دوسری بات ہو۔ لیکن پیاری۔ بس اب اِس خیال کو میں بھی دل سے دور کئے دیتی ہوں اور تم بھی دل سے دُور کر دو۔ جس وقت تم تنہا بادشاہی کرو گی اُس وقت معلوم ہو گا کہ بادشاہ بادشاہ نہیں ہوا کرتا بلکہ اپنی رعایا اور اپنے ملک کے قانون کا غلام ہوا کرتا ہے۔ بادشاہی ملی بھی اور عشق میں بے قرار ہو کر اسکا نام زبان پر لائیں بھی تو مرنے کے بعد خدائے موت اوسیرس کے دربار میں قیامت کے دن اسکی صورت دیکھ لو تو دیکھ لو مگر جیتی جی تو اسکو پھر دیکھنا نصیب ہو گا نہیں۔ مجھے تو ہر گھڑی اس کی جان کے لالے پڑے رہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن کوئی آ کر کہے کہ نصیب دشمنان اس نے تو زہر کا پیالہ پی لیا۔ یا رات کو چلتے چلتے ٹھوکر لگی اور ایک برچھی کی نوک سینے کے پار ہو گئی۔ یا یونہی کھیل میں کسی نے تیر چلایا اور اس کی جان سے دُور اُس کی گردن پر لگا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ تیر چلانے والا کون تھا۔"

نیطرطیبہ نے یہ سُنکر غصّہ سے مُٹھیاں باندھ لیں اور دانت پیسکر کہنے لگی۔" اگر کسی نے یہ حرکت کی تو ایسا بدلہ نکالونگی کہ فرعون مینا کا وقت یاد آ جائے گا۔ سب کا تہس نہس نہ کر دیا ہو تو نام نہیں۔"

آشتی۔" میری جان۔ جب کوئی اس دل ہی کو ویران کر جائے اور قبر پر مٹی بھی پڑے تو پھر بدلہ

لینے سے کیا حاصل۔ جو گیا پھر وہ کب آتا ہے۔"

نیطرطبہ کچھ دیر چپ رہکر بولی۔" اماں میرے بہت سے شاہی خطاب ہیں۔ مگر اس کے علاوہ بھی میرا ایک لقب ہے۔ وہ کیا ہے۔"

آشتی۔"ہاں۔ہاں۔کبھی تم کو عموّن کا ستارہ۔ اور کبھی عموّن کی بیٹی بھی کہتے ہیں۔"

نیطرطبہ۔" اچھا آشتی۔ تم تو بڑی ساحرہ ہو۔ سحر کے زور سے سب کچھ معلوم کرسکتی ہو۔ اچھی بتاؤ یہ میری پیدائش کا قصّہ کیسا مشہور ہے۔ کیا میں سچ مچ عموّن کی بیٹی ہوں۔"

آشتی۔"اِس کا قصّہ یہ ہے کہ تمہاری والدہ ملکہ احورہ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اُس میں ربّ عموّن نے تم کو اپنی بیٹی کہا تھا۔ یہ خواب ملکہ نے خود مجھ سے بیان کیا تھا۔ اور چونکہ میں عموّن کی کاہنہ ہوں اِس لئے ہیکل کے کاغذات میں بھی اِس خواب کی پوری سرگذشت پڑھ چکی ہوں۔"

نیطرطبہ۔" اگر یہی بات ہے کہ میں ربّ عموّن کی بیٹی ہوں تو پھر عموّن کو مجھ سے بہت محبّت ہوگی۔ اس میں تو کوئی بات شُبہ کی نہیں ہوسکتی۔ جب اس خدا کو مجھ سے محبّت ہے تو وہ میری دعائیں قبول کرکے مجھ میں ہرطرح کی قدرت پیدا کرسکتا ہے اور جن سے مجھے تعلق اور اُلفت ہے اُن کو تمام آفات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ محبّت کا تقاضا تو یہی ہے۔ اماں۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم جو آسمانوں کے اسرار سے واقف ہو خداؤں کے سامعہ اور نطق پر ایسا اثر ڈال سکتی ہو کہ وہ ہماری بات سُن لیں' اور ہم سے اپنی بات کہہ سکیں۔ بس۔ اب میں ملکہ مصر ہونے کی حیثیت سے تم کو حکم دیتی ہوں کہ اپنے سحر کے زور سے میرے باپ ربّ عموّن کو میرے سامنے بلا دو تاکہ میں اُس سے اپنے دل کا ضروری حال کہوں۔ اور جو کچھ کہوں اُسے وہ سُنے۔"

آشتی سخت متعجب ہوکر بولی۔" ہائیں۔ کیا ربّ عموّن سے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔ وہ خداوں میں سب سے بڑا ہے اور اتنی سی بات پر اُسکو یہاں آنے کی تکلیف دینی بڑی بے ادبی ہوگی۔"

نیطرطیہ "جب میں اُس کی بیٹی ٹھیری تو کیا بیٹی کو اتنی سی بات پر باپ سے ڈرنا چاہیئے"
آشتی "تم نہیں جانتی ہو۔ ربّ عموّن کی شان بڑی ہے۔ جس دن تمہاری ماں احورہ اور تمہا
باپ فرعون ہیکل کے حرم میں بُت کے قدموں پر سر رکھے اولاد مانگتے تھے تو ربّ عموّن نے اُن
خود ظاہر ہونیکی تکلیف گوارا نہیں کی۔ صرف خواب میں جو کچھ ہدایت کرنی تھی وہ کردی۔ کیا تم اس
بھی بڑھکر کوئی بات چاہتی ہو۔ پیاری۔ بس اب اُٹھو۔ خوابگاہ میں جاکر آرام کرو۔ شاید سو
میں کوئی خواب نظر آئے۔ اور اُس سے تمہارے دل کی بیقراری دُور ہو"
نیطرطیہ نے فوراً جواب دیا "خواب۔ میں خوابوں کو نہیں مانتی۔ ان میں رکھا کیا ہے آسما
کے بادلوں کی طرح اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے اور پھر پتہ نہ چلا کہ کدھر گئے۔ اگر عموّن میرا باپ
خواہ روحانی خواہ جسمانی (اس کا حال مجھے معلوم نہیں) لیکن اگر اُس نے مجھے اپنی بیٹی کہا
تو پھر وہ مجھ پر ظاہر ہو۔ اپنے لئے میں اُس سے عقل مانگونگی اور کسی اور کے لئے اُس کی نگاہِ مہر
اگر تم میں قدرت ہے تو اُسکو بلاؤ۔ اِس میں چاہے وہ میری جان ہی کیوں نہ لے لے۔ میرا م
بہتر ہے اِس سے کہ زعمی ...."
آشتی نے جلدی سے نیطرطیہ کے مُنہ پر اپنا ہاتھ رکھدیا اور کہا "خبردار۔ ہرگز اُس
نام نہ لینا۔ اتنی بےتاب نہ ہو، مجھے خداؤں کی حاضرات کرنی آتی ضرور ہے اور اب جب تم مجھ
کرتی ہو تو تمہارے خیال سے اور کسی اور کے خیال سے ربّ عموّن کو بلانے کی کوشش کرتی
لیکن یہاں نہیں۔ ممکن ہے وہ متوجہ ہو۔........ اور یہ بھی امکان میں ہے
بلانے پر آئے مگر آتے ہی ہم دونوں کی روح قبض کرلے۔ اچھا۔ اب یہی ہے تو اُٹھو۔ دو
لباس پہنو۔ اور یہ نقاب منہ پر ڈالکر اگر ہمت ہے تو میرے ساتھ چلو"
بُت خانے کے چند دشوار اور پیچیدہ راستے طے کرکے اور کئی تنگ و تاریک زینے اُتر

زمین کے نیچے نیچے دُور تک چلے گئے تھے آشتی اور نبطرطیہ دونوں ایک دروازے کے سامنے آئیں۔ آشتی نے دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہوئیں۔

نبطرطیہ نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے۔

آشتی نے جواب دیا "یہ وہ مقامِ اسرار ہے جس میں ربّ عموّن کے ہیکل کی بڑی بڑی معزز عورتیں دفن ہیں۔ یہ کاہنات کا گورستان ہے اور کہا جاتا ہے کہ ربّ عموّن اُن کی قبروں کی پاسبانی کے لئے یہاں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ تیس برس سے یہاں انسان کا گذر نہیں ہوا ہے کیونکہ آخیر کاہنہ جو یہاں دفن کی گئی تھی اسکو مرے ہوئے اتنے ہی برس گذرے ہیں۔ غور سے دیکھو گی تو ریت پر اب تک اُن لوگوں کے قدموں کے نشان معلوم ہونگے جو اُس کا تابوت یہاں لائے تھے"

یہ کہہ کر آشتی نے ایک قندیل جو ساتھ لائی تھی روشن کی اور جب اُسکو اونچا اُٹھایا تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے تہ خانہ میں دونوں کھڑی ہیں۔ یہ تہ خانہ کسی زمانہ میں زمین کے اندر بہت نیچے ایک پہاڑ کاٹکر بنایا گیا تھا۔ اِس میں دو طرف آمنے سامنے بہت سے حجرے برابر برابر واقع تھے۔ ہر حجرے میں ایک تابوت رکھا تھا۔ مُردہ کا منہ کُھلا ہوا تھا اور اُس کے چہرے پر سونے کا ملمع تھا۔ ہر تابوت کے سرہانے اُسی مردہ کی شکل کا جس کا وہ تابوت تھا ایک بُت سنگِ مرمر کا نصب تھا۔ قریب ہی ایک میز نیاز و نذر کی چیزیں رکھنے کے لئے بچھی تھی۔ تہ خانہ میں جانبِ صدر سنگِ سیاہ کی ایک قربان گاہ فرش سے کچھ اونچی تھی۔ اِن چیزوں کے سوا اور کوئی چیز اس تہ خانہ میں نہ تھی۔

نبطرطیہ کا ہاتھ پکڑ کر آشتی اُسے قربان گاہ کے قریب لائی اور یہاں اُسے چھوڑ کر کسی گوشہ میں قندیل کو چُھپا کر رکھنے کے لئے چلی گئی۔ اب ہر طرف تاریکی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اِس اندھیرے

اور سناٹے میں نیطرطبہ کو معلوم ہوا کہ آشتی پھر اسکی طرف آرہی ہے اور باوجود نہایت آہستہ چلنے کے فرش پر اس کے قدموں سے ریت کی آواز چھت میں گونجتی ہے۔ اس کے بعد آشتی کے چہرے پر ایک ہلکی سی سُرخ روشنی دکھائی دی۔ یہ خود اُسکی زندگی کی ایک جھلک تھی جو موت کے اس تاریک گھر میں نظر آئی تھی۔ آشتی نیطرطبہ کے قریب آئی اور اُس سے دو قدم آگے بڑھ کر قربان گاہ کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑی ہوئی۔ اور اب تک اِس کی نقل و حرکت سے جو ہلکی سی صدائے بازگشت اِس غار میں پیدا ہو رہی تھی وہ قطعی بند ہو گئی۔ نیطرطبہ کو ایسا معلوم ہوا کہ داہیں بائیں ہر تابوت سے اس کے مُردے کی روح اُٹھکر اُس کے قریب چلی آئی ہے تاکہ اُس کی صورت دیکھے اور جو کچھ اُس کے مُنہ سے نکلے اُسے سُنے۔ نیطرطبہ نہ ان روحوں کو دیکھ سکتی تھی اور نہ اُن کی کوئی بات سُن سکتی تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ یہ روحیں اس کے قریب موجود ہیں۔ اور شمار میں کل تینتیس ۳۳ ہیں۔ اور اب نیطرطبہ کے ذہن میں اُن کی صورتیں بھی جو ایک دوسرے سے مختلف تھیں قائم ہو گئیں اور ہر صورت اُجلا کفن پہنے متانت اور انتظار کی تصویر معلوم ہوتی تھی۔

نیطرطبہ نے اب آشتی کی آواز سُنی کہ ربّ عمون کو بلانے کے لئے مُنہ ہی مُنہ میں کچھ پڑھ رہی ہے۔ اور اس عالم خاموشی میں اُس کی آواز جتنی سُنائی دیتی ہے وہ پُراسرار اور خوفناک ہے۔ نیطرطبہ پر خوف طاری ہوا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اُسے کسی چیز سے ڈر معلوم ہوا ہو۔ قربانگاہ کے سامنے سر جُھکائے زمین پر گھٹنے ٹیکے کھڑی تھی لیکن اب خوف سے اتنی جُھکی کہ پیشانی زمین سے جا لگی۔ اور نہایت زاری و الحاح سے عمون کی جناب میں اپنی مرادیں مانگنے لگی۔ نیطرطبہ دیر تک اسی حال میں کھڑی رہی یہاں تک کہ بالکل تھک گئی۔ آشتی برابر کچھ پڑھتی رہی۔ لیکن نہ ربّ عمون ظاہر ہوا اور نہ کوئی ندائے غیب سُننے میں آئی۔ آخر کار آشتی کھڑی ہوئی اور نیطرطبہ کے قریب آکر

اُس کے کان میں کہا:-

"نجمہ اب اُٹھو۔ یہاں سے چلنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ روحیں جو اپنے اپنے تابوت سے اُٹھکر ہمارا تماشہ دیکھ رہی ہیں اور جن کی نیند میں ہم نے خلل ڈالا ہے شدّتِ انتظار کی وجہ سے ناراض ہو جائیں۔ عموّن ہم پر ظاہر نہ ہوگا۔ اُس نے اپنے کان بند کر لئے ہیں۔"

نیطرطبیہ آشتی کے سہارے سے اُٹھی بے حد ترساں و لرزاں، اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خوف کیوں بڑھتا جاتا ہے۔ غرض اُٹھکر سیدھی ہوئی تھی کہ دفعتاً کچھ دیکھکر گھٹنے زمین پر ٹیک دئے۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس غار کے دوسرے سرے پر جہاں دروازہ تھا تاریکی میں دفعتاً ایک سُرخ روشنی ظاہر ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس روشنی نے ایک شکل اختیار کی اور یہ شکل ایک عورت کی ہوگئی جو مصر کا شاہانہ لباس پہنے اور ہاتھ میں عصاء سلطنت لئے نظر آئی۔ یہ صورت اب آشتی کی طرف اتنی بڑھی کہ نیطرطبیہ اور آشتی دونوں کو اس کے چہرہ کا نقشہ صاف نظر آنے لگا۔ نیطرطبیہ نے یہ صورت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی لیکن اتنا محسوس ہوا کہ اپنی صورت میں وہ بہت ملتی جلتی ہے۔ اس صورت کو آشتی نے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور پہچانتے ہی فرش پر دو زانو ہو کر تعظیم دینے کو جُھک گئی تھی۔

اب یہ صورت اِن دونوں کے قریب بالکل سامنے آکر اس طرح قایم ہو گئی جیسے ظلمت کے ورق پر نور کی تصویر ہو۔ اور نہایت شیریں آواز میں بولی:-

"زندہ باش۔ نیطرطبیہ۔ ملکہ مصر، دختِ عموّن زندہ باش۔ تعجب ہے کہ اسوقت تجھے اس روح سے تو ڈر معلوم ہو رہا ہے جس نے حالتِ بشری میں اپنے شکم سے تجھے پیدا کیا تھا مگر خداؤں میں سب سے بڑے خدا عموّن کو طلب کرنے میں ذرا خوف معلوم نہ ہوا۔ حیرت ہے۔"

نیطرطبیہ سر سے پاؤں تک لرز رہی تھی۔ صرف اتنا مُنہ سے کہا کہ "مجھ پر خوف غالب ہے۔"

روح۔" اور اے ساحرہ آشتی۔ کیا تجھ پر بھی خوف غالب ہے۔ تجھ میں تو اتنا حوصلہ تھا کہ ابھی ابھی عموںؔ رع سے بار بار کہتی تھی کہ " اے خدا عرش سے اُتر کر ہم سائلوں کی بات کا جواب دے"

آشتی نے آہستہ سے کہا۔" ملکۂ عالم۔ مجھ سے خطا ہوئی۔ معاف فرمائیے"

روح۔" آشتی۔ تیرا گناہ بڑا ہے اور اس شہزادی کا قصور بھی جو تیرے پاس کھڑی ہے کچھ کم نہیں ہے۔ ذرا خیال تو کرو کہ جب تم دونوں میری صورت دیکھکر جس کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ ایک فانی انسان کی طرح دُنیا میں زندہ رہی تھی، اس طرح خوف سے بدحال ہو تو عموںؔ کے غلبہ نور کے سامنے تمہاری کیا کیفیت ہوتی۔ اگر وہ تمہاری دعا سُنکر تم پر ظاہر ہوجاتا تو جہاں تم دونوں کھڑی ہو وہیں جل کر بھسم ہوجاتیں۔ لیکن خداؤں میں جو خدا عاجزوں کی التجائیں سُنتا ہے وہ ان پر رحم بھی کرتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ وہ تم پر ظاہر نہ ہوا اور بجائے اپنے مجھے قاصد بناکر تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم مر نہ جاؤ اور کل صبح دونوں جیتی جاگتی نظر آؤ"

نیطر طیبہ نے بہت زار و نحیف لہجہ میں کہا۔" اے مادرِ مہربان۔ عموںؔ سے ہماری تقصیر معاف کرادیجئے۔ یہ آشتی کا قصور نہ تھا۔ عموںؔ کی حاضرات کا میں نے اسے حکم دیا تھا۔ سارا الزام مجھ پر ہے۔ میرے دل میں اپنے لئے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے طرح طرح کے خوف اور اندیشے پیدا ہورہے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ آئندہ جو کچھ گذرنے والا ہو وہ اسیوقت معلوم ہوجائے"

روح۔" نیطر طیبہ۔ ملکہ مصر۔ آئندہ کا حال معلوم کرنے کی کیوں اتنی جستجو ہے۔ اگر ایک دن دوزخ اپنا دہن آتش بار تجھ پر کھولنے والی ہے تو ابھی سے اُسکے عذابوں کے دیکھنے کا شوق کیوں پیدا ہوا ہے۔ یا اگر جنت تیری تقدیر میں لکھی ہے تو وہاں کے عیش و آرام کو قبل از وقت ایک روزنِ دیوار سے جھانکنے میں تجھے کیا ملجائیگا۔ انسان کا مستقبل اُس کی نظروں سے اس لئے پوشیدہ کیا گیا ہے کہ اگر اس پردہ کو اُٹھا کر اندر دیکھنے کی قدرت اُسمیں رکھی جاتی تو ہیبت سے دم نکلجاتا۔

اگراسوقت زندگی اور موت کی کل تکلیفیں پیشِ نظر کردی جائیں تو پھر جینے کا حوصلہ تو درکنار مرنے کی آرزو بھی نہ ہوسکے۔"

نیطرطیبہ۔"مادرِ مہربان۔ کیا مجھ پر مصیبتیں آنے والی ہیں؟"

روح۔"اسکے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ دن نور وظلمت سے بنا ہے۔ شادی وغم حیات البشری کے ضروری اجزا ہیں۔ خدا نے تجھے انسان بنایا ہے۔ صبر وشکیبائی اختیار کر۔"

نیطرطیبہ۔"مجھے صرف انسان نہیں بنایا ہے۔ بلکہ ایک خدائی جوہر بھی مجھ میں ودیعت ہوا ہے۔"

روح۔"تو پھر اس جوہر کی قیمت بھی ادا کرنی ہوگی اور وہ اس طرح کہ آنکھوں سے ایک سیلِ اشک جاری کر کے صبر کے دامن میں پناہ لیتی رہ۔ ہر ذی حیات کے درد کی دوا صبر ہے۔ اور جنہیں خدائی کا درجہ ملتا ہے وہ تکلیف و اذیت کے پَر لگا کر آسمان تک پہونچا کرتے ہیں۔ جو سونا آگ میں نہ تپا ہو وہ کیونکر خالص ہوسکتا ہے۔"

نیطرطیبہ۔"اے مادرِ شفیق۔ آپ نے یہ نہ بتایا کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ میرا سوال اپنی نسبت مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ میں عموآن کی بیٹی ہوں حسن وجمال رکھتی ہوں۔ دُنیا کی ایک وسیع سلطنت کی مالک ہونے والی ہوں۔ لیکن۔ اے ملکِ بقا کی بسنے والی جسے دُنیا میں وہی رتبہ حاصل تھا جو مجھے اسوقت نصیب ہے سُن لے کہ جو خدائی جوہر مجھے ملا ہے اُس کی قیمت میں اسیوقت ادا کر سکتی ہوں اگر مجھے اس کا یقین ہو جائے کہ جس مرد سے مجھے عشق ہے اور جسکے بغیر میری زندگی مجھ پر حرام ہے اُس سے محروم نہ رکھی جاؤنگی۔ اور جس شخص سے مجھے نفرت ہی اُسکے ہاتھ ایک مویشی کی طرح مجھے فروخت نہ کیا جائیگا۔ بلکہ جس سے مجھے نفرت نہیں ہے وہ میرا شوہر بنکر مجھے اپنی بیوی کہیگا۔ اس وقت بہت سے خطرے مجھے اور اُسے نظر آرہے ہیں۔ عموآن کی قدرت

میں سب کچھ ہے۔ میرا یہ پیکر خاکی اسی کوزہ گر کی صنعت ہے۔ اگر میں اُسی کی بیٹی ہوں اور اس مٹی کے پتلے میں اسی کی روح متمکن ہے تو پھر مشکلوں کا آسان کرنے والا بھی وہی ہے"

روح۔ "خود تیرا ایمان اور تیرا اعتقاد تیری مشکلیں آسان کر سکتا ہے۔ عموَن نے جو الفاظ تیری نسبت کہے تھے وہ سب تحریر میں آچکے ہیں۔ بس اُسی تحریر کو جاکر پڑھ اور زیادہ سوال نہ کر۔ عشق وہ تیر ہے جو اپنے ہدف پر پہونچنے میں کبھی خطا نہیں کرتا۔ یہ وہ آسمان سے اُترا ہوا شرارہ ہے جسے برف و باران کے طوفان بھی ٹھنڈا نہیں کر سکتے۔ اسلئے عشق کئے جا عشق کبھی رائیگاں نہ جائیگا۔ بس بیٹی۔ ماں کی جان۔ جاکر آرام کر۔ اور میں بھی اب تجھ سے کچھ دنوں کے لئے رخصت ہوتی ہوں"

نیطر طیہ۔ "نہیں نہیں۔ اے روح لازوال۔ نہیں۔ ایک بات اور پوچھنی ہے۔ اے عموَن کی قاصدہ۔ میرا شکریہ قبول کرکے اتنا اور بتادے کہ جب مجھ پر اور کسی اور پر آفات آئینگی۔ خطروں کا سمندر موجیں ہمارے سر سے گذار دیگا۔ جس وقت بدنامی اور بے عزتی قریب ہوگی اور میں بے یار و مددگار رہجاؤنگی تو اس حال میں میں کس کو پکاروں اور کس کی طرف مدد کے لئے دیکھوں"

روح۔ "ایک چیز تجھ میں خود موجود ہے جو اس وقت تیری مدد کریگی۔ یہ وہ چیز ہے جو پیدائش کے وقت سے تیرے ساتھ کردی گئی ہے۔ جس وقت تو مدد کی محتاج ہوگی آشتی فوراً اُس کو تیرے سامنے حاضر کردیگی۔ اے آشتی۔ اِدھر آ۔ مجھے تجھ سے کچھ کہنا ہے۔ جلد حاضر ہو وقت تنگ ہے اور مجھے جانا ہے"

آشتی اتنا سنتے ہی آگے بڑھی اور شاہانہ وضع میں وہ نور کی صورت اپنی قدیم خادمہ کی طرف اس طرح جھکی کہ آشتی کے چہرہ پر اُس کی روشنی پڑنے لگی۔ اور اُس کے کان میں کچھ کہکر دونوں ہاتھ

آسمان کی طرف اُٹھائے اور ایسا معلوم ہوا کہ نیطرطیہ اور آشتی کے حق میں وہ دعا مانگ رہی ہے۔ اسکے بعد وہ نور کی صورت نظروں سے غائب ہو گئی۔

محل کے ایک کمرے میں آشتی اور ملکہ نیطرطیہ اکیلی کھڑی ہیں۔ صورتیں زرد اور ہاتھ پاؤں خستہ ہیں۔ خاموش ایک دوسرے کا مُنہ تکتی ہیں۔

آشتی۔ "ملکہ۔ آپ جس بات کا اصرار کرتی تھیں وہ پوری ہوئی۔ اگر عموں خود ظاہر نہیں ہوا تو اپنی طرف سے ایک قاصدہ اور وہ بھی ملکہ آنجہانی کی روح کو آپکے پاس بھیج دیا۔"

نیطرطیہ۔ "آشتی۔ رات کو جو کچھ نظر آیا اُس سے آگے کی کیا خبر نکلتی ہے۔ روح نے تو کچھ نہیں بتایا۔"

آشتی۔ "سب کچھ تو بتا گئی۔ وہ کہہ گئی کہ عشق اپنا صلہ دینے میں کبھی ناکام نہیں رہتا۔ اس سے زیادہ آپکو کیا دریافت کرنا تھا۔"

نیطرطیہ نے بہت بشاش ہو کر کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے خوش ہونا چاہیئے۔"

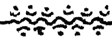
آشتی۔ "لیکن ملکہ عالم۔ آپ زیادہ خوش نہ ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں سے سخت بے ادبی ہوئی ہے۔ ہم نے رب عموں کو عرش سے اُتار کر اپنے پاس بلانا چاہا۔ یہ بڑا گناہ ہوا ہے۔ جس طرح عشق کا صلہ ملنا ضروری ہے اُسی طرح گناہ کی سزا ملنی بھی لازمی ہے۔ رات جو کچھ ہم نے دیکھا اُس سے خبر نکلتی ہے کہ کسی کا خون ہو گا۔"

نیطرطیہ۔ "کس کا خون۔ کیا ہم مارے جائینگے۔"

آشتی۔ "نہیں۔ اِس سے بھی بدتر۔ ایسوں کا خون ہو گا جو ہم کو عزیز ہیں۔ ملکہ اِس مُلک پر کوئی آفت آنے والی ہے۔"

نیطرطیہ۔ "آشتی اگر ایسا ہو تو تم مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا۔"

آشتی "اگر چھوڑنا چاہونگی بھی تو بن نہ پڑیگا۔ قسمت نے مجھے اور تمہیں ایک ہی گرہ میں باندھ دیا ہے۔ جب تک ہم دونوں کا خاتمہ نہ ہوگا یہ گرہ نہیں ٹوٹ سکتی۔ اور خاتمہ ابھی دُور ہے۔ میری جان۔ جب تم اِس سینے سے دودھ کی دھاریں پیا کرتی تھیں تو تم میری چیز تھیں۔ اب تم بڑی ہوئیں۔ میں بُڑھیا ہوئی۔ جیسے تم اُس وقت میری چیز تھیں ویسی ہی اب میں تمہاری چیز ہوں۔ تمہیں چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں"



پانچواں باب

شہزادہ کوش سے سردار رعمسیس کی لڑائی

آجکل طیبی کے شہر میں دور دور کے نوجوان رئیس اور امیرزادے بڑی بڑی ریاستوں کے مالک فرعون کے مہمان ہیں۔ اِن میں ہر ایک بادشاہ کی بیٹی نیطر طیہ سے عقد کی اُمید میں آیا ہے۔ یہ شہزادی وہی ہے جو نجم السحر۔ قرصِ خورشید۔ جمالِ حاسر۔ دخترِ عموَن کے خطابوں سے مشہور ہے۔ جلسوں اور ضیافتوں کا سلسلہ ایک مہینے سے جاری ہے۔ ہر ضیافت میں ان معزز مہمانوں میں سے صرف ایک مہمان خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا جاتا ہے اور نیطر طیہ ملکہ مصر وہاں موجود ہوتی ہے۔ ہر ضیافت کے ختم ہونے پر فرعون اور اس کے مشیرانِ سلطنت ملکہ کے پاس آتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں کہ جس مہمان کو آج خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا اس سے آپ اپنا عقد پسند کرتی ہیں یا نہیں۔ نیطر طیہ ہوشیار ہے۔ کسی کی نسبت صاف جواب نہیں دیتی۔ اور اس طرح اُمیدواروں کی فہرست سے نام کٹتے چلے جاتے ہیں۔

نیطر طیہ حکم دیتی ہے کہ وہ تحریر جس میں اُس کی والدہ احورہ کا خواب درج ہے ہیکل عموَن سے طلب کر کے اُسکے سامنے پڑھی جائے۔ جس وقت یہ تحریر پڑھی جاتی ہے تو اِس جملہ پر کہ اُسکا عقد صرف ایسے شخص سے ہوسکتا ہے جو شاہی خاندان سے ہو سب کو توجہ دلاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ اِتنک جسقدر اُمیدوار ضیافتوں میں اُس کے سامنے پیش ہوئے چونکہ اُن میں کوئی کسی شاہی خاندان

کی یادگار نہ تھا اِس لئے وہ رب عموّن کے حکم کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔

مہمانوں میں بعض بڑے بڑے بادشاہوں کے ایلچی تھے۔ یہ بادشاہ اپنی سلطنتیں چھوڑ کر مصر میں نہ آسکتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے سفیر شادی کا پیغام دے کر بھیجے تھے۔ اُن کی نسبت نیطرطبہ نے جواب دیا کہ جب میں نے ان میں سے کسی کو دیکھا ہی نہیں ہے تو کیسے کسی کو قبول کر لوں۔ جب تک وہ دربار مصر میں حاضر نہ ہوں میں اُن کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دے سکتی۔

آخر کار کم ہوتے ہوتے صرف ایک مہمان رہ گیا جس سے ملکہ واقف تھی۔ خود بادشاہ مصر اور اُسکے ندیموں کی مرضی تھی کہ اس مہمان سے نیطرطبہ کی شادی ہوجائے۔ یہ مہمان ولایت کوش کا شہزادہ اماثل نامی تھا۔ اُسکے پیرانہ سال باپ کا تخت گاہ نباطہ کا شہر تھا۔ جو طیبی سے جنوب میں واقع تھا۔ جس ملک میں یہ شہر تھا اُس کی شکل ایک جزیرے کی سی ہو گئی تھی کیونکہ دریائے نیل نے اُسکو تین سمتوں سے گھیر رکھا تھا۔ مشہور تھا کہ مصر کے بعد نباطہ اس وقت تمام دُنیا میں سب سے زیادہ زرخیز و شاداب خطہ ہے۔ اور سونا وہاں اِس کثرت سے ہوتا تھا کہ تانبے اور لوہے سے بھی ارزاں سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ اِس کے جواہرات کی کانیں بھی وہاں بہت تھیں اور غلّہ بکثرت پیدا ہوتا تھا۔

بہت قدیم زمانہ میں فراعنہ کا ایک خاندان جس کی اصل اسی شہر نباطہ سے تھی مصر کا بھی مالک رہ چکا تھا۔ لیکن ایک مدت گزرنے کے بعد مصر کے لوگوں نے اِس خاندان کو اس بنا پر کہ اس کی اصل ایک غیر ملک سے ہے اور وہ نوبیہ کی رسم و رواج مصر میں جاری کرنا چاہتا ہے سلطنتِ مصر سے معزول کر دیا۔ اور ایک فرمان بھی اس مضمون کا شائع کر دیا کہ اس نباطی خاندان کے کسی شخص کے سر پر کبھی مصر کا تاج نہ رکھا جائے۔ اسی معزول فرعونی خاندان کا سب سے آخیر اور صحیح النسب رُکن نیطرطبہ کے ساتھ بچپن کا کھیلا ہوا عباس تھا۔

مصر کے لوگوں نے گو اس خاندان کو معزول کر دیا تھا لیکن دل میں ہمیشہ افسوس ہی کرتے رہے۔

کیونکہ اس معزولی کے بعد بناطہ کا زرخیز ملک سلطنتِ مصر کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب مصر سے یہ خاندان معزول ہوا تو بناطہ کے لوگوں نے مصر کی حکومت سے اپنے تئیں آزاد کر لیا اور اس پُرانے شاہی خاندان سے بھی بے تعلق ہو کر ایک نئے خاندان کو بناطہ کی سلطنت سپرد کر دی۔ اس نئے خاندان کا وارث اب آمائل شہزادہ کوش تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔

اہلِ مصر کو اس کھوئی ہوئی دولت کا پھر خیال آیا اور انہوں نے سوچا کہ اگر ملکہ نیطرطیبہ کا عقد شہزادہ آمائل سے ہو جائے تو بناطہ کا ملک پھر سلطنتِ مصر کے قبضہ میں آسکتا ہے۔ چنانچہ جب سے نیطرطیبہ پیدا ہوئی تھی اس وقت سے تمام وزراء اور ہوا خواہانِ دولت یہاں تک کہ خود فرعون بھی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ فرعون کو اس کا افسوس تھا کہ صرف لڑکی رکھتا ہو اگر لڑکا بھی ہوتا تو مصر کے قدیم رواج کے مطابق بھائی بہن کا عقد کر کے سلطنت کو اپنے ہی خاندان میں قائم کر دیتا۔ بہرکیف جس وقت نیطرطیبہ کا جشنِ تاج پوشی ہوا تو خفیہ خط و کتابت کر کے شہزادہ آمائل کو اس موقع پر مدعو کیا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اگر طیبی میں مستقل طور پر سکونت رکھنے کی شرط منظور ہے تو نیطرطیبہ کا اس سے عقد کر دیا جائیگا۔ یہ سچ ہے کہ اور لوگ بھی ملکہ سے شادی کا پیغام دیکر فرعون کے ہاں مہمان ہوئے تھے لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ ہم سب بساطِ شطرنج پر پیادے ہیں۔ بادشاہ اور فرزین کوئی اور ہی ہے۔

غرض جس شہزادہ کی نسبت تصفیہ ہو چکا تھا کہ ملکہ نیطرطیبہ کو اپنے دامِ محبّت میں اسیر کرے وہ آمائل تھا۔ نیطرطیبہ کو اس کا علم تھا۔ آشتنی اُسکو پہلے ہی سب باتوں سے آگاہ کر چکی تھی۔ اور یہی وجہ ہوئی تھی کہ آمائل کے اندیشے اور رعمیس کے عشق سے مجبور ہو کر اُس نے عموتن کو آسمان سے بلوا کر اپنی قسمت کا حال پوچھنا چاہا تھا اور اس طرح حالتِ بے قراری میں عموتن کی جناب میں بے ادبی کی مرتکب ہو گئی تھی۔ لیکن فرعون نے آمائل کا ذکر ابھی تک نیطرطیبہ سے نہیں

کیا تھا۔ اور نہ نیطسرطیہ نے ابھی تک اس شہزادے سے ملاقات کی تھی۔

بعض لوگ کہتے تھے کہ ملکہ کے جشنِ تاج پوشی کے وقت آماثل بھیس بدلکر اُسے دیکھنے آیا تھا۔ کیونکہ اس کا قول تھا کہ ایک ملکہ نہیں ہزار ملکہ ہوں اگر میری پسند کی چیز نہ نکلی تو میں ہرگز شادی نہ کرونگا۔ بہرکیف اس موقع پر ضروری ہوا کہ وہ شادی سے پہلے نیطرطیہ کو دیکھکر پسند کرے۔

اب چونکہ ملکہ مصر کو اُس کی پوری جوانی و حُسن کی شان میں دیکھا تو آماثل نے اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ کہنے کو فقط اطمینان تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ گرم ملک کا آدمی تھا۔ ملکہ کے حُسن نے اُسکے خون میں ایک آگ لگادی اور اب سوائے اس کے کوئی آرزو نہ رہی کہ نیطسرطیہ اُس کی ملکہ بنے۔

قصہ مختصر یہ طے پایا کہ شہزادہ آماثل اپنی آیندہ عروس نیطرطیہ سے ملاقات کرے۔ چنانچہ شب کو ایک ضیافت غیر معمولی سازوسامان کے ساتھ ایک بڑے عالی شان اور پُرفضا باغ میں قرار پائی۔ اس باغ میں ہزارہا مشعلیں روشن کی گئیں اور ہرطرف میزیں بچھاکر اُن پر پُرتکلف اور خوش ذائقہ کھانے چُنے گئے۔ نیطرطیہ آئی۔ مگر اپنے بشرے سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس ضیافت کی غرض اُسے معلوم ہے۔ ہرطرف تکلفات دیکھکر فرعون سے پوچھنے لگی۔ "بابا جان وہ کون سا مہمان ہے جسکے لئے اس درجہ اہتمام ہوا ہے؟ وہ انسان ہی یا کوئی دیوتا؟"

فرعون نے جواب دیا۔ "بیٹی۔ یہ مہمان کوش کا شہزادہ ہے۔ اس کی رعایا بھی اسے اسی طرح خدا مانتی ہے جیسے ہماری رعایا ہم کو خدا سمجھتی ہے۔ یہ شہزادہ اس وقت اپنے ملک کا ولی عہد ہے لیکن جب وہ تخت پر بیٹھے گا تو دُنیا کے سب سے بڑے بادشاہوں میں اسکا شمار ہوگا۔"

نیطسرطیہ۔ "بابا جان۔ آپ نے کوش کا نام لیا۔ اس ملک پر تو ایک زمانے میں ہم بادشاہی کرتے تھے۔"

فرعون نے ایک آہ سرد بھر کر کہا- "بیٹی ایک زمانہ میں یہ ملک ہمارا تھا- یا یہ کہو کہ کوش کے بادشاہ مصر پر بھی بادشاہی کرتے تھے- لیکن میرے پردادا کے باپ کو جس وقت مصر کا ملک ملا تو اس وقت جو خاندان کوش پر مسلط تھا اسکو زوال ہوگیا- اور اب اس خاندان میں صرف تین آدمی باقی ہیں- ایک مریبس ہیکل عمون کی فوج کا سردار- دوسرے اس کی بیوی آشتنی جو ساحرہ ہونے کے علاوہ رب عمون کی کاہنہ بھی ہے اور تیسرا نوجوان رعمیس تمہارا دودھ بھائی جو ہماری فوج میں ملازم ہے اور جو کسی زمانہ میں تمہارے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور تمہیں یاد ہوگا کہ نالاب والے مگرمچھ سے اس نے تمہاری جان بچائی تھی۔"

نیطرطیہ- "بابا جان- خوب یاد ہے- لیکن اگر یہی بات تھی تو پھر آج کو مریبس کوش کا بادشاہ کیوں نہیں ہے؟"

فرعون- "اس لئے نہیں ہے کہ نباطہ کے لوگوں نے ایک دوسرے خاندان کو کوش کا بادشاہ بنالیا تھا- اور اس خاندان کا وارث اب آماتل ہے۔"

نیطرطیہ- "تو پھر یہ فرمائیے کہ اگر خون اور نسل کوئی چیز ہے تو یہ آماتل ایک غیر مستحق اور غاصب خاندان کا آدمی ہوا؟"

فرعون- "اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر آج کو مریبس ہماری جگہ مصر میں فرعون ہوتا- بیٹی یہ باتیں منہ سے نکالنے کی نہیں ہیں۔"

نیطرطیہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور جب باغ میں باپ کے قریب تخت پر بیٹھنے لگی تو بہت بے پروائی سے پوچھا-

"کیا یہ کوش کا شہزادہ بھی اُن لوگوں میں ہے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں-

فرعون- "ظاہر ہے اسکے سوا اور کیا خواہش رکھ سکتا ہے- کیا تمہیں اس کا علم نہیں-

دیکھو۔ اِن کے ساتھ مہربانی اور اخلاق سے پیش آنا کیونکہ یہ طے پا چکا ہے کہ تمہاری شادی اس سے کی جائیگی۔ بس خاموش رہو۔ جواب کی ضرورت نہیں۔ شہزادہ آ رہا ہے۔"

فرعون کے اتنا کہتے ہی باجے اور تاشوں کی آواز باغ کے دوسرے سرے سے آنی شروع ہوئی اور آدمیوں کا ایک گروہ زرق برق لباس پہنے نظر آیا۔ اِن میں کوئی ہاتھی دانت کا قرنا اور کوئی پیتل کے بڑے بڑے جھانج اور کوئی ڈھول جن پر منقش کے غلاف چڑھے تھے بجاتا تھا۔ یہ سب قریب آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے باجے اور طبل بدستور بجاتے رہے۔ اِن کے پیچھے پیچھے بیس حبشی جوانوں کا ایک دستہ تھا جو چوڑے پھلوں کے برچھے اور کندھوں پر گینڈے کی کھال کی ڈھالیں جن پر طرح طرح کا کام بنا ہوا تھا لئے تھے۔ سب قبائیں پہنے تھے۔ اور سروں پر چیتے کی کھال کی ٹوپیاں تھیں۔

اِن سب کے بعد کوش کا شہزادہ آیا۔ یہ ایک بہت مضبوط۔ پستہ قد۔ چوڑے چکلے سینے کا جوان آدمی تھا۔ چہرے کا نقشہ موٹا اور بھدا تھا۔ اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں جن میں پتلیاں ہر وقت پھرتی تھیں۔ لباس بہت پُر تکلّف تھا اور خالص سونے کے توڑے اور ہار موٹی موٹی لڑیوں کے جنکے قبضے اور قفل جواہرات کے تھے بہت سے گلے میں پڑے تھے۔ اور سر کی اونچی ٹوپی میں سیمرغ کا ایک بہت بڑا اسفید پَر لگا تھا۔ پیچھے پیچھے چند خادم تھے جو مورچھل جھلتے تھے۔ اور عبا کے لمبے لمبے دامن دو نہایت کریہ منظر سیاہ قوم کے بونے اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہ پوری عمر کے آدمی تھے مگر ان کا قد آٹھ برس کے بچّے سے زیادہ نہ تھا۔

شہزادہ ابھی کچھ فاصلہ پر تھا کہ نیطرطیہ نے ایک نظر دیکھتے ہی اُس کی طبیعت کا اندازہ کر لیا۔ اور اس درجہ اُسے نفرت پیدا ہوئی کہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہوئی تھی۔ اِس کے بعد شہزادی کی نگاہ بلند نشین سے جہاں تخت پر بیٹھی جلوس کر رہی تھی شہزادہ اماسِل کے

سر کے اوپر سے گذرتی ہوئی ایک جگہ جمی اور یہاں شہزادہ آماتُل کے پیچھے مصری سپاہ کا ایک بڑا خوبرو نوجوان افسر کھڑا تھا۔ نہایت سادے لباس پر فولاد کی زرہ پہنے تھا۔ کمر میں سنہری قبضہ والی تلوار جو فرعون نے دی تھی لگائے تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ رعمیس کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ وہی رعمیس جو نیطرطیبہ کا دودھ شریک بھائی اور بچپن میں ساتھ کا کھیلا ہوا لڑکا تھا۔ اور جس سے اب جوانی میں ملکہ کو عشق تھا۔ اس شریف و دراز قامت جوان کو سیاہ فام شہزادہ کوش سے مقابلہ کر کے نیطرطیبہ کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح سرخ ہو گیا۔ فرعون نے نیطرطیبہ کی یہ کیفیت دیکھی مگر اور درباریوں کی طرح وہ بھی یہی سمجھا کہ چہرہ پر رنگ کا تغیر محض اس وجہ سے ہے کہ نیطرطیبہ نے آج پہلی ہی مرتبہ شہزادے آماتُل کو دیکھا ہے جو اُس کا نوشہ بننے والا ہے۔

نیطرطیبہ کو اُس وقت یہ حیرت تھی کہ رعمیس شہزادہ آماتُل کے پیچھے ایک خدمتگار کی طرح کیوں کھڑا ہے۔ وہ کون بشر ہے جسنے رعمیس کو بھرے دربار میں ایک خادم کی حیثیت سے حاضر رہنے کا حکم دیا ہے۔ سمجھ گئی کہ بادشاہ کے حکم سے ایسا نہیں ہوا ہے کیونکہ بادشاہ کو ان باتوں کی کیا خبر ہو سکتی تھی۔ یہ کارروائی کسی وزیر یا دربار کے ملازم کی ہے جس نے رشوت لے کر شہزادہ کوش کو خوش کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے۔ رعمیس ایک قدیم ترخاندان شاہی کا رُکن ہے اور انصاف سے دیکھا جائے تو اس وقت اس کو نہ صرف کوش کا بلکہ مصر کا بھی بادشاہ ہونا چاہیئے تھا۔ پس رعمیس کو ذلیل کرنے کے لئے اس موقع پر اُسکو آماتُل کا خدمتگار بنایا گیا ہے۔

علاوہ اِسکے لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ ملکہ اس رعمیس پر نظرِ اُلفت رکھتی ہے اور اُسکی ماں کا دودھ بھی اُس نے پیا ہے۔ اِس لئے ملکہ کی نگاہ میں رعمیس کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حکم ہوا ہے کہ آماتُل کے جلوس میں رعمیس ایک معمولی سپاہی کی طرح اُس کی جان کا محافظ اور ملازم بن کر ساتھ رہے۔

نیطاطبیہ نے یہ معمہ ایک آن میں حل کرلیا۔ اور فوراً دل ہی دل میں خدائے عموّن کے سامنے اس کی قسم کھائی کہ جن لوگوں نے رعمیس کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے اُن سے کبھی نہ کبھی سخت بدلہ لونگی۔ نیطاطبیہ اپنی اس قسم کو کبھی نہ بھُولی۔

اب شہزادہ آماثل نے شہ نشین پر پہونچکر فرعون اور ملکہ کو تعظیم دی اور دونوں کے جواب کا متوقع ہوا۔ فرعون نے چند منتخب اور برمحل جملے آماثل کے خیر مقدم میں کہے اور جس قدر القاب و آداب وہ رکھتا تھا ان سب کو بیان کرکے اس سے خطاب کیا۔ اور تقریر میں اُن تعلقات کی طرف بھی اشارہ کیا جنہوں نے سلطنتِ مصر اور کوش کو قدیم زمانہ میں متحد و وابستہ کر رکھا تھا۔ اور اُمید ظاہر کی کہ وہی دیرینہ تعلقات ان دونوں سلطنتوں میں اب اور بھی زیادہ قرابت پیدا کردینگے۔

فرعون نے اپنی گفتگو ختم ہوتے ہی نیطاطبیہ کی طرف دیکھا۔ ملکہ مصر ہونے کی وجہ سے اُسکو بھی اس موقع پر کچھ کہنا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک تقریر پہلے سے لکھکر شہزادی کو پیش کردی گئی تھی۔ اور اُس وقت وہ کاغذ سامنے رکھا تھا۔ ملکہ کو یہ بھی یاد تھا کہ اُسکو پڑھکر سُنانا ہے لیکن اُس نے نہ اِس کاغذ کو اُٹھایا اور نہ اُسے کو پڑھا۔ بلکہ مُنہ پھیر کر ایک خواص کو حکم دیا کہ ہماری الماس کی پنکھیا حاضر کرو۔

آماثل نے کچھ دیر انتظار کیا کہ ملکہ کچھ کہیگی۔ لیکن جب اُسکو خاموش اور بے توجہ پایا تو اپنا جواب شروع کردیا جسے ازبر کر رکھا تھا۔ پہلا ہی فقرہ اس جواب کا یہ تھا کہ "جس طرح بارانِ رحمت صحرا میں پھول کھلا دیتا ہے اُسی طرح ملکہ نیطاطبیہ کے شیریں الفاظ نے اُس کے دل کو اس وقت ایک گلزار بنادیا ہے۔" لیکن واقعہ یہ تھا کہ نیطاطبیہ کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا۔ اب جو ملکہ نے اپنی پنکھیا کی اوٹ سے دورنگاہ کی تو رعمیس کے چہرے پر ایک تبسم دیکھا اور بار کے

چند معززین بھی آماثل کے بے محل فقرے پر بے اختیار ہنس پڑے لیکن فوراً ہنسی چھپانے کو سر نیچے کر لیے۔

آماثل کوئی جملہ غصّہ کا مُنہ میں مُنہ ہی میں کہکر اپنے ملازموں کی طرف متوجہ ہوا اور حکم دیا کہ جو تحائف ہم ساتھ لائے ہیں وہ پیش کئے جائیں۔ ملازموں نے فوراً تحائف حاضر کئے۔ ان میں نہایت نادر صنعت کے خوبصورت سونے کے ظروف شیروں اور ہاتھیوں کی نہایت وزنی خالص سونے کی مورتیں۔ عود روشن کرنے کے مرصع برتن تھے۔ شہزادے نے یہ نادر چیزیں اپنی طرف سے اور اپنے باپ بادشاہِ کوش کی طرف سے پیش کیں۔ اور بہت ہی غرور اور نخوت کے لہجہ میں کہا "کہ ان چیزوں کا شمار ہمارے مُلک میں بہت معمولی چیزوں میں ہے۔ ایسے ہی اور بہت سے تحائف میں اپنے ساتھ لانے والا تھا۔ مگر خواہ مخواہ وزن بڑھانے کے خیال سے نہیں لایا"

فرعون نے آماثل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مصر بھی مفلس مُلک نہیں ہے۔ چنانچہ کل آپکو اس کا ثبوت مل جائیگا۔ اسکے بعد شہزادے نے ملکہ نیطرطیہ کو خاص طور پر چند تحائف اپنی طرف سے پیش کئے۔ ان میں مرصع گلوبند جس میں الماس یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے اور قیمتی موتیوں کے ہار تھے اور ان کے علاوہ ایک بے نظیر صنعت کا خوبصورت چنگ تھا جسپر سونے کے تار کھنچے ہوتے تھے اور جس کی مجموعی شکل ایک نہایت خوشرو عورت کی سی بنائی تھی۔ یہ تحفہ شہزادے نے نیطرطیہ کو اس خیال سے نذر میں پیش کیا کہ موسیقی کے ساز بجانے اور خوش نوائی میں ملکہ کا ہمسر کوئی ملک نہیں تھا۔ اور یہ کمال ربّ عمون کے خاص عطیات میں سے تھا جو اس حسین ملکہ کو ملے تھے۔ اس عجیب وغریب چنگ کے ساتھ شہزادے نے دو حبشی لونڈیاں بھی پیش کیں۔ یہ نہایت قیمتی زیور پہنے تھیں اور مشہور تھا کہ

نباطہ کے ملک میں ان سے بہتر گانے والا کوئی نہ تھا۔

فرعون نے ان تحفوں کو ملاحظہ کر کے بیٹی سے کہا کہ موتیوں کے ہاروں میں سے کوئی اچھا سا ہار اپنے گلے میں ڈال لو۔ بنیطرطیہ نے عذر کیا کہ میں اس وقت سپید لباس پر کاسنی رنگ کے پھول پہنے ہوں۔ اِن ہاروں کا رنگ اس لباس پر نہیں کھلیگا۔ غرض بنیطرطیہ نے کوئی ہار اپنے گلے میں نہ ڈالا اور بجائے اس کے شہزادہ کوش کا شکریہ بہت پُرتکلف الفاظ میں جن میں سرد مہری شامل تھی ادا کیا اور تمام تحفوں پر ایک نظر ڈال کر آہستگی سے کہا کہ ان سب چیزوں کو ہٹا کر ایک طرف رکھ دیا جائے کیونکہ خوشبوئیں جو ان چیزوں پر چھڑکی ہیں ان سے دماغ پریشان ہوا جاتا ہے۔ جب تحفے وہاں سے ہٹائے جانے لگے تو ملکہ نے بہت بے اعتنائی سے کہا کہ وہ چنگ البتہ جہاں رکھا ہے وہیں رہنے دیا جائے۔ ضیافت جو بہت ہی نامبارک ساعت میں شروع ہوئی تھی جاری رہی اور آماشِل نے قبرص کی شیریں شراب کثرت سے پینی شروع کر دی۔ رعمیس کو جو اُس کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا بار بار حکم ہوتا تھا کہ جام شراب خالی نہ رہنے پائے۔ معلوم نہیں یہ فرمائش محض اس وجہ سے تھی کہ رعمیس اس کے پاس کھڑا تھا یا نیت یہ تھی کہ ایسے حکم دے کر اس مجمع میں اُسے ذلیل کیا جائے۔ نیطرطیہ کو اس کا مطلق علم نہ تھا کہ آماشِل رعمیس سے کیا خدمت لے رہا ہے۔ مگر رعمیس کو سوائے حکم برداری کے کوئی چارہ نہ تھا گو بھرے دربار میں شراب جام کے پیالے بھر بھر کر دوسرے کو دینا ایسے شخص کا کام نہ تھا جو مصر میں تومس اور نواب کا خطاب رکھتا ہو اور فرعون کی فوجِ محافظ کا معزز سردار ہو۔

جس وقت خواصیں زرق برق لباس اور سونے کے چوڑے ہاتھوں میں پہنے دسترخوان اُٹھانے آئیں تو بڑے بڑے بھان متی دربار میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے عجیب و غریب تماشے دکھانے شروع کئے۔ ایک تماشا یہ دکھایا کہ ایک بڑے خوبصورت اونچے ظرف کے مُنہ سے

ملکہ نیطرطیبہ کی تصویر برآمد ہوئی جس کی پیشانی پر ایک چمکتا ستارہ اور سر پر تاجِ شاہی رکھا تھا۔

اب ان بازیگروں نے جس طرح ملکہ نیطرطیبہ کی تصویر ظرف سے نکالی تھی اسی طرح شہزادہ کوش کی تصویر بھی نکالنی چاہی لیکن خاتون آشتنی جو جادو میں اُن کی بھی اُستاد تھی ملکہ کی کرسی کے پیچھے کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اُس نے فوراً اپنے جادو کے زور سے ان بازیگروں کو غلطی میں ڈال دیا۔

چنانچہ ظرف کے منہ سے بجائے شہزادہ کی تصویر کے جس کا نام لے کر یہ بازیگر زور زور سے کہتے تھے کہ "اے تصویر نکل آ" ایک بندر کی صورت برآمد ہوئی جس کے سر پر تاج رکھا تھا۔ اور تاج میں سیمرغ کا ایک بہت بڑا پر لگا تھا۔ بندر کی صورت بھی ایسی تھی جو شہزادہ آماثل سے بہت ملتی جلتی تھی۔ اب یہ بندر کی شکل مٹکے کے منہ پر بیٹھی کچکچیاں باندھ باندھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کچھ دیر تک یہی کیفیت رہی۔ پھر دفعتاً مٹکے کے منہ سے نیچے گر کر غائب ہوگئی۔ اس تماشے کو دیکھ کر بعض لوگ ہنسے اور بعض چُپ رہے۔ لیکن فرعون کی پیشانی پر بل آگئے۔ اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا یہ حرکت کسی انسان کی پیش بندی کا نتیجہ ہے، یا خداؤں کی طرف سے کوئی منحس علامت ظاہر ہوئی ہے۔ چنانچہ پریشان ہو کر آماثل کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن آماثل کثرت سے شراب پی کر نیطرطیبہ کی صورت دیکھنے میں ایسا مصروف تھا کہ اُس کو کسی بات کا بھی ہوش نہ ہوا۔ آماثل کی نظر نیطرطیبہ کی طرف تھی۔ اور نیطرطیبہ اس طرح نگاہ اونچی کئے تھی کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کس چیز کو دیکھ رہی ہے۔ بازیگروں نے جب دیکھا کہ اُن کا کام بگڑ گیا تو وہ جان کے خوف سے بھاگے اور حیرت میں تھے وہ کونسا جن یا دیو تھا جس نے آکر اُن کے تماشے کی صورت بدل دی۔

جب بھان متی اور بازیگر اُٹھ کر بھاگے تو ناچنے والیوں کا طائفہ آیا۔ آماثل کوش کا شہزادہ

نیطرطیبہ کی طرف اسی طرح نظر جمائے دیکھ رہا تھا کہ ملکہ گھبرائی جاتی تھی۔ آخر کار اُس نے ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ حبش کی جو گانے والیاں تحفہ میں پیش ہوئی ہیں اُن کو بلایا جائے۔ سُنا ہے کہ وہ بہت ہی خوش آواز ہیں۔ یہ عورتیں فوراً ہی اپنے اپنے ساز لے کر حاضر ہوئیں اور بہت خوبی سے گانے بجانے لگیں۔ جب ان کا گانا ختم ہوا تو نیطرطبہ نے کہا۔ "ہم تمہارا گانا سُنکر بہت خوش ہوئے اور اُس کا انعام یہ دیا جاتا ہے کہ آج سے تم دونوں آزاد ہو۔ اگر ہمارے پائے تخت طیبی میں تم لوگ سکونت اختیار کرو تو کبھی کبھی دربار میں حاضر ہو کر گانا سُنانے کی خدمت پر تم کو مامور کرتے ہیں۔"

اتنا سُنکر یہ دونوں گانے والیاں پیشانی زمین پر رکھکر ملکہ کو ہزاروں دعائیں دینے لگیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھیں کہ غلامی سے نجات پاکر وہ اپنے فن سے بہت دھن دولت کما لینگی۔ حاضرین دربار نے جب اُن کے گانے کی تعریف ملکہ کے مُنہ سے سُنی تو اپنے گلوں سے قیمتی ہار اور ہاتھوں سے جواہرات کی انگوٹھیاں اُتار اُتار کر ان گانے والیوں کی طرف پھینکیں۔ اور تھوڑی سی دیر میں ان عورتوں نے جواب تک لونڈیوں کی حیثیت رکھتی تھیں اتنی دولت پیدا کرلی کہ اس سے پہلے اِن کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکتی تھی لیکن آماتل کو نیطرطیبہ کی اِس بات پر کہ اِن لونڈیوں کو آزاد کر دیا غصّہ آیا۔ اور وہ کہنے لگا۔

"کوئی اور ہوتا تو اس نادر تحفے کو کہ دُنیا کی بہترین گانے والیاں پیش کی گئی ہیں کبھی اپنے سے جُدا نہ کرتا۔"

یہ فقرہ سُنکر نیطرطیبہ نے پہلی مرتبہ آماتل سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان خوش آواز عورتوں سے بہتر گانے والا کوئی دُنیا میں نہیں ہے۔ آپکے اس خیال سے جرأت ہوتی ہے کہ جو کچھ تھوڑا بہت مجھے آتا ہے سُناؤں تاکہ تجھے معلوم ہو کہ دُنیا کی بہترین گانے والیو

سے میں کس بات میں کم ہوں۔ اتنا کہتے ہی نیطقرطیہ نے چنگ اُٹھایا۔ تاروں کو الماس کے مضراب سے چھیڑا اور پکھراج کی کھونٹیوں کو مروڑ کر سُر ملائے۔ اور اس مصروفیت میں اپنی نگاہیں شہزادے کی طرف متوجہ رکھیں۔ یہ نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ ہماری مثل کوئی دوسرا صاحبِ کمال ہو تو بتائیے۔"

فرعون نے یہ کیفیت دیکھکر کہا "نورِ چشم۔ یہ نہایت سُبک حرکت ہوگی کہ تم ملکہ مصر ہو کر ایک مجمع عام میں گانا سُنانے بیٹھو۔"

نیطقرطیہ نے جواب دیا "باباجان۔ اس میں کوئی بات خفیف ہونیکی نہیں ہے۔ آج ہم بادشاہ کوش کے فرزند اور ولی عہد کی تعظیم و تکریم کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ فرعون اُس کی خاطر و مدارات میں مصروف ہے۔ فرعون کی بیٹی اُس کے تحائف قبول کر چکی ہے۔ جملہ اعیانِ دولت اُس کی خدمت میں گرد و پیش حاضر ہیں۔" اتنا کہہ کر نیطقرطیہ کچھ رُکی۔ مگر پھر بہت صاف آواز سے کہا۔ "اور ایک شخص جو شرافت نسب کے اعتبار سے شہزادہ آماثل سے بھی قدیم تر خاندانِ شاہی کا رُکن ہے اس کو بادہ بردار بنا کر شہزادہ کے پیچھے ایک خدمتگار کی طرح کھڑا کیا گیا ہے۔ اسی کے بزرگوں نے ایک زمانہ میں وہ سلطنت قائم کی تھی جس پر شہزادہ کوش کا باپ آج مسلط ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے رعمیس کی طرف اشارہ کیا جو آماثل کے قریب جامِ شراب لئے ایک ادنیٰ نوکر کی طرح حاضر تھا۔ ملکہ نے پھر کہنا شروع کیا "جب یہ کیفیت ہو تو پھر ملکہ مصر ایسے مہمان کو خوش کرنے کے لئے جو تکلیف بھی گوارا کرے وہ محلِ اعتراض نہیں۔ میرے پاس تو کوئی اور تحفہ بھی سوائے اپنی خوش گلوئی کے پیش کرنے کو نہیں ہے۔"

اس دلیرانہ اور صاف تقریر پر سب دم بخود رہ گئے۔ ہر شخص اس گفتگو کا مطلب سمجھ گیا اور اب ملکہ نیطقرطیہ نجم السحر اپنے تخت سے اُٹھی اور چنگ کو اپنے نوخیز سینے سے لگا کر اُس پر جُھکی۔ سر پر مصر کا تاج تھا جس میں سونے کا سانپ اس طرح پھن اُٹھائے تھا کہ اب کسی کو ڈسا۔ ملکہ نے چنگ

بجانا شروع کیا۔ انگلیوں میں اس غضب کا جادو بھرا تھا کہ ایک آن میں حاضرین کو سوائے چنگ کی آواز کے اور کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ شروع میں آواز ہلکی و کمزور تھی پھر بتدریج اس کی گمک اور گرج بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ سُریلی صدائیں تمام فضا میں گونجنے لگیں۔ جب راگ پوری قوت پر آیا تو آواز ملائی کبھی لحن لطیف و شیریں میں اور کبھی تولئے مستانہ وزالہ بار میں اس طرح محوِ ترنم ہوئی کہ آسمان کے ستارے بھی متوجہ معلوم ہونے لگے اور زمین سے نغمہ بلند ہوکر ماہ و انجم کے دلوں پر نشتر کا کام دینے لگا۔

ملکہ نے جو کچھ گایا تھا وہ عشق و محبّت کی ایک داستان تھی جس کا مضمون صرف اتنا تھا کہ ربّہ حاسر کے بُت خانے کی ایک بڑی عالی رتبہ نوجوان کاہنہ کو ایک غریب خطاط سے عشق ہوگیا ہے اور یہ مرد بھی اس کی محبّت میں دیوانہ ہے لیکن دونوں کی حالت میں ایسا تفاوت ہے کہ وہ شادی نہیں کرسکتے۔ رفتہ رفتہ عاشق پر محبّت کا ایسا جنون سوار ہوتا ہے کہ رات کے وقت ٹھوکریں کھاتا ہوا معشوقہ کی تلاش میں بُت خانے کے حرم میں داخل ہوتا ہے کہ کسی طرح اس کی صورت دیکھنی نصیب ہوجائے۔ ربّہ حاسر اس کی یہ جسارت دیکھکر اس قدر برہم ہوتی ہے کہ فوراً اُسے ہلاک کردیتی ہے۔ اتفاق سے اُسی وقت وہ نوجوان کاہنہ بھی حرم میں یہ دعا مانگنے آتی ہے کہ کسی طرح ضبط عشق کی قوت اُس میں پیدا ہوجائے۔ چلتے چلتے یکایک عاشق بے جان کی لاش سے ٹھوکر کھاکر فوراً اُس کی صورت پہچان لیتی ہے اور عاشق کو مردہ دیکھکر خود بھی وہیں جان دیدیتی ہے۔ ربّہ حاسر جو عشق کی دیوی تھی اس منظر حسرت ناک کو نہ دیکھ سکی۔ دل میں رحم آیا۔ مُردہ عاشق و معشوق کو دوبارہ زندگی بخشی۔ مگر یہ منظور نہ کیا کہ وہ اِس دُنیا میں رہیں۔ فوراً اُن کو تحت الثریٰ میں بھیج دیا جہاں یہ دونوں موت کی نیند سے بیدار ہوکر بغلگیر ہیں اور اب تک نہایت خوش و خرم دوسرے عالم میں زندہ ہیں۔

اِس پُرانے قصّہ کو سب لوگ بار بار سُن چکے تھے مگر گانے میں وہ بھی اس خوش الحانی کے ساتھ کسی نے نہ سُنا تھا جس وقت ملکہ کی صاف سُتھری پیاری آواز ہلکی موجوں کی طرح ہوا میں حرکت کرتی ہوئی سامعین کے سروں پر سے گذری تو اُن کو صاف نظر آنے لگا کہ عاشقِ زار خوف سے لرزاں مگر اُمید کی دستگیری سے بُت خانہ کے حرم میں قدم رکھتا ہے اور ربّہ جاسر عاشق کی اس بے ادبی پر غضبناک ہو کر کس طرح اس کو چشمِ زدن میں ہلاک کر کے سرد کر دیتی ہے۔ اِس نور کے گلے نے تصویر کھینچ دی کہ کس طرح خوبصورت کاہنہ ہاتھ میں چراغ لئے عاشقِ بے جان کو دیکھتے ہی گِر کر اُس کے ماتم میں اپنی جان کھو دیتی ہے اور اب چنگ کی نوائے روح پرور کو سُنتے سُنتے سامعین کی آنکھوں میں یہ نقشہ بندھتا ہے کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر عاشق و معشوق کی لاشوں کو کندھوں پر اُٹھائے دُنیا کی سرحد سے گذر رہے ہیں۔

چنگ کی دل آویز صدائیں نہایت تیزی سے یکایک بلند ہوئیں۔ سُننے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ عشق و محبّت کے نغموں نے اُن کی آنکھوں کے سامنے بہشتِ بریں کے دروازے کھول دئے ہیں۔ سب کی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھیں اور چشمِ تصوّر نے دیکھا کہ عاشق و معشوق موت کی نیند سے جاگے ہیں اور ایک فوری تحیر کے مٹتے ہی فرطِ مسرّت سے ایک دوسرے کو لپٹ گئے ہیں کہ اتنے میں نور کی ایک شعاعِ گلگوں نے ان دونوں پر پردہ ڈالدیا ہے اور اس پردۂ نور سے اب عشق کی ماتی کاہنہ نے خدا کی تعریف شروع کی ہے۔ اِس نوائے جانفزا نے سب پر ایک محویت طاری کر دی۔ اِسی حالت میں کچھ دیر کے بعد ملکہ کی آواز رفتہ رفتہ نحیف و ناتواں ہوتی گئی حتیٰ کہ اِس روحانی عالم کی فضائے ساکت میں اُس کی آخری صدائے بازگشت بھی معدوم ہو گئی۔

نیطرطیہ نے نغمہ بند کیا۔ چنگ جسکے تار ابھی تک لرز رہے تھے ایک طرف رکھدیا اور خود خستہ حال

ہوکر ہاتھ پاؤں پر لرزہ تختِ زرنگار کی پشت سے سہارا لے کر آرام کرنے لگی۔ زرد ماہتاب سے چہرے پر نیلگوں آنکھیں ستاروں کی طرح روشن تھیں۔ کُل دربار سکوت کے عالم میں تھا۔ نغمہ کا اثر سُننے والوں کے دلوں پر ابھی تک باقی تھا۔ نہ کوئی لب ہلا سکتا تھا۔ نہ کسی میں تابِ جنبش تھی۔

سب جانتے تھے کہ نبطرطیہ ربِّ عمون کی تختِ جگر ہے۔ جو گانا اس وقت سُنا وہ ملکہ کا نہیں ہے بلکہ عرش کی کوئی دیبی آکر اپنا نغمہ سُنا گئی ہے۔

اہلِ دربار اس طرح بیٹھے تھے کہ گویا ایک عالمِ خواب اُن پر طاری ہے۔ لیکن اُن کی نگاہیں ملکہ کے زرد چہرے اور روشن آنکھوں کی طرف جمی تھیں۔ اماتُل بھی ہتیلی پر ٹھوڈی رکھے ٹکٹکی باندھے اُسی طرف دیکھ رہا ہے شراب اور عشق دونوں کے نشے میں چُور ہے۔ لیکن جن خوبصورت آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہے وہ کسی اور طرف متوجہ ہیں اور اماتُل سے ایسی بے پروا ہیں گویا وہ انسان نہیں پتھروں کا ایک ڈھیر ہے۔ ملکہ کی شعاعِ نظر نے اُس سے گذر کر کسی اور ہی کو اپنا ہدف بنا رکھا تھا۔

اماتُل نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ملکہ کی منظر کس طرف ہے گردن پھیری۔ فوراً معلوم ہوگیا کہ جو نوجوان افسرِ فوج اُس کی بادہ برداری کی خدمت پر حاضر ہے ملکہ کی منظر اُسی کی طرف ہے۔ اور یہ افسر وہی ہے جس کی نسبت ملکہ کہہ چکی ہے کہ نسل و خاندان کے اعتبار سے وہ اماتُل سے زیادہ شریف اور قدیم ہے۔ اور اُس کے بزرگ ایک زمانہ میں اس سلطنت کے مالک تھے جس پر آج اماتُل کا باپ حکمراں ہے۔ اماتُل کو یہ بھی معلوم ہوا کہ رعمیس بھی ملکہ کی طرف اُسی طرح دیکھ رہا ہے کہ گویا کسی سحر اور افسون نے اسبات پر مجبور کر رکھا ہے۔ رعمیس کے چہرے پر جو کیفیت اُس وقت تھی وہ ایسی تھی کہ اماتُل جیسے شرابی اور خونخوار حبشی نے بھی اُسے

پہچان لیا۔

رعمیس سونے کا ساغر بادہ سُرخ سے لبریز ہاتھ میں لیئے آماثل کے قریب کھڑا تھا۔ آماثل نے اپنی کُرسی دفعتاً اِس طرح کھسکائی کہ اُس کی پُشت ساغر میں لگی۔ ساغر رعمیس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس طرح چھوٹا کہ سُرخ شراب شہزادے کے لباس پر گری اور وہ سر سے پاؤں تک خون میں رنگا ہوا معلوم ہونے لگا۔ یہ دیکھتے ہی آماثل جھلّا کر کُرسی پر سے اُٹھا اور کہنے لگا:۔

"اے کُتّوں کی نسل کے غلام زادے۔ مادہ خنزیر کے خوک صورت بھائی۔ کیا بادشاہوں کی خدمت میں حاضر رہنے کا یہی طریقہ ہے؟" یہ کہہ کر رعمیس کے مُنہ پر ایک طمانچہ مارا اور اُس کو قتل کرنے کے لئے تلوار سونت لی۔

رعمیس بھی کمر میں تلوار باندھے تھا۔ اور یہ تلوار وہی سونے کے قبضہ والی تھی جس پر مگرمچھ کی شکل بنی ہوئی تھی اور جو فرعون نے اس کو انعام میں دی تھی۔ اور جسے ساحرہ آشتی نے دیکھکر کہا تھا کہ اس پر کسی بادشاہ کے خون کی بوندیں نظر آتی ہیں۔ اس توہین پر رعمیس غصّہ سے دیوانہ ہوگیا اور اُس نے بھی فوراً تلوار کھینچ لی۔ آماثل نے وار کیا۔ رعمیس اس سے پہلے ہی شہ نشین سے کود کر نیچے کھلی جگہ میں آ گیا جو ناچ کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ آماثل اس کو نامرد اور بزدل کہتا ہوا خود بھی کود کر نیچے آیا۔ اور اب دربار کے اِس عالیشان کمرے میں نغمہ وسرود کی جگہ فولاد سے فولاد ٹکرانے کی آوازیں گونجنے لگیں۔

حاضرین دربار خوف وحیرت سے فرعون کی طرف دیکھنے لگے اور منتظر ہوئے کہ دیکھیے بادشاہ کیا حکم دیتا ہے۔ لیکن فرعون اس خوفناک منظر کو دیکھکر یا تو غش کھا گیا یا تخت کی پُشت سے کمر کو سہارا دے کر آنکھیں بند کئے اس طرح بیٹھا کہ گویا سو گیا ہے۔ جب بادشاہ کی یہ کیفیت سب نے دیکھی تو لوگ ملکہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ شاید وہ کوئی حکم دے۔ لیکن وہ بھی خاموش رہی۔

لب سے لب جدا تھا کلیجہ دھڑک رہا تھا اور حیرت میں تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے۔

رعمیس کو اُس وقت کسی بات کا ہوش نہ تھا بجز اس کے کہ اہلِ سیف اور شاہانِ سلف کی یادگار ہو کر وہ ایک بدخو سیاہ رو حبشی کے ہاتھ سے طمانچہ کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ رعمیس کے تن بدن میں آگ پھکی تھی۔ اور اب اس کی آنکھوں نے جن میں خون اُتر آیا تھا ایک غبار خونی رنگ میں سے نیبطرطبیہ کی خوبصورت آنکھوں کو دیکھا کہ فتح و فیروزمندی کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ ملکہ کی نگاہ دیکھتے ہی رعمیس نے آماثل کی گردن پر جھپٹ کر ایسا وار کیا جیسے جنگل کا شیر جست کر کے شکار پر اپنا پنجہ چلائے۔ لیکن ہاتھ گردن سے اونچا پڑا اور آماثل کے تاج کا ایک پر کٹ کر اُڑتا ہوا زمین پر گرا۔ آماثل بھی تلوار کا دھنی تھا اور اُس وقت طاقت بھی اُس میں حالتِ جنون کی سی پیدا ہو گئی تھی اور تلوار بھی اس کی رعمیس کی تلوار سے زیادہ لمبی تھی۔ آماثل کا وار رعمیس کی زرہ نے روکا اور وہ پیچھے ہٹا۔ آماثل کی دوسری ضرب رعمیس کے شانہ پر پڑی اور شانہ سے اُچٹ کر گھٹنے پر آئی۔ آماثل نے تیسرا وار کیا جس نے رعمیس کی ران پر زخم پہونچایا اور خون بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر رعمیس کے دستہ فوج کا ایک سپاہی للکارا تا کہ اپنے افسر کی ہمت بڑھائے۔ اس پر آماثل سے اُسکے حبشی سردار چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اس دشمن سُور کا گلا کاٹ دیجئے۔

رعمیس زخم کھا کر ہوشیار ہوا۔ جھک کر ایک دفعہ ہی دشمن پر جھپٹا۔ تلوار کا ایک ہاتھ لگایا۔ وار ٹھیک پڑا تھا لیکن آماثل کی زرہ نے اُسے بیکار ثابت کیا۔ رعمیس نے پھر طیش میں آ کر ایک ہاتھ مارا اور اب آماثل کا خون بہتے ہوئے سب نے دیکھا۔ آماثل نے بھی وار کیا۔ رعمیس جُھک گیا اور وار خالی گیا۔ اور اُسی حالت میں یک لخت اُچھل کر پوری طاقت سے دشمن کے سینے میں اپنی تلوار بھونک دی۔ اِس طرح کہ اُسکی نوک پُشت سے باہر نکل آئی ایک لمحہ کیلئے آماثل کھڑا رہا

پھر دفعتاً زمین پر گرا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

اتنا دیکھتے ہی حبش کے فوجی سردار ہاتھوں میں برچھے تول تول کر اپنے شہزادے کے خون کا بدلا لینے رعمیس کی طرف بڑھے۔ رعمیس مجبور ہوا۔ دوڑ کر اپنے دستہ فوج میں چلا گیا۔ حبشی فوراً اس دستہ پر ٹوٹ پڑے اور اب شدت سے ہنگامۂ قتل برپا ہوا۔ حبش کے سپاہیوں اور فرعون کے فوجیوں میں باپ دادا کے وقت سے جانی دشمنی چلی آتی تھی۔ فریقین میں کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہ تھا۔ فوجِ محافظ کے سرداروں کے سوا باقی اہلِ دربار میں کوئی مسلح نہ تھا۔ خونریزی سخت ہوئی حبش والوں کا اب کوئی سردار نہ تھا اور رعمیس کے ساتھ اس وقت طیبی کے مشہور جنگ آزما موجود تھے۔

آخر کار حبشیوں میں کوئی کاری زخم کھا کر یہاں گرا کوئی وہاں۔ آخر میں صرف تین آدمی زندہ بچے اور انھوں نے ہتیار پھینک کر امان طلب کی۔ اب رعمیس کی سمجھ میں آیا کہ اس نے کیا کیا۔ سر جھکائے خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لئے شہ نشین کی سیڑھیوں پر چڑھا اور تختِ فرعون کے سامنے زمین بوس ہو کر عرض کیا۔

"شاہا۔ میں نے اپنی بے عزتی اور دولتِ مصر کی توہین کا انتقام لے لیا۔ اب میرے قتل کا حکم ہو۔"

لیکن بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ کیونکہ اُسپر ابھی تک غشی کی حالت طاری تھی۔ یہ دیکھ کر رعمیس ملکہ نیطرطیہ سے مخاطب ہو کر عرض کرنے لگا۔ "ملکۂ عالم میرے قتل کا حکم صادر فرمائیں۔"

نیطرطیہ اُس وقت تک پتھر کی مورت بنی یہ کُل حالات دیکھتی رہی تھی۔ رعمیس کی درخواست سُنکر قالبِ بے جان میں کچھ جان آ گئی۔ شروع سے جس بات کا خوف تھا وہ دور ہوا۔ اب کون اسکو اس کالے حبشی سے شادی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ رعمیس نے تو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ سامنے شاہی لباس میں اُسکا مُردہ پڑا تھا۔ اور گرد اُسکے حبشی سرداروں کی لاشیں جیسے جنگل میں

درخت کے پڑے ہوں پھیلی تھیں۔ مقتضائے بشریت یہی تھا کہ نیطرطبہ ایک مصیبت سے نجات پانے پر رعمیس کو دل میں دعائیں دینے لگی۔

عاقل و فرزانہ تدبیرِ مملکت میں یگانہ ملکہ فوراً سمجھ گئی کہ رعمیس نے گو قاتل کی تلوار سے اپنی جان بچالی لیکن اب جس خطرہ میں وہ گھر گیا ہے اُس سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ مقتول شہزادہ ایک زبردست بادشاہ کا وارثِ تخت تھا۔ بادشاہ بھی وہ جسکے مقابلہ کی ہمت مصر کی سلطنت کو سو برس سے نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کا ملک دور تھا۔ قلعے اُسکے مضبوط تھے۔ بیچ میں لق و دق صحرا اور ریگستان بے شمار حائل تھے۔ ان میں کہیں کہیں وحشی قومیں آباد تھیں۔ ان سب کو طے کرکے کوش تک پہونچنا مصریوں کے لیئے آسان نہ تھا۔ علاوہ ان باتوں کے شہزادے کے قتل کا وقوعہ خاص فرعون کے دربار میں پیش آیا تھا۔ قاتل فرعون کا ایک فوجی افسر تھا۔ جس فوج کا وہ افسر تھا اُس کے آدمیوں نے شہزادے کے قتل کے بعد حبش کے فوجی جوانوں کو قتل کیا تھا۔ کل واقعہ بادشاہِ مصر اور اُس کی بیٹی شہزادی نیطرطبہ کی آنکھوں کے سامنے پیش آیا تھا۔ شہزادی بھی وہ جس سے کوش کا شہزادہ شادی کرنے آیا تھا۔ غرض ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ نظر آیا کہ سلطنتِ مصر کو ایک جنگِ عظیم میں مبتلا ہونا اور جو لوگ اس قتل کا باعث ہوئے ہیں اُن کو موت کے گھاٹ اُترنا پڑیگا۔ رعمیس کو بھی پورا یقین تھا کہ اب سوائے موت کے اُسکے لیئے کچھ نہیں ہے۔

نیطرطبہ نے دیکھا کہ رعمیس اُسکے سامنے سر جھکائے حکم کا منتظر کھڑا ہے۔ دل پر ایک چوٹ لگی۔ مایوسی اور سخت تشویش کے عالم میں سر نیچا کرکے غور کرنے لگی کہ اس مصیبت سے رعمیس کی مخلصی کیونکر ہو۔ اسی جستجو میں عقلِ مضطر نے میدانِ فکر کی انتہائی سرحدوں تک اپنے قاصد دوڑادیئے۔ دفعتاً ایک تدبیر سمجھ میں آئی اور حسبِ عادت فوراً اُسپر عمل شروع کردیا۔ سر اُٹھاکر

باآوازِ بلند حکم دیا کہ باغ کے جس قدر دروازے ہیں سب بند کر دئیے جائیں نہ باہر کا کوئی آدمی اندر آئے اور نہ اندر سے کوئی باہر جائے۔ جرّاح اور اطبا جس قدر اس وقت دربار میں حاضر ہیں فوراً زخمیوں کی خدمت میں مصروف ہوں اور جہاں پناہ کی طرف متوجہ ہوں جن کی حالت اسوقت نازک ہے۔
یہ حکم دے کر ملکہ نے اُسی وقت مشیرانِ سلطنت کو جو اسوقت حاضرِ دربار تھے اور جن کا تعلق بابِ حکومت سے تھا جمع کر کے ایک باقاعدہ مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ اکابر و اعیانِ دولت فوراً ملکہ کے گرد و پیش حاضر ہو گئے اور اب ملکہ نے نہایت خودداری سے سرد اور باضابطہ لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "قوم کے بزرگو اور مصر کے لوگو معلوم نہیں اربابِ فلک کن مقاصد کی پیروی میں ایسے ہولناک واقعے کے موجب ہوئے ہیں جو ابھی آپ کی نظروں کے سامنے گذرا ہے۔
دولتِ مصر کا ایک شاہی مہمان اور اس کے ہمراہی فرعونِ مصر اور ملکہ مصر کی منعقدہ ضیافت میں سب کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دئیے گئے ہیں۔ اب تمام دُنیا میں یہ بات مشہور ہو گی کہ قصداً یہ قتل عمل میں آیا۔ لیکن آپ سب لوگ واقف ہیں اور میں بھی علم رکھتی ہوں کہ یہ محض ایک اتفاقی امر تھا۔ اس میں نہ کسی قسم کا فریب تھا نہ دھوکا۔ نہ کوئی پیش بندی تھی نہ ارادہ۔ شہزادہ کوش جو قتل ہوا ہے۔ آپ سب دیکھ چکے ہیں کہ اُس نے اپنی قوم کی عادت کے موافق شراب بکثرت پی لی تھی۔ چونکہ وہ بادشاہِ مصر کا مہمان تھا اس لئے اس کی تنظیم کے خیال سے مصر کے شریف ترین خاندان کے ایک نوجوان کو شہزادے کی خدمت میں بطور ملازم کے حاضر رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ نوجوان نہ صرف شرافت نسب کے اعتبار سے بڑا شخص تھا بلکہ فرعون کے ملازمانِ خاص میں قوس کا درجہ اسے حاصل تھا۔ شہزادے نے بے اندازہ شراب پی کر نشے کی حالت میں مصر کے اس شریف و نجیب کے منہ پر طمانچہ مارا اور نہایت کریہ اور غلیظ الفاظ زبان سے نکال کر اُسکے قتل کے لئے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اب آپ بتائیں کہ یہاں تک جو کچھ

میں نے کہا وہ صحیح کہا یا غلط۔ "کیا آپ نے یہ سب باتیں نہیں دیکھیں اور سُنیں"

حاضرین بولے کہ "جو کچھ ارشاد ہوا وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ سب باتیں ہماری دیکھی اور سُنی ہیں"

ملکہ نے اُسکے بعد کہا "جب نوبت یہاں تک پہونچی تو اس شریف زادے کو سوائے اس خیال کے کہ سرِ دربار اُس کی توہین ہوئی ہے اور کسی بات کا لحاظ نہ رہا۔ اور اس بے عزتی کا داغ مٹانے کے لئے اس کو اپنی جان پر کھیل کر شہزادے سے لڑنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ چونکہ مصر کا یہ شریف گوش کے شہزادے سے سب باتوں میں زیادہ تھا اس لئے شہزادہ اس لڑائی میں اُس کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ اس کے بعد شہزادہ کے ہمراہیوں نے اس شریف پر اور شاہی دستہ فوج پر جو بادشاہ کی حفاظت کے لئے حاضر تھا حملہ کیا۔ لیکن حملہ کرنے والے مغلوب ہوئے اور ان میں کے بہت لوگ مارے گئے۔ چونکہ اہلِ دربار میں سے کوئی شخص مسلح نہ تھا اس لئے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ لڑائی میں فریقین کو جُدا کر دیتا۔ اب بتائیے کہ جو کچھ میں نے کہا وہ صحیح کہا یا غلط"

اہلِ دربار نے اپنے اپنے سرداروں کے ذریعہ پھر یہی عرض کیا "ملکہ جہاں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اُس کا حرف حرف صحیح ہے۔ رئیس اور شاہی فوجیوں پر اس معاملہ میں کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا"۔ اس خیال سے اتفاق کرنے کی صدائیں تمام دربار میں گونج اُٹھیں۔

نیطرطیبہ کو یہ معلوم کرکے کہ جس نظر سے وہ اس واقعہ کو دیکھتی ہے اُسی نظر سے اور لوگ بھی دیکھتے ہیں ایک گونہ اطمینان ہوا۔ اور کہنے لگی "اب دیکھئے کہ ہماری مشکلات پر یہ مشکل اور اضافہ ہوئی کہ عرش کے خداؤں نے معلوم نہیں کس بات سے ناخوش ہوکر میرے والد بزرگوار یعنی بادشاہِ مصر کو خشمگیں نظر سے دیکھا اور اُن کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ سوگئے ہیں یا اُن پر غشی طاری ہے۔ بات نہیں کر سکتے معلوم نہیں وہ زندہ رہینگے یا گذر جائینگے اسلئے لازمی ہوا کہ میں جسکے سر پر اسوقت تاجِ مصر ہے اور جسکو فرعون کی شرکت میں داوہِ مصر تسلیم کیا گیا

ایسے معاملات خاص میں جن کا ذکر سلطنت کے دستور العمل میں موجود ہے اپنے پدر بزرگوار کی قائم مقام بن کر فیصلہ صادر کروں۔ تاکہ ایسے امور جن کا تصفیہ جلد ہونا ضروری ہے اِن میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ اربابِ مجلس کیا آپ کی مرضی ہے کہ جس طرح آسمان کے خداؤں سے مجھے ہدایت ہوا اُسی طرح میں اِس مقدمہ کا فیصلہ کروں؟"

وزیرِ سلطنت نے جو فرعون کا مشیرِ خاص تھا سب کی طرف سے عرض کیا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے یہی مناسب ہے۔

اتنا سُنکر ملکہ نے کہا۔ "اے پیشوایانِ ملت۔ سردارانِ قوم اور مصر کی رعایا۔ تم جانتے ہو کہ اِس معاملہ میں ہمکو کیا طریقہ فوراً اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اب میں تم سب کی رائے تمہاری جانب اور اپنی زبان سے یہ ظاہر کرنا چاہتی ہوں کہ نواب رعمیس اور اُن تمام لوگوں کی نسبت جو تاجدار مصر کو دل سے عزیز ہیں فوراً قتل کا حکم سُنا دوں۔ یہی وہ حکم ہے جسے میں نافذ کرنا چاہتی ہوں۔ گو رعمیس کی توہین اور بے عزتی اس درجہ ہوئی ہے کہ دُنیا کا کوئی شریف زادہ خواہ یہ توہین کسی تاجدار ہی کی جانب سے کیوں نہ ہوئی ہو ہرگز ہرگز برداشت نہ کرسکتا۔ گو رعمیس اور شاہی فوج کے لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے لڑ رہے تھے اور حبشیوں پر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اہلِ مصر بزدل اور نامرد نہیں ہیں، لیکن بہرکیف اہل مصر غالب آئے اور کوش کے شہزادے اور اُس کے حبشیوں کو جو ہمارے مہمان تھے اُنھوں نے قتل کر دیا۔ پس اس وجہ سے جو لوگ اس قتل میں شریک ہوئے ہیں وہ سب سزائے موت کے مستوجب ہیں۔"

اتنا کہہ کر سیطرطیہ خاموش ہوئی۔ کہیں کہیں سے درست و بجا کی صدائیں آئیں۔ اور کسی نے دبی آواز سے یہ بھی کہا کہ ضرور انکو قتل کرنا چاہیئے۔ لیکن حاضرین میں زیادہ تر لوگوں نے ملکہ کے اِس فیصلہ کو قطعی ناپسند کیا۔ کیونکہ سب لوگ دل میں رعمیس اور فرعون کی شاہی فوج

کے طرفدار تھے۔ اُن کو رعمیس کی بہادری اور شجاعت پر ناز تھا اور خوش تھے کہ حبشیوں کو جن سے اُنہیں ہمیشہ سے نفرت تھی مصر والوں نے شکست دیدی۔ اور ان مصر والوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو حاضرین دربار کے عزیزوں اور قرابت مندوں میں تھے۔

اہلِ دربار جب اس معاملہ پر آپس میں بحث کرنے لگے تو نیطرطیہ فرعون کے تخت کی طرف بڑھی۔ شاہی طبیب فرعون کی تیمارداری میں مصروف تھے۔ کوئی اُس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پھونکتا تھا۔ کوئی چہرے پر گلاب چھڑکتا تھا۔ ملکہ تختِ فرعون سے ہٹ کر آنکھوں میں آنسو بھرے اہلِ دربار کی طرف آئی۔ چونکہ باپ سے اسکو بہت محبت تھی نہایت پُر درد لہجہ میں درباریوں سے خطاب کیا۔

"افسوس۔ صد افسوس۔ جہاں پناہ بہت علیل ہیں۔ افسوس اس دیو خبیث شئے جس کا نام نت ہے اور جو ہر دم آزار ہے اُن پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ مصر کے لوگو۔ میرے لئے یہ وقت بڑی مصیبت کا ہے۔ شاید جہاں پناہ کا سایہ اب ہمارے سر سے اُٹھنے والا ہے۔ اب اس صدمۂ عظیم کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا ہے۔ مگر ہائے کیونکر بھول جاؤں کہ یہ سب کیا دھرا ایک غیر ملک کے شہزادے کا ہے۔ یہ تمام آفات اغیار کے ہاتھوں ہمارے سر پر ٹوٹی ہیں۔"

دربار کے لوگوں نے نیطرطیہ کے خیال سے بالکل اتفاق کیا اور جو حبشی قتل ہونے سے بچ گئے تھے اُن کی طرف سب کی نظریں تیز ہوئیں۔ لیکن ملکہ نے ضبط سے کام لیا اور کہا:-

"تقدیر کو جتنے صدمے پہونچانے ہیں پہونچانے دو۔ اِن صدموں سے بچنے کے لئے یہ ممکن نہیں کہ عدل و انصاف کا دمِ شمشیر کُند کر دیا جائے۔ پس جیسا کہ میں ابھی کہہ چکی ہوں گو ان قاتلوں سے مجھے ایسی ہی محبت ہو جیسی بہنوں کو بھائیوں یا بیویوں کو شوہروں سے ہوتی ہے لیکن نواب رعمیس اور اُسکے بہادر جوان جو اس قتل میں شریک رہے ہیں اُن کی جانوں کا ایک

شرمناک موت کی شکل میں تلف کیا جانا ضروری ہے۔ موت بھی وہ جو ہرگز اس شخص کے شایان نہیں ہوسکتی جو جانثاران فرعون کے باغ کا سب سے خوشنما پھول ہے۔"

نیطرطیبہ تقریر کرتے کرتے رکی۔ دربار میں ہر طرف سناٹا ہوگیا۔ یہاں تک کہ جو طبیب بادشاہ کی تیمارداری کرتے تھے اپنا اپنا کام چھوڑ کر ملکہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھئے آخری حکم شہزادی کی زبان سے کیا نکلتا ہے جو اس وقت تمام سفید و سیاہ کی مالک ہے۔ آخر کار نیطرطیبہ نے کہا:

"مگر اے باشندگانِ مصر۔ ان لوگوں کے حق میں سزائے موت کا حکم سنانے کو تو سنا دوں جس کے بعد وہ لاعلاج ہوگا لیکن وہ ابھی ابھی مصر قدیم کی ایک نگہبان روح نے جو ہم سب کی پاسبان و سرپرست ہے میرے دل میں ایک شبہ پیدا کیا ہے جس کے بارے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ وہ شبہ یہ ہے کہ اگر ہم نے ان لوگوں کے قتل کا حکم سنا دیا اور میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ وہ اپنے کئے کی سزا کو پہونچیں تو پھر کیا جنوب کے ملک میں جہاں سے یہ شہزادہ وارد ہوا تھا اور اس کے گرد و نواح کی قوموں میں یہ بات مشہور نہ ہو جائیگی کہ پہلے تو ہم نے ان غریبوں کو شہزادے کے قتل پر آمادہ کیا اور جب شہزادہ قتل ہوگیا تو خود ان قاتلوں پر ہاتھ صاف کیا تاکہ اپنے جرم کا اخفا ہو جائے۔ کیا دنیا یہ نہ کہنے لگیگی کہ ملک مصر اور تاجدار مصر کے دامن پر خونِ ناحق کا ایک داغ موجود ہے۔ خون بھی کس کا ایک سلطنت غیر کے وارث اور ولی عہد کا جو ہمارا مہمان تھا اور جس کی میزبانی میں ہم نہایت شوق اور دلی خلوص سے مصروف تھے، اور اس خاطر و مدارات کی غرض یہ تھی کہ........ شرم سے آگے زبان نہیں کھلتی۔ کنوار پتے میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتی ہوں۔ لیکن میرے مقسوم پر آپ کو افسوس کرنے یا ترس کھانے کی ضرورت نہیں اور جب تک مقدمہ کی پوری روئداد آپ کے سامنے پیش نہ کردوں گو بعض واقعات کہنے کے قابل نہ ہوں اس وقت تک آپ کوئی جواب نہ دیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو کچھ میں نے

ابھی کہا ہے دُنیا بھی یہی کہیگی اور اسی کا یقین رکھے گی اور مصر کے لوگ اُس کی نظروں میں بے ایمان اور دغاباز ٹھیرینگے۔ اور دُنیا کی تاریخ میں ان لوگوں کا نام جن کا مقدمہ پیش ہے اسی طرح بیان ہوگا جس طرح اور صدہا مفسد خونیوں اور بے ایمان قاتلوں کے نام بیان ہوتے ہیں۔ حالانکہ اُن کے بہادر اور ایمان دار ہونے میں کسی کو کلام نہیں گو ان کی حرکت کیسی ہی نازیبا ہو۔ ان کے نام کو ہمیشہ کے لئے داغ لگ جائیگا۔ اور جب زندگی کے دن پورے کرکے وہ اوسیرس کے مُلک فنا میں قدم رکھینگے تو وہی داغ اُن کی پیشانیوں پر نمایاں ہوگا اور نہ صرف اُن کی پیشانیوں پر بلکہ فرعون اور اُس کے مشیرانِ دولت کے بیگناہ ماتھوں پر بھی وہی کلنگ کا ٹیکہ نظر آئے گا۔"

جب نیطرطیہ نے حالات کی تصویر اس طرح کھینچی تو اہلِ دربار کے مُنہ سے دبی آوازوں کی ایک مجموعی صدا ہر طرف گونج اُٹھی اور شریف زادیاں جو حاضر دربار تھیں زار و قطار رونے لگیں۔

نیطرطیہ نے پھر زبان کھولی اور قوم سے فریاد کے لہجہ میں کہا۔"اس صورت میں اگر ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو کیسا ہو۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ بجائے قتل کے ہم نواب رعمیس کو مع اُس کے شرکا جُرم کے حکم دیں کہ وہ فوراً نباطہ کے شہر کو روانہ ہو جائیں۔ ایک لشکر جو ہمارے دبدبہ شاہی کے شایاں ہو ان کے ساتھ کر دیا جائے۔ اور جب یہ لوگ نباطہ میں وارد ہوں تو ہماری ایک تحریر اور گواہوں کی زبانی شہادت کے ذریعہ بادشاہ نباطہ کی حضور میں اُس کے فرزندِ وحید آماثل کی موت کا واقعہ پیش کرے اور ہماری تحریر کا یہ مضمون ہو کہ آپ نے اس واقعہ جانکاہ کا حال سُن لیا اور ہماری پریشانی اور مصیبت کا علم بھی آپ کو ہوگیا۔ اب انصاف کرنا آپ کا کام ہے، اگر آپ کا دل شریف اور حق شناس ہے اور ان لوگوں کو رہا کرنا قرینِ انصاف سمجھتے ہیں تو انکو رہا کر دیجیے۔ اور اگر آپ کے دل میں غیظ و غضب ہے اور ان لوگوں کو سزا دینی چاہتے ہیں تو انکو حکم سزا سُنا کر ہمارے پاس واپس

کیجئے تاکہ آپ کے حکم اور ارشاد کے مطابق ہم اُن کو سزا دیں۔ مصر کے لوگو۔ بتاؤ۔ یہ طریقہ مناسب ہوگا یا نہیں۔ جب بادشاہ کو تُس خود ہی اس معاملہ پر غور کرکے اس میں انصاف کریگا تو پھر ہم سے شکایت کا کیا موقع رہ سکتا ہے۔ اس صورت میں دوسرے ملکوں کے بادشاہ اور امراء لشکر ہماری نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم لوگوں کو اپنے گھر بُلا کر دغا و فریب سے قتل کر دیتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ یہ تدبیر کیسی ہے۔ میں پھر عورت ہوں عقل کم رکھتی۔ لیکن میں اسی طریقہ کو سب سے بہتر سمجھتی ہوں!"

اتنا سُنکر تمام حاضرین اور مجلسِ مشورت کے ارکین رئیس اور امیر یہاں تک کہ فوج محافظ کے وہ لوگ جن پر یہ مقدمہ دائر تھا یکلخت کہہ اُٹھے کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ رئیس عمیس البتہ اُسی طرح دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے سر جھکائے خاموش ملکہ کے سامنے کھڑا رہا۔ اہلِ دربار بلند آواز سے ملکہ کی تعریفیں کرنے لگے کہ یہ ملکہ نہیں ہے آسمان سے عقل کی دیبی زمین پر اُتری ہے۔ اور اس کے قالب حسین میں کسی خدا کی روح متمکن ہے۔

ملکہ اپنی تعریفیں سُنکر چین بجبیں ہوئی اور عصائے شاہی کے اشارے سے سب کو خاموش رہنے کا حکم دے کر کہا:۔

"پس اے مشیرانِ دولت یہی آپ کا فیصلہ ہے۔ یعنی تمام حاضرین دربار جن میں ہماری قوم کے معزز ترین اعیان و اکابر موجود ہیں اسی طریقہ کو پسند کرتے ہیں۔ اور اب میرا فرض ہے کہ اس اقرار و وفاداری کے بموجب جو تاجپوشی کے وقت مجھ سے لیا گیا تھا اس تدبیر کا اعلان کرکے اُس کو منظور کروں۔ پس میں نیطرطیہ جس کو دختِ عمون۔ نجم السحر۔ جمالِ حاسر۔ قرصِ خورشید کے خطابات حاصل ہیں اور جس کے سر پر مصر شمال و جنوب کا تاجِ شاہی رکھا ہے حکم دیتی ہوں اور اے دربار کے کاتبو جو کچھ کہوں اُسے لکھتے جاؤ اور اپنی تحریر آج ہی شب کو دفترخانہ شاہی

یں محفوظ کردو تاکہ میرا فرمان دُنیا میں تا قیامت جاری رہے اور وہ فرمان یہ ہے کہ "لشکرِ مصر سے دو ہزار جوانانِ آزمودہ کار کی جمعیت فوراً کشتیوں پر سوار ہوکر دریائے نیل کے ذریعہ جنوب کی سمت میں ولایت کوش کو روانہ ہو اور اِس غرض سے کہ خطا کار سب کے پیشِ نظر رہے نواب رعمیس کو اِس فوج کا افسر مقرر کیا جائے اور وہ سب لوگ جو وقوعہ قتل میں شریک رہے ہیں نواب رعمیس کے ساتھ ہوں۔"

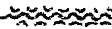
یہ حکم سُنکر جس میں رعمیس کی ذلت و خواری نہیں بلکہ ایک طرح کی ترقی اور قدرافزائی نکلتی تھی بعض لوگ سخت متعجب ہوئے۔ رعمیس نے اب نظر اونچی کی۔ سر سے پاؤں تک جسم پر لرزہ تھا۔

ملکہ نے بلند آواز سے کہا۔ "اور جب یہ لوگ نباطہ پہونچیں تو بادشاہ کی حضور میں سر خم کرکے اُس کے حکم کے منتظر ہوجائیں۔ اور جب حکم سُن لیں تو فوراً مصر واپس آکر اُس سے ہم کو مطلع کریں۔ تاکہ بادشاہِ کوش کے ارشاد پر عمل کیا جائے۔ فوج اور کشتیوں کا بندوبست آج ہی شب کو کیا جائے۔ اور جب تک یہ سامان درست ہو بجز ایسے اوقات کے جن میں خاص طور پر حضوری کا حکم دیا جائے نواب رعمیس کو ہم اپنے پیشی اور دربار سے خارج کرتے ہیں اور افسرانِ فوج کو لازم ہے کہ رعمیس اور اُس کے ساتھیوں کو اپنی حراست میں رکھیں۔

نیطو کریطبہ کی یہ تقریر اور فرمانِ شاہی فوراً زیبِ تحریر ہوکر سرِ دربار پڑھا گیا۔ اِس کے بعد ملکہ نے اُس پر اپنے دستخط کئے اور مہر شاہی ثبت کی گئی تاکہ آئندہ کسی قسم کی تبدیلی اسمیں نہ ہوسکے۔ اِس فرمان کی نقلیں مصر کے تمام صوبہ داروں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا اور ارشاد ہوا کہ اس کا ایک مثنیٰ تیار کرکے سفارت کے سُپرد کیا جائے تاکہ بادشاہ کوش کے سامنے وہ پیش ہو۔ اس کے ساتھ تعزیت کے خطوط اور مناسبِ موقع تحائف اور اماثل شہزادہ کوش کی میّت ہو جس کو اب

اوسیرس نے اپنے مُلک فنا میں دیوتائی کا درجہ بخشا ہے"

اب باغ کے دروازے جو بند کر دیئے گئے تھے کھول دیئے گئے اور درباری رُخصت ہوئے۔ رعمیس اور اُسکے دستہ فوج کے لوگوں کو مجلسِ مشورت کے اراکین نے اپنی حراست میں لے لیا۔ بادشاہِ مصر کو جو ابھی تک بے ہوش تھا مگر تنفس میں کسی قدر افاقہ تھا قصرِ شاہی میں لے گئے اور خوابگاہ میں پہونچا دیا۔ جو لوگ قتل ہوئے تھے اُن کی لاشیں حنوط سازوں کے سُپرد کیں۔ اور آخیر میں نیطرطیہ جو اتنی تھکی تھی کہ چلنا دشوار تھا اپنی دوا خاتون آشتی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اپنے کوشک میں آئی۔ خاتون آشتی نواب رعمیس کی ماں تھی۔



چھٹا باب

رعمیس اور طیبہ کا باہمی قول و قرار

ملکہ طیبہ محل میں آکر ایک کوچ پر بیٹھ گئی۔ لباس بدل کر خوابگاہ میں آرام کرنے نہ گئی۔ آشتی بلند و بالا قامت، صورت پر حکومت کا انداز، طیبہ کے قریب کھڑی آہستہ سے کہنے لگی۔

"ملکہ عالم۔ آج شب کو تو آپ سے عجیب و غریب کرشمے ظہور میں آئے"

طیبہ نے گردن پھیر کر آشتی کی طرف دیکھا اور کہا:۔

"دوا آشتی۔ واقعی آج تو عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ تم نے بھی دیکھا ہوگا کہ آسمان کے خداؤں اور آپ کے ان شوریدہ سر صاحبزادے اور جہاں پناہی کی حالت غشی نے تقدیر کی باگیں بالکل میرے ہی ہاتھوں میں سونپ دی تھیں۔ میں نے بھی راسیں کھینچ لیں۔ مدت سے یہی جی چاہتا تھا مگر موقع نہ ملتا تھا"

آشتی نے سوکھا منہ بنا کر کہا۔ "راسیں تو کھینچیں مگر سختی سے"

طیبہ "ہاں دوا۔ کیوں نہیں۔ ایسی سختی سے کہ آپکے فرزند کو جلاد کے پنجہ سے نکال کر مسند عزت پر لا بٹھایا۔ بشرطیکہ وہاں ٹکنا آئے۔ اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ ہوا اعیانِ مملکت و ارکانِ مجلس کی طرف سے ہوا۔ میرا کچھ دخل نہ تھا۔ سچ ہے جیسا جو کام اسی کے مطابق لیاقت سے اسے شروع کرنا چاہیئے"

آشتی۔ "ملکہ آپ بڑی عاقل و فرزانہ ہیں۔ جس وقت آپ با اختیارات کامل تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہونگی تو دُنیا میں آپ کا مثل نہ نکلیگا بشرطیکہ تقدیر کی راسیں ضرورت سے زیادہ نہ کھینچیں۔"

طیبہ۔ "درست ہے۔ مگر میں آپ سے زیادہ ہوشیار و عقلمند نہیں ہوں۔ مٹکے سے بندر کس نے نکالا تھا۔ ہم تو جب ہی سمجھ گئے تھے کہ یہ کام تمہارا ہے جس وقت جادو میرے سر پر سے گذرا تھا میں جان گئی تھی کہ یہ افسون گری سوائے آشتی کے دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ آشتی بتاؤ تو تم نے یہ جادو کیونکر چلایا تھا۔"

آشتی۔ "اگر آپ یہ بتا دیں کہ مصر کے وزیروں اور ندیموں کو آپ نے اسباب پر کیونکر راضی کر لیا کہ وہ ایک نوعمر ناتجربہ کار لڑکے کے حق میں جس نے آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک غیر ملک کے وارثِ سلطنت کا خون کیا ہے یہ حکم دیں کہ وہ ایک لشکرِ جرار اپنی سرکردگی میں لئے اُسی مقتول وارث سلطنت کے باپ یعنی بادشاہِ کوش کے دربار میں حاضر ہو جس کے معنی جہاں تک میں اس لڑکے کی طبیعت سے واقف ہوں یہی نکلنے والے ہیں کہ مصر و کوش میں آخر کار ایک جنگِ عظیم برپا ہو جائے۔ اگر آپ یہ باتیں بتا دیں تو میں بھی بتا دوں کہ مٹکے میں سے بندر کیونکر نکل پڑا تھا۔"

طیبہ۔ "تو پھر آپ کے اس جادو کا بھید ہم پر کبھی نہ کھُلیگا۔ کیونکہ تمہارے سوال کا جواب میں نہیں دے سکتی اس لئے کہ خود نہیں جانتی۔ یہ تدبیر میرے دل میں اس طرح آئی جیسے گانے میں کوئی راگ خود بخود گلے سے پیدا ہو جائے۔ کیا محض اتنے قصور پر کہ کوش کے اس کالے سور کو ایک بیگناہ کا خون نہیں کرنے دیا۔ رعمیس کے قتل کا حکم سُنا دیتی۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ رعمیس نے جان بُوجھ کر آمائل پر شراب گرائی تھی؟" یہ کہہ کر طیبہ زور سے ہنسی

آشتی۔ "ملکہ۔ اِس لڑکے کی جان کبھی نہ بچتی اگر آپکو اس سے محبت ...."

طیبہ۔ "ہاں ابھی شراب کا نام تم نے لیا مجھے بھی ذرا سی دو۔ شہزادہ کوش آنجہانی جو میرے شوہر بننے والے تھے .... ہا آشتی ذرا خیال تو کرو اس کمبخت روسیاہ وحشی کو یہ لوگ میرا شوہر بنانا چاہتے

تھے۔ مگر اِن شہزادے صاحب نے اتنی پی کہ کسی کے لئے ایک قطرہ تک نہ چھوڑا۔ اِس وقت مجھ میں جان نہیں ہے۔ ہاتھ پاؤں شل ہورہے ہیں۔ حلق خُشک ہے اور رات جتنی باقی ہے اُس میں بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

آشتی جلدی سے اُٹھکر ایک میز کی طرف گئی جس پر شراب کی صراحی انگور کے پتّوں میں لپٹی ہوئی رکھی تھی اور وہیں بلور کے پیالے اُسکے گِرد آراستہ تھے۔

طَیہ نے شراب سے لبریز جامِ بلوریں آشتی کے ہاتھ سے لیا اور اُسے اونچا کرکے کہا۔ "بیاد کوش۔ خدا کرے کہ اقلیمِ فنا میں میرے پہونچنے سے پہلے یہ شہزادہ اوسیرس کے خوانِ ہلاکت سے اُٹھ چکا ہو۔" یہ کہکر جام مُنہ سے لگایا اور جب اُس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا تو سنگِ مرمر کے فرش پر اُسکو پھینک دیا جہاں وہ گرتے ہی چُور چُور ہوگیا۔

آشتی نے آہستہ سے پوچھا۔ "ملکہ آج آپ کے قالب میں کس خدا نے دخل کر رکھا ہے؟"

طَیہ۔ "اس خدا نے جو اپنی طبیعت اور ارادہ کو جانتا پہچانتا ہے۔ اچھا۔ اب مجھ میں پھر جان آگئی۔ میں جہاں پناہ کی خبر کو جاتی ہوں۔ آشتی تم بھی میرے ساتھ آؤ۔" جب طَیہ فرعون کے کمرے میں پہونچی تو معلوم ہوا کہ خطرہ کی جو حالت پیدا ہوگئی تھی وہ اب رفع ہوگئی ہے۔ طبیبوں نے اِس خوف سے کہ کہیں جان ضایع نہ ہوجائے فصد لی ہے۔ مرض کی شدّت دُور ہوتے ہی بادشاہ نے آنکھیں کھول دی تھیں، لیکن کسی کو پہچانتا نہ تھا۔ یہاں تک کہ بیٹی کو بھی نہ پہچانا۔ طَیہ نے حالتِ اضطراب میں طبیبوں سے پوچھا کہ جہاں پناہ کی زندگی کی کچھ اُمید ہے یا وہ اب ہم سے رُخصت ہورہے ہیں۔ طبیبوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم کو ان کی زیست کی اُمید ہے۔ لیکن ضرورت اس کی ہے کہ ایک مُدّت تک خاموش رہیں اور اپنے قریب بہت کم لوگوں کو آنے کی اجازت دیں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ سلطنت کے کاروبار کے متعلق اُن کو ابھی مطلق تکلیف نہ دی جائے۔ کیونکہ کام کے بعد اگر ذرا

بھی خستگی یا پریشانی ہوئی تو مرض عود کر آئیگا اور پھر جاں بر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے گی۔
طیبہ اس خبر کو سُنکر جو اُس کے خیال سے کہیں زیادہ اُمید افزا تھی بہت خوش ہوئی۔ باپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور رُخصت ہوئی۔

جب اپنے محل میں آئی تو آشتی نے کہا "ملکہ اب آپ سو رہیں۔"

طیبہ نے جواب دیا "نہیں ہرگز نہیں۔ اِس وقت میں بادشاہِ مصر کا درجہ رکھتی ہوں اور ریاست کے بہت سے کام آج شب ہی کو ختم کرنے ہیں۔ آشتی اپنے شوہر مرتیس کو بلا دے۔"

مرتیس حکم سُنتے ہی حاضر ہوا۔ اُس کی صورت شکل وہی تھی جب طیبہ بچّہ سی اُس کے گھر میں کھیلا کرتی تھی۔ چہرہ کا نقشہ کسی قدر سخت تھا۔ مگر نہایت شریف اور کم سُخن آدمی تھا۔ سر کے بال سپید ہو گئے تھے۔ اور اس وقت رنج و فکر صورت سے ظاہر تھا۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ رعمیس نے غصّہ میں آکر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ دوسرے فرعون جو اُس کا سب سے بڑا سرپرست اور مُربّی تھا مرنے کو ہے۔

طیبہ نے مرتیس کی طرف دیکھا اور اسوقت اسکو ایک خاص محبّت اس سے معلوم ہوئی کیونکہ اس حالتِ پریشانی میں اُس کے چہرے میں کسی قدر جھلک رعمیس کے نقشے کی نظر آئی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

طیبہ نے بہت نرمی سے کہا "شریف مرتیس۔ ہمت سے کام لیجئے۔ طبیب کہتے ہیں کہ ابھی جہاں پناہ کچھ دنوں اور ہمارے سر پر زندہ و سلامت رہینگے۔"

مرتیس خوش ہو گیا اور کہنے لگا "میں ربّ عمون کا شکر گزار ہوں۔ کیونکہ اگر جہاں پناہ زندہ نہ رہے تو اُن کا خون میرے خاندان کے دامن کا داغ بنکر رہیگا۔"

طیبہ "نہیں مرتیس۔ ایسا نہ کہو۔ اگر زندہ نہ رہے تو اسکی ذمہ داری خداؤں پر ہوگی۔ آپ ایک شاہی

خاندان کی یادگار ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ جس وقت اس حبشی شہزادے نے طمانچہ مارا تھا اگر آپ کا یہ فرزند ڈر کر شہزادے کے قدموں پر گر پڑتا۔ اور ایک ادنیٰ غلام کی طرح جان بخشی کے لئے گڑگڑانے لگتا تو آپ ایسے فرزند کی نسبت کیا خیال کرتے۔"

مرتیس کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ کچھ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سوال تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں آپ اُس کی نسبت کیا خیال کرتیں۔"

طَیبہ نے جواب دیا۔ "ملکۂ مصر ہونے کی شان میں اس کی تعریف کرتی کہ اس تدبیر سے اس نے ہمارے مُلک کو ایک بڑی زحمت سے بچا لیا۔ لیکن ایک عورت ہونے کی حیثیت سے پھر کبھی اس سے بات نہ کرتی۔ عزّت کے مقابلہ میں جان کوئی چیز نہیں ہے۔"

مرتیس اپنے چہرے کی کیفیت چھپانے کے لئے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ ملکہ کا آخیر جملہ سُنکر بولا۔ "یقیناً۔ عزّت جان سے کہیں زیادہ ہے۔ کچھ دیر کے لئے یہ لڑکا ضرور اس شش و پنج میں رہا۔ لیکن ملکۂ دوراں۔ مجھے معاف فرمائیگا۔ رعمیس میرا ایک ہی لڑکا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ جس وقت جہاں پناہ صحت یاب ہونگے تو........"

طَیبہ نے فوراً بات کاٹ کر کہا۔ "تو رعمیس یہاں سے صدہا فرسنگ کے فاصلے پر ہوگا۔ اب آپ ذرا تکلیف کریں اور رعمیس کو مع وزیر سلطنت اور کاتبِ خاص کے یہاں لے آئیں۔ یہ انگوٹھی لیتے جائیے۔ اس کے دکھاتے ہی محل کے کُل دروازے کُھلتے چلے جائینگے۔" یہ کہکر طَیبہ نے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار کر مرتیس کو دی۔

مرتیس نے کسی قدر شُبہ کے لہجہ میں پوچھا۔ "کیا رعمیس کو اسی وقت حاضر کروں۔"

طَیبہ بے صبر ہو کر بولی۔ "ہاں ابھی اسی وقت۔ یہی میرا حکم ہے۔ سلطنت کی خیر و سلامتی جس وقت معرضِ خطر میں ہو اُس وقت میں سویا نہیں کرتی۔"

مرتیس جھک کر آداب بجا لایا اور رخصت ہوا۔

جب مرتیس چلا گیا تو طیبہ نے آشتی کو اشارہ سے بلایا۔ آشتی قریب آئی اور ملکہ کے بال سنوارنے لگی۔ لباس اور زیور دوسرا پہنایا۔ اس نئے بناؤ پر گو آشتی نے منہ سے کچھ نہیں کہا مگر طیبہ کی صورت اس کو پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگی۔ اس کے بعد آشتی طیبہ کو سہارا دیئے محل کے درباری کمرے میں لائی اور وہاں ایک کرسی پر اسکو بٹھایا۔ آشتی کرسی کے قریب کھڑی رہی۔ منہ سے کچھ نہ بولی مگر حیرت میں رہی۔ آخر کار کمرے کا دروازہ کھلا۔ مرتیس مع وزیر سلطنت اور کاتب خاص کے حاضر ہوا۔ ان دونوں کو بار بار جمائیاں آتی تھیں اور وہ انہیں چھپاتے تھے کیونکہ مرتیس انہیں سوتوں کو اٹھا لایا تھا۔ اتنی رات گئے سرکاری کام انجام دینے کا انہیں کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ ان سب کے پیچھے رعمیس لنگ کرتا ہوا آیا۔ زخم سے پاؤں اکڑ گیا تھا۔ چہرے پر ایک حیرانی تھی۔ باقی صورت وہی تھی جس روز شہزادی کی نگاہوں سے گھائل ہو کر ضیافت کے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

جس وقت سرکاری ملازمین طیبہ کے سامنے حاضر ہوئے تو اُن کے سلام ختم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ وزیر اعظم سے پوچھا "کیوں۔ جو احکام ہم نے ابھی جاری کئے تھے اُن کی تعمیل کا کیا بندوبست ہوا" وزیر کے جواب سے جب اطمینان ہوا کہ بندوبست شروع ہو گیا ہے تو طیبہ نے اب اپنے حکم کی صراحت شروع کی یعنی جہاز اور افسرانِ فوج کس قدر روانہ کئے جائینگے۔ اُن کے سامانِ رسد وغیرہ کا کیا اہتمام ہوگا۔ اس کے بعد سفر میں دریائے نیل کے کنارے جس قدر قلعے آتے تھے اُن کے صوبے داروں کے نام پروانے لکھوائے جن میں فرمانِ شاہی اور راس سند کا ذکر کیا گیا جو رعمیس کو دی گئی تھی اور یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ اسی سند کے ذریعہ یہ عظیم الشان سفارت اس شخص کی سرکردگی میں جو مرتکب قتل ہوا ہے معاملات کے تصفیہ کیلئے روانہ کیجاتی ہے۔

جب یہ کام ختم ہولیا تو کاتبِ خاص کو حکم دیا کہ جتنی رات باقی ہے اُس میں ان تمام پروانوں کے مثنے تیار کر کے صبح ہوتے ہی مہرِ شاہی ان پر لگائی جائے۔ کاتبِ خاص جب یہ حکم سُنکر چلا گیا تو رعمیس سے مخاطب ہوئی۔ اور کہا کہ "فوج سوارہ ہمارے حکم کے مطابق تکستین کے مقام پر تیار ہو گئی ہے اُسکو ہمراہ لیکر کل ہی روانہ ہو جاؤ اور رودِ نیل کے پہلے آبشار پر جہاں ہماری سرحد کا آخری قلعہ آتا ہے پہونچکر پیدل فوج کے پہونچنے کا انتظار کرو۔ اِس پیادہ فوج کے ہمراہ وہ تحائف ہونگے جو بادشاہِ کوش کی حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اور شہزادہ آماتل کا جنازہ بھی اسی پیدل فوج کے ساتھ ہوگا"

رعمیس نے سر جھکا کر عرض کیا۔ "ارشادِ عالی حسبِ بجالا کر سعادت حاصل کرونگا"۔ اتنا عرض کر کے پھر آداب بجالایا۔ مرتبس کا سہارا لئے دروازے سے باہر آنے کو ہوا تو اُس کی نظر ملکہ کی طرف گئی۔ ملکہ کی نگاہیں نیچی تھیں اور کرسی کے بازو پر ہاتھ رکھے اس طرح بیٹھی تھی کہ گویا کسی بڑی مشکل کے حل کرنے میں مصروف ہے۔ رعمیس چند قدم گیا تھا کہ ملکہ ہوشیار ہوئی گویا جس بات کو سوچ رہی تھی اُس کا فیصلہ کر لیا کوشش کر کے کرسی سے اُٹھی اور کہا۔

"رعمیس۔ اِدھر آؤ۔ مجھے تمہاری معرفت ایک خاص پیغام بادشاہِ کوش کے پاس بھیجنا ہے اِس سے زیادہ اُس کی کیا بدقسمتی ہوسکتی ہے کہ ایک آنِ واحد میں فرزند اور وارثِ سلطنت دونوں سے محروم ہو گیا۔ یہ پیغام کسی دوسرے کے سامنے کہنے کا نہیں ہے۔ مرتبس اور آشتی تم دونوں یہاں سے ہٹ جاؤ اور دیکھتے رہو کہ جو باتیں میں رعمیس سے اسوقت کہنے والی ہوں اُن کو کوئی دوسرا نہ سُنے۔ تھوڑی دیر میں تم کو پھر طلب کرونگی تاکہ رعمیس کو اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤ"

یہ حکم سُنکر سب کو تعجب ہوا کیونکہ یہ ایک خلافِ دستور بات تھی۔ ملکہ کی نظر اُسوقت ایسی تیز تھی کہ

مرقیس اور آشتی زبان سے کچھ نہ نکال سکے۔ اور رعمیس کو تنہا چھوڑ کر کمرے سے باہر چلے آئے۔

اب اِس روشن کمرے میں رعمیس اور ملکہ تنہا رہ گئے۔ رعمیس سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ ملکہ اُس کی صورت کو نہایت غور سے دیکھتی رہی مگر کوئی بات زبان پر نہ آتی تھی جو کہتی۔ آخر کار بہت محبت اور خلوص سے کہنے لگی۔

"برسوں ہوئے کہ سامنے کے بُت خانہ میں ہم تم ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ وہ زمانہ دیکھو اور آج کا دن دیکھو۔ بیچ میں کبھی اکیلے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کیوں سچ کہتی ہوں نا؟"

رعمیس۔ "بالکل درست ہے۔ حضور تو اس دُنیا میں ملکہ بننے کے لئے پیدا ہوئیں ہیں۔ میں ایک غریب سپاہی زادہ، مجھے بیگمات شاہی کی خلوت نصیب ہونے کی کیونکر توقع ہو سکتی تھی؟"

طیبہ۔ "توقع۔ سوال یہ ہے کہ ایسی توقع رکھنی چاہتے ہو۔ اتنی ہمت ہے؟"

رعمیس دانتوں سے ہونٹ چبانے لگا اور عرض کیا۔ "ملکہ جہاں۔ مجھ غریب کو خجل اور شرمندہ کرنا اسوقت کیوں باعثِ خوشنودی ہوا؟"

طیبہ۔ "تمہیں شرمندہ کرنے میں مجھے کیا لُطف آسکتا ہے۔ رعمیس۔ قسم کھا کر کہتی ہوں دل یہی چاہتا ہے کہ میں اور تم ایک دفعہ پھر بچے ہو جاتے۔ جو مفارقت پیش آئی اِس سے پہلے جتنے دن گذرے تھے وہ بہت اچھے تھے۔ قسمت میں جُدا ہونا تھا۔ تم سپہ گری سیکھنے میں مصروف ہوئے میں فنِ حکومت کا سبق لینے لگی۔"

رعمیس نے ایک نظر ملکہ کی طرف دیکھکر کہا۔ "اے آسمان اقبال کے نیر تابان۔ حضور نے جو کچھ حاصل کیا اُس میں کمال پیدا کیا۔"

طیبہ۔ "تم سے بہتر نہیں۔ کیا آج تم نے اپنی تلوار کے جوہر کم دکھلائے ہیں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ ہم دونوں اپنے اپنے فن میں کوئی دن جاتا ہے کہ درجہ کمال کو پہونچ جائینگے۔"

رعمیس۔"ملکۂ جہاں۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ آج حضور نے وہ جان بچائی ہے جو بخشنے کے قابل نہ رہی تھی"

طیبہ۔"میری جان بھی تو تم نے ایک دفعہ بچائی تھی۔ اور مجھ سے کہیں زیادہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالا تھا۔ ذرا اپنا ہاتھ دیکھو۔ پھر سب کچھ یاد آ جائیگا۔ شکریہ کا بہیکا۔ دونوں برابر ہوتے لیکن رعمیس آج تو اس تالاب والے مگرمچھ سے بھی زیادہ ہیبت ناک اور موذی جانور نے مجھے اپنا لقمہ بنانا چاہا تھا"

رعمیس۔"ملکہ۔ میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ اس خوف نے مجھے اور بھی دیوانہ بنا دیا۔ اگر یہ بات دل میں نہ آئی ہوتی تو اسکو صرف زمین پر گرا کر چپ ہو جاتا۔ جان سے نہ مارتا۔ مگر اب وہ مگرمچھ کسی کنواری معصوم لڑکی کو نہ کھائیگا"

طیبہ نے اپنی ٹھوڑی کو نازک انگلیوں سے ملکر کہا "سچ کہتے ہو۔ اب تک تو وہ دیو مردم آزار جسکو تت کہتے ہیں اور جو روحوں کا ہڑپ کرنے والا مشہور ہے اسکو نگل بھی گیا ہوگا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ مصر اور کوش میں عنقریب کوئی نزاع برپا ہونے والا ہے۔ اور نہیں معلوم کہ جہاں پناہ تندرست ہوکر یہ کل واقعہ جب سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ ہر وقت یہی دعا مانگتی رہتی ہوں کہ انکے عتاب سے محفوظ رہوں"

رعمیس۔"ملکۂ عالم۔ اگر ممکن ہو تو اتنا بتا دیجئے کہ آخر میری قسمت کا فیصلہ آپ نے کیا کیا۔ اس مہم کی افسری حضور نے مرحمت فرمائی ہے درآنحالیکہ اس کے لئے مجھ سے کہیں زیادہ اونچے درجے کے لوگ موجود تھے۔ میں کچھ زیادہ آزمودہ کار بھی نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ ایک جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں۔ کیا حضور کا یہ منشاء ہے کہ دوران سفر میں قتل کر دیا جاؤں یا یہ کہ جب کوش میں قدم رکھوں تو وہاں کا بادشاہ مجھے قتل کر دے۔"

طیبہ۔"اگر اس سفر میں تمہیں کسی نے قتل کر دیا تو اسکو نہ صرف میرے سامنے بلکہ خداؤں کی حضور میں

جواب دینا ہوگا۔ رہا بادشاہِ کوش کا انتقام۔ تو تم اسبات کو سمجھ لو کہ دو ہزار چیدہ جوانان قوی ہیکل تمہارے ساتھ ہیں اور راستے میں اور لوگ بھی ساتھ ہوتے جائینگے۔ اسوقت جو باتیں مجھے تم سے کرنی ہیں اُن کا ذکر نہ میرے فرمان میں کیا گیا ہے اور نہ ان خطوط میں جو بادشاہِ کوش کو میں نے لکھوائے ہیں۔ اتنا کہکر طیبہ رعمیس کی طرف جھکی اور چپکے چپکے کہنے لگی۔ "ہمارے جاسوس کوش میں موجود ہیں اور نہایت ہوشیاری سے وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔ جو پرچے وہاں کے حالات میں اُنہوں نے لکھکر بھیجے ہیں وہ میری نظر سے گذر چکے ہیں۔ کوش کے لوگوں کو اس نئے شاہی خاندان سے جو اسوقت ان پر قابو یافتہ ہے نفرت ہو گئی ہے۔ ولی عہد آماثل کے یہاں چلے آنے سے بادشاہ کوش اپنے دارالحکومت میں تنہا رہ گیا ہے۔ وہ ضعیف اور کم عقل ہے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ خاندان شراب خواری کا ازبس خوگر ہے۔ اس حالت میں اگر ارضِ جنوب میں واقعات نے بد سے بدتر شکل اختیار کی تو کیا تم مفت میں اپنا گلا کٹوانے کو تیار ہو جاؤ گے۔ تم وہ ہو کہ اگر آج آماثل کا گھرانا سریر شاہی پر نہ ہوتا تو اپنے نسلی حقوق کی بنا پر کوش کے بادشاہ ہوتے۔ اور نہ صرف کوش کے بلکہ اگر میں اور میرا خاندان دُنیا میں نہ ہوتا تو تم مصر کے بھی بادشاہ ہوتے۔" یہ باتیں طیبہ نے اس طرح کہیں کہ گویا الفاظ سے کہیں زیادہ معنی ان میں موجود تھے۔

رعمیس تھوڑی دیر تک نظر نیچی کئے زمین کو دیکھتا رہا پھر نگاہ اونچی کر کے پوچھا "تو پھر میں کیا کروں!"

طیبہ "یہ خود تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتی اور کوئی حالت مجبوری کی پیدا ہوتی تو فوراً ارادہ کر لیتی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ بہرکیف ایک بات ضرور ایسی تھی جو میں ہرگز نہ کرتی۔ اور وہ یہ کہ بادشاہِ کوش کسی کے حق میں جو کچھ بھی فیصلہ کرتا (اور اس فیصلہ کا قیاس کرنا مشکل نہیں ہے) مگر میں اپنی فوج کے ساتھ اسوقت تک مصر واپس نہ آتی جب تک یہ نہ سمجھ لیتی کہ مصر والے

سچے دل سے میرا خیر مقدم کرینگے۔ اور یہی نہیں بلکہ میں نباطہ میں جو بہت مالدار اور خوشنما شہر ہے قدم جما کر وہاں کی حکومت پر خود تصرف کرتی اور اس بنا پر کہ نباطہ ایک زمانہ میں مصر کا محکوم رہ چکا ہے اس کی متوقع ہوتی کہ مصر میرے اس طرزِ عمل کو معاف کر دیگا۔"

رعمیس۔"میں حضور کا مطلب سمجھ گیا۔ منشا یہ ہے کہ جو کچھ بھی گذرے بُرا یا بھلا۔ اس کا ذمہ دار ہر حال میں مَیں ہی رہوں۔"

طیبہ۔"بے شک۔ اسوقت جو گفتگو ہم کر رہے ہیں اُس کا کوئی سُننے والا یا اُسپر گواہی دینے والا نہیں ہے۔ رعمیس کیا تم بھی فرصت کے اوقات میں سیاست و حکومت کا فن اسی طرح سیکھتے رہے ہو، جیسے تم نے فنِ حرب میں دستگاہ پیدا کی ہے۔" رعمیس نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر یہ دونوں جوان اور حسین چپکے چپکے سازشیں کرنے والی صورتیں ایک دوسرے کا مُنہ دیکھکر مُسکراتی رہیں

رعمیس۔"ملکۂ جہاں۔ آپ اسوقت بہت خستہ ہونگی۔ مجھے اب رُخصت کی اجازت ہو۔"

طیبہ۔"رعمیس۔ تم مجھ سے بھی زیادہ تھکے ہوئے ہو۔ سچ یہ ہے کہ ہم دونوں اپنے اپنے میدان میں عقل اور شجاعت کے خوب خوب جوہر دکھا چکے ہیں مگر تم زخمی ہو رہے ہو۔ ابھی تک زخم پر کسی نے پٹی بھی نہیں باندھی ہے۔ رعمیس تم کو سفر دراز درپیش ہے۔ بہت دُور جانے والے ہو کس کو خبر ہے کہ پھر ملنا ہو یا نہ ہو۔"

رعمیس نے آہِ سرد بھر کر کہا۔"بے شک۔ کچھ خبر نہیں۔ شاید میرے حق میں تو یہی بہتر ہو کہ ہم پھر کبھی نہ ملیں۔ تحجمہ۔ آج تم نے میری جان کیوں بچالی۔ مرنے دیا ہوتا۔ میں تو خوشی سے مرنے کو تیار تھا۔ کیا تم کو تمہاری ہمزاد نے یا میری ماں نے جو سحر جانتی ہیں اتنا بھی نہ بتایا کہ میں خوشی سے جان دینے کو تیار رہوں۔"

طیبہ۔"رعمی۔ میں نے تو اپنی ہمزاد کو اُس زمانہ سے جب ہم تم ساتھ کھیلا کرتے تھے آج تک پھر

دیکھا ہی نہیں۔ ہائے۔ وہ کیسے اچھے دن تھے۔ رعمی۔ کیوں کیا وہ خوش رہنے کے دن نہ تھے۔ تمہاری ماں کے مزاج میں تو اتنی احتیاط ہے کہ وہ تمہارا کبھی ذکر تک مجھ سے نہیں کرتیں۔ اگر کبھی کچھ کہتی بھی ہیں تو صرف اسبات کو جتانے کے لئے کہ کبھی تم پر کوئی خاص مہربانی نہ کروں ورنہ لوگوں کو رشک پیدا ہوگا اور حاسد تم کو ہلاک کر دینگے۔ اب اگر ملنا نہ ہوا تو تمہیں کا ہیکو افسوس ہوگا اور کیوں ہو۔ تم تو خود مر کر مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے تیار بیٹھے ہو"

رعمیس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا کہ کسی طرح اس کی دھڑکن بند ہو۔ ادھر اُدھر مایوسانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ دل کا یہ حال تھا کہ شق ہوا چاہتا تھا۔

رعمیس "طیبہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آنِ واحد کے لئے تم اپنا ملکہ ہونا بھول جاؤ۔ یہ بھول جاؤ کہ کبھی دن بادشاہِ مصر ہونے والی ہو جو دُنیا کا سب سے زبردست تاجدار ہے۔ اور صرف اتنی بات یاد رکھو کہ تم ایک عورت ہو اور محض عورت کی حیثیت سے ایک راز کی بات سُنکر اپنے دل میں رکھو گی"

طیبہ "رعمیس۔ اس وقت تک جتنی باتیں ہوئیں وہ بھی تو سب رازداری کی تھیں۔ پہلے بھی ہم میں تم میں راز کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ جب تم اس وقت کی باتیں جو سلطنت اور حکومت سے واسطہ رکھتی ہیں کسی پر ظاہر نہ کروگے تو میں تمہارا راز کسی پر کیوں ظاہر کرنے لگی"

رعمیس "اگر یہی ہے تو سنئے۔ ملکہ نیطہ طیبہ۔ میں آپ کی ایک ادنیٰ رعیت ہوں مگر آپکے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہوں"

طیبہ نے کہا "پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میری رعایا لاکھوں ہیں۔ جو مجھ سے اُلفت رکھتے ہیں"

رعمیس نے جوش میں آکر ہاتھ اس طرح ہلایا جسکے معنی تھے "نہیں ہرگز نہیں" اور کہا "یہ بات نہیں ہے۔ میں آپ سے وہ عشق رکھتا ہوں جو ایک مرد کو عورت سے ہوتا ہے۔ وہ تعلق اور ارادت نہیں

جو رعایا کو اپنے بادشاہ سے ہوتی ہے۔"

طیبہ کی آواز بدل گئی۔ بولی۔ "یہ تو بات ہی دوسری ہو گئی۔ ظاہر ہے دُنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں جس کا دل نہ چاہتا ہو کہ کوئی اُس کا چاہنے والا ہو۔ خواہ اُس میں وہ ملکہ ہو اور خواہ کھیت کی مزدورنی۔ پس تم کو مجھ سے ناراض ہونے کا محل نہیں۔ رعمیس میں تمہاری اسوقت کی محبت اور اس سے پہلے کی محبت کی شُکر گذار ہوں۔"

رعمیس۔ "میرے لئے اتنا جواب کافی نہیں۔ اگر میں نے اپنا عشق آپ کو مفت نذر کر دیا تو مجھے کیا حاصل ہوا عشق مفت نہیں دیا جاتا۔ قرضہ کے طور پر دیا جاتا ہے۔ عشق بڑا سود خوار ہے اور سود بھی بھاری مانگتا ہے۔ نہ صرف سود بلکہ سود مع زر اصل طلب کرتا ہے۔ نجمہ۔ تم ہی بتاؤ کہ جو مرد ایسا دیوانہ ہو کہ ملکہ مصر سے عشق کرے اُس کا کیا درجہ ہونے والا ہے۔"

طیبہ اس سوال کا جواب اس طرح سوچنے لگی جیسے کوئی پہیلی بوجھنے کی کوشش کرے۔ آخر کار آہستہ سے جواب دیا۔ "شاید ایسے مرد کو اپنی جان کھوئی پڑے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کی شادی ہو جائے اور وہ مرد بادشاہِ مصر بن کر تخت پر بیٹھے۔ بہت کچھ اسی پر منحصر ہے کہ اس ملکہ کو اس مرد کی کچھ پروا ہے یا نہیں۔"

رعمیس اُسوقت سر سے پاؤں تک اس طرح لرز رہا تھا جیسے شام کے وقت بیدِ مجنوں کی شاخیں ہوا سے ہلتی ہوں۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ ملکہ کی صورت دیکھکر کہنے لگا۔ "طیبہ کیا یہ ممکن ہے کہ تم کو بھی مجھ سے .... مجھ سے تم خوش ہو۔ یا مجھکو شرمندہ اور تباہ کرنے کی فکر میں ہو۔"

طیبہ نے اس کا جواب زبان سے نہ دیا۔ کچھ سوچا۔ بادشاہی عصا ہاتھ سے رکھدیا۔ نگاہیں رعمیس کی نگاہوں سے ملیں۔ تخت سے کچھ آگے جھکی اور عاشق کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

پست کر رعمیس کے کان میں کہا "رعمی۔ اس سینۂ پُر درد پر جو کچھ تمہیں ملے۔ عشق۔ سلطنت۔ رسوائی۔ تباہی۔ موت میری یا تمہاری' ان میں سے کسی ایک یا سب کی طرف میں تمہیں کھینچ رہی ہوں۔ سوائے تمہارے میرا کوئی ساتھی نہیں۔ اس بازیچۂ عشق و اُلفت میں جو کچھ پیش آئے اُسکو برداشت کرنے پر رضامند ہو جاؤ۔"

رعمیس۔ "طیہ۔ مجھ سے کیا کہتی ہو۔ تم خود مجھے جانتی ہو اور خوب جانتی ہو۔"

طیہ نے رعمیس کے لبوں کا بوسہ لیا۔ اور اس ایک بوسے میں اس کی پوری جوانی اور پورا دل شریک تھا۔ پھر آہستہ سے علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی۔

"وُہیں کھڑے رہو۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ وقت کم ہے۔ رعمیس ابھی تم نے کہا ہے کہ میں تمہیں خوب جانتی ہوں۔ بے شک آج سے نہیں ہمیشہ سے جانتی ہوں۔ پھر اس بات کو پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی' اگر ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو اُس کو پہلے ہی سے سمجھ رکھتے۔ تم کو مجھ سے عشق ہے اور مجھکو تم سے۔ اور یہی حکمِ قضا اس وقت سے نافذ ہے کہ عالمِ ارواح سے اس جہان میں تم نے قدم رکھا۔ یہ عشق ازل سے شروع ہوا ہے اور ابد تک رہیگا۔ نہ اس کی ابتدا معلوم نہ انتہا۔ تم مصر کے ایک شریف زادے ہو اور ملکہ مصر سے عشق رکھتے ہو۔ پس وہ تمہاری ہے کسی اور مرد کی نہیں ہو سکتی۔ یہ حکم اُس کا ہے جس نے ہم دونوں کو اس عالم میں ایک ہی دن پیدا کیا تھا۔ پھر کیا ہے۔ اگر اس عشق کا انجام موت ہو جو ایک امر ممکن ہے تو پھر دونوں کو مر جانے دو۔ عشق ہر حال میں زندہ رہے گا۔ اور یہی بڑی بات ہے۔ موت کے بعد بھی بہت کچھ ہے۔"

رعمیس۔ "مجھے تو تم درکار ہو' ملک مصر یا تختِ مصر سے کام نہیں۔ افسوس میری وجہ سے یہ تاج و تخت تم سے چھن جائیگا۔"

طیہ۔ "جب میں تمہاری ہوئی تو تخت میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بتاؤ۔

ایک بات خیال میں آئی۔ اگر ایسا ہوا کہ میں اپنے خاندان سے نکال دی گئی۔ آوارہ گردی نصیب ہوئی۔ سوائے اس صورت اور اس جان کے اور کچھ پاس نہ رہا اور تم کو مصر کا تخت ملا تو رعمیس اس حالت میں تم کو مجھ سے عشق رہے گا یا نہیں ؟"

رعمیس نے چیں بجبیں ہو کر کہا۔ "ایسا سوال کیوں کرتی ہو۔ یہ تو بچوں کی سی باتیں ہوئیں۔ وہ کونسی سلطنت ہے جس کا تخت مجھے نصیب ہو گا۔"

یہ الفاظ سُنکر طیبہ کی صورت بدل گئی۔ اب وہ عشق کی بیمار عورت نہ رہی۔ ایک بار پھر قوی دل اور دور اندیش ملکہ بنکر کہنے لگی۔

"رعمیس تم سمجھتے بھی ہو کہ میں نے کیوں تم کو (گو اس خیال سے کلیجہ شق ہوا جاتا ہے) اسقدر دُور اور ایسے خطروں میں بھیجنا چاہا ہے۔ میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ کسی طرح تمہاری جان بچ جائے کیونکہ آماتل کا واقعہ ایسا پیش آیا ہے کہ اگر تم یہاں رہے تو کسی نہ کسی حیلے سے لوگ تمہیں مار ڈالینگے۔ اگر میں یہ تدبیر نہ سوچتی تو اس وقت تم کو مرے ہوئے بھی کئی گھنٹے گذر لئے ہوتے۔ بہت لوگ یہاں تمہارے دشمن ہیں اور فرعون جس وقت تندرست ہو جائینگے اور خدا کرے کہ اُنکو جلد صحت ہو، اسوقت معلوم نہیں یہ دشمن کس کس طرح سے ان کے کان بھرینگے۔ اور عجب نہیں کہ میرے حکم کو مسترد کرا دیں۔ کیونکہ تم نے بادشاہ کے مہمان کو جو مجھ سے شادی کرنے آیا تھا مار ڈالا ہے۔"

رعمیس۔ "ملکہ۔ میں اِن باتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔"

طیبہ۔ "بس۔ رعمیس۔ ہوشیار رہو۔ آگے کی باتوں پر نظر رکھو۔ تم میں عقل ہے، جو بات میرے دل میں ہے وہی تمہارے دل میں رہنی چاہیئے۔ میں تم کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کر رہی ہوں۔ کوش کا بادشاہ بڈھا ہے اور بہت کمزور ہے۔ جو تاج اسوقت اُسکے سر پر ہے اُسپر تم دعویٰ رکھتے ہو۔ مرد ہو تو یہ تاج اُسکے سر سے اُتار کر اپنے سر پر رکھو۔ اور پھر کوش کے تاجدار بنکر مصر کی ملکہ سے

شادی کا پیغام دو۔ اُسوقت کس کی مجال ہوگی کہ اِنکار کرے۔ پھر نہ مصر کی ملکہ کو اور نہ مصر کے لوگوں کو جو کوتش کے مُلک پر دوبارہ قبضہ کرنے کی تمنّا رکھتے ہیں تمہارا پیغام رد کرنیکی جرأت ہو سکتی ہے۔"

طیبہ جس وقت یہ گفتگو کر رہی تھی تو اُس کی صورت پر ایسی شان اور عظمت پیدا ہو گئی کہ عمیس اُس سے مرعوب ہو گیا اور اس طرح اس کے سامنے جُھکا جیسے کوئی پرستار اپنی دیبی کی پرستش کرتا ہو۔ پھر یہ خیال کر کے کہ ملکہ اس وقت اپنی میزان عقل میں اس کی ہمت اور غیرت کو تول رہی ہے طیبہ سے اس طرح گفتگو کرنے لگا جیسے کوئی شہزادہ کسی شہزادی سے باتیں کرتا ہو۔

"اے عموّن کے روشن ستارے۔ گو ہم یہاں آپ کی مسکین رعایا ہیں لیکن جو خون مجھ میں اور میرے باپ کی رگوں میں ہے وہ بزرگی اور مرتبہ میں آپ سے کم نہیں بلکہ آپ سے قدیم تر ہے۔ آمائل اب زندہ نہیں ہے پس میں اپنے باپ کے بعد اپنے بزرگوں کے حقوق کی بنا پر کوتش کی سلطنت پر دعوےٰ ایسا قوی رکھتا ہوں کہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ ملکہ۔ جو کچھ آپ نے کہا میں نے سُنا۔ آپ ہی کے منشاء کے مطابق میرا عمل رہے گا۔ لیکن تاج و تخت حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ صرف آپ کو اپنا کرنے کے لئے۔ اگر اس مقصود میں میری جان جاتی رہے تو آپ کو یہ علم رہنا چاہیئے کہ میں نے تاحدِ امکان آپ کا کہنا کرنے میں اپنی جان دی ہے۔ ملکہ۔ اب ہم دونوں جُدا ہوتے ہیں اور جو سفر درپیش ہے وہ بہت دور و دراز کا ہے۔ شاید اب پھر مِلنا نصیب نہ ہو۔ جہاں آپ نے اپنے عشق کی دولت مجھے بخشی ہے۔ ایک اقرار اور بھی کیجئے۔ اور یہ اقرار ایک عورت کی حیثیت سے کیجئے، ملکہ مصر کی حیثیت سے نہیں۔ وہ یہ کہ گو حالات کتنی ہی بُری شکل اختیار کریں۔ امورِ سلطنت کسی طرح پر بھی آپ کو مجبور کریں لیکن جب تک میں زندہ ہوں آپ کسی طرح دوسرے مرد کو اپنا شوہر نہ بنائیں خواہ کوئی اس جہان کی آدھی دولت بھی آپکو پیش کرے مگر آپ اُس سے پرہیز کریں۔"

طیبہ "میں اِس کا اقرار کرتی ہوں۔ اگر تم کو یہ معلوم ہو کہ میں نے جیتے جی کسی دوسرے کو اپنا شوہر

بنایا تو عورت سمجھکر میرے نام پر تھوک دینا اور ملکہ مصر سمجھکر میری اطاعت سے باہر ہو جانا اور اگر ہو سکے تو میرے تاج و تخت کو غارت کر دینا۔ اگر میں تمہارے ساتھ ایسی بے وفائی کروں تو تم بھی میرے ساتھ یہی برتاؤ کرنا۔ لیکن جب میری طرف سے کوئی ایسی بات سُنو تو بغیر تحقیق کے اُسکا یقین نہ کر لینا۔ دھوکے میں نہ آجانا۔ اب مجھکو تم سے کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے۔ تمہیں خدا کے سُپرد کرتی ہوں۔ جاؤ۔ تمام آفات سے محفوظ رہو حتیٰ کہ وہ وقت آئے کہ اس جہان میں یا دوسرے جہان میں ہم تم پھر ملیں۔ ہمارا قول و قرار پختہ ہے۔ آؤ اسپر مُہر کردو اور پھر اپنی مہم پر سدھارو"

اتنا کہہ کر تخت سے اُٹھی۔ عصائے سلطنت اُس کی طرف بڑھایا۔ رعمیس نے ایک جانثار و وفادار رعیت کی طرح اسے بوسہ دیا۔ اس کے بعد ملکہ نے اپنے تاج کے نیچے جو سونے کا حلقہ تھا جس پر سانپ بنا ہوا تھا پیشانی سے اُتار کر رعمیس کے سر پر رکھا اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر اسکے سامنے سر خم کیا۔ اور اس طرح رعمیس کو اپنا مالک اور آقا مان کر اظہارِ اطاعت میں مصروف ہوئی۔ پھر یکلخت اُٹھ کر سر کا تاج اور ہاتھ کا عصا زمین پر پھینک دیا اور ایک عورت کی طرح عاشق کے سینے سے لپٹ گئی۔ اتنے میں قصر کی مشرقی دیوار کے ایک روزن سے آفتاب کی کرنیں داخل ہوئیں اور ان دونوں پر اُنہوں نے اپنے نور کی چادر ڈالدی۔

یہ سب بہت جلد ختم ہو گیا۔ طیہ پھر اپنے تخت پر بیٹھی اور کہنے لگی کہ رعمیس رُخصت ہو کر روشنی سے اندھیرے میں پہونچتے ہی کس طرح آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ سوچتی تھی کہ دیکھئے کب اور کس حال میں پھر اُسکو آتے دیکھنا نصیب ہو۔ دل پر ایک گھٹا سی چھائی تھی۔ گو عشق کی بازی اسوقت جیت لی تھی اور یہ بڑا مبارک وقت تھا لیکن مستقبل کا خوف کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے دل پر غالب تھا۔

ساتواں باب

ملکہ طیبہ کا شہر منوف میں وارد ہونا!

رعمیس اسی دن تنکسین کو روانہ ہوگیا۔ جلدی میں جس قدر فوج اور جہاز فراہم ہوسکے ساتھ لے۔ سرحد کے آخری قلعہ پر پہونچکر پیدل فوج کا انتظار کیا یہانتک کہ وہ بھی آن پہونچی۔ اس کے ساتھ شہزادہ آمائل کا جنازہ جسے حنوط سازوں نے بعجلت تیار کیا تھا اور بادشاہ کوش کے خطوط اور بیش قدر تحائف تھے۔ اس سپاہ کے پہونچتے ہی رعمیس نے پورے لشکر کو جہازوں میں سوار کرکے دریا کا سفر سمت جنوب میں شروع کردیا۔ کہیں قیام نہ کیا۔ ہر وقت یہی ڈر تھا کہ کہیں طیبی کو واپسی کا حکم نہ آتا ہو۔ اسکے علاوہ یہ خیال بھی تھا کہ جس طرح ہو شہزادہ آمائل کی موت اور اسباب کی اطلاع سے قبل کہ مصر سے نباطہ کو ایک بھاری سفارت مع لاؤ لشکر کے آرہی ہے وہ خود نباطہ میں وارد ہوجائے۔

طیبہ سے پھر کوئی بات چیت رعمیس کی نہیں ہوئی۔ اتنا البتہ ہوا کہ جب رعمیس کی کشتی قصر شاہی کی دیوار کے نیچے پہونچی تو قصر کے اونچے دریچے میں ایک صورت سپید چادر اوڑھے کھڑی دکھائی دی۔ رعمیس سمجھ گیا کہ اس مہم کی روانگی کا تماشا دیکھنے کوئی برآمد ہوا ہے۔ چونکہ فاصلہ زیادہ تھا اور روشنی بھی کم تھی صورت پہچان نہ سکا لیکن دل نے صدا دی کہ سوائے طیبہ کے یہ کوئی اور نہیں ہے ملکہ نے مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے یہ تکلیف اُٹھائی ہے۔

رعمیس پاؤں کے زخم کی وجہ سے کرسی پر بیٹھا تھا۔ مگر فوراً اس خیال کے آتے ہی کرسی سے اُٹھا اور
تلوار کھینچ کر سلامی اُتاری۔ جسقدر لوگ کشتی چلا رہے تھے اُنکو بھی سلامی کا حکم دیا۔ ان سب نے فوراً اپنے
چپّو اونچے کئے۔ اب رعمیس نے دیکھا کہ جو نازک صورت دریچے میں کھڑی تھی اسکا قد کسی قدر خم ہوا
ہے۔ یہ سلامی کا جواب تھا۔ اسکے بعد سوائے اسکے کچھ نہ رہا کہ رعمیس طیبہ کو پیچھے چھوڑ اپنے مقسوم
کی منزلیں طے کرنے آگے بڑھے۔

کشتی میں سوار ہونے سے پہلے اُسکا باپ مرنبس اور اُس کی ماں آشتی اُس سے علیحدہ
مل چکے تھے۔

مرنبس نے رعمیس سے کہا "بیٹا۔ تم ایک عجیب ستارے کے عمل میں پیدا ہوئے تھے معلوم نہیں
کہ زندگی میں وہ تم کو کس مرتبہ پر پہنچائے۔ لیکن دعا یہی ہے کہ یہ ستارہ سعد ہو محض جلوہ شہاب
نہ ہو کہ دفعتاً چمک کر کل آسمان کو روشن کر دے اور پھر ایسا غائب ہو کہ کبھی نظر نہ آئے۔ سب لوگ
اسباب کا چرچا کر رہے ہیں کہ ملکہ نے تم پر خاص عنایت کی ہے ورنہ تمہارا جرم سنگین تھا۔ تم
نے ملکہ کو ایسے شخص سے محروم کر دیا جو اُس کا شوہر بننے والا تھا۔ تم سزائے موت کے مستوجب
تھے لیکن ملکہ نے بجائے سزا دینے کے تم کو ایک بڑے لشکر کا سردار بنا دیا حالانکہ تمہارا سن
اور تجربہ کم ہے۔ علاوہ اس کے تم سے خلوت میں ملاقات کی جو بڑوں بڑوں کو نصیب نہیں ہوتی۔
تقدیر جو میرے پاس سے خالی ہاتھ نکلی تھی اُس نے اپنا پانسہ تم کو دیدیا ہے۔ خبر نہیں پھینکنے پر کیا
عدد آئے اور نہ اُسکے دیکھنے کے لئے میں زندہ رہونگا۔ مجھے تو یہی یقین ہے۔ باقی سب قسمت
کے ہاتھ ہے"

رعمیس نے باپ کے اس فقرہ کو نہایت غمگین ہو کر سنا اور کہا "بابا۔ آپ ایسی بات کیوں زبان
سے نکالتے ہیں"۔ دونوں باپ بیٹوں میں بہت محبت تھی۔ رعمیس نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "مجھے تو یہی معلوم

ہونا ہے کہ اب میں شاید ہی زندہ واپس آؤں۔ کیونکہ یہ مہم نہایت ہی عجیب اور خطرناک ہے۔ مجھ کو ایک جلیل القدر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر یہ کہنا ہے کہ میں نے اس کے فرزند اور ولی عہد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔"

آشتی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اماں آپ نے عقل و دانش کی کتابیں پڑھی ہیں اور جو چیزیں ہماری نظر سے غائب ہیں اُنکو آپ دیکھ سکتی ہیں۔ کیا آپ کے پاس بھی ہماری تسلی و تشفی کے لئے کوئی چیز نہیں۔"

آشتی نے جواب دیا۔ "بیٹا۔ میں نے آئندہ کا حال معلوم کرنا چاہا لیکن باوجود کوشش کے مستقبل نے اپنا کوئی بھید نہ کھولا۔ پھر بھی اتنا ضرور معلوم ہوا کہ دولتِ بیکراں تم کو نصیب ہوگی۔ بخت و اقبال تمہارا ساتھ دیگا۔ میں اور تم پھر ملینگے لیکن اپنے باپ سے رُخصت ہو لو۔"

یہ سُنکر رعمیس نے اپنا منہ پھیر لیا تاکہ آنکھوں کے آنسو کوئی نہ دیکھے۔ مرتبیس نے کہا۔ "بیٹا۔ رنج کیوں کرتے ہو۔ انسان کی تقدیر ایک رازِ سربستہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے بُلبلے ہیں جن کو پانی ہی نے پیدا کیا اور پانی ہی فنا کر دیگا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم بادلوں کے ٹکڑے ہیں جنکو آسمان نے پیدا کیا اور آسمان ہی محو کر دیگا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم محض اتفاقات کا نتیجہ مثل چرند و پرند کے ہیں۔ مچھر ہیں جو سورج کی روشنی میں کچھ دیر رقص کر کے غائب ہو جا ئینگے لیکن مجھے اِن باتوں کا یقین نہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اربابِ ارض و سماء نے اپنے ہی کسی بڑے مقصد کے لئے گوشت و پوست کا یہ پیکر ہم کو دیا ہے۔ اور جو روح ہم میں ہے اُسکی نہ ابتدا معلوم ہے اور نہ انتہا۔ اِس لئے مجھے نہ اس زندگی سے محبت ہے اور نہ اُسکے جانے کا خوف ہے۔ میں جانتا ہوں کہ زندگی اور موت دونوں اُس گھر میں داخل ہونے کے دروازے ہیں جو بنانے والے نے ہمارے لئے تیار کر رکھا ہے۔ شاہی خون جو تمہاری رگوں میں ہے وہ تم کو مجھ سے اور اپنی ماں سے پہونچا ہے۔

لیکن یہ بات کہ ہم کم نصیب ہے اور تمہارا نصیبہ اچھا ہوگا، مجھ پر کوئی اثر نہیں رکھتی۔ ممکن تھا کہ میں وہی ہوتا جو تم ہونے والے ہو۔ تم اس وقت اپنی تقدیر پوری کرنے جاتے ہو اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا مقدر اچھا ہے۔ جانا مبارک ہو۔ رہا میں تو میری قسمت میں جو کچھ ہے اُسے میں یہاں پورا کرونگا جسکا انجام قبر ہے۔ نہ تم کو خوشحال اور صاحبِ حکومت دیکھنا میری قسمت میں ہے اور نہ جب تم فتح پاکر بڑے کر و فر سے یہاں آؤگے تو اپنے بھاری قدموں کی آواز سے میری نیند میں کوئی خلل پیدا کرسکوگے۔

لیکن تمہیں اتنا یاد رکھو جب تم فرشِ سیم وزر یا اپنے دشمنوں کی گردنوں پر قدم رکھوگے۔ گو اس وقت حسن وعشق تمہارا جلیس اور تاج واکلیل تمہارے سر کی زینت ہوگا۔ خوشامد اور تملق تم پر اپنا سایہ اس طرح ڈالے ہونگے جیسے بت کدوں میں عود وعنبر کا دہواں گھٹتا ہو یہانتک کہ تم اپنے تیئں خدا سمجھنے لگوگے لیکن یہ نہ بھولنا کہ یہ سب جاہ وحشم عظمت وجلال تم کو ظلمتِ قبر کی طرف لے جارہے ہیں اور قبر سے اُٹھاکر جزا وسزا کے میدان میں تمکو پہونچا دینگے۔ بڑائی اور بزرگی جتنی ممکن ہے حاصل کرو۔ لیکن اس بزرگی کے ساتھ نیکی ہاتھ سے نہ جائے۔ کسی انسان کی جان اس وجہ سے نہ لینا کہ تم اُس سے عداوت اور اُس کی جان لینے کی طاقت رکھتے ہو۔ کسی عورت سے اس بنا پر بدسلوکی نہ کرنا کہ وہ بیکس و محتاج ہے۔ اور تم اُس کو خرید سکتے ہو۔ ممکن ہو کہ کوئی انسان ایسا بھی نکل آئے کہ اس خاکدان میں جو عزت وعظمت اُسکو ملی تھی جب اُس کا اندازہ کیا جائے تو اس کا مقسوم تم سے بہتر اور برتر ثابت ہو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جس ہوا میں زمین کے مویشی اور حشرات الارض سانس لیتے ہیں اُسی میں تم بھی سانس لے رہے ہو۔ جوانی اور حسن کی جو نعمتیں تم کو بخشی گئی ہیں اُن کا لطف اُٹھاتے اپنے رستے چلے جاؤ لیکن اتنا جانے رہو کہ میں مر ہیس تمہارا باپ مرنے کے بعد قصرِ اوسیرس کے تاریک سایہ میں تمہارا منتظر رہونگا جس وقت تم وہاں پہونچوگے تو یہاں کی ایک ایک بات کا تم سے حساب لونگا۔ اور جب مجھ سے مکر آگے بڑھوگے تو دیکھوگے کہ

عدل و انصاف کے خدا اجلاس کر رہے ہیں تاکہ زندگی میں جو تار و پود تم نے تنا ہے اُس کی مضبوطی و کمزوری کا امتحان کریں۔ اچھا رعمیس۔ نور العین۔ اب میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے اُس کی برکتیں تم پر نازل رہیں۔ لو۔ خدا حافظ۔"

مرتیس نے رعمیس کی پیشانی چومی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان دونوں کو پھر ملنا نصیب نہ ہوا۔

آشتی تھوڑی دیر بیٹے کے پاس ٹھیری۔ رعمیس کے قریب آ کر اُس کی صورت دیکھی اور کہا۔ "بیٹا۔ رنج نہ کرو۔ دنیا میں جدائی کوئی نئی بات نہیں اور نہ موت کوئی نئی چیز ہے۔ ایسے رنج و الم کے واقعات اس روئے زمین پر لاکھوں بلکہ کروڑوں برس سے روز ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور کروڑوں برس اسی طرح پیش آتے رہینگے۔ زندگی بہرکیف بسر کرنی ہے۔ اُسے بسر کرو۔ اگر زمانہ اچھا ملا تو شکر کے ساتھ اُس سے مسرت حاصل کرو اور اگر برا ملا تو صبر و قناعت سے کام لو۔ سوائے اپنے گناہوں کے اور کسی بات پر افسوس نہ کرنا۔ نہ کسی سے ڈرو۔ نہ کسی چیز کا انتظار کیونکہ سب چیزیں اپنے اپنے وقت پر ہوا کرتی ہیں مشیت کو کوئی نہیں بدل سکتا۔"

رعمیس نے بہت ادب سے کہا۔ "اماں آپ نے جو کچھ کہا میں نے سنا۔ آپ کی نصیحتیں میں کبھی نہ بھولونگا۔ خواہ کامیاب ہوں خواہ ناکام رہوں بہرحال کوئی بات ایسی نہ کرونگا جو میری وجہ سے آپ کے لئے موجب شرمندگی ہو۔"

آشتی نے رخصت ہونا چاہا مگر توقف کیا اور کہنے لگی۔ "رعمی۔ مجھے ایک چیز تمہیں دینی ہے۔ اور یہ چیز اُس کی طرف سے ہے جس کا نام لینا مناسب نہیں۔"

رعمیس نے بڑے شوق سے کہا۔ "اماں وہ کیا چیز ہے اور کہاں ہے۔ میں تو اُسے اب تک ایک خواب و خیال سمجھ رہا تھا۔"

آشتی نے بیٹے کی صورت دیکھکر کہا" کیا کوئی خواب دیکھا تھا۔ شاید اس وقت دیکھا ہوگا جبکہ میری دودھوں پلی بچہ تم سے راز کی باتیں کر رہی تھی۔"

رعمیس نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "اماں۔ وہ چیز کہاں ہے۔"

آشتی نے اپنے قدیم اندازِ متانت میں مسکرا کر قبا کی جیب سے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک چیز نکالی جس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ آشتی نے اس مہر کو اپنی پیشانی سے لگا کر وہ چیز رعمیس کے حوالے کی۔ رعمیس نے کانپتی انگلیوں سے مہر کو توڑا اور کپڑے کو کھولا تو اس میں سے ایک انگوٹھی نکلی۔ جو طیبہ ایک مدت سے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنے رہا کرتی تھی۔ یہ انگوٹھی بھاری اور خالص سونے کی تھی اور جہاں نگینہ ہوتا ہے وہاں سورج کے خدا کا نشان اس پر نقش تھا۔ اور اس نقش کے ایک پہلو میں ایک مرد اور دوسرے پہلو میں ایک عورت کی تصویر تھی۔ دونوں کے سروں پر مصر کا تاج تھا۔ اور ہر ایک کے سیدھے ہاتھ میں "نقشِ حیات" کا حلقہ تھا جسے سورج کی کرنوں کی طرف وہ دونوں اونچا کئے تھے۔ رعمیس نے انگوٹھی کو چوما۔

آشتی نے کہا۔ "رعمی جانتے ہو کہ اگلے وقتوں میں یہ انگشتری کس کے ہاتھ میں رہتی تھی؟"

رعمیس نے کہا۔ "نہیں، مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ طیبہ اسکو پہنے رہتی تھی۔ اور میں کچھ نہیں جانتا۔"

آشتی نے کہا۔ "رعمی۔ یہ تمہارے اور میرے مورثِ قدیم یعنی ہمارے خاندان کے آخری تاجدار کی انگشتری ہے۔ یہ تاجدار ملک مصر اور کوش دونوں پر حکومت کرتا تھا۔ کچھ زمانہ ہوا جب کہ اس کا کفن بدلنے کے لئے لوگ اس کے مقبرہ میں گئے تو ملکہ طیبہ کے ساتھ میں اور تمہارے باپ سب تین آدمی تھے۔ طیبہ نے انگوٹھی دیکھتے ہی مردے کی انگلی سے اتار کر مرتیں کو دینی چاہی۔ لیکن تمہارے باپ نے انکار کیا کیونکہ اس پر نشان شاہی نقش تھا۔ انکار سنکر طیبہ نے اسے اپنی انگلی

میں پہن لیا۔ اور اب یہ انگشتری ملکہ نے تمہیں بھیجی ہے۔ کیوں بھیجی ہے۔ اس کی وجہ اُسی کو معلوم ہوگی۔ غالباً خیال یہ ہوگا کہ اس کی وجہ سے تم کو کوشش میں خاص اختیارات حاصل ہو جائینگے کیونکہ وہاں کے لوگ اس نشان کی جو اِس انگشتری پر نقش ہے بہت تعظیم کرتے ہیں۔"

رعمیس۔"میں ملکہ کا بے حد شکر گذار ہوا۔ ہمیشہ اسکو پہنے رہونگا۔"

آشتی۔"جب تک مصر کی سرحد سے باہر نہ ہو جاؤ ہرگز اسے نہ پہننا۔ اپنے سینے پر کپڑوں کے اندر اسے چھُپائے رکھو۔ ممکن ہے سرحد مصر کے اندر تمہارے ہاتھ میں اِسے دیکھکر کوئی اسکا حال پوچھنا چاہے اور تم کو جواب دینے میں مشکل پڑے۔ بیٹا کیا تم میں اتنی جرأت ہے کہ اس ملکہ کے عشق کا دم بھرو۔"

رعمیس۔"ہاں اماں مجھے ملکہ سے عشق ہے۔ آپکو تو سب باتیں معلوم رہتی ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتیں۔ اگر یہ کوئی قصور کی بات ہے تو اماں یہ قصور آپ کا ہے کہ ہم دونوں کو کیوں ایک جگہ ساتھ ساتھ پالا تھا۔"

آشتی۔"نہیں بیٹا۔ قصور تو خداؤں کا ہے کہ کیوں اُنھوں نے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا۔ لیکن کیا ملکہ کو بھی تم سے عشق ہے۔"

رعمیس۔"آپ ملکہ کے ساتھ رہتی ہیں۔ اگر یہ پوچھنا ہے تو ملکہ سے پوچھئے اتنا تو آپ دیکھ ہی رہیں ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ہاتھ کی انگشتری مجھے بھیجی ہے۔ اماں۔ پیاری اماں۔ جہاں تک ممکن ہو طیبہ کو تمام آفات سے محفوظ رکھنا۔ اگر اُسکو کسی طرح کا گزند پہونچا تو پھر میری جان نہ ہوگی۔ اماں۔ معمولی عورتوں کی طرح شہزادیوں کو اختیار نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں اپنی شادی کریں۔ اُن کی شادیاں عشق و محبّت کی بنا پر نہیں بلکہ مُلکی مصلحت دیکھکر کر دی جاتی ہیں۔ طیبہ کو کسی سے شادی نہ کرنے دینا۔ چاہے تخت و تاج اُس کے ہاتھ سے نکل جائے مگر کسی ایسے کے حوالے

اُسے نہ ہونے دینا جس سے اُسکو نفرت ہو مشکل وقت میں اُسکو ہر بلا سے بچانا۔ اور اگر اُسکی قوت اور ہمت جواب دیدے تو پھر اپنے سحر اور طلسم کے پردوں میں اُسے چھپا لینا۔ اُس کی عصمت برقرار رہے تاکہ میں ہمیشہ تمہارے حق میں دعائے خیر کرتا رہوں"

آشتی۔ "رعمیس۔ تم ایک نہایت خوشرنگ و خوبصورت پرند کی طرف اُڑکر اُس کے قریب بیٹھنا چاہتے ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ جس کا تم خون کر چکے اُس کے علاوہ بھی اس مرغزار میں اور بہت سے تیز پر اور پنجۂ برّاں رکھنے والے باز اور عقاب ایسے موجود ہیں کہ اگر چاہیں تو تم دونوں معصوم جانوں کا ایک ہی ٹکل میں کام تمام کردیں۔ لیکن جہاں تک مجھ سے بن پڑیگا تمہارے کہنے کا خیال رکھونگی۔ اس ساعت کا آنا مجھے پہلے دریافت نہ ہوا تھا۔ میری دعا ہے کہ یہ آنکھیں خواب مرگ میں بند ہونے سے پہلے تمہیں اپنے بزرگوں کے تختِ حکومت پر بیٹھا دیکھ لیں۔ اقبال و دولت، قوت اور صولت تمہارے سر کا تاج ہو۔ عشق و محبت حُسن و زیبائی تم کو وہ ملے جو کبھی انسان کو اس سے پہلے نہ ملی تھی۔ اب اس انگوٹھی اور جو اسرار اس میں پنہاں ہیں اُن کو اس طرح چھپائے رکھو جیسے میں تمہارا رازِ دل اپنے سینے میں پوشیدہ رکھونگی۔ شاید تم مصر کو پھر واپس نہ آؤ۔ ملکہ نیطرطیہ ستارہ عمون نے جو جو باتیں تم سے کی ہیں اُن کو بجالانا۔ سرِ مُو فرق نہ ہونے دینا۔ کیونکہ میں جانتی ہوں اس کنواری ملکہ کے قلب میں تمام خداؤں کی عقل آن بسی ہے"

یہ کہکر آشتی نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاکر رعمیس کے سر سے اونچے کئے۔ کوئی دعا پڑھتی رہی یہاں تک کہ وہ بھی مرتبیس کی طرح اپنے اس لختِ جگر سے رخصت ہوئی۔

رعمیس اپنی مہم پر روانہ ہوا۔ پائے تختِ طیبی میں پھر کسی نے اُسے نہ دیکھا۔ شہزادہ آماتل سے لڑکر اُسے قتل کردینے کا غل اور ایک نوجوان ملک زادی کے خاص لطف و کرم کا چرچا کہ عذر خواہی میں جو سفارتِ عظیم مقتول کے باپ کے پاس بھیجی ہے اُس کا سردار اُسی قاتل کو بنایا ہے۔ رفتہ رفتہ باقی

نہ رہا۔ کوئی نئی بات ایسی پیش نہ آئی کہ یہ قصہ پھر کسی کی زبان پر آتا۔

طیبہ نے اپنا راز کسی پر نہ کھلنے دیا۔ اور خلوت میں جو باتیں رعمیس سے کی تھیں وہ کسی پر ظاہر نہ ہوئیں علاوہ اس کے نباطہ کا شہر اتنے فاصلہ دراز پر تھا کہ جس موسم میں سفارت طیبی سے روانہ ہوئی تھی اس سے دو برس کے اندر وہ طیبی کو واپس نہ آسکتی تھی۔ لوگوں کو اس کا یقین تھا کہ سفیرانِ مصر میں سے اور جو کوئی بھی واپس آئے وہ آتے لیکن رعمیس تو پھر کر آتا نہیں۔ مشہور یہ ہوگیا تھا کہ مصر کی سرحد سے باہر ہوتے ہی فوج والوں نے اُس کا کام تمام کردیا۔ کیونکہ اُس کے قتل کا حکم پہلے سے خفیہ طور پر دیدیا گیا تھا۔ اور اب رعمیس کی لاش کو فوج کے لوگ بادشاہِ کوش کے پاس اس غرض سے لیجا رہے ہیں کہ دونوں ملکوں میں مصالحت ہو جائے۔

ملکہ کی عقل و تدبیر کی سب تعریف کرتے تھے کہ ایک بدنما واقعہ کو اپنی لیاقت اور ذہانت سے بغیر بدنامی اور رُسوائی کے کس طرح رفع دفع کردیا۔ اور اپنے رضاعی بھائی کے خون سے بھی اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیا۔ اگر رعمیس کے قتل کا حکم دیدیتی تو سب کی زبان پر یہی ہوتا کہ رعمیس شاہی خاندان کا آدمی تھا اور احتمال تھا کہ کسی دن سلطنت کا دعویدار ہو جائے یا کم سے کم ملک میں بغاوت پیدا کرادے اس لئے اس کا پہلے ہی کام تمام کردیا۔

اس اثنا میں لوگوں نے بڑے بڑے مشکل سوال پیدا کر دئیے۔ کہنے لگے کہ اگر فرعون مر گیا اور اس نوجوان خوبصورت بیٹی کو اپنا تخت سونپ گیا تو پھر کیا ہوگا۔ ایک ہزار برس سے ادھر کوئی عورت مصر کے تخت پر نہیں بیٹھی۔ اور جو عورتیں پہلے بیٹھی تھیں ان میں کوئی بن بیاہی نہ تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ملکہ طیبہ کے لئے ایک شوہر تلاش کیا جائے۔

لیکن فرعون مرا نہیں۔ بلکہ رفتہ رفتہ بالکل تندرست ہوگیا۔ طاقت آگئی جو برسوں سے جاتی رہی تھی۔ نئے مرض نے پیدا ہوکر خون کو صاف کردیا۔ تین مہینے تک تو اُسی طرح بے حس و ناتواں ایک بچہ

کی طرح بستر پر پڑا رہا۔ لڑکپن میں جن لوگوں کو بچہ سا دیکھا تھا اُن کا ذکر ہر وقت کیا کرتا تھا۔ اور اگر اتفاق سے اُن میں سے کوئی سلام کو حاضر ہو جاتا تو اُس سے کہتا کہ "آؤ گیند کھیلیں۔ لٹو پھرائیں"۔

لیکن ایک دن اُس کی حالت میں دفعتاً تبدیلی واقع ہوئی۔ یکایک بستر سے اُٹھا مشیروں ندیموں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سب سے پوچھا کہ "مجھے کیا ہوا تھا۔ ضیافت میں بیٹھنا یاد ہے۔ پھر کچھ یاد نہیں"۔

مشیروں نے اِدھر اُدھر کی میٹھی میٹھی باتیں کر کے اصل مضمون ٹال دیا۔ بادشاہ بھی جلد تھک گیا اور ان سب کو رخصت کیا۔ اِن کے چلے جانے پر خاصہ طلب کیا اور کھانے سے فارغ ہو کر مرتبیں ہیکلِ عموں کے سپہ دار کو بلوایا جو بادشاہ کا بڑا جانثار و وفاکیش ملازم تھا۔ جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا:-

"اُس شب کی آخیر بات جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ کوش کا شہزادہ بہت سی شراب پی کر تمہارے لڑکے یعنی نوجوان اور خوشرو رعمیس سے لڑنے لگا تھا۔ معلوم نہیں وہ کون بد اندیش تھا جس نے آماثل کی بادہ برداری پر رعمیس کو مقرر کیا تھا۔ یہ چال جسنے چلی حقیقت میں وہ بڑا ہی بدخواہ اور فتنہ پرداز تھا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مرتبیں تمہارا خاندان اور خون موجودہ بادشاہِ کوش سے زیادہ صحیح اور قدیم ہے۔ میں نے جب دیکھا کہ میرے ایک معزز مہمان پر جو میری بیٹی سے عقد کرنے آیا ہے میری ہی فوج کا ایک سردار تلوار چلاتا ہے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ خود مجھے کوئی ذبح کر رہا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھوں میں اندھیرا آگیا اور پھر خبر نہیں رہی کہ کیا ہو رہا ہے"۔

مرتبیں۔ "جہاں پناہ۔ اِس کے بعد یہ ہوا کہ میرے لڑکے نے آماثل کو قتل کر دیا۔ لڑائی میں کسی طرح کی ہٹ دھرمی نہیں ہوئی۔ آماثل کے قتل ہوتے ہی اُسکے حبشی سرداروں نے اُس دستہ پر

جو رعمیس کی ماتحتی میں حضور کی حفاظت کے لئے دربار میں حاضر تھا یکلخت حملہ کر دیا۔ اِس دستہ فوج میں گو جوان کم تھے مگر وہ ان حبشیوں پر غالب آئے اور اُن میں سے اکثر کو قتل کر دیا۔ حضور کو معلوم ہے کہ میں ایک بڈھا سپاہی ہوں مگر ایسی ایمانداری اور انصاف کی لڑائی میری نظر سے پہلے نہ گذری تھی۔"

بادشاہ۔"انصاف کی لڑائی۔ ایمانداری کی لڑائی۔ واہ۔ اس کے معنی بھی سمجھتے ہو۔ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہو گا کہ مصر اور کوش میں ایک جنگِ عظیم برپا ہو جائیگی۔ اچھا۔ پھر کیا ہوا۔ مجلسِ حکومت نے رعمیس کے قتل کا حکم دیا ہو گا گو تم اُس کے باپ ہو لیکن اتنا تو تم بھی تسلیم کرو گے کہ رعمیس کی سزا سوائے موت کے اور کیا ہو سکتی تھی۔"

مرتمیس۔"حضور نہیں۔ میں یہ کچھ بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر اس وقت رعمیس بزدل اور نامرد ثابت ہوتا تو میں خود اپنے ہاتھ سے اُسے وہیں قتل کر دیتا۔ تمام اہلِ دربار کے سامنے اُسے ذبح کر ڈالتا۔"

بادشاہ۔"ہائیں۔ واقعی۔ یہ بات تو تم نے ایسی کہی ہے جو ایک سپاہی منش باپ کو کہنی لازمی ہے۔ اچھا۔ اب میری سمجھ میں آیا اُس زشت رو حبشی نے تمہارے لڑکے کو ذلیل کرنا چاہا تھا۔ میں بھی تمہاری جگہ ہوتا تو یہی کہتا جو تم کہتے ہو۔ مگر پھر انجام کیا ہوا۔"

مرتمیس۔"یہ قصّہ دیکھتے ہی حضور بے ہوش ہو گئے اور حالتِ غشی برابر طاری رہی۔ مگر ملکہ نیطرطیہ نے حلفِ تاج پوشی کی شرائط کے مطابق عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور فوراً عذر خواہی کے لئے ایک سفارت دو ہزار چیدہ اور منتخب سپاہ کے ساتھ مع شہزادہ آماثل کے تابوت اور تحائف کے بادشاہِ کوش کی خدمت میں روانہ کی۔"

فرعون۔"یہ بات ایک طرح پر درست تھی۔ لیکن دو ہزار سپاہی کیوں ساتھ کئے گئے بیس آدمی

کافی ہو سکتے تھے۔ یہ سفارت کا ہیکو ہوئی لشکر کشی ہوئی۔ جس وقت ہمارے برادر عالی جاہ کوش کو معلوم ہوگا کہ مصر کا ایک لشکر مع اس نحس تحفے کے کہ اُن کے اکلوتے بیٹے کا تابوت بھی ساتھ ہے اُن کے ملک پر چڑھکر آرہا ہے تو اُن کو کس قدر پریشانی ہوگی"

مرمیس نے نہایت ادب سے کہا۔"اِس میں کیا کلام ہے"

فرعون۔"اِس سفارت کا اگر تم اسکو سفارت ہی کہنا پسند کرتے ہو افسرِ اعلیٰ کون مقرر ہوکر گیا"

مرمیس۔"نواب رعمیس۔ یعنی میرے لڑکے کی ماتحتی میں یہ سفارت روانہ کی گئی ہے"

فرعون گو کمزور و نحیف تھا مگر اتنا سُنتے ہی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور سخت حیرت سے کہنے لگا۔

"رعمیس یعنی خود قاتل جس نے شہزادہ کو قتل کیا تھا۔ رعمیس جو کوش کے قدیم اور مستحق خاندانِ شاہی کا آخری رُکن ہے۔ رعمیس یعنی فوج کے ایک ادنیٰ افسر کو دو ہزار منتخب مردانِ کارزار پر حاکم مقرر کر دیا گیا۔ مجھکو تو یہ خیال ہی دیوانہ بنائے دیتا ہے۔ کس نے اُسے مقرر کیا"

مرمیس"۔ ملکہ نیطاسرطیہ، نجم عمون کے فرمان سے افسر مقرر ہوکر وہ اس سفارت پر گیا ہے۔ جونہی یہ کشت وخون دربار میں بند ہوا ملکہ نے فوراً حکم سُنایا اور حسبِ دستور اس حکم کو تحریریں لاکر سلطنت کے دفتر خانوں میں اُسکی نقلیں داخل کرادیں"

فرعون نے اتنا سُنتے ہی ایک آہ بھری اور کہا۔"ملکہ کو ابھی طلب کیا جائے"

طیہ بڑی شان سے فرعون کے کمرے میں داخل ہوئی اور یہ دیکھکر کہ جہاں پناہ کرسی پر بیٹھے ہیں اور تندرست معلوم ہوتے ہیں دوڑکر باپ کو لپٹ گئی، بادشاہ آماتل کے مقدمہ کا بار بار سوال کرتے مگر طیہ یہی کہتی کہ ریاست کے امور میں میں ابھی آپکی کسی بات کا بھی جواب نہ دونگی۔ آخر کار بادشاہ نے کسی طرح اُسے اپنے پاس کرسی پر بٹھایا مگر باپ کا ہاتھ پھر بھی اپنے ہاتھ سے نہ

چھوڑا۔ اب بادشاہ نے بیٹی کو عموّن کی قسم دے کر دریافت کیا کہ کوش کو جو مہم روانہ کی گئی ہے اُس کی افسری اِس ناتجربہ کار اور نوعمر رعمیس کو کیوں دی گئی۔ یہ سوال سُنکر طیبہ نے نہایت ہی شیریں اداؤں میں عرض کیا "باباجان میں کل قصہ آپ کو سُنائے دیتی ہوں تاکہ آپکی تشفی ہو جائے"۔ یہ کہکر اُس نے پوری داستان اس قدر تفصیل سے سُنانی شروع کی کہ بادشاہ سُنتے سُنتے سو گئے۔

جب بیدار ہوئے تو بیٹی نے کہا "باباجان۔ اب آپ سمجھے کہ اِس معاملہ کی پوری ذمہ داری فقط مجھ پر عاید ہو گئی تھی۔ اور میں نے وہی بات کی جو سب سے بہتر میرے خیال میں آئی۔ رعمیس کے حق میں سزائے قتل کا حکم سُنانا قطعی ناممکن تھا۔ کیونکہ تمام حاضرینِ دربار دل سے اُس کے حامی اور طرفدار تھے"۔

فرعون۔ "لیکن بیٹی تم یہ کر سکتی تھیں کہ اس موقع سے رعمیس کو کہیں ہٹا دیتیں"۔

طیبہ۔ "باباجان یہی تو میں نے کیا۔ رعمیس کو نباطہ روانہ کر دیا جو یہاں سے بہت دور ہے۔ سُنتی ہوں کہ کئی مہینے کی راہ ہے"۔

فرعون۔ "لیکن طیبہ تم نے یہ بھی کچھ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بادشاہ کوش یا تو رعمیس اور میری دو ہزار فوج کے ٹکڑے اُڑا دیگا۔ یا یہ ہوگا کہ رعمیس کوش کے بادشاہ کا کام تمام کر دیگا۔ اور اُس کے تخت کا اِس طرح مالک بن بیٹھے گا جس طرح قدیم زمانہ میں پشتہا پشت تک اُس کے بزرگ مالک رہے تھے۔ تم نے اِس بات پر بھی کچھ غور کر لیا تھا"۔

طیبہ۔ "باباجان میں نے سب باتوں پر غور کر لیا تھا۔ یہ آخیر بات جو آپ نے کہی اگر وہ پیش آئی تو اُس میں ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق واقعی ایسا ہوا بھی تو ہماری مصر کی رعایا کیا اُسپر غور کرنے بیٹھ جائیگی"۔

اب فرعون نے طیبہ کی اور طیبہ نے فرعون کی شکل غور سے دیکھی۔ طیبہ مسکرائی۔ فرعون نے آہستہ سے کہا۔ "بیٹی۔ اب معلوم ہوا کہ تجھ میں ایک زبردست بادشاہ بننے کی علامتیں موجود ہیں۔ اور ایک عورت کی نادانی کے نیام حریر میں ایک ماہر سیاست کی شمشیر فولاد پوشیدہ ہے۔ اِس شمشیر کو لے کر زیادہ نہ دوڑنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی تیرا کام تمام کردے۔"

چونکہ اس قسم کی باتیں آشتی کی زبان سے بھی اکثر سُن چکی تھی۔ اس لئے بادشاہ کے منہ سے بھی وہی باتیں سُنکر بے اختیار ہنسی مگر کچھ جواب نہ دیا۔

فرعون۔ "بیٹی۔ تیرے لئے ایک ایسے شوہر کی ضرورت ہے جو تجھے اس تیز رفتاری میں روکے رہے۔ اور وہ آدمی بھی اتنے بڑے رتبہ کا ہو کہ تجھے اُس سے محبّت اور اُلفت ہو سکے اور اپنی عزّت وہ تیرے دل میں قایم رکھ سکے۔"

طیبہ نے کہا۔ "باباجان۔ پھر کوئی ایسا تلاش کر دیجئے تو میں خوشی سے قبول کرلوں۔ گو یہ نہیں معلوم کہ ایسا کوئی کہاں ملیگا۔ آمائل نواب رعمیس کے ہاتھ سے قتل ہو ہی چکا ہے اور خود رعمیس غریب امیر سفارت اور رئیس لشکر مقرر ہو کر کوش چلا گیا ہے۔"

بادشاہ مصر کو جب پوری صحت ہو گئی تو ملکہ کے لئے شوہر کی تلاش ہوئی۔ سابق کی طرح اب بھی اُمیدواروں کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ فرعون کے ممالک محروسہ کے حکام اور رئیس اور باہر کے ملکوں کے جو سفیر آئے ہوئے تھے اس جستجو اور تلاش میں مصروف ہوئے۔ بعض نے اپنا ہی پیغام دیا۔ لیکن جب ان کے نام ملکہ کے سامنے پیش ہوئے تو اُس نے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص نکال کر عقد کرنے سے اِنکار کیا۔ آخیر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ملکہ کا بیاہ مصر کے کسی دیوتا سے ہو گا۔ اِنسان کے قابو کی وہ نہیں۔ جب طیبہ کے کان تک یہ خبر پہونچی تو اُس نے کہا کہ میری شادی تو بادشاہی خاندان کے اُس خوبصورت مرد سے ہوگی جس کی خبر عمونؔ نے عالم رویا

ں میری ماں کو دی تھی۔ کبھی دیوتا سے نہ ہوگی بلکہ دیوتا کے منتخب کئے ہوئے انسان سے ہوگی۔ اور جس
قت وہ سب مجھے نظر آئیگا میں فوراً اُسے پہچان لونگی۔ اور فوراً ہی میرا عشق اُسکے ساتھ شروع ہو جائیگا۔
جب چند ماہ گذر گئے اور طیبہ نے کسی کو پسند نہ کیا تو بادشاہ اس قصہ سے بیزار ہو گیا۔ اور
شیرانِ سلطنت سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا مناسب ہوگا۔ سب نے عرض کیا کہ جہاں پناہ
ک کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ کریں۔ اُس میں تبدیلِ آب و ہوا سے حضور کی صحت کو بھی
فع ہوگا اور ممکن ہے کہ اس سیر و سفر میں شاہی خاندان کا کوئی رُکن ایسا مل جائے جسکو ملکہ
سند فرمالیں۔ یہ بات اب سب پر ظاہر ہو چکی تھی کہ جب تک ملکہ کو خود کسی سے عشق پیدا نہ ہوگا
ض مصلحت مُلکی کی بنا پر وہ کسی کو اپنا شوہر بنانا قبول نہ کریگی۔
فرعون نے اُسی دن بیٹی سے پوچھا کہ یہ سفر تم کو پسند ہوگا یا نہیں۔
طیبہ نے بہت خوش ہو کر عرض کیا کہ اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی۔ کیونکہ طیبی میں پڑے
ے جی گھبرا گیا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ملک کے اور بڑے بڑے شہروں کی سیر کروں۔ وہاں کے
وں کو اپنے سے مانوس کروں اور پھر ہر شہر میں اس کا اعلان ہو جائے کہ آیندہ میں مصر کی پوری
ہ ہونے والی ہوں۔ سمندر دیکھنے کی بھی مجھے بڑی آرزو ہے۔ سُنتی ہوں کہ وہ اسقدر وسیع اور
پایاں ہے کہ ہمارے رود نیل کا پانی بھی جو شب و روز بہکر اُس میں شامل ہوتا ہے۔ اُس میں
ئی فرق پیدا نہیں کر سکتا۔
اب بادشاہِ مصر کا دورہ مُلک میں شروع ہوا۔ یہ وہ سفر تھا جس کے حالات ملکہ طیبہ نے اُن
بصورت بُت خانوں کے در و دیوار پر جو آیندہ زمانہ میں اپنے دورِ حکومت میں اُس نے تعمیر
ئے خطِ تصویر میں نقش کرا دئے تھے۔ ملکہ نے ابتدا میں چاہا کہ یہ سفر دریائے نیل کے راستے
شتیوں میں بیٹھکر مصر کی جنوبی سرحد تک کیا جائے۔ اِدھر جانے سے ممکن ہے کہ رعمیس کی مہم کا کچھ

حال معلوم ہو کیونکہ ابھی تک اُس کی کچھ خبر و خبر نہیں ملی ہے۔ لیکن یہ ارادہ اس وجہ سے ملتوی کرنا پڑا کہ اطرافِ جنوب میں نہ تو کوئی بڑا شہر تھا اور نہ سرحد پر جو قومیں آباد تھیں وہ صلح جو اور عافیت پسند تھیں۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی فتنہ برپا رکھتی تھیں۔ ممکن ہے کہ اس موقع پر خود بادشاہ کے لشکر پر حملہ کر بیٹھیں۔

آخرکار یہ ہوا کہ دریائے نیل میں کشتیوں کے ذریعہ اطرافِ شمال میں دورہ شروع کیا گیا۔ راستہ میں جس قدر بڑے شہر ملتے گئے اُن میں تھوڑی تھوڑی مدّت تک خاصکر ابتدو کے قدیم شہر میں قیام کیا۔ یہ وہ مقدس شہر تھا جہاں خدائے اوسیرس کا سر دفن تھا۔ اس کے علاوہ یہاں ہزار ہا برس سے مصر کے ناموَر لوگوں کے مقبرے تعمیر ہوتے چلے آئے تھے۔ اس شہر میں طیبہ کا جشنِ تاج پوشی اوسیرس کے مدفن پر دوبارہ کیا گیا۔ اور رعایا سے لاکھوں آدمی اس جشن میں شریک ہو کر خوش ہوئے۔

اب بادشاہ اور ملکہ طیبہ کشتیوں پر سوار ہو کر عون کے شہر میں وارد ہوئے۔ یہ شہر ربّ الشمس کا سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کے بڑے اہرام پر نذریں چڑھانے سواری روانہ ہوئی۔ یہ اہرام مصر کے بڑے پُرانے بادشاہوں نے اس غرض سے بنوائے تھے کہ مرنے کے بعد وہی اُن کے مقبرے ہو جائیں۔

نیطقر طیبہ ان پُرانے آثار کے اندر گئی تاکہ جن فراعنہ کو دُنیا سے گذرے ہزار ہا برس منقضی ہو چکے تھے اور جن کے کارنامے بھی اب انسان کو یاد نہ رہے تھے۔ اُنکے اجسام مردہ کو ملاحظہ کرے، بادشاہِ مصر طیبہ کے ہمراہ نہ جا سکا کیونکہ اہرام کے اندر جانے کے لئے بڑے بڑے زینے اُترنے چڑھنے پڑتے تھے، اور بادشاہ میں اتنی طاقت نہ تھی۔ غرض طیبہ اور خاتون آشنی چند باوردی سرداروں کو ہمراہ لے خچروں پر سوار ہو چاندنی رات میں ان قدیم عمارتوں کے گرد گشت لگانے لگیں۔

طیبہ سمجھتی تھی کہ قدیم شاہانِ مصر کی ارواح سے یہاں ملاقات ہوگی۔ اور ان سے اس طرح بات چیت ہوگی جیسے ہیکلِ عموّن میں اُس کی ماں کی روح نے اُس سے باتیں کی تھیں۔ لیکن کسی روح سے ملاقات نہیں ہوئی۔ جس وقت سب لوگ بڑے اہرام کے سایۂ میں جاکر کھڑے ہوئے اور اس پُرانی عمارت کی کیفیت چاندنی رات میں دیکھنے لگے کہ کس طرح نیچے سے اوپر تک تصاویر، رمزی میں عبارتیں کندہ ہیں تو طیبہ نے آشتی سے کہا کہ اپنے سحر کے عمل سے ان قدیم بادشاہوں کی روحوں کو طلب کرے جو یہاں دفن ہیں۔ لیکن آشتی نے کہا "ملکۂ عالم۔ ان ارواح سے مطلق بحث نہ رکھیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ربّ عموّن کی طرح یہ بھی ہمارے بُلانے سے ناراض ہوکر ایسی خبریں سُنائیں جنکو آپ سُننا پسند نہ کریں۔ صرف ان عظیم الشان بناؤں کو جو ان بادشاہوں نے چھوڑی ہیں ملاحظہ کر لیجئے۔ مگر جو روحیں ان میں آسودہ ہیں اُن کی نیند میں ہم کمزوروں کے ذریعہ خلل نہ ڈلوایئے۔"

طیبہ آشتی کے اِس جواب سے ناخوش ہوکر بولی "دد! کیا تم ان عمارتوں کو عظیم الشان سمجھتی ہو۔ ان میں دھرا کیا ہے۔ اِنسان نے محض اپنی غلط شہرت اور بے بنیاد ناموری کے لئے پتھروں پر پتھر چُن دیئے ہیں۔ تم ہی بتاؤ جنہوں نے اُن کو بنایا تھا اُن کی زندگی کا حال اب کِسکو معلوم ہے۔ سوائے چند افسانوں کے اور کیا باقی رہا ہے۔ میں جیتی رہی تو ان سے بھی زیادہ رفیع الشان عمارتیں اپنی یادگار میں قایم کرونگی تاکہ جب تک زمانہ فنا نہ ہوجائے میرے کام لوگوں کو ہمیشہ یاد رہیں۔"

آشتی۔ "اگر زندگی پائی اور خداؤں کی مرضی ہوئی تو آپ کا کہنا ضرور ہوگا۔ مگر میرا خیال ہے کہ بڑوں بڑوں کے کارنامے فنا ہوجانے کے بعد بھی یہ اہرام باقی رہیگا۔"

اِس سیر و سیاحت کے دوسرے ہی دن فرعوّن اور ملکہ طیبہ پورے جاہ وحشم اور شاہانہ تجمل کے

ساتھ منوف کے شہر میں وارد ہوئے۔ جس کی شہر پناہ سپید پتھر کی تھی۔ یہاں فرعون کے سوتیلے بھائی ثوراآن نے جو حاکمِ شہر تھا بڑے سازوسامان سے بادشاہ کا استقبال کیا۔ برسوں سے ثوراآن کو بادشاہ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اخیر مُلاقات اُس وقت ہوئی تھی جبکہ ثوراآن پایۂ تخت طیبی میں اس درخواست سے حاضر ہوا تھا کہ فرعون اُسکو اپنا شریکِ سلطنت بنائے اور اپنے مرنے کے بعد اس کی جانشینی کے بارے میں ابھی سے اعلان کردے۔

ملکہ نیطرطبیہ کی تخت نشینی کے موقع پر جہاں اور امراء اور روساء دارالحکومت میں مدعو ہوئے تھے شہزادہ ثوراآن کو بھی نوید دیا گیا تھا۔ لیکن بیماری کا عذر کرکے حاضر نہ ہوا۔ غالباً اُس کا عذر درست تھا۔ کیونکہ پرچہ نویسوں نے خبر دی تھی کہ ثوراآن اپنے خوابگاہ سے باہر نہیں نکلا ہے۔ آیا قصداً ایسا ہوا ہے یا علالت نے مجبور کیا اُس کا حال بخوبی معلوم نہ ہوا۔ اِس موقع پر فرعون کو تعجب ہوا تھا کہ طبیہ سے شادی کے لئے ثوراآن نے اپنے کسی لڑکے کا پیغام نہیں دیا حالانکہ اُس کے چار لڑکے جوان موجود تھے۔ لیکن جب یہ خیال آیا کہ غالباً کامیابی کی توقع نہ ہونے کی وجہ سے اُسکو جرأت نہیں ہوئی تو دل سے اس شکایت کو دور کردیا۔ اس کل زمانہ میں ثوراآن اپنے مستقرِ حکومت میں خاموش بیٹھا بہت عمدگی اور مضبوطی سے انتظامِ حکومت میں مصروف رہا تھا۔ مقررہ وقت پر زرِ مالگذاری مع خطوط کے جن میں اظہارِ اطاعت ہوتا تھا پایۂ تخت کو روانہ کرتا رہتا تھا اور اپنے حسنِ انتظام سے مُلک کے مالیہ میں بھی بہت اضافہ کردیا تھا۔

غرض فرعون جس کی طبیعت بہت نیک اور ہر قسم کی بدگمانی سے پاک تھی اپنے بھائی کی طرف سے صاف ہوگیا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ سلطنت میں شرکت کی جو آرزو بھائی کو تھی وہ وارثِ تخت یعنی طبیہ کے پیدا ہونے پر اُسکے دل میں نہیں رہی۔

لیکن جب فرعون کی سواری منوف کے شہر میں داخل ہوئی اور بادشاہ نے دیکھا کہ شہر کی دیواریں اور بُرج کیسے پائدار اور شہر پناہ کے دروازے کس قدر مستحکم اور مضبوط ہیں اور سڑکوں پر ہزارہا سوار اور پیدل ہتھیار باندھے کھڑے ہیں اور خود بادشاہ کے ساتھ جو فوجِ محافظ ہے وہ بہت قلیل ہے تو دل میں کچھ شُبہ سا پیدا ہوا۔ مگر اس شُبہ کو محض ایک وہم سمجھکر دل سے دُور کردیا۔ زبان سے کچھ نہ کہا۔ خاموش رہا لیکن طَیبہ سے جو اسی رتھ پر سوار تھی جس میں فرعون بیٹھا تھا چُپ نہ رہا گیا۔

شہر کے لوگ ہر طرف مبارکباد کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ بہت سے لوگ بادشاہ کے رتھ کے گھوڑوں کی لگامیں پکڑے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ اب طَیبہ نے باپ سے چُپکے سے کہا۔ "باباجان۔ یہ میرے چچا ثوران تو منوف میں بڑی شان سے رہتے ہیں"

فرعون۔ "بیٹی۔ کیوں نہ رہیں۔ آخر وہ اِس شہر اور اسکے تمام متعلقات کے حاکم اور والی ہیں"

طَیبہ۔ "باباجان۔ باہر کا کوئی آدمی یہاں آئے تو یہی سمجھے کہ حاکم نہیں بلکہ اِس شہر کے بادشاہ ہیں۔ اگر میں آپکی جگہ ہوتی تو زیادہ فوج ساتھ لے کر اس شہر میں قدم رکھتی"

فرعون کچھ جی میں بے چین ہوکر بولا۔ ہم جب چاہینگے اِس شہر سے چلے جائینگے"

طَیبہ۔ "آپ کا مطلب یہ ہوگا کہ جب شہزادہ ثوران کی اجازت ہوگی کہ شہر کے دروازے کھُولے جائیں تو ہم شہر سے چلے جائینگے۔ شہر کے دروازے تو اندر قدم رکھتے ہی بڑے زور سے بند کردئیے گئے تھے۔ اب شہر سے باہر جانا نہ جانا حاکمِ شہر کی مرضی پر ہے"

طَیبہ یہ باتیں کہتے کہتے چُپ ہوگئی کیونکہ سواری ثوران کے دیوانِ خاص کی سیڑھیوں تک پہونچ گئی تھی۔ یہاں ثوران سب سے اوپر کی سیڑھی کے قریب بادشاہ اور ملکہ کے استقبال کیلئے

کھڑا تھا۔ بڑے تن وتوش کا ہٹا کٹا ساٹھ برس کی عمر کا آدمی تھا۔ اُسکے سیاہ فام موٹے اور بھدے چہرہ میں کسی قدر شباہت فرعون کے شریفانہ اور نازک نقشے کی بھی پائی جاتی تھی۔

طیبہ نے ثوران کی طبیعت کا اندازہ کرلیا اور فوراً اُسکے دل میں ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ کوشش کے شہزادہ اماثل کو دیکھکر بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اماثل کو دیکھکر تو ملکہ کو کبھی خوف معلوم نہیں ہوا تھا لیکن یہ ثوران کچھ ایسا ہوشیار اور بد باطن نظر آیا کہ اس کا ایک ڈر سا دل میں بیٹھنے لگا۔ ثوران کی بدنیت نگاہیں طیبہ کے حسین چہرہ پر اس طرح گڑ گئیں کہ اگر وہ خود بھی ہٹنا چاہتیں تو نہ ہٹ سکتیں۔

فرعون اور طیبہ سواری سے اُتر کر سیڑھیوں پر چڑھے۔ ثوران نے بادشاہِ مصر کے تمام القاب وخطابات بہ آواز بلند پکار کر عرض کیا۔ "اس غریب خانہ میں حضور کا قدم رنجہ فرمانا میرے لئے موجبِ فخر ومباہات ہے۔ آج میری مسرّت وشادکامی کی انتہا نہیں ہے۔ اس وقت مصر کے دونوں تاجداروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ منوف کی شہر پناہ کے اندر رونق افروز ہیں۔" ثوران زبان سے تو یہ جملے ادا کر رہا تھا مگر نظر طیبہ کی طرف تھی۔

فرعون اس وقت بہت تھکا ہوا تھا۔ ثوران کی تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن نوجوان ملکہ نے ثوران کی طرف دیکھکر جواب دیا۔

"اس مدارات کا شکریہ ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن اے عمی ثوران آپ ہم سے شہر کے دروازے کے باہر کیوں نہیں ملے۔ ہم منتظر تھے کہ حاکمِ شہر دروازے کے باہر حاضر ہوکر شہر کی کنجیاں فرعون کے ملازمین کے حوالے کریگا۔"

ثوران جواب تک یہ سمجھے ہوئے تھا کہ فرعون کی بیٹی شاہانہ لباس میں ایک مردہ اور بےجان گڑیا ہوگی طیبہ کا قدوقامت اور دبدبہ دیکھکر حیرت زدہ ہوگیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

جب جواب نہ ملا تو طیبہ اُس کے قریب سے گذرتی ہوئی آگے بڑھی اور حکم دیا کہ "وہ محل ملاحظہ کرایا جائے جہاں ہم اِس شہر میں قیام کرینگے۔"

ملکہ کو فوراً وہ قصر دکھایا گیا جو اُس کے اور فرعون کے واسطے خاص طور پر وسطِ شہر میں سازو سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اِس قصر کے چاروں طرف باغات اور نخلستان تھے۔ طیبہ نے محل کو ملاحظہ کرتے ہی اُس کو ناپسند کیا۔ جب یہ معلوم ہوا تو فوراً کسی دوسرے محل کی تلاش ہوئی۔ بہت سے قصر اور ایوان دکھائے گئے۔ آخر کار طیبہ نے دریا کے کنارے ربّہ اسقط کا ہیکل قیام کے لئے پسند کیا۔ ربّہ اسقط انتقام اور کنوار پنے کی دیوی تھی۔ اِس ہیکل کے عالیشان دروازے پر جو عمارت تھی اُس کی کھڑکیاں دریا کی طرف کھُلتی تھیں۔ اور دریا جب طغیانی پر آتا تھا تو ہیکل کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا یہاں تک چڑھ آتا تھا۔ ہیکل کی چار دیواری پہلے شہر کی فصیل سے جُدا تھی۔ لیکن اب شہر پناہ کے اندر اُسے شامل کر لیا تھا۔ اور اُس کے پُرانے دروازے کو جو شہر سے باہر کی طرف کھُلتا تھا تیغا لگا کر بند کر دیا تھا۔

ہیکل کی عمارت کے گرد اور اُس کے متعدد صحنوں کے باہر پُرانے باغات تھے اور ان باغوں کے گرد بھی سنگِ خارا کی ایک دیوار کھچی تھی۔ یہ باغات ربّہ اسقط کے کاہنوں کی تفریح کے لئے تھے۔ طیبہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ دریا کی ہوا صحت کے لئے مفید ہوگی۔ بادشاہ نے ہیکل میں قیام کرنا منظور کیا۔ اور باہر جو عمارتیں اور باغات چار دیواری کے اندر تھے وہاں فوجِ محافظ کو جو ساتھ آئی تھی اور جسکا افسر مرتیس تھا قیام کرنے کا حکم دیا۔

ملکہ طیبہ سے عرض کیا گیا کہ ہیکل جو قیام کے لئے تجویز کیا گیا ہے وہ اِس قدر چھوٹا ہے کہ بادشاہ کی سکونت کا انتظام کرنے کے بعد اُس کا کوئی حصّہ اس لائق نہیں رہتا جس میں ملکہ اپنی شان اور رتبہ کے مطابق قیام فرما سکیں۔ طیبہ نے جواب دیا کہ اِس کی ہم کو پرواہ نہیں۔ بڑے دروازے پر

جو عمارت دریا کی طرف ہے اور اُس میں دو چھوٹے کمرے جو دیوار کے آثار میں بنے ہیں اور جنکے دریچوں کے نیچے دریا بہتا ہے وہ ہمارے لئے بالکل کافی ہونگے۔ ہم اُن کمروں کو بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ بلندی پر ہیں اور وہاں سے دریا اور دُور دُور کے میدانوں کی سیر خوب ہوتی رہیگی۔ اِس حکم کے سُنتے ہی وہ دونوں کمرے جہاں صدہا برس سے کوئی نہ رہا تھا بہت جلد صاف اور ضروری سامان سے مہیّا کردئے گئے۔ اور اُن میں طلبہ اور اُس کی دوا آشتی نے سکونت اختیار کی۔

آٹھواں باب

جادو کا پتلا

شب کو بادشاہِ مصر اور اُس کی بیٹی ملکہ نیطسر طیبہ اور تمام متعلقین بارگاہِ دولت نے جو پائے تخت سے یہاں تک ہمراہ آئے تھے اُسی قصر میں جو بادشاہ کے قیام کے لئے پسند کیا گیا تھا آرام کیا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی ایسے ایسے جشن اور جلسے شروع ہوئے جن کی مثال مصر کی تاریخ میں تلاش کئے سے بھی نہیں ملتی۔ حاکم منوف یعنی شہزادہ ثوران کی طرف سے ایک مہتم بالشان ضیافت ہوئی اور اُس میں ایسا تکلف کیا گیا کہ تختگاہ طیبی میں ملکہ طیبہ کی تاجپوشی کے وقت یا اُس خون و خوشی کے دن بھی نہ ہوا تھا جب شہزادہ کوش اور اُس کے حبشی سرداروں کے قتل کے بعد طیبہ اور رعمیس نے اپنے عشق و محبت کا باہمی اظہار کیا تھا۔ اس ضیافت میں بادشاہ اور ملکہ طیبہ دونوں جواہر نگار کرسیوں پر بیٹھے۔ شہزادہ ثوران نے ملکہ کی دائیں جانب نشست اختیار کی حالانکہ میزبان ہونے کی حیثیت سے اُسے بادشاہ کی دائیں جانب بیٹھنا چاہیئے تھا۔

جب ثوران ملکہ کی دائیں جانب بیٹھنے لگا تو ملکہ نے اُس کی طرف دیکھکر کہا۔ "عمی ثوران۔ آپ جہاں پناہ کی دائیں طرف کیوں تشریف نہیں رکھتے؟"

ثوران نے نہایت ادب سے جُھک کر عرض کیا۔ "میری مجال نہیں کہ جس وقت مملکتِ مصر کے دو تاجدار جلوس فرماتے ہوں اُسوقت ایسی عزت کی جگہ بیٹھنے کی جسارت کروں۔ جہاں پناہ کے

دائیں طرف صرف خدائے اوسیرس کا سردار کاہن بیٹھ سکتا ہے۔ یہ وہ خدا ہے جس کی اس شہر میں بجز خدائے تاج کے تمام دیوتاؤں میں سب سے زیادہ پرستش کی جاتی ہے اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اوسیرس کو خدائے موت ہونے کی بزرگی حاصل ہے۔"

طیبہ۔ "خدائے موت ہونے کی بزرگی۔ کیا اسی خیال سے اِس کاہن کو آپ نے میرے والد کے قریب بٹھایا ہے؟"

ثوران نے فوراً عرض کیا۔ "حضور اس خیال سے نہیں۔ گو میری دانست میں خدائے موت کے کاہن کو ایک ایسی ذات بابرکات سے قریب ہونا جو ضعیف و سن رسیدہ ہو اور زندگی جاوید عنقریب حاصل کرنے والی ہو زیادہ مناسب اور زیبا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ایک نوعمر اور حسین ملکہ کے پہلو میں نشست اختیار کرے۔ ملکہ بھی ایسی حسین و جمیل جس کی مثل اس ملک نے پہلے نہ دیکھی تھی۔ اور جس کی نسبت مشہور ہے کہ ربّ عمون نے اُسے عمر دراز بخشنے کا وعدہ کیا ہے۔" اتنا کہکر ثوران نے نہایت ادب سے سر جھکایا۔

طیبہ نے تیز ہو کر کہا۔ "یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ جہاں پناہ جلد مر جائینگے۔ شہزادہ ثوران۔ میں آپکی صورت اچھی طرح دیکھ رہی ہوں۔ اِس پر بدخواہی اور بدسلوکی کے آثار خوب نمایاں ہیں۔ آپ انکار کریں مگر بُرے خیالات آپ کے دل میں ضرور ہیں۔" اتنا کہکر طیبہ نے ثوران کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور اُن لوگوں کو جو گردو پیش تھے بغور دیکھنے لگی۔

دفعتاً دیکھا کہ ثوران کے پیچھے جہاں اس کے اور ملازمین کھڑے تھے ایک کرکٹری اور لمبی ڈاڑھی کا آدمی نجومیوں کا لباس پہنے موجود ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز کو بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ اُس کی منظر خاصکر فرعون اور ملکہ کی طرف ہے کیونکہ طیبہ جب نگاہ اُٹھاتی تھی تو یہی نظر آتا تھا کہ یہ عجیب شخص تیز نظروں سے اُسکو اور اُسکے باپ کو دیکھ رہا ہے۔

خاتون آشتی طیبہ کے قریب حاضر تھی۔ طیبہ نے اُس سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے۔ آشتی نے چپکے سے کہا "یہ بڑا مشہور و معروف نجومی اشموَن ہے۔ میں نے اُسکو ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھا ہے جس وقت یہ آپ کی ولادت سے پہلے شہزادہ ثوران کے ساتھ طیبی میں آیا تھا۔ اِسکا پورا حال میں آپ کو پھر سُناؤنگی۔ اسوقت آپ اسکو اچھی طرح نظر میں رکھیں۔"

طیبہ نے آشتی کے اس کہنے پر عمل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ عجیب الخلقت نجومی بادشاہ کو اور بادشاہ کی ہر ایک جنبش کو کہ وہ کس طرف متوجہ اور کس سے باتیں کرتے ہیں بغور دیکھ رہا ہے اور جو بات ملک کے مُنہ سے نکلتی ہے مثلاً خدائے موت کی نسبت جو باتیں ہوئی تھیں اُن کو چند مومی تختیوں پر جو اُس کے پاس ہیں بطور یادداشت لکھ لیتا ہے۔ تاکہ جب سحر کے زور سے آیندہ کی خبریں نکالنے بیٹھے تو ان باتوں سے بھی مدد حاصل کرے۔

مستورات شاہی میں جو خواصیں فرعون کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں اُن میں شہزادہ ثوران کی وہ حرم مرطیرہ بھی تھی جس نے ایک مرتبہ طیبی کے شہر میں ثوران سے ناراض ہوکر اُس کا ایک بڑا راز بادشاہ پر ظاہر کر دیا تھا۔ مرطیرہ کو اسوقت بادشاہ کی کفش برداری کی خدمت حاصل تھی۔ گو ادھیڑ عمر کی ہوگئی تھی مگر اب تک حسین تھی۔ طیبہ کو اس سے خاص نفرت تھی۔ لیکن بادشاہ اس پر بہت مہربان تھا اور اُس کی ذہانت اور ظرافت سے خوش ہوا کرتا تھا۔ ان ہی خوبیوں کی وجہ سے گو سابقہ حالات اس عورت کے اچھے نہ تھے بادشاہ نے اس کا درجہ بڑھایا تھا اور اکثر اُسکو انعام و اکرام سے سرفراز کرتا رہتا تھا۔ اور فرصت کے اوقات میں دل بہلانے کے لئے اُسکو اپنے قریب رکھتا تھا۔ اس وقت اس عورت کا انداز بھی کچھ ایسا تھا کہ طیبہ اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ بار بار اشموَن نجومی کی طرف نگاہیں ڈالتی ہے اور کبھی اس طرح اُسے دیکھنے لگتی ہے کہ کسی اور طرف نظر نہیں اُٹھاتی۔ اسی حال میں اشموَن کی نظر مرطیرہ پر پڑی

اور وہ اُسے فوراً پہچان گیا۔ اب جو خواصیں بادشاہ کی پیشی میں تھیں جب اُن کی جگہ دوسری خواصوں کی باری آئی تو مرطیرہ چپکے سے اشمون کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ اور پنکھیا جو ہاتھ میں تھی اُس کی اوٹ کر کے نجومی سے جلدی جلدی اس طرح باتیں کرنے لگی جیسے پہلے ہی سے کوئی مشکل معاملہ درپیش ہو اور اس کے متعلق اب کوئی بات طے پانے والی ہے۔ اشمون نے مرطیرہ کی بات سُنکر اس طرح سر ہلایا کہ گویا جو کچھ وہ کہتی ہے وہ منظور ہے۔ اس کے بعد اشمون کے پاس سے مرطیرہ ہٹ گئی۔

ضیافت بہت دیر تک ہوتی رہی۔ جب ختم ہونے کو ہوئی تو کمرے کا ایک دروازہ کھلا اور بہت سے غلام ایک پُرانے مُردے کی ممی تابوت میں رکھی ہوئی کندھوں پر اُٹھا کر لائے اور بیچ کمرے میں اُس کے قدم زمین پر ٹکا کر مثل ایک ستون کے اُسے قائم کر دیا۔ پھر ایک سردار جس کے سپرد مہمانوں کے جامِ صحت پینے کا اہتمام تھا اس مردے کے قریب آیا اور پکار کر کہنے لگا۔

"کھاؤ پیو اور خوش رہو۔ اے دُنیا کے بڑے لوگو عیش و آرام سے زندگی بسر کرو کیونکہ آخر میں تمہارا بھی وہی درجہ ہونے والا ہے جو تابوت میں اس مُردے کی پُرانی ممی کا نظر آ رہا ہے۔"

مردے کی ممی کو اس طرح ضیافت میں لا کر مہمانوں کے سامنے پیش کرنے کی رسم بہت قدیم تھی۔ لیکن اس زمانہ میں وہ ایک مدّت سے متروک ہو چکی تھی۔ طیبہ کو جس نے پہلے کبھی یہ رسم نہ دیکھی تھی دیکھتے ہی سخت کراہت معلوم ہوئی۔ ممی کے لباس پر شاہی نشان اور طغرے کی طرف اشارہ کر کے تورآن سے کہا:-

"عمی تورآن۔ ایک مدّت کے مرے ہوئے بادشاہ کی لحد سے اُس کی لاش کو نکالکر اس طرح زندہ لوگوں میں لانے کے کیا معنی؟"

تورآن نے جواب دیا "ملکہ جہاں۔ یہ بادشاہ نہیں ہے بلکہ کسی غریب آدمی کا مُردہ ہی یا ممکن ہی کہ مُردہ نہ ہو محض لکڑی کا ایک مصنوعی پُتلا ہو اور محض بادشاہ کی تعظیم کے خیال سے اُس کے

سر پر سانپوں والا تاج اور ہاتھ میں عصائے حکومت دیدیا گیا ہو"
یہ فقرہ سُنکر طیبہ کو بہت غصّہ آیا اور فرعون جس نے یہ باتیں سُن لی تھیں افسردہ چہرے پر تبسّم لاکر کہنے لگا۔
"برادرِ ثوران ایک ضعیف اور بیمار شخص کے سامنے جو اپنے ابدی وطن میں پہونچنے کے لئے زندگی کی آخیر منزل میں ہو اس قسم کے خیالات کا اظہار پاسِ ادب کی اچھی مثال نہیں ہے۔ گو مجھکو شکایت کا موقع نہیں ہے لیکن کیا آپ کے نزدیک مجھے ایسی چیز کا یاد دلانا جو میری منتظر ہے اور ایک دن سب کو آنے والی ہے بے ضرورت نہ تھا" اتنا کہہ کر بادشاہ نے کُرسی کی پُشت سے سہارا لے کر آہِ سرد بھری اور طیبہ باپ کی صورت دیکھکر پریشان ہوئی۔
اِس پر ثوران نے حکم دیا کہ ممی کو فوراً ہٹا دیا جائے۔ اور نہایت عاجزی سے معافی مانگ کے عرض کیا۔ "یہ اس شہر کی ایک قدیم رسم ہے جو یہاں ابھی تک جاری ہے کیونکہ حضور کے دارالسلطنت طیبی کی طرح اس شہر منوف نے اپنی قدیم رسموں کو بدلا نہیں ہے۔ اور ابھی مُردے کی ممی گو مجھے تحقیق نہیں ہے کہ واقعی یہ ممی ہے یا کوئی مصنوعی پُتلا ہے مصر کے تیس بادشاہوں کے سامنے ان کو دُنیا سے گذرے ہوتے صد ہا برس گذر گئے ہیں ضیافتوں کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔ یہ زمانہ بھی وہ تھا کہ یہ شہر مصر کا پایۂ تخت تھا۔ اور طیبی ابھی تک دارالحکومت نہ ہوا تھا"
طیبہ کو غصّہ تو آ ہی رہا تھا۔ کہنے لگی۔ "اگر یہی بات تھی تو اب تک اس ممی کو اگر انسان کا گوشت و استخوان اس میں تھا دفن کیوں نہ کر دیا گیا۔ یا اگر وہ محض لکڑی کا کُندہ تھا تو اُسکو جلا کیوں نہ ڈالا۔ ثوران اب ہم کو رُخصت کی اجازت دیجئے۔ جہاں پناہ بہت خستہ معلوم ہوتے ہیں"
ثوران نے کچھ جواب نہ دیا۔ اپنی کرسی سے اُٹھا۔ طیبہ سمجھی کہ محفل کو برخاست کرنے اُٹھا ہے مگر یہ بات نہ تھی۔ ثوران نے شراب کا جامِ زرین اُٹھا کر مہمانوں سے خطاب کیا۔ "میرے معزز مہمانو۔

رُخصت ہونے سے پہلے ہمارا فرض ہے کہ شہرِ منوف کی طرف سے داورِ مصر شمال و جنوب کی تشریف آوری کی خوشی میں اس کا جامِ صحت پئیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ جہاں پناہ نے اپنے عہد میں اس شہر کو اپنے قدموں سے عزّت بخشی ہے۔ ابھی ابھی ارشاد ہوا تھا کہ وہ کمزور و ضعیف ہو گئے ہیں اور اِکی اُمید نہیں کہ پھر کبھی اِس شہر میں تشریف لائیں مگر خداؤں کو یہ منظور ہوا کہ جس نعمت سے ایک مُدّت تک بادشاہ مصر کو اُنھوں نے محروم رکھا تھا وہ نعمت عہدِ پیری میں اُنکو عطا فرمائیں چنانچہ وہ نعمت حسین و پُرجمال ملکہ طیبہ ہیں جو اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اس وقت سلطنت مصر میں شریک ہیں اور مجھکو یقین ہے اور ہم سب کی دعا ہے کہ جہاں پناہ کے بعد بھی جس وقت حضورِ اقدس اوسیرس کی حدود سلطنت میں قدم رکھینگے سر براٰرائے مصر رہینگی۔ لیکن احباب والاشان ذرا غور فرمایئے کہ حکومتِ مصر کے بارِ عظیم کی یہ مہ جبین اور نازک جان کس طرح متحمل ہو سکتی ہے۔ اِس لئے میں جہاں پناہ کا جامِ صحت اس دعا کے ساتھ نوش کرتا ہوں کہ ملکۂ عالم نبطرطیبہ۔ دختر عمون نجم السحر۔ جمالِ حاتسر جنہوں نے اکثر عشاق کا پیغام رَد کر دیا ہے اِس شہر سے رُخصت ہونے سے پہلے کسی ایسے شخص کو اپنا شوہر بنانا قبول کرلیں جس کی رگوں میں شاہانِ سلف کا خون ہو اور جو حکومت کے فن میں کامل ہو اور جس میں اتنی عقل اور طاقت ہو کہ اس صدمۂ جانکاہ کے وقت جبکہ ملکۂ جہان دُنیا میں اپنے تئیں یکہ و تنہا پائیں تو وہ عالی خاندان مرد ایک عورت کی کمزوریوں اور ناتجربہ کاریوں میں اُن کا پورا مددگار بن سکے۔“

حاضرین اِس تقریر کے پوشیدہ مفہوم اور مخفی غرض کو بخوبی سمجھ گئے اور سب اپنی اپنی کرسی سے اُٹھکر جامِ شراب اونچا کر کے اس دعا میں نہایت جوش و خروش سے شریک ہوئے۔ ان تمام حرکتوں کی ہدایت اُنکو پہلے ہی کر دی گئی تھی، غرض جامِ صحت پیکر سب لوگ آوازِ بلند

کہنے لگے "ہم ثوران سے واقف ہیں۔ اے ملکۂ جہاں۔ اے عمون کی بیٹی۔ آپ اسکو قبول فرمائیں اور مصر پر حکومت کرنی آپ کو ہمیشہ نصیب رہے۔"

فرعون نے جب یہ جملے سُنے تو دریافت کیا کہ "یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ انکے یہ جملے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ بیٹی۔ ان لوگوں کا شکریہ ادا کرو۔ میری آواز کمزور ہے اور بس یہاں سے چلو۔"

طیبہ اپنی کرسی سے اُٹھی۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ طیبہ نے بہت تیز نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر نہایت روشن اور صاف آواز میں جو دربار کے ہر گوشے تک پہونچتی تھی کہا:۔

"میں اور میرے والد بزرگوار ارض شمال و جنوب کے فرمانروا اس شہر کی رعایا کے دل سے شکر گذار ہیں جس وفاداری سے آپ نے ہمارا خیر مقدم کیا ہے اُس کا ہمارے دل پر اثر ہے۔ لیکن آپ کے حاکم شہر شہزادہ ثوران نے جو تقریر ابھی کی ہے اُس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ میری دعا ہے کہ جہاندارِ مصر یعنی میرے پدرِ محتشم ابھی سالہاسال تک با دولت و اقبال اپنی سلطنت کے سر پر دائم و قائم رہیں۔ لیکن اگر انھوں نے اس زندگی مستعار کو الوداع کہا اور میں ان کے بعد زندہ رہی تو اے رعایائے مصر آپ اپنی ملکہ کی کمزوری اور ناتجربہ کاری کا خوف ہرگز دل میں نہ لائیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ اس امر سے بھی آگاہ ہو جائیں کہ آپ کی ملکہ کو شوہر کی تلاش نہیں ہے۔ اگر یہ تلاش کبھی ہوئی بھی تو منوف کی شہر پناہ کے اندر نہ ہوگی۔ اب آپ سب رخصت ہوں۔ عمی ثوران۔ آپ بھی آرام کریں اور ہم کو بھی اجازت ہو کہ اپنے قیام گاہ کو جائیں۔"

یہ کہکر طیبہ نے باپ کا ہاتھ پکڑا اور ضیافت کے عالیشان کمرے سے باہر آئی۔ پھر کوئی لفظ مُنہ سے نہ نکلا۔ ثوران کی یہ حالت ہوئی کہ مہمانوں کا منہ تکتا تھا اور مہمان اُسکا مُنہ دیکھ رہے تھے۔

جب ملکہ طیبہ قصر کے دروازے کی اونچی عمارت پر اپنے کمروں میں پہونچی اور خواصیں دوسرا لباس پہنا کر چلی گئیں تو قریب کے کمرے سے دداآشتی کو طلب کیا۔

طیبہ۔"آشتی۔تم بڑی عاقل و زیرک ہو بتاؤ تو اس ثوران کی تقریر کا کیا مطلب تھا!"

آشتی۔"اگر آپ نے اس کا مطلب نہ سمجھا تو پھر آپ اتنی عقلمند نہیں ہیں جیسا کہ میں آپ کو سمجھتی تھی۔بہرکیف آپ کا حکم ہے تو مطلب عرض کرتی ہوں۔ثوران آپ کے چچا کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ اس شہر میں قید ہو گئی ہیں اور جب تک آپ ثوران کی بیوی نہ بن لینگی اس شہر کی دیواروں سے باہر قدم نہیں نکال سکتیں۔"

اتنا سُنکر طیبہ آگ ہو گئی۔غصّہ سے کھڑی ہو گئی اور کہا کہ اُس ثوران کو ایسی تقریر کرنے کا کیا حق تھا۔کیا میں اس خنزیر کی بیوی ہونگی جو میرے باپ کا بھائی ہے جس کی عمر میرے دادا کے برابر ہے۔یہ بدبخت و بدشکل سیاہ کاریوں کا تودہ نجس فخر یہ کہتا ہے کہ اس کی بیویاں سو سے کم نہیں ہیں۔میں ملکۂ مصر جسکو ربّ عمون نے اپنے خاص حکم سے اس دُنیا میں پیدا کیا اسکے ساتھ اس نابکار کی اتنی جرأت۔" طیبہ کو اسقدر غصّہ آیا کہ دم چڑھ گیا۔

آشتی۔"ملکۂ عالم۔بیشک سوال یہی ہے کہ اُس کی اتنی جرأت کیونکر ہوئی۔لیکن جو کچھ اُسکے دل میں آچکا ہے جہاں تک ممکن ہوگا وہی کر دکھائے گا۔مجھکو تو شروع ہی سے اُس کی طرف سے اندیشہ تھا۔اور یہ ہی وجہ تھی کہ میں نے منوف آنے کی مخالفت کی تھی۔لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت آپ نے مجھے خاموش کر دیا تھا اور کہا تھا کہ بس ہم نے قصد کر لیا ہے کہ مصر کے اس قدیم ترین شہر کی ضرور سیر کریں۔"

طیبہ۔"آشتی تم کو خاموش نہ ہونا چاہیئے تھا۔صاف صاف جو کچھ تمہارے دل میں تھا اُسیوقت کہدیتیں۔خواہ میں تم کو اپنے سامنے سے نکلوا ہی کیوں نہ دیتی۔ثوران نے یا اُس کے

لڑکوں نے کبھی میرے لئے پیغام نہیں دیا تھا۔ اس لئے مجھکو اس بات کا ذرا بھی شبہ پیدا نہ ہوا کہ ...."

آشتی "شبہ کیوں ہوتا۔ ملکۂ عالم۔ عورتوں کا حال یہ ہے کہ جہاں اپنا دل کسی کو دیدیا پھر وہ بھول جاتی ہیں کہ کوئی اور چیز بھی یہانتک کہ ایک سلطنت بھی ہاتھ سے دینی پڑے گی۔ سانپ شیر کی طرح نہیں دھاڑتا لیکن اس کی مکاریاں شیر سے بڑھکر ہوتی ہیں۔ اس سانپ سے ڈرنا چاہیئے۔"

طیبہ "ایک دفعہ اس شہر سے باہر ہو جاؤں تو پھر سانپ کو معلوم ہو گا کہ اب اُسے مجھ سے ڈرنا چاہیئے۔ کمر کچل کر یونہی تڑپتا اور بل کھاتا چیلوں کا لقمہ بنانے کو نہ اچھال دیا ہو تو نام نہیں۔ آشتی۔ اب تو اس شہر سے نکلنے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔"

آشتی۔ "پیاری ملکہ۔ یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں۔ آج سے آٹھ دن تک روز کوئی نہ کوئی جلسہ کوئی نہ کوئی جشن مقرر کر دیا گیا ہے۔ اگر بادشاہ سلامت نے ان تقریبوں میں بغیر شریک ہوئے اس شہر سے کوچ کرنا چاہا تو شمالی ملک کی تمام رعایا جس نے جہاں پناہ کو جب سے وہ تخت نشین ہوئے ہیں ابھی دیکھا ہے سخت ناراض ہو جائیگی۔"

طیبہ "ناراض ہو جانے دو۔ جہاں پناہ مالک و مختار ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں۔"

آشتی "بے شک بادشاہ کی نسبت کہا تو یہی جاتا ہے کہ وہ مختار ہے۔ لیکن کیا آپ سمجھتی ہیں کہ جہاں پناہ خود ملک میں کسی قسم کی بدعملی یا اپنی سلطنت کو خدشہ میں ڈالنا پسند کرینگے۔ سُنیئے۔ توران ایسا صاحبِ قوت ہے اور اُس کے تحت میں اتنا بڑا لشکر ہے کہ اس زمانۂ امن و امان میں جہاں پناہ بھی اتنا بڑا لشکر فراہم نہیں کر سکتے۔ علاوہ اس کے توران کا لشکر قواعد دان اور آزمودہ کار ہے۔ صحرا کے ہزار ہا بدوی قبیلے اُسکو اپنا سردار مانتے ہیں اُس کا

اشارہ پاتے ہی یہ صحرائی لوگ مصر کی دولت پر اس طرح ٹوٹ پڑینگے جس طرح کسی موٹے تازے بیل کی لاش پر بھوکے گِدھ اُتر پڑتے ہیں۔ پھر غور کیجئے کہ بادشاہ سلامت کے ہمراہ صرف پانچسو سواروں کی جمعیت ہے اور تُورآن کی فوجیں جو استقبال کے لئے حاضر ہوئی ہیں اُن سے شہر کے تمام کوچہ و بازار پٹے پڑے ہیں۔ تمام راہیں اُنھوں نے روک رکھی ہیں۔ جنگی جہاز دریا پر اتنے موجود ہیں کہ دریا کی سطح تک نظر نہیں آتی۔ اس صورت میں بغیر تُورآن کی اجازت کے آپ شہر سے باہر کیونکر نکل سکتی ہیں۔ کوئی قاصد یا ایلچی تک پہنچنا ممکن نہیں ہے کہ طیبیؔ سے یہاں کمک آسکے۔ جس کے آنے میں بھی پچاس دن سے کم نہ لگیں گے۔"

طیبہ نے جب سمجھ لیا کہ واقعی حالت نہایت خطرناک ہے تو وہ چُپ ہو گئی صرف اتنا کہا:-

"آشتی تم نے غلطی کی۔ اگر تم کو اپنے جادو سے اِن باتوں کی خبر پہلے سے معلوم ہو گئی تھی تو بادشاہ کو آگاہ کر دینا تمہارا فرض تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتی تھی کہ ایسے موقع پر تم خاموش رہو گی۔"

آشتی:- "ملکہ جہاں۔ میں چُپ نہیں رہی۔ میں نے سب باتیں اُسی وقت جتا دی تھیں، بادشاہ سلامت کو میں نے ہر طرح پر ہوشیار کرنا چاہا۔ مگر کسی نے میری بات نہ سُنی۔ اور فرمانے لگے کہ یہ باتیں تو ایسے آدمی کی ہیں جو خالی بیٹھا آیندہ کی خبریں نکالا کرتا ہے اور طرح طرح کی خیالی صورتیں اُسے نظر آیا کرتی ہیں۔ جہاں پناہ نے خود مجھے بلا بھیجا۔ مجھے اور میرے خاوند مریس کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے اس معاملہ میں پوری تحقیقات کرلی ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ تُورآن یا اُس کے ماتحت افسروں کی طرف سے بدگمانی کی جائے۔ جہاں پناہ نے یہ بھی ارشاد کیا کہ خبردار ملکہ طیبہ پر کوئی بات ظاہر نہ ہو۔ وہ لڑکی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ڈر جائے اور اس کی یہ کُل سیر و تفریح بے لُطف ہو جائے۔"

طیبہ نے آشتی سے پوچھا "بابا جان کا مشیر اور صلاح کار اُسوقت کون تھا۔"

آشتنی "۔کیا عرض کروں کون تھا۔ وہی خواص مرطیبرہ تھی جسے جہاں پناہ بہت پسند فرماتے ہیں۔ وہی مورچھل لئے بادشاہ سلامت کے تخت کے پیچھے کھڑی تھی۔"

طیبہ "۔اُسے تو میں بھی جانتی ہوں۔ یہ وہی عورت ہے جو آج اس لمبے نجومی سے کانا پھوسی کرتی تھی۔ لیکن کیا بادشاہ سلامت محل کی ان خواصوں سے صلاح مشورہ بھی کیا کرتے ہیں۔"

آشتنی "۔اس خواص سے تو ضرور مشورہ کرتے ہیں۔ اصل میں آپ کو پورا قصّہ نہیں معلوم۔ آپ کی پیدائش سے ایک سال قبل شہزادہ نورآن کے ساتھ یہ عورت طیبی میں آئی تھی اسوقت جوان تھی صورت شکل بھی اچھی تھی۔ نورآن کی حرموں میں اُس کا شمار تھا۔ طیبی میں نورآن کو اس کی کسی بات پر غصہ آیا اور اسے مار کر نکال دیا۔ مرطیبرہ نے اس پر قسم کھائی کہ چاہے جان جاتی رہے مگر بغیر بدلہ لئے نہ چھوڑیگی۔ بدلہ لینے کا موقع بھی جلد آگیا۔ اور وہ اس طرح کہ اُسی دن نورآن نے اس نجومی اشموآن سے جس سے اس عورت کو آپ نے باتیں کرتے دیکھا تھا یہ بات کہی کہ اُس کا ارادہ فرعون کو قتل کر کے اُس کا تخت حاصل کرنے کا ہے۔ اشموآن نے نورآن کو اس قصد سے منع کیا۔ مرطیبرہ نے کسی طرح یہ کل گفتگو سن لی اور جہاز سے اُتر کر فرعون کے پاس پہونچی اور نورآن کے اس منصوبے کو بادشاہ پر ظاہر کر دیا۔ لیکن بادشاہ نے نورآن کا قصور معاف کر دیا اور بہت سا انعام و اکرام دے کر منوف کے شہر کو جہاں کا وہ حاکم تھا واپس بھیجدیا۔ حالانکہ نورآن کی یہ بدخواہی ایسا جرم تھا کہ اُسکو سزائے قتل ملنی چاہیئے تھی۔ اب مرطیبرہ طیبی ہی میں رہ پڑی اور بادشاہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنے لگی۔ بادشاہ سلامت اس کا بہت خیال کرنے لگے اور جب کبھی منوف کی پوشیدہ خبریں دریافت کرنی ہوتی تھیں تو مرطیبرہ ہی سے دریافت کرتے تھے۔ چونکہ اس عورت کی پیدائش اسی شہر کی تھی وہاں کی ایک ایک بات خواہ کیسی ہی خفیہ ہوائسے معلوم ہو جاتی تھی۔ اور بادشاہ کو جس بات کی خبر نہ ہوتی

وہ سچی نکلتی۔

طیبہ "کیا تعجب ہے۔ کیونکہ تُورآن کا یہ نجومی اس عورت کو تمام خبریں دیتا رہتا ہوگا"

آشتی "ملکۂ عالم۔ آپ کا خیال درست ہے۔ یہ نجومی وہاں کے بھید دیتا تھا اور اُسکے بدلے میں مرطیرہ سے یہاں کے بھید لیتا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب میں جہاں پناہ سے جو کچھ مجھے سحر سے معلوم ہوا تھا کہکر ہٹی تو مرطیرہ بلائی گئی اور بادشاہ سلامت نے جو کچھ میں نے کہا تھا وہ اس عورت سے بیان کیا۔ وہ سُنکر ہنسی اور کہنے لگی کہ "یہ سب خیالات مہمل ہیں۔ تُورآن نے تختِ مصر حاصل کرنے کا خیال مدّت ہوئی کہ دل سے نکال دیا ہے اور اب وہ نہایت خوش و خرم اپنی حالت پر قانع انتظامِ حکومت میں مصروف ہے۔ اور جب مرجائیگا تو اُس کے بیٹوں میں سے کوئی اُس کا وارث قرار پا جائیگا"

بادشاہ سلامت سے اس عورت نے یہ بھی کہا کہ "تُورآن نے اسقدر فوج جو جمع کی ہے اُس کی غرض محض یہ ہے کہ بادشاہ اور ملکہ مصر کے استقبال میں بڑے اہتمام کے ساتھ اظہارِ وفاداری کرے کیونکہ جملہ عمّالِ دولت میں اس کے برابر کوئی جانثار اور وفادار نہیں ہے۔ تو مجھکو تُورآن سے کچھ نفرت سی ہے کیونکہ میں مدّت سے حضور کی وابستہ دولت ہوں اور اسی کو اپنے حق میں بہتر جانتی ہوں۔ اگر کوئی بات خوف کی ہوتی تو میں خود آپکے ہمراہ وہاں جانے کو کیوں تیار ہوتی۔ یہ تُورآن وہی ہے جس کا راز میں نے آپ پر افشا کر دیا تھا اور اس سے مدعا بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ اپنا ایمان درست رکھوں اور جہاں پناہ کی خیر خواہی میں ہمیشہ کوشاں رہوں" بادشاہ نے مرطیرہ کی ان سب باتوں کا یقین کر لیا اور میں جہاں پناہ کے حکم کی وجہ سے آپ سے بھی کچھ نہ کہہ سکی۔ یہ سمجھکر کہ اگر نافرمانی کی تو جہاں پناہ ناراض ہوکر مجھے تم سے جُدا کر دینگے۔ اب تو میرا عجیب بھی سدھار چکا ہے اگر تم سے بھی جدا ہوگئی تو سوائے

موت کے میرے لئے کیا رکھا تھا۔ لیکن اس پر بھی خیال یہی آتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی"۔

طیبہ نے یہ آخیر فقرہ سُنکر کہا "ہاں غلطی ہونے میں تو کلام نہیں۔ لیکن جو غلطیاں محبت کی وجہ سے ہوں وہ قابلِ معافی ہیں۔ ہائے۔ باباجان وہ کونسا خدا تھا جس نے آپکو ایسا کمزور پیدا کیا کہ اپنی جان یوں بے دریغ اس خبیث مرطیرہ کے سُپرد کردیں جو عورت کے بھیس میں پوری شیطان ہے۔ آشتی اب تم آرام کرو۔ میں بھی سوتی ہوں۔ ربّ عموآن سے خواب میں عرض کرونگی کہ اپنی بیٹی کی اسوقت مدد کرے۔ جس دام میں ہم اسوقت گرفتار ہوئے ہیں وہ بہت سخت ہے۔ ممکن ہے کہ خداوند عموآن خواب میں ظاہر ہوکر اس جال کے پھندے توڑکر نکلنے کی کوئی تدبیر بتایئے"۔

جس رات ضیافت ہوئی تھی ضیافت کے ختم ہونے پر مرطیرہ ملازمین شاہی کے ساتھ ہیکل میں جہاں بادشاہ مقیم تھا واپس نہیں آئی۔ بلکہ جس وقت ضیافت سے اُٹھکر لوگ باہر نکلنے کو ہوئے تو وہ محلدار سے جو وہاں حاضر تھا کچھ باتیں کرنے لگی۔ محلدار کو اس کا علم تھا کہ ہیکل میں داخل اور باہر جانے کا اجازت نامہ بادشاہ کی طرف سے مرطیرہ کو حاصل ہے۔ اسلئے اُس نے کہا "آپ جس وقت واپس آئینگی ہیکل کا دروازہ کھول دیا جائیگا"۔ یہ کہکر محلدار نے مرطیرہ کو باہر جانے دیا۔ مرطیرہ دروازے سے نکلتے ہی دوسرے صحن میں ستونوں کی آڑ لیتی ہوئی ایک طرف کو چلی۔ ایک سیاہ شال اپنے سر پر ڈال لی۔ اور ایک ستون کے سایہ میں کھڑے ہوکر کسی کا انتظار کرنے لگی۔ اتنے میں ایک لمبے قد کی صورت سیاہ عبا میں سر سے پاؤں تک چھپی ہوئی اس کی طرف آئی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ مرطیرہ آگے بڑھکر ساتھ ہولی۔ اور اب یہ دونوں ایک زینے کے قریب پہونچے۔ بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ایک دروازہ آیا جس میں قفل پڑا تھا۔ اس دراز قامت صورت نے قفل کھولا اور جب دونوں اندر آئے تو دروازے میں اندر سے

قفل لگا لیا۔
اب مرظیرہ نے دیکھا کہ وہ ایک بہت ہی پُرتکلف اور آراستہ کمرے میں ہے چھت سے
ندر چراغ لٹکے ہوئے روشن ہیں۔ کمرہ کی وضع دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ یہ مقام ستاروں اور
سیاروں کی گردشیں دیکھنے اور اعمالِ سحر کا ہے۔ کیونکہ ہر طرف طرح طرح کے آہنی آلات،
ے اور اصطرلاب اور کاغذوں پر عجیب عجیب طرح کے نقش بنے ہوئے ایک بڑی میز پر
کھے ہیں اور اس میز سے اوپر چھت سے ڈوری میں بندھا ہوا ایک بلور کا گولا لٹک رہا
، اس گولے سے آیندہ کے حالات معلوم کئے جاتے تھے۔
مرظیرہ نے سیاہ شال سر سے اُتار کر ایک طرف پھینک دیا اور ایک بہت ہی نرم گدوں کی
ام کرسی پر بیٹھ گئی اور جب ذرا دم ٹھیرا تو کہنے لگی "اشموَن آپ تو واقعی بالکل ہی خداؤں
ے پڑوس میں رہتے ہیں۔ اِس کمرے کی بلندی قیامت کی ہے۔ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے
م پھول گیا۔"
اشموَن نے جواب دیا "جی ہاں۔ آسمان و زمین کے درمیان اِسے بیچ کی منزل سمجھئے۔ یہاں
ب سے الگ تنہا بیٹھا جو کچھ آسمانوں پر گذرتا ہے اُسے دیکھکر لکھتا رہتا ہوں۔ گردش کواکب
ے جتنی چیزیں معلوم ہوتی ہیں اُن کو اس بات کا اندازہ کر کے کہ کس حد تک اُن سے دوسروں
مطلع کرنا مناسب ہے زمین کے رہنے والوں کو باخبر کر دیتا ہوں۔"
مرظیرہ "بغیر روپیہ وصول کئے تو یہ فیاضی آپ کا ہیکو ہوتی ہوگی۔"
اشموَن۔ "ہاں اِس میں کیا کلام ہے۔ روپیہ نہ ملے تو پھر اس زحمت سے فائدہ ہی کیا۔
س طبیب کا نذرانہ کچھ نہ ہو اُسے کون پوچھتا ہے۔ اچھا۔ خیر۔ تو آپ یہاں تشریف لے ہی آئیں
سوں کے بعد آپ کی صورت دیکھکر اسوقت بے انتہا دل خوش ہوا۔ اور بڑی مسرت یہ ہے

جوانی اور حسن جو پہلے تھا وہی اب تک موجود ہے۔ پیاری مرطیرہ یہ تو بتاؤ کہ یہ سدا بہار جوانی کا نسخہ کہاں سے
تھ لگا۔ ہم بھی تو کچھ سُنیں۔"
یہ عورت خوشامد پسند تھی۔ تعریف پر خوش ہوئی اور یہ تعریف کچھ غلط بھی نہ تھی۔ کیونکہ جس عمر
ں مصر کی عورتیں بڑھیا ہو جاتی ہیں مرطیرہ اس عمر میں بالکل جوان اور تر و تازہ معلوم ہوتی تھی۔
مرطیرہ نے جواب دیا۔ "ایمان درست ہو۔ بھوک اچھی ہو۔ نیک اعمال ہوں۔ اطمینان کی زندگی
ہو اور یہ سب باتیں فرعون کی حرموں کو میسر ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ جوانی کو زوال آئے۔ مگر اشمون
معلوم ہوتا ہے کہ تم راتوں کو بہت جاگتے ہو۔ صورت زرد ہو گئی ہے۔ اور دُبلے اتنے ہوئے ہو کہ
سی مُردے کی خشک لاش معلوم ہوتے ہو۔ گو یہ سچ ہے کہ اس پُر تکلف لباس میں خوبصورت ضرور معلوم
ہوتے ہو۔" یہ اخیر فقرہ ایسا ہی تھا جیسے کڑوی دوا کی گولی پر کوئی چاندی کا ورق چڑھا دے۔
اشمون بڑا ظاہر بین اور ظاہر پرست تھا۔ صورت بدمزہ سی بنا کر کہنے لگا۔ "بات یہ ہے کہ
محنت بہت کرنی پڑتی ہے۔ دوسروں کی بھلائی میں ہر وقت کی جانفشانی۔ معدے کی شکایتیں۔ اور
پھر رات رات بھر اس فلک نما کاشانے میں بیٹھ کر اختر شماری کرتے کرتے اور سرد ہواؤں کے جھونکے
ای نے کھانے درد اعضاء کے مکلف مرض میں مبتلا رہتا ہوں۔ آج بھی معدہ میں ثقل ہے اور
عضا شکنی ہو رہی ہے۔ دوا بغیر کھائے کام نہیں چلتا۔" یہ کہہ کر اٹھا۔ شراب کے ایک شیشہ سے دو
ساغر بھر کر ایک مرطیرہ کو پیش کیا اور کہا "ذرا پی کر دیکھئے۔ یہ چیز آپ کے دارالسلطنت
طیبی میں میسر نہیں آ سکتی۔"
مرطیرہ نے شراب پی کر کہا۔ "واقعی چیز اچھی ہے۔ لیکن تیز بہت ہے۔ میں بھی اگر اس کا
استعمال زیادہ رکھوں تو جوڑوں میں درد پیدا ہو جائے۔
اچھا۔ اشمون اب یہ بتاؤ کہ میں آپ کے اس شہر میں آنے تو آ گئی۔ مگر میری جان بھی یہاں محفوظ ہے۔

رہی سے خوف کرنے کی تو ضرورت نہیں۔ میرا مطلب فرعون سے نہیں ہے۔ وہ تو میرا اچھی طرح اعتبار کرتا ہے۔ اس کے کام کے لئے تو جہاں چاہوں آجا سکتی ہوں۔ میری مراد اس کے بھائی شہزادہ ثوران حاکم شہر سے ہے۔ ایک زمانہ میں اس کمبخت کو بات خوب یاد رہا کرتی تھی۔ اور اب بھی اسکی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ مزاج کچھ پہلے سے نرم نہیں ہوا ہے۔ تمہیں تو یاد ہو گا۔ اسی ثوران نے میرے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔ اُس کا بدلہ جس طرح میں نے لیا ہے اُسکو بھول جانا آسان نہیں ہے۔"

اشموّن۔" ثوران کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی کہ طیبی میں جو کچھ اُسپر گذری تھی وہ سب آپ کا کیا دھرا تھا۔ وہ تو غرور اور نخوت کا ایک اٹل پہاڑ ہے۔ اِس کی سمجھ میں کب آتا ہے کہ کس نے برائی کی۔ کس نے بھلائی کی۔ اسے تو بس اتنا ہی یاد ہو گا کہ جب تم کو نکال دیا تو تم نکل گئیں اور جب اُس نے تم کو میری نذر کر دیا تو پھر اُسکو تم سے کوئی بحث نہ رہی۔"

مرطیبرہ۔" کیا خوب۔ مجھ سے اور کچھ بحث نہ رہے۔ ایسا ہے تو بڑا احمق ہے۔"

اشموّن پر تیز شراب نے اپنا اثر شروع کر دیا تھا۔ جب یہ تصور بندھا کہ مرطیبرہ اتنے دنوں ہاتھ سے نکلی رہی تو غصہ آیا اور کہنے لگا۔

"مگر تم نے بڑا دھوکا دیا۔ تم جانتی تھیں کہ میں تم پر جان دیتا تھا اور اب تک یہی حال ہے۔ پھر بھی تم وہیں کی ہو رہیں۔ میرے ساتھ یہاں نہ آئیں۔" یہ فقرہ کہہ کر بڑی میٹھی میٹھی نظروں سے مرطیبرہ کو دیکھنے لگا۔

مرطیبرہ نے اشموّن کی طرف دیکھکر کہا۔" بھلا میں آپ جیسے لائق و قابل یگانۂ روزگار کے لائق کب تھی۔ اگر ساتھ رہتی تو آپ کی زندگی مشکل ہو جاتی۔ اس لئے آپ کے پاس آنے اور رہنے کی جگہ اس غریب فرعون کی حرموں میں شامل ہو گئی۔ یہ عورتیں کہنے کو حرم میں ہیں مگر بادشاہ سلامت کو اُن سے کچھ اور مطلب غرض نہیں۔ لیکن مہربانی فرما کر کہیں شہزادہ ثوران

سے یہ باتیں کہنے نہ بیٹھ جائیگا۔"

اشموّن۔" اگر میری تمہاری وہی بات رہی جو اس وقت ہے تو کیوں کہنے لگا۔ اچھا۔ اب تم نے دم لے لیا۔ اصل مطلب کی بات پر آنا چاہیئے۔ نہیں تو رات یوہنی گذر جائیگی اور اگر فرعون کو معلوم ہو گیا کہ تم رات بھر غائب رہیں تو سخت ناراض ہوگا۔"

مرطیرہ۔" اونہہ۔ بھاڑ میں جائے۔ ناراض ہو کے میرا کیا کر لیگا۔ مگر انصاف کی بات تو یہ ہے کہ روپے پیسے کے دینے میں بڑا سخی ہے اور عورت کی قدر بھی کرتا ہے۔ اچھا فرمایئے وہ مطلب کی بات کیا ہے۔"

اس وقت اس پرانے نجومی کے چہرے پر ایک قسم کی سختی اور مکاری ظاہر ہونے لگی۔ اُٹھا اور آگے بڑھکر دیکھا کہ کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند ہے۔ دروازہ پر جو پردہ بندھا تھا اُسے گرا دیا۔ پھر کرسی لے کر اس عورت کے قریب بالکل اُس کے مُنہ کے سامنے اِس ترکیب سے بیٹھا کہ اس کے چہرے پر تو روشنی پڑتی رہے مگر اپنا چہرہ اندھیرے میں رہے۔

اشموّن۔" مرطیرہ مجھے تم سے ایک بڑا کام ہے اور معلوم نہیں کہ مجھے تم پر بھروسہ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ایک دفعہ تم مجھکو دہوکا دے چکی ہو اور فرعون کو تو برسوں سے دھوکا دے رہی ہو۔ کس کو خبر ہے کہ تم پھر کوئی جُل دے کر ایسی چال چلو کہ مجبور ہو کر مجھے اپنا ہی گلا کاٹنا پڑے۔ جان سے بھی جاؤں اور عاقبت میں بھی ہمیشہ کو دوزخ کا کُندہ بنوں۔"

مرطیرہ۔" اگر آپ کا یہی خیال ہے تو ذرا تکلیف کر کے یہ دروازہ کھول دیجئے اور کسی آدمی کو ساتھ کر دیجئے کہ میں محل تک پہنچ جاؤں۔ اس طرح وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔"

اشموّن۔" سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ تم جتنی مکار ہو اتنی ہی حسین بھی ہو۔ اچھا تو اب سُنو۔" اتنا کہہ اشموّن نے مرطیرہ کی کلائی زور سے پکڑ لی اور اُس کے کان کے پاس مُنہ لا چُپکے چُپکے کہنا

شروع کیا۔ "اگر تم نے دہوکا دیا تو سمجھ لینا کہ بہت ہی بُری موت مرنا پڑیگا۔ اگر چھُری اور زہر سے کام نہ نکلا تو جادو اور سحر میں مجھے کسی سے کم نہ سمجھنا۔ جادو کے زور سے تمہاری اس پھُول سی صورت کو ایسا کردونگا کہ دیکھنے والوں کو گھِن آنے لگے۔ بھُوت بن کر رات دن پیچھا نہ چھوڑونگا۔ نیند آئی تو کبھی پلک سے پلک نہ لگنے دونگا۔ تھک کر کہیں پڑ رہوگی بھی تو تم پر دہوپ کھلی ہوگی کہ تمہارا حالِ بد کسی سے چھُپا نہ رہے۔ اگر مجھے فریب دیا تو جو کچھ کہہ رہا ہوں سب کر گذرونگا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر حال کردونگا۔ اگر میں مرا تو سمجھ لینا کہ تمہیں بھی میرے ساتھ ہی دم توڑنا پڑیگا۔ اچھا قسم کھاؤ کہ بے وفائی نہ کروگی۔ قسموں میں بھی سب سے بڑی قسم کھانی ہوگی۔"

مرطیرہ نے یہ گفتگو سُنکر کمرے میں چاروں طرف دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ اشموَن کا جادو تمام ملک میں مشہور ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی موذی و مردم آزار جادوگر دُنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس لئے وہ اشموَن سے دل میں ڈری۔ اور گھبرا کر کہنے لگی "مجھے تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا ہی پُرخطر معاملہ کہنے والے ہو۔ میں تمہارا مطلب کچھ کچھ سمجھتی ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ اگر میں نے تمہاری مدد کی تو مجھکو اس کا صلہ کیا دوگے؟"

اشموَن نے جواب دیا۔ "اس کا صلہ سوائے اِس کے اور کیا ہوگا کہ میں خود حاضر ہوں۔"

مرطیرہ۔ "اِس سے بڑھکر اور کیا عزّت ہوسکتی۔ مگر اس کے علاوہ بھی کچھ ملیگا؟"

اشموَن۔ "فرعون کے مرنے پر سب سے بڑا مرتبہ اور سب سے زیادہ اختیارات کی جگہ مِل جائیگی یعنی بادشاہِ مصر کے وزیرِ اعظم کی جورو ہوجاؤگی۔ اور کیا چاہئے؟"

مرطیرہ۔ "جورو۔ میں تو سُنتی ہوں کہ سو کے قریب تو آپکے پاس اب موجود ہیں۔ کیا اِنہی کے ساتھ مجھے بھی اِس عزّت میں شریک فرمائیگا؟"

اشموَن "غضب کرتی ہو۔ قسم سے لو جو ایک بھی ہو"

اتنا سُنکر یہ عورت اس زبردست جادوگر کے مکروہ چہرے کو دیکھکر کچھ سوچ میں گئی۔ اور پھر کہنے لگی۔

"اچھا۔ میں قسم کھانے کو تیار ہوں اور جس بات کی قسم کھاؤنگی اُس کی پابند رہونگی۔ اور تم بھی جس بات کی قسم کھاؤ اُس سے ہرگز نہ پھرنا۔ اگر تم نے قسم توڑی تو پھر تمہاری خیر نہ ہوگی کیونکہ عورتوں کا جادو دوسری طرح کا ہوتا ہے۔ وہ مردوں کے جادو سے کہیں زیادہ موذی ثابت ہوتا ہے"

اشموَن "خوب جانتا ہوں۔ بھلا اس بات کو مجھ سے بڑھکر کون جانے گا۔ آج سے نہیں جب سے دُنیا قایم ہے عقلمندوں کا یہ مقولہ چلا آتا ہے کہ روح کا مقام دماغ اور نہ قلب بلکہ اصلی مقام اس کا عورت کی زبان ہے۔ اچھا اب کرسی سے اُٹھو"

مرطیرہ کھڑی ہوگئی۔ اشموَن بڑھا اور دیوار میں ایک پوشیدہ طاق سے کوئی سیاہ سی چیز نکال کر لایا۔ یہ کتاب تھی۔ مگر کتاب کیا تھی جادو کے خط میں لکھا ہوا کاغذوں کا ایک مٹھا لوہے کے نلوے میں رکھا ہوا تھا۔

اشموَن نے کہا کہ "جادو میں اس کتاب سے بڑھکر دوسری کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ فرعون میّنا کے بعد جو سب سے بڑا ساحر دُنیا میں گذرا ہے اُس کے قلم کی یہ لکھی ہوئی ہے۔ اور اس زمانہ میں لکھی گئی تھی جبکہ مصر کے بادشاہ خدا اور انسان دونوں مانے جاتے تھے۔ مشہور فرعون مینا کی سوکھی ہڈیاں جس تابوت میں بند تھیں وہیں سے اس کتاب کو دیکھکر نکال لایا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ جونہی قبر کے اندر گھسا اور کتاب نکالنے کے لئے تابوت میں ہاتھ ڈالا تو فرعون مینا کا ہمزاد فوراً جاگ اُٹھا اور اُس نے مجھے جان سے مارنا چاہا۔ مگر میں نے اپنی جان بھی بچالی اور

کتاب بھی اُڑا لایا۔ کوئی شخص جو اس کتاب کو اتنا پڑھ لے جتنا میں پڑھ لیتا ہوں تو پھر سمجھ لو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہو گیا۔ اور جو کوئی اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر قسم کھائیگا اور پھر اس قسم کو توڑیگا تو اُسکو زمین و آسمان میں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ مرطیرہ اب اس کتاب کو اپنے سینہ سے لگاؤ اور جن الفاظ میں میں قسم کھاتا ہوں اُن ہی الفاظ میں تم بھی قسم کھاؤ۔"

اب اس نجومی نے قسم کھانے میں ایسے الفاظ منہ سے نکالے جو نہایت ہی خوفناک تھے۔ ان میں بیان تھا کہ اگر قسم کھانے والے نے قسم توڑی تو ذلت و رسوائی۔ بیماری اور موت۔ اس عالم میں سخت ترین مصائب اور دوسرے عالم میں طرح طرح کے ہیبت ناک دیو اور بھوت جن کی صورتیں درندوں کی سی ہونگی اور جو کُرّہ آفتاب سے بہت دور فضائے ظلم و تعدی کے رہنے والے ہونگے بدترین عذاب اُسپر نازل کرتے رہینگے۔"

قسم کے الفاظ سُنکر عورت نے کہا۔ "اشموّن تم نے قسم کا وہ حصہ چھوڑ دیا جو خاص تم سے متعلق تھا۔ یعنی تم نے قسم میں یہ بات نہیں رکھی کہ وزیر مصر کی بیوی صرف میں ہی ہونگی اور جس قدر اختیارات وزیر کے ہونگے اتنے ہی میرے بھی ہونگے۔"

اشموّن نے کہا۔ "خوب یاد دلایا۔ واقعی بالکل بھول گیا تھا۔" اتنا کہہ کر اس اقرار کو بھی قسم میں شامل کیا۔

اور اب ان دونوں نے کتاب کو آنکھوں سے لگا کر قسمیں کھائیں۔ لیکن جب مرطیرہ نے نظر اونچی کی تو بلور کا جو گولا اس کے سر سے کچھ اونچا چھت میں لٹکا ہوا تھا اُس میں روشنی کی تحریریں شعلوں کی طرح تڑپتی نظر آئیں اور سُرخ سُرخ روشنی گولے میں اس طرح داخل ہوتی دکھائی دی جیسے کسی زخم سے خون کی دھار بہتی ہو۔ یہاں تک کہ گولے کا رنگ بالکل لال انگارہ ہو گیا اور اس سُرخی میں سے ایک آنکھ نظر آئی جو مرطیرہ کو دیکھتی تھی۔ اس کے بعد وہ آنکھ

غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی گولے میں جو خون بھرا تھا وہ بھی غائب ہوگیا اور اُس کی جگہ ملکہ نیطس طبیہ تخت پر اس شان میں نظر آئی کہ ہزار ہا قومیں اُس کی پرستش کر رہی ہیں اور ملکہ کے پہلو میں ایک مرد شاہانہ لباس پہنے بیٹھا ہے لیکن اُس کا چہرہ ایک بادل میں چھپا ہوا ہے۔

اشموتن نے پوچھا "مرطیرہ تم کیا دیکھتی ہو" مرطیرہ جو کچھ دیکھ رہی تھی اسے بتانے لگی۔

اشموتن غور میں گیا اور کسی قدر شبہ کے ساتھ بولا:۔

"شگون تو اچھا ہے۔ ملکہ کے قریب اس کا شوہر بیٹھا دکھائی دیا ہے۔ لیکن اس کا سبب نہیں معلوم کہ اس کا چہرہ کیوں چھپا ہوا ہے"

مرطیرہ بولی۔ "مجھے کیا معلوم کیوں چھپا ہے۔ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ جو تیز شراب تم نے پلائی ہے اُس نے میرے دماغ پر اثر کر دیا ہے۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ قسم تو جس بات کی کھانی تھی وہ کھا ہی لی ہے۔ کیا معلوم کہ یہ قسم کس کس شکل میں اپنا اثر کرے۔ اس طرح کی قسمیں تو دو باڑھ والی تلواریں ہوتی ہیں۔ قسم کھانے والے کے بھی ٹکڑے اڑا دیں اور جسکے لئے قسم کھائی ہے اُسکے بھی پُرزے کر دیں۔ اچھا آپ اس سحر کو ختم کریں۔ اب مجھے اس بلور کے گولے میں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ اس پر تو اب کوئی کپڑا ڈھک دیا جائے تو بہتر ہو"

اشموتن نے کسیقدر تامل کے بعد کہا "نظر تو تمہاری بہت اچھی ہے مگر افسوس ہے کہ آگے کچھ نہیں دکھائی دیتا" اتنا کہہ اشموتن نے ایک کپڑا جو کسی مُردے کے رنگین کڑھے ہوئے کفن کا ٹکڑا تھا اور جس سے سحر کے کاموں میں کام لیا جاتا تھا بلور کے گولے پر ڈال دیا۔

اشموتن نے مرطیرہ سے کہا کہ "اب اور جو کچھ مجھے کہنا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ میرے یہ موٹے آقا یعنی توراآن مصر کا بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ اس مراد کو پہونچنے کے لئے سب سے بہتر طریقہ

ہی ہے کہ وہ اپنی بھتیجی ملکہ طیبہ کے تخت پر ملکہ کے ساتھ جلوہ افروز ہوں۔ توران کے علاوہ
اور بہت سے لوگ بھی ملکہ کے پہلو میں تخت پر بیٹھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ مگر ہم کو تو توران سے
مطلب ہے۔

مرطیرہ۔ "اشموں تمہارا مطلب یہ ہوا کہ توران ملکہ طیبہ سے شادی کرلیں۔"

اشموں۔ "ظاہر ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ جو شخص اس ملکہ سے عقد کرے گا
وہی ملکہ کی طرف سے حکومت کا ڈنکا بھی بجائیگا۔"

مرطیرہ۔ "درست ہے۔ مگر آپ کو ملکہ نیفطر طیبہ کا کچھ حال بھی معلوم ہے۔"

اشموں۔ "جتنا اوروں کو معلوم ہے اتنا ہی مجھے بھی معلوم ہے۔ میں تمہارا مطلب نہیں
سمجھا۔"

مرطیرہ۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ میں اُس مرد کو بہت ہی بدقسمت سمجھونگی جو ملکہ طیبہ کی بغیر مرضی
اور خوشی کے اُس سے شادی کرنے کا قصد کرے گا۔ اس میں چاہے وہ کیسا ہی خوبصورت اور
بڑے درجے کا آدمی کیوں نہ ہو۔ اگر ایسا کیا تو ہمیشہ کو روئیگا۔ اتنا بتائے دیتی ہوں کہ یہ
ملکہ انسان نہیں ہے آتش کا پرکالہ ہے۔ اس کی قوت کا یہ حال ہے کہ اگر مصر کے تمام جادوگر
ایک طرف ہوجائیں جن میں آپ بھی شامل ہوں پھر بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ لوگ کہتے
ہیں کہ وہ ربّ عموں کی بیٹی ہے۔ اس کا یقین کسی کو نہ ہو مگر مجھے تو ضرور ہے۔ ہرگز شبہ
نہیں کہ اُسکے گھٹ میں دیوتا اُترے ہوئے ہیں۔ اور مرا بہتر ہے وہ آدمی جو شوہر بننے کے شوق
میں اس ملکہ تک رسائی کرے اور ملکہ اُسے نفرت و عداوت کی نظر سے دیکھے۔"

اشموں۔ "یہ جو کچھ کہتی ہو وہ توران کے دیکھنے سمجھنے کی بات ہے۔ شادی کرنے کا شوق
اسے چرایا ہے ہمیں کیا مطلب۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ملکہ کے تخت پر ملکہ کے پہلو میں اُسے

بٹھادیں۔ بہرکیف یہ ظاہر ہوگیا کہ ملکہ اپنی مرضی سے توران کو قبول نہ کریگی۔"

مرطیرہ۔" ہرگز نہیں۔ افواہ یہ ہے کہ اُسے نواب رعمیس سے عشق ہوگیا ہے یہ وہی رعمیس ہے جس نے کوش کے شہزادے کو ملکہ کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا تھا اور ایک بڑی فوج کے ساتھ مقتول شہزادے کے باپ بادشاہِ کوش سے مصالحت کرنے کی غرض سے کوشش روانہ ہوا ہے۔"

اشموآن۔" ملکہ اور رعمیس کے عشق کی خبر مجھے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ رعمیس ملکہ کا دودھ بھائی ہے اور بادشاہوں کا خون اُس میں موجود ہے۔ سُنتا ہوں کہ وہ بڑا بہادر اور خوشرو جوان ہے لیکن بادشاہ زادیوں کو شادی کے معاملہ میں عشق سے کیا بحث۔ عاشقی معشوقی کے چرچے تو ہم تم جیسے ادنیٰ طبقے کے لوگوں میں رہا کرتے ہیں۔ مگر یہ کہو کہیں ملکہ کو توران کا یہ قصد نہیں معلوم ہوگیا ہے۔"

مرطیرہ۔" مجھ کو اس کا کیا علم ہوسکتا ہے۔ لیکن خاتون آشتی ملکہ کے ساتھ ہے۔ ملکہ کو اُس نے دودھ پلایا ہے اور ملکہ کو اس سے بہت محبّت ہے اور یہ آشتی سردار مرمیس کی بیوی اور رعمیس کی ماں ہے۔ اُسے توران کی طرف سے ضرور شبہ ہوگیا ہوگا۔ آشتی جادو اور سحر میں تمہارے بھی کان کاٹتی ہے۔ اور اگر اس کے صلاح پر کوئی چلتا تو فرعون منوف میں قدم بھی نہ رکھتے۔ لیکن میرے پاس تمہارا خط آچکا تھا۔ میں نے بادشاہ سے یہاں آنے کے لئے بہت اصرار سے کہا۔ چونکہ جہاں پناہ مجھ کو اپنا اور اپنے خاندان کا بڑا خیر خواہ سمجھتے ہیں اسی وجہ سے یہاں چلے آئے ورنہ یہ موقع کہاں نصیب ہوتا کہ میں آپ کا پہلو گرم کرتی ہوتی۔ اس وقت بھی بادشاہ سلامت یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں مخبری کی غرض سے باہر گئی ہوئی ہوں۔"

اشموّن ”اگر آشتی کو شبہ گذرا ہے تو ملکہ طیبہ کو بھی شبہ ہو گیا ہو گا۔ طیبہ اپنے باپ سے کہیں زیادہ مضبوط دل رکھتی ہے۔ ممکن ہے کہ تورآن کی ان فوجوں اور جنگی جہازوں کی اسے مطلق پروا نہ ہو اور اُسی وقت منوف سے نکل کر تورآن سے لڑائی شروع کر دے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ فرعوّن کو کسی طرح اِس شہر سے باہر نہ نکلنے دیں۔ اگر یہ ممکن ہوا تو پھر بیٹی باپ کو چھوڑ کر خود شہر سے باہر نہ جائیگی۔

مرطیرہ ”اشموّن تم بادشاہ کو کس طرح روک سکتے ہو۔ کیا کسی کا خون ....“ اتنا زبان سے نکالنا تھا کہ بلور کے گولے پر جو کپڑے سے ڈھکا تھا دفعتاً نظر پڑی۔

”اشموّن۔ نہیں کسی کا خون کرانا مقصود نہیں۔ بلکہ یہ بھی ظاہر نہ ہونا چاہیئے کہ بادشاہِ مصر یہاں آکر قید ہو گئے ہیں۔ یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔ لیکن اور بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں“

مرطیرہ ”اور کون سی صورتیں نکل سکتی ہیں“ زہر؟“

اشموّن ”نہیں یہ سب سے زیادہ خطرے کی چیز ہے۔ لیکن اگر فرعوّن جس طرح پہلے بیمار رہا تھا اب پھر ویسا ہی بیمار ہو جائے اور بدن کی حس و حرکت جاتی رہی تو پھر ہمیں اتنا موقع مِل سکتا ہے کہ تورآن اور ملکہ کی شادی کرا دیں۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے فرعوّن اِس وقت بالکل تندرست و توانا ہے۔ ایک اور بات اس وقت سمجھ میں آئی ہے۔ مرطیرہ! میں تمہیں ایک چیز دکھانی چاہتا ہوں۔“

اتنا کہہ کر اشموّن ایک بڑے صندوق کے قریب گیا اور اُس میں سے صنوبر کی لکڑی کا ایک سادہ صندوقچہ نکالا۔ اِس صندوقچہ کی شکل ایسی تھی جیسے مُردے کا تابوت ہوتا ہے۔ جب اس کا ڈھکنا اُٹھایا تو اُس میں ہاتھ بھر کا ایک پُتلا موم کا بنا ہوا رکھا دکھا۔ یہ پُتلا بڑی صنعت سے ہو بہو فرعوّن کی شکل کا بنایا گیا تھا اور اس کے سر پر سونے کا چھوٹا سا تاج بھی رکھا تھا جو شاہانِ مصر کے تاج کی

کل کا تھا۔

مرطیرہ نے اس موم کے پُتلے کو دیکھتے ہی پوچھا کہ "یہ کیا بلا ہے۔ کیا یہ "وشاپتی" ہے جو بادشاہ کے رنے پر اُس کے مردے کے ساتھ قبر میں دفن کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے؟"

اشموں: "نہیں۔ یہ پتلا فرعون کا ہمزاد ہے جو اس جادو کی کتاب کو پڑھکر تیار کیا گیا ہے۔ اگر س سے ٹھیک ٹھیک کام لیا گیا تو یہ فرعون کو اُسکی قبر تک پہونچا دیگا۔ لیکن اس سے کام کیونکر لینا چاہیئے اس کی ترکیب تمہیں بتاتا ہوں۔"

مرطیرہ چونک کر بولی۔ "مجھے بتاتے ہو۔ وہ کیا ترکیب ہے؟"

اشموں: "مرطیرہ سُنو۔ تم بادشاہ کی بڑی جانثار خواصوں میں ہو۔ بادشاہ جب استراحت رماتے ہیں تو تم ہی اُن کی خوابگاہ کی پاسبانی کرتی ہو۔ اب یہ کرو کہ جس وقت بادشاہ خوابگاہ یں نہ ہوں تو چپکے سے وہاں جاؤ اور بادشاہ کے بستر پر اس پتلے کو اس طرح چھپا کر رکھدو کہ جب بادشاہ سونے لیٹیں تو اُن کا سانس اس پتلے تک کسی طرح پہونچ جائے۔ اس کے بعد پتلے کو بستر پر سے اُٹھا لینا اور یہ پڑھنا "پتلے۔ پتلے۔ میں تجھے تیری طاقت اور زور کی قسم اور دنیا یں بُرائی پھیلانے والے دیو کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ جس طرح میں اس وقت تیری ٹانگیں بیکار رتی ہوں اُسی طرح تو بادشاہ کی ٹانگوں کو بھی بیکار کردے جس کی شکل کا تو بنایا گیا ہے"۔ جب منتر پڑھ چکو تو اس پتلے کی ٹانگوں کو شمع کی لو پر رکھنا یہاں تک کہ اسکا موم پگھلنے لگے۔ پھر س پتلے کو جس کمرے میں تم خود رہتی ہو لاکر کہیں چھپا دینا۔ اسی رات کو یہ ہوگا کہ بادشاہ کی دونوں انگوں کے اعصاب بیکار ہو جائینگے اور اُن میں حس و حرکت کی قابلیت مطلق نہ رہیگی۔ فالج کا مرض بیدا ہو جائیگا۔ اسکے بعد جو کچھ ضروری ہوگا بعد کو بتاؤنگا۔"

مرطیرہ یوں تو بڑے دل گردے کی عورت تھی مگر یہ حکم سُنکر سہم گئی۔ اور کہنے لگی کہ "مجھ سے

یہ نہ ہوگا۔ یہ سحر اُس پر کیا جاتا ہے جسے لوگ خدا مانتے ہیں۔ اس حرکت پر خدا مجھے جہنم واصل کر دیگا۔ اس کام پر کسی اور کو لگاؤ۔ یا خود جاکر اس پتلے کو بادشاہ کے خوابگاہ میں رکھو۔ یہ کام میرے بوتنے کا نہیں ہے۔"

اتنا سُنتے ہی جادوگر کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ مرطیرہ کا ہاتھ پکڑکر مکان کی چھت پر پہونچا دریا کی طرف جو برجی تھی اُس پر چڑھ گیا اور جس کھڑکی سے رات کو ستارے دیکھا کرتا تھا مرطیرہ کو ساتھ لئے اُس میں جا کھڑا ہوا۔ یہ مقام اسقدر بلند تھا کہ نیچے دیکھنے سے انسان کو چکر آتا تھا۔ یہاں سے شہر کے مکانات دُور اور آسمان قریب نظر آتا تھا۔

اشموں "مرطیرہ ذرا منوف کے شہر اور نیل کے دریا کو دیکھو اور اس کے پار کی مسطح زمینوں اور اہرام مصری پر بھی نظر ڈالو جو اس وقت چاند کی روشنی میں دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر تم بھی اِن زمینوں اور شہروں پر میری طرح حکومت کرنے کی تمنّا رکھتی ہو تو میرا حکم مانو پھر یہ سب چیزیں تمہاری ہیں۔"

مرطیرہ "اور اگر نہ مانا تو؟"

اشموں "اگر نہ مانا تو سحر کے زور سے میں تمہارے حواس گُم کردونگا اور تم یہاں سے گر کر وہ سفید سی لکیر جو شہر کے بازار کی نظر آتی ہے وہاں جا پڑوگی اور صبح نہ ہونے پائیگی کہ تمہارے گوشت پوست اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو کتّے کھا چکے ہونگے۔ اور جو کچھ اُن سے بچ جائیگا اس کو دیکھکر کوئی اتنا نہ پہچان سکیگا کہ یہ مرطیرہ تھیں۔ تمام راز کی باتیں تم پر میں نے ظاہر کردی ہیں۔ اگر میرا حکم نہ مانا تو تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتیں۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اس وقت ہاں کرلو اور پھر دھوکا دے جاؤ کیونکہ یہی پُتلا جو تم ساتھ لیجاؤگی میرا وکیل بھی ہے۔ وہ برابر تمہاری ہر ایک حرکت کو دیکھتا اور اس دیو کو اطلاع دیتا رہے گا جو اس پتلے کا آقا ہے۔ اب بتاؤ تمہیں کیا منظور ہے؟"

مرطیرہ کے اوسان جاتے رہے اور سوائے اس کے کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ "جو حکم دو گے وہی کرونگی۔" جس وقت یہ فقرہ اُس کے مُنہ سے نکلا تو اسکو ایسا معلوم ہوا کہ کھڑکی سے باہر کسی نے قہقہہ لگایا۔ اُدھر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔

اشموتن نے کہا "بس یہی ٹھیک بات ہے۔ اب اس صندوقچہ کو اپنی چادر میں چھپالو کہیں اِسے گرا نہ دینا۔ اگر ایسا کیا تو پتلا جو اندر بند ہے تمہارا نام لے لیکر چیخنے گا۔ راہ گیر تم کو چڑیل یا جادوگرنی سمجھ کر فوراً مار ڈالینگے۔ اگر میں منع کردوں تو دوسری بات ہے ورنہ کل شام کو ضرور ضرور فرعون کے بستر میں اِسے چھپا کر رکھدینا اور جب رات کو چاند نکل آئے تو پتلے کی ٹانگوں کو شمع کی لَو دکھانا اور پھر اسے چھپا دینا۔ اسکے بعد اسے میرے پاس لے آنا۔ اگر ضرورت ہوئی تو پتلے میں پھر جادو بھر دونگا۔ اچھا اُٹھو۔ ہیکل کے دروازے تک جہاں بادشاہ مقیم ہیں میں تمہاری حفاظت کے لئے ساتھ چلتا ہوں۔"



نواں باب

بادشاہِ مصر کی موت

دوسرے دن صبح ہی آشتی دربار میں جانے کے لئے ملکہ کو لباس پہنانے آئی تو پوچھنے لگی کہ "ملکہ عالم۔ رات جس نیت سے آپ سوئیں تھیں وہ پوری ہوئی۔ عموّن نے کوئی تدبیر یہاں سے مخلصی کی بتائی یا نہیں۔"

ملکہ بولی "نہیں کچھ نہیں۔ خواب البتہ رات بھر بڑے بڑے ڈراؤنے دیکھتی رہی۔ اور ہر خواب میں بادشاہ کی وہ خواص مرطبرہ جس کا تم کل ذکر کرتی تھیں کسی نہ کسی صورت میں بار بار نظر آتی تھی۔ غیب کی نشانیوں میں اگر اعتقاد رکھتی ہوتی تو یہی سمجھتی کہ اس کم بخت عورت کے ہاتھوں ہمارے گھرانے پر کوئی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔"

آشتی "کیا عجب ہے کہ وہ اس وقت اسی فکر میں ہو اور جو کچھ اُس نے سوچا ہے وہ شروع بھی کر دیا ہو۔ اور سُنیئے۔ رات کو چاندنی خوب کِھلی تھی۔ کمرے کی کھڑکی سے مُنہ باہر نکالا تو کیا دیکھتی ہوں کہ یہی عورت ٹھیک آدھی رات کو ہیکل کے صحن میں سے گذرتی ہوئی اس محل میں کہیں باہر سے آکر داخل ہوئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چادر میں کوئی چیز چھپا کر لائی ہے۔"

ملکہ "باہر کہاں سے آئی تھی؟"

آشتی۔ میں سمجھتی ہوں۔ شہر سے واپس آئی ہوگی۔ محل میں آمد و رفت کا اجازت نامہ بادشاہ

کی طرف سے اِسے مِلا ہوا ہے۔ میں نے اپنے خاوند مرتیس کی معرفت پہرے والے افسر سے حال پچھوایا تو معلوم ہوا کہ جب محل میں آئی ہے تو ایک اونچے قد کا آدمی سیاہ چُغے کے دامن سے مُنہ چھپائے اُسے یہاں تک پہونچانے آیا تھا۔ اور جب وہ اندر آنے کو ہوئی تو مرد نے بہت ہی منت سماجت سے اس سے کچھ باتیں کیں اور باتیں کر کے واپس چلا گیا۔ مرتیس کی زبانی جو کچھ سُنا ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی اشموَن نجومی تھا جس سے یہ عورت کل ضیافت میں آنکھ بچا کر باتیں کرنے لگی تھی۔"

ملکہ طیبہ "یہ خبر تم نے بُری سُنائی۔ اور کوئی بات سُنی ہو تو بتاؤ؟"

آشتی۔ "حضور کیا عرض کروں۔ شہر کے دروازوں پر حاکم شہر نے ایسا سخت پہرا بٹھایا ہے کہ ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا۔ کل میں نے ایک کام سے طیبی آدمی بھیجنا چاہا۔ ایک ضروری چیز وہاں پہونچانی تھی۔ تو پہرے والوں نے اس آدمی کو دروازے پر روک دیا اور اُس کو واپس آنا پڑا۔"

یہ سُنکر طیبہ کو غصہ آیا اور کہنے لگی "قسم ہے زمین و آسمان کے سب خداؤں کی اگر جلوس کے پہلے ہی سال کے اندر اندر اس شہر کے آہنی دروازوں کو اُترواکر آگ میں نہ گلوا ڈالا ہو تو طیبہ نام نہیں۔ اور یہ جتنے آدمی اس وقت پہرا دے رہے ہیں یہ سب جنگلوں میں قیدیوں کی طرح پتھر کی کانوں میں مشقت کرتے ہونگے۔" اتنا کہہ کر کچھ سوچکر بولی "لیکن اس وقت میری ان دھمکیوں سے کیا ہوتا ہے۔ ابھی وہ وقت کہاں آیا ہے کہ ان دشمنوں کا نہس نہس کردوں آشتی تم کہو تو بادشاہ سلامت سے یہ سب باتیں جا کر عرض کروں۔"

آشتی۔ "نہیں۔ ملکہ۔ نہیں۔ ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔ بادشاہ سلامت کبھی کے بیدار ہو کر شرفاء منوف سے ملاقات میں مصروف ہیں اور ولایت شمال سے جو مقدمات آئے ہیں

وزیروں کے ساتھ بیٹھے اُن کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ جب تک نئے بُت خانہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آئے گا وہ اِسی کام میں مشغول رہینگے۔ اس بُت خانہ والے جلسہ میں آپ کو بھی شریک ہوتا ہے۔ آج اور صبر کیجئے۔ ممکن ہے شب کو ان دشمنوں کی اور باتیں بھی کھلیں۔ ذرا سر اونچا کیجئے تو تاج آپ کے سر پر رکھوں۔ تاکہ اِن بدبختوں کو معلوم تو ہو کہ ہم سب کا آقا اور ولیِ نعمت دراصل کون ہے۔"

سنگِ بنیاد رکھنے کی رسم بہت دیر میں ختم ہوئی۔ بازاروں کی بھیڑ بھاڑ اور شور وغل میں رتھوں کا سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا۔ سب سے پہلے رتھ پر فرعون اور توران سوار تھے اُس کے بعد کے رتھ پر ملکہ طیبہ اور توران کی بڑی بیٹی بیٹھی تھی یہ لڑکی طیبہ سے عمر میں بڑی تھی آنکھیں گول گول اور ناک چپٹی تھی۔ اس رتھ کے پیچھے عمون کے بڑے بڑے کاہنوں کی سواریاں تھیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ملکہ طیبہ ربّ عمون کی بیٹی ہی نہ تھی بلکہ اسکے ہیکل کی سب سے ممتاز کاہنہ بھی تھی۔ نئے بُت خانے کا سنگِ بنیاد رکھنے کے وقت اُس کا فرض تھا کہ ان کاہنوں کی مجلس کی صدرِ انجمن بنے تاکہ یہ بیت خانہ عمون کے نام پر تعمیر ہو سکے۔ اور اب وہ سامان لایا گیا جسے سنگِ بنیاد کے ساتھ زمین میں دفن کرنا ضروری تھا۔ اس سامان میں بتوں پر نذر چڑھانے کے متعدد قسم کے ظروف اور معماروں کے اوزاروں کے چھوٹے چھوٹے نمونے تھے۔ ایک انگوٹھی بھی تھی جو فرعون کے ہاتھ سے اُتاری گئی تھی۔ اُس پر بادشاہ کا نام کندہ تھا۔ اِن تمام چیزوں کو پہلے ایک دعا پڑھ کر پاک کیا گیا اسکے بعد جو جو مقام ان چیزوں کے رکھنے کے لئے بنیاد میں پہلے سے کھود رکھے تھے ان میں اُنکو رکھ دیا گیا۔ اور اب بنیاد کا پتھر زمین میں اُتار کر اُسکو ہمیشہ کے لئے چھپا دیا اور بادشاہ اور ملکہ نے اس رسم کے بخیر و خوبی ختم ہونے پر رعایا کو مبارکباد دی۔

اس کے بعد مصر کے بڑے بڑے معمار اور مہندس حاضر ہوئے اور بادشاہ اور ملکہ کے سامنے بُت خانہ کا نقشہ پیش کیا بادشاہ نے انکو بہت سا انعام دیا اور جب یہ تمام رسمیں ہو چکیں تو دن کی دعوت اور تقریروں کا وقت آیا۔

آخر کار یہ جلسہ بھی برخاست ہوا اور شاہی جلوس ایک دوسرے راستے سے ہیکل اسقط کو جہاں بادشاہ کا قیام تھا چلا۔ یہ واپسی بڑی تکلیف دہ تھی، دھوپ تیز ہو گئی تھی۔ اور شہر کی پوری فصیل کے گرد چکر لگانا تھا۔ اور راستے میں جہاں جہاں ہیکل اور بُت خانے آتے تھے وہاں بادشاہ کو سواری سے اُتر کر اور کچھ دیر قیام کر کے نذریں چڑھانی ہوتی تھیں۔ بادشاہ بالکل تھک گیا تھا۔ پھر بھی کام کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ جب واپس ہو کر ہیکل کے صحن میں پہونچا تو وہاں دربار کا انتظام ہو چکا تھا۔ تخت آراستہ تھا کہ بادشاہ اور ملکہ طیبہ اس پر بیٹھ کر غروب آفتاب تک سائلوں سے درخواستیں اور عرضیاں لے کر اُن کا فیصلہ کریں یا تحقیقات مزید کے لئے سردست مقدمات کو ملتوی کریں۔

یہ دربار بھی آخر کار ختم ہوا۔ لیکن جونہی فرعون تخت سے اُٹھنے لگا تو حاکم شہر توران نے جو ان تمام اوقات میں بادشاہ اور ملکہ سے کسی وقت علیحدہ نہ ہوا تھا دست بستہ عرض کیا کہ اسکو بھی ایک درخواست پیش کرنی ہے۔ بادشاہ اور ملکہ یہ سُنکر ہیکل کے صحن سے قصر کے صحن میں آئے اور وہاں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کاہنوں کے علاوہ جو لوگ اس موقع پر موجود تھے وہ بادشاہ اور ملکہ طیبہ کے علاوہ چند مشیران دولت تھے۔ مرتبیس فوج محافظ کا سردار اور چند مستورات بھی حاضر تھیں۔ ان میں خاتون آشتی ملکہ طیبہ کی دایہ اور بادشاہ کی دل پسند خواص مرطیرہ بھی موجود تھی۔ توران کے ہمراہ اُس کے دو بڑے لڑکے اور اشموآن نجومی اور چند سرکاری عہدہ دار تھے۔ منوف کے بُت خانوں کے افسر اور صحرائی علاقوں کے بڑے بڑے بدوی سردار بھی جمع تھے۔

محل کے صحن میں داخل ہوتے ہی دروازے بند کر دئے گئے اور اب فرعون نے پوچھا "توران

تمہاری درخواست کس بات کی ہے"۔
ثوران جھک کر آداب بجا لایا۔ اور عرض کیا کہ "مجھے ایک ایسی درخواست کرنی ہے جسے حضور اپنی بہبود اور اس وابستۂ دولت کی بہتری کے خیال سے ضرور منظور فرمائینگے"۔ اس کے بعد ثوران سنبھل کر کھڑا ہوا اور آہستہ سے کہنے لگا۔
"میں اس وقت اِس امر کا مستدعی ہوں کہ ملکہ جہاں نیطر طیبہ دختر جہاں پناہ سے اپنی شادی کا پیغام دوں"۔
یہ جملہ سُنکر فرعون ثوران کا منہ دیکھنے لگا۔ طیبہ جسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ ثوران کس بات کی درخواست کرنے والا ہے ایک سن رسیدہ مشیر کی طرف متوجہ ہوئی اور پوچھنے لگی کہ "کیا اس ملک کی تاریخ میں کوئی مثال ایسی ہے جس میں کسی ملکہ مصر نے اپنے چچا سے عقد کیا ہو"۔
یہ بڈھا مشیر بڑا مورخ تھا۔ فوراً عرض کیا کہ "یاد نہیں آتا کہ ایسی کوئی مثال اس ملک میں کبھی پیش آئی ہو"۔
یہ جواب سُنکر طیبہ نے اُس مشیر سے کہا۔ "مجھے تو یہ بات عقل کی نہیں معلوم ہوتی کہ اس وقت ایک ایسی نظیر پیدا کی جائے جس کی بنا پر آیندہ زمانہ میں مصر کی بدنصیب شہزادیاں اس قسم کی قرابتوں پر مجبور کی جائیں"۔
طیبہ نے یہ فقرہ آہستہ سے کہا تھا مگر اُسکی اُچٹتی سی آواز فرعون کے کان میں پہونچ گئی اور فوراً اُسکے چہرہ سے معلوم ہوا کہ کوئی مشکل مسئلہ اُس نے حل کر لیا چنانچہ کہنے لگا۔
"ملکہ نیطر طیبہ میرے قریب بیٹھی ہیں اور سلطنت میں میری شریک ہیں۔ جوان کی خوشی ہے وہ میری خوشی ہے۔ جو کچھ وہ پسند کرینگی غالباً میں بھی وہی پسند کرونگا۔ ثوران تم کو جو کچھ کہنا ہے ملکہ سے کہو"۔

اب ثوران ملکہ سے مخاطب ہوا۔ سینہ پر ہاتھ رکھکر قدخم کیا اور بڑی محبّت آمیز نگاہیں ملکہ کی طرف ڈالکر کہنے لگا۔

"حضور کا عشقِ جان سوز مجھے مجبور کرتا ہے۔۔۔۔۔۔"

طیبہ نے قطع کلام کرکے کہا۔ "چچا جان۔ اِن الفاظ کی صحت کیجئے اور اس طرح فرمایئے کہ حضور کے تاج وتخت پر تصرف کرنے کا عشقِ جان سوز آپکو مجبور کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔"

یہ سُنکر ثوران کی پیشانی پر غصّہ سے بل پڑنے لگے مگر اور سب لوگ یہاں تک کہ بادشاہ اور وہ نجومی اشموَن بھی ہنسنے لگا۔ ثوران نے پھر اپنی تقریر شروع کی مگر کچھ ایسی بے ربط کہ طیبہ نے پھر اُسے خاموش کرکے کہا:۔

"عمی ثوران۔ میں بہری نہیں ہوں۔ جہاں پناہ سے جو کچھ آپ نے ابھی عرض کیا تھا وہ میں سُن چکی ہوں۔ اور میں نے ابھی ایک نہایت قابل سن رسیدہ مشیر ومقنن سے جو ملک کے آئین وقوانین میں کامل دستگاہ رکھتا ہے دریافت کیا تھا کہ آپکی درخواست قانوناً درست ہے یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں اس مقنن نے اپنی رائے آپکے خلاف بیان کی۔"

ثوران نے یہ سُنتے ہی اس بُڈھے مشیر کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا۔ یہ بہت ہی منکسر طبیعت کا بڈھا آدمی تھا اور تمام عمر کتابوں اور مکتوبوں کے مطالعہ میں بسر کی تھی۔ چنانچہ اُسنے بہت ہی نحیف اور کمزور آواز میں کہا:۔

"حضور میں نے صرف یہ گذارش کیا تھا کہ اس قسم کے مناکحت کی کوئی نظیر ایسی نہیں ہے جو مجھے اس وقت یاد ہو۔ گو ایک مرتبہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ ایک مشہور ملکہ مصر نے اپنے بھائی کے فرزند کو متبنٰے کرلیا تھا جو بعد کو فرعون مصر ہوا۔"

طیبہ نے کہا۔ "اُس مثال سے کوئی اثر اصل سوال پر نہیں ہوتا اور کوئی فعل جس کی نظیر مصر کی

تاریخ میں موجود نہ ہو قانوناً جائز نہیں قرار پاسکتا۔ لیکن عمی توران اگر مجھے آپ بیٹی بنانا چاہتے ہیں تو کم ازکم میں ضرور آپ کا احسان مانونگی گو آپ کے حقیقی وارثوں کو یہ امر سخت ناگوار گذریگا۔ یہ مضمون البتہ ایسا ہے جس پر غور کیا جاسکتا ہے۔"

توران یہ دیکھکر کہ خوب بیوقوف بنایا جارہا ہے نہایت برہم ہوا۔ اور کہنے لگا۔

"ملکہ مصر۔ میں نے آپسے ایک سوال بہت صاف صاف کیا تھا۔ جواب بھی اس کا صاف صاف ملنا چاہیئے تھا۔ تمام لوگ اس امر میں متفق ہیں کہ اب آپ کا زمانہ شادی کرنے کا آگیا ہے۔ اس لئے یہ ناچیز آپ کا شوہر بننے کے لئے اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ گو یہ سچ ہے کہ میں آپسے کسی قدر عمر میں بڑا ہوں ...."

طیبہ پھر اسی بڈھے مشیرِ قانون کی طرف متوجہ ہوکر پوچھنے لگی "شہزادہ توران کس سال پیدا ہوئے تھے۔ غالباً آپ اور وہ ایک ہی سال پیدا ہوئے ہونگے۔"

اس سوال کا جواب کچھ نہ ملا۔ کیونکہ پسِ تخت جہاں یہ مشیر پہلے بیٹھا تھا اب وہاں نظر نہ آیا۔ بلکہ اُس دن سے پھر کسی نے اُسے دیکھا ہی نہیں۔

اس قطع کلام کا توران نے کچھ خیال نہ کیا اور اپنی تقریر جاری رکھی۔ "ملکہ مصر۔ میں خود ہی اپنے کو پیش نہیں کرتا بلکہ اپنے ساتھ دیگر فوائد بھی آپ کے حق میں پیدا کرسکتا ہوں۔ اے شہریارِ مصر اور ملکہ مصر میں کوئی ادنیٰ آدمی نہیں ہوں مصر کے خاندان شاہی کی یادگار ہوں اور آپکے حکم سے یہاں حکومت کرتا ہوں ارض شمال کی رعایا سلطنت سے ناراض ہے۔ خاصکر صحرا کے بدوی قبیلے جو سرحد مصر کی ہمیشہ سے پاسبانی کرتے رہے ہیں روز بروز نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ ہوتے جاتے ہیں۔ پس اگر میرا پیغام منظور کیا گیا اور ملکہ مصر کے ساتھ تختِ شاہی پر بیٹھنے کی مجھے اجازت ہوئی تو یہ صحرائی قبائل سلطنت کے وفاکیش اور جانثار ہوجائینگے اور پھر شمال اور جنوب میں وہ اتحاد نظر آنے لگے گا جس کی مثال پہلے

ٹا اور اس کے ٹکڑے ٹوٹ کر ادھر اُدھر کمرے میں گرے۔ ایک ٹکڑا مرطیرہ کے مُنہ پر لگا آگے کے دو دانت
ٹ کر دونوں ہونٹ زخمی ہوئے۔

مرطیرہ اِس صدمہ سے چیخ کر فرش پر گری۔ یہ دیکھتے ہی اشموّن کمرے سے باہر بھاگنے کو ہوا لیکن
پھر کچھ غیرت آئی اور کانپتا ہوا مرطیرہ کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

مرطیرہ ہونٹوں کا خون پوچھتی ہوئی فرش سے اُٹھی اور اشموّن سے پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہوا۔

اشموّن بولا۔ "مجھے کیا خبر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کا حال معلوم کرنا خداؤں کو گوارا نہیں۔
جو کچھ گذر رہا ہے اسی پر قانع رہنا چاہیئے۔"

مرطیرہ "خوب۔ جو کچھ گذر رہا ہے اسی پر صبر کرو۔ جو کچھ گذرا وہ یہی ہے ناکہ دانت ٹوٹ کر
حلق میں جا پڑے اور مُنہ سے خون کی کُلّیاں کر رہی ہوں۔ صورت شکل جو کچھ تھی ہمیشہ کو غارت ہوئی
لوگ یہی کہیں گے بڑھیا تھی جو دانت ٹوٹ گئے۔ میں نے خود دیکھ لیا کہ فرعون نے اپنے ہاتھ سے گولے
کو توڑ کر اُسکے ٹکڑے مجھے مارے۔ ارے بے ایمان حرام خور تو نے ہی تو فرعون کے مُردے کو
گولے میں بُلا لیا تھا۔ دیکھ میں بھی کیسا بدلا نکالتی ہوں۔" اتنا کہہ مرطیرہ نجومی کو لپٹ گئی اور جھٹ
اُس کی اونچی اور لمبی ٹوپی سر سے اُتار اس کی گنجی ٹانٹ پر اس زور سے لگانی شروع کی کہ اشموّن
رو رو کر دُھائی دینے لگا۔ مگر مرطیرہ کس کی سُنتی تھی۔ تڑا تڑ لگائے چلی گئی۔

اتنے میں دفعتًا کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور ایک بہت موٹا بھاری بھرکم آدمی۔ دم پھولا ہوا خوف
سے رنگت زرد۔ اُلٹے سیدھے کپڑے پہنے اندر آیا۔ یہ توران تھا۔ اشموّن اور مرطیرہ کی حالت دیکھ کر
کہنے لگا۔ "واہ واہ۔ یہ تماشا تو بہت خوب ہو رہا ہے۔ اشموّن۔ کیا راتوں کو جاگ کر اسی طرح
اختر شماری ہوتی ہے؟"

اشموّن نے فورًا نظر نیچی کر لی مگر کنکھیوں سے مرطیرہ کو بھی دیکھتا رہا۔ توران کو دیکھکر مرطیرہ کا

ہاتھ بھی رُک گیا۔ اور اب نجومی نے گھبرا کر کہا "نہیں حضور یہ بات نہیں ہے۔ کچھ خانہ داری کے جھگڑے ہیں۔ اور کچھ نہیں ہے۔ اس مردار کا پاؤں پھسلا۔ دھڑ سے زمین پر آ رہی۔ اسی جھنجھل میں مجھ سے لڑنے لگی۔"

مرطیرہ بولی "مردود۔ پھر مُنہ سے جھوٹ نکالا تو اس کھڑکی سے باہر پھینک دونگی۔ سڑک پر گر کر ہڈیاں پسلیاں چور ہو جائینگی۔ پھر دیکھونگی کہ سڑک کے پتھر تیرے لئے کیونکر پھولوں کا بچھونا ہو جاتے ہیں۔ بڑا جادوگر بنا ہے۔ آقا۔ ملاحظہ ہو۔ اس نابکار نے جادو کے زور سے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے" اتنا کہہ اپنے دونوں ٹوٹے ہوتے دانت ہتھیلی پر رکھکر تورآن کو دکھائے اور کہا کہ "پہلے تو اس موذی نے بہکا کر میرے ہاتھوں فرعون کی جان لی اور جب فرعون مرگیا تو اُسکے مُردے کو منتر پڑھکر اس گوشے میں بلایا۔ وہ مُردہ کفن میں لپٹا ہوا آیا اور اس بے ایمان نے اسکے ہاتھ سے گوشے کو تڑوا کر اُسکے ٹکڑوں سے مجھے زخمی کرایا۔"

تورآن نے جب یہ تقریر سُنی تو ڈانٹ کر کہا۔ "عورت خبردار جو آگے کچھ مُنہ سے نکالا۔ اب اگر کچھ بولی تو تیرے تلووں پر اتنے ڈنڈے لگائے جائینگے کہ مُنہ سے زیادہ پاؤں زخمی ہو جائینگے۔ اشموتن۔ یہ فرعون کی روح کو حاضر کرنے کا کیا مطلب تھا۔ کیا یہ فرعون مرکر بھی جی اُٹھتا ہے۔ میں بھی اسی کی نسبت کچھ کہنے یہاں آیا ہوں۔"

اشموتن "حضور بجا ہے۔ جہاں پناہ بجا ہے۔ شاہانِ گذشتہ کی زندہ یادگار جو کچھ ارشاد ہوا دُرست ہے۔ تختِ شاہی حضور کو مبارک ہو۔"

تورآن۔ "بس بس۔ القاب و آداب کی یہ بکواس بند کر۔ اور میری بات سُنکر مشورہ دے۔ اگر تجھ سے بن نہ پڑے تو پھر کسی اور سے جاکر صلاح پوچھوں۔ ابھی ابھی کا ذکر ہے اپنے بستر پر پڑا سو رہا تھا کہ یکایک ایک ایسی ڈراونی صورت نظر آئی کہ چونک پڑا۔ خواب میں دیکھا کہ سوتے سوتے

نکھ کھلی ہے اور پلنگ پر کوئی بھاری اور ٹھنڈی چیز میرے برابر پڑی ہے۔ ڈرتے ڈرتے اُسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے بھائی فرعون کا مُردہ ہے اور جو کفن اُسکو پہنایا گیا تھا وہی پہنے میرے پہلو میں لیٹا ہے۔"

مرطیرہ۔"ہاں ہاں۔ اسی شکل میں تو میں نے بھی اُسے دیکھا تھا۔ کیا حضور کو بھی اُس نے کوئی شیشے کا ٹکڑا کھینچ کر مارا؟"

توران۔"نہیں مرطیرہ۔ اُس نے مجھے زخمی تو نہیں کیا لیکن جو کچھ گفتگو کی وہ ہزار زخموں اور چرکوں سے بڑھکر تھی۔ یہ مُردہ کہنے لگا۔"توران تو میرا بھائی تھا۔ تیرے قصور میں ہمیشہ معاف کرتا رہا۔ تو نے اور اس مار آستین مرطیرہ نے جس سے میں بہت محبّت رکھتا تھا۔ جلوت وخلوت میں کبھی جُدا نہ کرتا تھا اور اُس سیاہ رو نجومی نے جو اس عورت کا شریک تھا مجھے بڑی اذیت سے ہلاک کیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ عمون کی لخت جگر ملکہ مصر اور اُس کی دایہ آشتی کو قصر کے ایک اونچے برج میں قید کر دیا۔ اس غرض سے کہ ملکہ یا تو فاقوں سے مرجائے یا تجھ سے شادی کرے۔ یعنی تجھ سے جو اس کا چچا اور ملکہ حسن اور میرے تخت کا طامع ہے۔ اب ایک پیغام سُن جو خداؤں کی حضور سے تیرے پاس لایا ہوں۔ یہ خدا اپنی بیاضوں میں انسان کی بدکاریاں درج کرتے رہتے ہیں تاکہ جزا و سزا کے دن وہ ظاہر کی جائیں۔ یہ دن وہ ہوگا کہ ہم سب ایک جگہ ہونگے اور اپنے اعمال کا جواب دینگے۔ خدا نے اوسیرس جو نجات کا دینے والا ہی داہنی طرف اور روحوں کا غارت کرنے والا دیوسنت بائیں طرف کھڑا ہوگا۔"

"توران سُنو۔ وہ پیغام یہ ہے کہ تم صبح ہوتے ہی ربّہ آسقط کے ہیکل میں جاؤ۔ وہاں تم کو وہ حسین صورت ملیگی جس کے ملنے کی تمہیں آرزو ہے۔ اور جب تم اس سے کچھ کہو گے تو وہ انکار نہ کریگی۔ پس اسی حسین صورت سے تمام اہل مصر کی موجودگی میں تم بڑی دھوم دھام سے شادی

کرلینا۔ اور جو حقوقِ ملک رانی اسے حاصل ہیں انہی کے ذریعہ تم بادشاہی کرنا۔ حتٰی کہ مرتیس جسکو تم نے قتل کیا ہے اس کا بیٹا رعمیس مع ایک فقیر کے تمہارے پاس آکر تمہیں کوئی پیغام سُنائے۔ اور توران تم فوراً دریائے نیل کے رستہ طیبی کے شہر کو جاؤ اور میری اس لاش کو اس مقبرے میں جو میں نے پہلے سے تیار کرایا ہے دفن کرو۔ اور میرے تخت پر بیٹھو اور وہ حسین صورت جو حکم دے اُسے بجالاؤ۔ اُس کی فرمانبرداری تمہارا فرض ہوگا۔ لیکن توران تم اپنی قبر تیار کرانے میں بھی جلدی کرو۔ بہت جلدی کرو۔ اور میری ہی قبر کے پاس اُسے تیار کرانا کیونکہ جب تم مروگے تو میرا ہمزاد تم سے پھر اسی طرح ملاقات اور گفتگو کے لئے آئیگا جیسے کہ اس وقت آیا ہے۔"

اُس کے بعد فرعون یا فرعون کے ہمزاد نے جو کچھ بھی وہ تھا بولنا بند کیا۔ صرف اپنی پتھرائی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ اتنے میں میرے چاروں بیٹوں کی روحیں کمرے میں آئیں اور اس لاش کو اُٹھا کر باہر لے گئیں۔ میں جاگا۔ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ اور اسی حال میں اُٹھا۔ گرتا پڑتا اس بالاخانہ کی سیڑھیاں چڑھکر تم تک پہونچا ہوں۔ یہاں پہونچتے ہی یہ تماشا دیکھا کہ تم اس بدذات فحبہ فرعون کی پُرانی پاپوش سے جو میں نے کبھی اپنے پاؤں سے اُتار پھینکی تھی دست وگریبان ہو۔"

مرطیرہ یہ توہین کے جملے سُنکر کوئی سخت جواب دینے کو تھی کہ توران اور اشموں نے غضبناک نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔ مرطیرہ غصہ پیکر خاموش رہی۔

توران نے کہا۔ "اشموں اب تم اس خواب کی جو میں نے ابھی بیان کیا تعبیر بتاؤ۔ کیونکہ جو صورتیں میں نے دیکھی ہیں وہ کسی طرح میری نظر کے سامنے سے نہیں ہٹتیں۔ اگر تم تعبیر نہ بتاؤ گے تو تمہارے اختیارات ومناصب جو ازروئے فرمان میں نے تمہیں عطا کئے ہیں فوراً سلب کر لئے جائینگے۔ اور تم اس قدر زدوکوب کئے جاؤ گے کہ اگر تمہاری عقل تم سے رُخصت لے کر کہیں چلی بھی گئی ہے تو وہ بہت جلد تمہارے پاس واپس آجائیگی۔ تم ہی نے مجھے اس راہ پر ڈالا تھا اور اگر اب ان بلاؤں

سے مجھے محفوظ نہ رکھا تو تمہاری بوٹیاں کرکے قیمہ کردونگا۔"

اشموآن سمجھ گیا کہ اب حالت بڑی خطرناک ہے۔ فوراً سنبھلا اور بڑی بے پروائی کے انداز سے مگر نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے کہنے لگا۔

"شہزادہ عالی وقار۔ یہ درست ہے کہ میں نے آپ کو اس راہ پر ڈالا تھا۔ راہ بھی ایسی جو دولت اور سلطنت کی منزل تک پہونچاتے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ شروع سے لے کر اب تک میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ آپ کا بال بیکا نہ ہو۔ وہ دن یاد کریں کہ اگر میں نہ ہوتا اور میری صلاح آپ نہ مانتے تو آج آپکو ایک باغی کی حیثیت سے قتل ہوئے برسوں گذر گئے ہوتے اور اب کسی کو اتنا بھی یاد نہ ہوتا کہ آپ کون تھے کب جیئے اور کب مرے۔ طیبی کی وہ رات یاد کیجئے جب کہ زعم میں آکر آپ نے قصد کیا تھا کہ فرعون کے محل میں گھس کر اسکو قتل کردیا جائے۔ وہ میں ہی تھا جس نے آپکو اس حرکت سے باز رکھا۔ پھر یاد کیجئے کہ کتنی بار میرے مشورے نے آپکی عقل کو کج راہی سے بچایا۔ اگر آپ اپنی ہی ناقص اور سخت رائے سے کام لیتے تو اب تک کبھی کے مایوس و ناکام ہوکر دنیا سے چل بسے ہوتے۔ یہ بھی درست ہے کہ جو حال اب تک رہا ہے وہی آئندہ بھی رہیگا۔ آپ بلندی پر جائیں یا پستی میں اُتریں ہر حال میں میرا ساتھ نہ چھوٹیگا۔ آپ کی ترقی اور آپ کا تنزل دونوں میرے ہاتھ میں ہیں۔ ثوران آپ سمجھ لیں کہ مصر میں مجرموں کو سزا دینے کے لئے جتنے تازیانے ہیں وہ سب میری ہی کمر پر نہ ٹوٹینگے۔ اب فرمایئے کہ اس خواب کی تعبیر عرض کروں یا خاموش رہوں۔ یا آپ کسی اور سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

ثوران۔ "اور سے کیا پوچھونگا۔ تو ہی بتا۔ مگر اتنا سمجھ لے کہ میں اور تو دونوں ایک ہی جال کی پھنسی ہوئی مچھلیاں ہیں۔ ان مچھلیوں نے یا تو اُس دیو کی کڑھائی گرم کی جو روحوں کو غارت کرتا ہے۔ یا مصر کے دریائے فیض میں آزادی سے تیرتی پھریں۔ میں نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا ہے اُسکی طرف سے

کچھ خوف نہ کرو۔ جس جس چیز کا میں وعدہ کر چکا ہوں اگر میرے اختیار میں رہا تو وہ سب کچھ تم کو ملیگا۔"

اشموَن نے منہ بنا کر پھٹی ٹوپی زمین سے اُٹھا کر اپنے سر پر رکھی اور کہنے لگا کہ آپ نے زدوکوب کا بھی تو وعدہ فرمایا ہے۔ خیر اب اس کو جانے دیجئے۔ جو خواب آپ نے ابھی بیان کیا ہے اُس کی تعبیر میرے خیال میں اچھی ہے۔ فرعون آپ کے پاس زندہ صورت میں نہیں آیا۔ مُردے کی شکل میں آیا۔ پھر مُردوں سے زندوں کو ڈرنے کی کیا وجہ۔"

مرطبرہ بیچ میں بولی "مجھے تو مُردوں سے ڈرنے کی بہتیری وجہ ہے۔ جب یہی مُردے شیشے کے ٹکڑوں سے میرا مُنہ زخمی کرجائیں تو پھر کیوں نہ ڈروں۔"

ثوران غصّہ سے بولا "مُردار۔ اچھا ہوتا کہ تیرے دانت اور ہونٹ ہی نہیں تیری زبان بھی جڑ سے اُڑا دیجاتی۔ اشموَن۔ تم اپنی بات کہے جاؤ۔ اس کُتیا کا کچھ خیال نہ کرو۔"

اشموَن۔ "اچھا تو اب فرعون نے جو باتیں آپ سے کہیں ان پر غور کرنا چاہیئے اس کا کہنا صرف یہ تھا کہ آپ ملکہ مصر سے شادی کرلیں اور اس ملکہ کے حقوق کی بنا پر حکومت کریں۔ شاہانِ مصر کے تخت پر بیٹھیں۔ کیا یہ کُل باتیں وہ نہیں ہیں جن کی آپ کو ایک مدّت سے آرزو ہے اور جنکے حاصل کرنے کے لئے ایک زمانہ سے آپ جدوجہد کر رہے ہیں۔"

ثوران "یہ تو سب دُرست ہے لیکن اُس نے رعمیس کا نام بھی تو لیا تھا۔ اور یہ بھی تو کہا تھا کہ اپنی قبر جلد کھدوا رکھو۔ کیا یہ باتیں خیال کرنے کی نہیں ہیں۔"

اشموَن۔ "رعمیس کا کُل حال تو یہ چڑیل مرطبرہ آپ کو خوب سنائیگی۔ یہ رعمیس مخبوط الحواس تھا جس نے بادشاہِ کوش کے بیٹے آماثل کو قتل کر ڈالا اور ملکہ طیبہ نے اس جُرم کی پاداش میں اُسے جنوب کے ملک کو روانہ کردیا تاکہ وہاں کی صحرائی قومیں اُس کا کام تمام کردیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ بفرضِ محال اگر رعمیس بڈھے فقیر کے ساتھ آپ کی قلمرو میں آیا بھی تو پھر ان دونوں کا

علاج گلے میں رسی کا پھندا ہے جو ان کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوگا۔"

ثورآن۔ "یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن ملکہ طیبہ کب یہ علاج اُنکے لئے پسند کریگی۔ قصے تو کچھ اور ہی مشہور ہیں۔"

اشموآن۔ "سب جھوٹ ہیں۔ ایک بھی صحیح نہیں۔ طیبہ تو رعمیس کو اُسی وقت قتل کر دیتی لیکن مرمیس اور آشتی کی وجہ سے جو رعمیس کے ماں باپ ہیں اور آشتی ملکہ کی دودھ ماں ہے اُس نے ایسا نہیں کیا۔ یہ رعمیس بہت پُرانے فرعونوں کی اولاد میں ہے جن کی حکومت کو موجودہ خاندان حکمران نے کسی زمانہ میں غارت کر دیا تھا۔ طیبہ ایسی کم عقل نہ تھی کہ ایسے شخص کو سلطنت میں اپنا شریک وسہیم بناتی۔ اگر رعمیس اِس کا شوہر ہو جاتا تو بات دوسری تھی۔ مگر اب تو یہ عزت آپ کے لئے مخصوص ہو چکی ہے۔ اگر رعمیس اور وہ فقیر جس کا فرعون کے مُردے نے آپ سے ذکر کیا ہے آپ کے پاس کوئی پیغام لائے بھی تو وہ اِسکے سوا کچھ نہ ہوگا کہ مصر کے علاوہ ولایت کوش کی بادشاہی بھی آپ قبول فرمائیں اور آپ ہی دونوں ملکوں کے مالک رہیں۔ نہ رعمیس سے آپ کو کوئی خوف ہو سکتا ہے نہ اس فقیر سے۔ دونوں کوئی چیز نہیں ہیں۔"

ثورآن یہ تقریریں سُنکر خوش ہوا اور کہنے لگا۔ "بہرکیف مجھکو رعمیس یا اس فقیر کا کوئی خوف نہیں ہے لیکن فرعون نے قبر تیار کرانے کا جو فقرہ سُنایا تھا وہ کیا بات ہے۔"

اشموآن۔ "کچھ بات نہیں ہے۔ فرعون خود تو مر چکا ہے اِس لئے اُسکے ہمزاد کو بھی ہر وقت مرنے اور قبرستان آباد کرنے کی فکر رہتی ہے۔ رہی فرعون کی لاش تو مصلحت اسی میں ہے کہ اس کی تجہیز و تدفین شاہانہ طریقہ پر ہماری طرف سے کی جائے اور آپ کی موت کی خبر جو سنائی گئی ہے تو اس کا یہ ہے کہ قبر میں تو آخر ایک دن سب ہی کو جانا ہے۔ بالخصوص ایسی عمر والوں کو جنہوں نے ساٹھ مرتبہ دریائے نیل کا مدّ و جزر دیکھ لیا ہو۔" یہ جملہ کہتے تو کہدیا لیکن ڈرا کہ کہیں ثورآن

کوئی دھپ رسید نہ کرے اور فوراً بات بدل کر کہنے لگا "جیسے کہ میرا حال ہے۔ قبر میں پہونچکر وہاں کی بات وہاں کے ساتھ۔ اس سے پہلے تو بڑا فرض یہی ہے کہ اس زندگی میں انسان قانع وشاکر رہے۔ اور یہاں کی نعمتوں کی قدر کرے۔ بادشاہی ہے۔ تاج وتخت ہے۔ حسینوں کا عشق ہے اور ایسی ہی اور صدہا نعمتیں ہیں۔ سب کا لطف اُٹھایئے اور شکر کیجئے۔ ایک فصل تو تیار ہے اسے کاٹیئے اور کھایئے۔ دوسری کی فکر ابھی سے کیوں کی۔ اور نہ اس نرودُو کی ضرورت ہے کہ فرعون کا ہمزاد قبر میں سفید گیہوں کی روٹی کھاتا ہے یا لال گیہوں کی۔ فرعون کے مُردے سے آپ کو کیا غرض۔ جو کچھ مطلب ہے وہ اُس کی بیٹی سے ہے"۔

ثوران "اشموَن یہ تم نے سچ کہا۔ مجھکو تو جو کچھ مطلب ہے اُس کی بیٹی سے ہے۔ لیکن ایک سوال کا جواب کیا ہے۔ اِس فرعون کے مُردے نے اپنی گفتگو میں جب کبھی طَیبہ کا ذکر کیا تو اُس کو حسین صورت یا حسین مورت کہا۔ اور یہ جملہ بار بار اس طرح زبان سے ادا کیا کہ گویا وہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی آسیب یا اسرار ہے۔ آخر یہ کیا معمہ ہے۔ اسکو بھی تم نے حل کیا"۔

اشموَن کو اُس کے جواب میں کسی قدر تامل ہوا مگر فوراً ہی کہنے لگا۔

اُس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان کے خداؤں نے آپکے حقوق پر نظر کرکے یہ حسین ملکہ آپ کو دینی چاہی ہے۔ چونکہ وہ ربّ عموَن کی بیٹی ہے اس لئے ان میں وہ انسان نہیں بلکہ انسان سے بڑھکر ایک ہستی سمجھی جاتی ہے اور حسین صورت کے نام سے مشہور ہے۔ جس خواب میں یہ نام آپ نے سُنا ہے وہ بھی تو اِن ہی خداؤں کا دِکھایا ہوا ہے"۔ یہ جواب کچھ ایسا برمحل مُنہ سے نکلا کہ اشموَن خود اپنی ذہانت پر خوش ہو گیا اور کہنے لگا۔ "جہاں پناہ۔ حضور کا نصیبہ بڑا سکندر ہے اور جو راہ فتح وظفر کی میں نے آپ کو بتائی ہے وہ بڑی سلامتی کی ہے۔ یہ میں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ فرعون کو اپنے شہر میں مدعو کرکے کس طرح آپ اُسپر قابو پا سکتے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ فرعون

ھا بھی ہے اور احمق بھی ہے تو ریزا دھوکے میں آجائیگا۔ یہ میرا ہی دم تھا بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ مرطبرہ کی دانائی
ئی کہ فرعون سے آپکا پیچھا چھوٹا۔ جس شخص کو اس معاملہ خاص میں اُستادی کا دعوے ہو حیرت ہے کہ
پ اسکو ڈنڈوں سے پٹوانا چاہیں۔ میرے سوا دوسرا کون ہے جو آپ کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔
خواب بھی ایسا ہولناک جس کے خوف نے آپ کی جان آدھی کر دی ہے۔ حضور۔ انجام نیک کو خیال
میں رکھیں۔ رہے شکوک ان کو قطعی دل سے نکال دیں۔ خواب میں فرعون کی لاش کو کس نے اٹھایا
تھا۔ آپ کے فرزندوں نے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا خاندان بطناً بعد بطناً مصر پر حکمرانی
کریگا۔"

توران نے بیٹوں کا ذکر سنکر ایک آہ سرد بھری کیونکہ اسکو ان سے بہت محبت تھی۔ کہنے لگا۔
"یہ جو کچھ بھی ہو مگر ان غریبوں کو تو حکومت کرنی نصیب نہ ہوگی"

اشموآن۔ "حضور اس کا خیال نہ کریں۔ معرکہ کارزار میں وہ بڑی جوانمردی دکھا کر کام آئے ہیں۔
ہم سب اُن کی شجاعت کی تعریف کرتے ہیں۔ اور سچ پوچھیئے تو اس میں بھی آپ خوش قسمت ہیں۔
کیونکہ ان لڑکوں میں اور جو اولاد ملکہ مصر سے آپ کے ہاں پیدا ہونے والی ہے ان میں خدا
جانے سلطنت پر کیسے کیسے نزاع پیدا ہوتے۔"

توران نے اس امر میں زیادہ گفتگو کرنے سے اشموآن کو منع کیا کیونکہ یہ مضمون اس کے لئے
نہایت تکلیف دہ تھا۔ کہنے لگا۔ "مگر۔ اشموآن۔ یہ ملکہ مصر ابھی تک میری بیوی نہیں بنی ہے۔ سامنے
جو بلند برج دریا کے کنارے دیکھتے ہو اُس میں وہ فاقے کر رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔
اگر جبراً اس کے پاس جاتا ہوں تو میرے پہونچتے پہونچتے خودکشی کر لیگی۔ اگر قید میں رہنے دیتا
ہوں تو آخر انسان ہے بے آب و دانہ کب تک زندہ رہیگی۔ علاوہ اسکے میری ہمت اس وجہ سے اور
ٹوٹی جاتی ہے کہ شہر کے لوگوں نے اگر میری جانب سے کسی قسم کی زیادتی دیکھی تو مجھ سے بگڑ جائینگے

کیونکہ اُن کو ملکہ سے اُنس ہے اور میری طرف سے ابھی سے اُن کی نظریں پھر چلی ہیں۔ ملکہ کسی حال میں ہو پھر ملکہ مصر ہے۔ یہاں کی رعایا کو ہرگز گوارا نہ ہوگا کہ اس حالتِ تکلیف میں رھکر وہ جان سے جاتی رہے، جوان ہے اور خوشرو ہے۔ کُل رعایا کے دل اُس کی مٹھی میں ہیں۔ آج ہی رات کو ہزارہا آدمی بلکہ سارا شہر اُس بُرج کے نیچے دریا کی طرف جمع تھا۔ جس وقت سرِشام ملکہ مہتابی پر آکر ربِّ رع کی مناجات میں مصروف ہوئی تو سب اُس کے لحن کو بُت بن کر سُنتے رہے۔ جب اندھیرا ہو گیا تو یہی لوگ میرے محل کے نیچے سے گذرے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے "ملکہ مصر کو کھانا پہونچاؤ۔ اُسکو قید سے رہا کرو ورنہ ہم خود اُسکو زنداں سے باہر نکال لینگے۔" ماسوا اسکے مجھے یہ خوف ہے کہ دارالحکومت یعنی شہر طیبی میں یہاں کے جملہ حالات کی خبر اب تک پہونچ گئی ہوگی اور وہاں ایک لشکرِ جرار اس غرض سے فراہم ہوچکا ہوگا کہ ملکہ کو قید سے آزاد کرے۔ اور اگر وہ زندہ نہ ملے تو مجھ سے انتقام لے۔ اشموَن تم ہی بتاؤ کہ یہ مشکل کیونکر حل ہو اور میں کیا کروں۔"

اشموَن۔ "وہی کیجئے جو مُردہ فرعوَن نے خواب میں بتایا ہے۔ صبح ہوتے ہی بُت خانے میں جائیے۔ وہاں پہونچتے ہی آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ ملکہ آپ کا حکم بجالانے پر آمادہ ہے۔ کیونکہ خواب میں خود فرعوَن کہہ گیا ہے کہ اب وہ آپ سے اِنکار نہ کریگی۔ اس کے بعد اُسے آپ اپنے محل میں لے آئیے اور تمام رعایا کی موجودگی میں اُس سے عقد کیجئے پھر ملکہ کے حقوق پر تصرف کرکے اپنے زورِ بازو سے مصر کے فرماں روا بن جائیے۔"

ثوراَن۔ "مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اِس سے کم ازکم یہ تو معلوم ہوجائیگا کہ خواب کہاں تک سچ ہوا کرتا ہے۔ لیکن ملکہ کے ساتھ اُس کی دایہ آتشتی بھی تو ہے اُسکا کیا کیا جائے۔"

اشموَن نے اتنا سُنکر اپنی ٹھوڑی کھجائی۔ جب کوئی شرارت دل میں آیا کرتی تھی تو یہی حرکت کیا کرتا تھا۔ کہنے لگا۔ "آتشتی تو ملکہ کے حق میں ہمیشہ دشمن ثابت ہوئی ہے۔ پھر وہ ایک سن رسیدہ

عورت ہے اور اب تو فاقوں اور غموں نے اور بھی کمزور کر دیا ہوگا۔ اگر زندہ ملے تو میری دانست میں تو اُسے مرطیرہ کے سپرد کر دیجئے گا۔ یہ اس کی خدمت اچھی طرح کر دیگی۔ کیوں مرطیرہ تم اور وہ تو پُرانی سہیلیاں ہو۔ ٹھیک بات ہے یا نہیں؟"

مرطیرہ جل کر بولی "کیوں نہیں، دربار کی دونوں ایسی سہیلیاں تھیں جیسے کسی کے پاس طوطا اور بلّی دونوں پلے ہوں۔ اگر آشتی میرے سپرد ہوئی تو مجھے اُس سے بہت کچھ حساب لینا ہے۔ مگر اشموّن اتنا جانے رہو کہ آشتی کمزور عورت نہیں ہے۔ تمہارا جادو خواہ کتنا ہی غضب کا ہو مگر اُس کے جادو کو نہیں پہونچیگا۔ کیونکہ وہ نری ساحرہ نہیں بلکہ عموّن کی کاہنہ اور بڑی بزرگ کاہنہ ہے۔ جو کچھ ہنر اُسے حاصل ہوا ہے وہ خداؤں کی جانب سے ہوا ہے۔ تمہاری طرح شیطان سے اُس کو قوت نہیں پہونچی ہے۔"

غرض اشموّن نے جو کچھ صلاح دی اُسی پر عمل ہوا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی ثوراآن نہایت زرق برق لباس پہنکر اپنے مشیروں کے ساتھ جن میں اشموّن بھی تھا ایک دستہ فوج ساتھ لئے پالکی میں سوار ہو بُت خانہ کے دروازے پر آیا۔ ثوراآن اسقدر موٹا تھا کہ پیدل نہیں چل سکتا تھا۔ دروازے کے سامنے پالکی سے اُترا۔ کواڑ آسانی سے کھول لئے گئے کیونکہ کوئی محافظ یا دربان وہاں موجود نہ تھا۔ اور اب ثوراآن اور اُس کے مشیر فوج والوں کو باہر چھوڑ کر بُت خانہ میں داخل ہوئے۔ جب بالکل اندر والے صحن میں پہونچے تو ثوراآن چلتے چلتے رُکا اور ہمراہیوں سے پوچھنے لگا کہ ملکہ کو کہاں تلاش کیا جائے۔

اشموّن بولا "صرف ایک مقام ہے جہاں تلاش کرنا چاہیئے اور وہ بلند دروازے کے اُوپر والا برج ہے جس کے نیچے دوسری طرف دریا بہتا ہے۔ کیونکہ اسی برج میں ملکہ اور آشتی دونوں بھوکے مر رہے ہیں۔"

ثوران۔ ”دروازے والا برج۔ اس تک پہنچنے میں تو بہت زینے چڑھنے پڑینگے۔ آج ہی رات کو تمہارے بالاخانے کی سیڑھیاں کیا کم چڑھنی پڑی تھیں کہ اب پھر اسی قسم کی زحمت اٹھاؤں۔ خیر جو کچھ ہو۔ ذرا آگے آگے چلو۔“

اتنا کہہ ثوران اور اشموں زینہ کے دروازے پر آئے۔ زینہ بہت تنگ تھا۔ اشموں دبلا سوکھا تھا، بلّی کی طرح اُچک اُچک کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ثوران بڑا لحیم شحیم تھا۔ ہمراہی پیچھے سے سہارا دے رہے تھے۔ جب تین مختلف زینے طے کرلئے تو سب لوگ ٹھیر گئے۔ ثوران کا دم پھول گیا تھا۔ ہانپتی آواز میں کہنے لگا۔ ”جلدی نہ کرو۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم اچانک جاکر ملکہ کو گرفتار کرلیں دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ ہماری صورت دیکھتے ہی ملکہ پر خوف طاری ہو اور وہ دوڑ کر نیچے دریا میں کود پڑے۔ کیونکہ وہ اسی طرح جان دینے کی قسم کھا چکی ہے۔ اچھا۔ بس۔ آگے قدم نہ بڑھاؤ۔ ذرا میرا دم قابو میں آجائے تو آواز دوں۔“ غرض کچھ دیر کے بعد ثوران نے با واز بلند کہا۔

”ملکۂ مصر۔ اِس تنگ و تاریک مقام میں آپ فاقہ کشی نہ کیجئے۔ نیچے اُتر آیئے۔ میں آپ کا خادم و وفادار ہوں۔ جو نعمتیں مجھے میسّر ہیں اُن میں شرکت فرمایئے۔“

ثوران نے یہی جملے ٹھیر ٹھیر کر بار بار کہے۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ جب یہ کیفیت دیکھی تو حیران ہوا اور کہنے لگا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ زندہ نہیں ہے۔ اب مصر کے لوگ مجھ سے اُس کا خون طلب کرینگے۔ اشموں۔ تم زینہ چڑھکر برج میں جاؤ اور دیکھو کہ کیا ماجرا ہے تم تو بڑے جادوگر ہو۔ تمہیں کس بات کا ڈر ہے۔“

اشموں کا خیال اپنی نسبت اس درجہ اطمینان کا نہ تھا کبھی رُکا۔ کبھی جھجکا۔ ثوران کو اُسکی ان حرکتوں پر غصّہ آیا۔ عصاء اُٹھا کر چاہتا تھا کہ اشموں کی پیٹھ پر دو چار ٹکائے کہ نجومی مار کے

خوف سے ایک ایک سیڑھی آہستہ آہستہ چڑھنے لگا۔ ہر سیڑھی پر ٹھیر کر ملکہ کی تعریف و خوشامد میں بڑی لجاجت سے دو چار جملے کہکر دعائیں دیتا تھا۔ اسی صورت سے ملکہ کے کمرے کے دروازے تک پہونچا۔ اور وہاں دوزانو ہوکر دروازے کی جھریوں میں سے اندر جھانکنے لگا۔ معلوم ہوا کہ کمرہ بالکل خالی ہے۔ اس کے بعد سامنے دوسرے کمرے کی طرف گیا جس میں آشتی رہتی تھی۔ اُسے بھی خالی پایا۔ تب اور بھی ڈرا۔ اور یکبارگی بڑی ہمت کرکے کمرے کی چھت پر پہونچا۔ مگر یہاں بھی کسی کو نہ پایا۔ یہ دیکھکر اشموَن اُترا اور توراَن کے قریب جاکر کہا کہ حضور یہاں تو کسی کا بھی پتہ نہیں۔ توراَن اتنا سُنتے ہی چیخ کر بولا:۔

”قسم ہے منوف کے پاسبان خدا تاج کی کہ یا تو یہ ملکہ تمام مصر کو میرے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے یہاں سے نکل بھاگی ہے یا اس سے بھی بدتر حرکت یہ کی ہے کہ دریا میں کود کر اپنا کام تمام کیا ہے تاکہ آسمان کے خدا مجھ پر اپنا عذاب نازل کریں۔ ارے اشموَن دغاباز کیا میرے خواب کی یہی تعبیر تو نے کی تھی“

اشموَن نے بگڑ کر کہا ”حضور۔ اسقدر نہ گھبرائیں۔ پہلے اچھی طرح تلاش تو کرلیں، پھر ہی باتیں بنائیگا۔ بُت خانہ کو اچھی طرح دیکھ لینا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ ملکہ اسوقت کہیں اور ہوں“

اب ان لوگوں نے بُت خانہ کا چپہ چپہ دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ بالکل اندر کے کمرے میں جہاں ربۃ اسفنط کا بُت نصب تھا پہونچے۔ اور اُس کے سامنے والے بڑے کمرے میں جہاں فرعوَن نے اپنا تخت بچھواکر دربار کیا تھا وہاں ڈھونڈھنا شروع کیا۔ یہ کمرہ بہت وسیع مگر نہایت تاریک تھا۔ دیواروں میں بہت اوپر کو چند روشندان تھے۔ اِن میں سے کسی قدر روشنی اندر آتی تھی۔ اِس کمرے کی چھت بڑے اونچے اونچے ستونوں پر قائم تھی۔ ان ستونوں کے تاج کنول کی وضع کے تھے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ اِس لئے تاریکی اتنی تھی کہ ڈھونڈنے والے

ستونوں کی بھول بھلیوں میں ادھر کے ادھر مارے مارے پھرتے تھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اتنے میں آفتاب طلوع ہوا اور ایک روشندان سے جس کی قطع دیوتا اوسیرس کی آنکھ کی سی تھی ایک شعلہ کمرے میں وہاں آئی جہاں اسقط کے بت کے سامنے فرعون نے اپنا تخت بچھوایا تھا۔ اس شعاع کے آتے ہی تلاش کرنے والوں کو شاہی تخت اور اس پر ملکہ نبطرطیہ بیٹھی نظر آئی۔

یہ صورت کچھ عجیب شان سے ظلمت میں نور کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ لباس پر جواہرات جگمگا رہے تھے۔ ہاتھ میں الماس کی چھڑی سر پر مصر کا تاج مرصع تھا جس پر سونے کا سانپ بنا تھا۔ اس آب و تاب سے کہیں بڑھ کر آنکھوں کی چمک تھی جن میں حسن اور قہر دونوں موجود تھے۔ نظر میں اس بلا کا غصہ بھرا تھا کہ دیکھنے والے نگاہ ملتے ہی اس طرح پیچھے ہٹتے تھے جیسے کسی نے برچھی ماری۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپس میں چپکے چپکے کہنے لگے تخت پر یہ عورت نہیں ہے کوئی دیوی آسمان سے اتر کر جلوس کرتی ہے۔ حقیقت میں اس کے چہرے پر متانت خاموشی حسن کا غرور ایسا تھا کہ وہ ایک غیر فانی ہستی معلوم ہوتی تھی جس کی حیات نے گویا ممات کو مغلوب کر لیا ہے۔ ایک عورت میں اتنی قوت کہاں ہو سکتی تھی کہ حالت اسیری میں سات شبانہ روز کے فاقوں کے بعد اس شان میں نظر آتی۔

سب لوگ خوف سے پیچھے ہٹ کر دروازے کے قریب جمع ہو گئے۔ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد آفتاب کی شعاعیں ان پر بھی پڑیں تخت پر جو مورت بیٹھی تھی اسکو کسی بات کی پروا نہ تھی۔ بظاہر نگاہ ان لوگوں کی طرف تھی مگر حقیقت میں تخت نظران کے سروں سے اونچی کوئی چیز تھی جسے غور و فکر کے ساتھ دیکھتی معلوم ہوتی تھی۔

آخر کار اشموں نے ہمت کر کے توراں سے کہا۔

"جہاں پناہ۔ حضور کی عروس سامنے تشریف رکھتی ہیں۔ عروس بھی اس شان کی ہے کہ انسان

نظر سے آج تک نہ گذری ہوگی۔ آگے بڑھکر اُن سے ملاقات کیجئے۔" اور سب لوگوں نے بھی کہا۔
"حضور والا۔ آگے بڑھیئے اور عروس کو محل میں لے چلئے۔"

توران کا خوف سے دم فنا ہوا جاتا تھا۔ جب سب طرف سے ایک ہی سی صدا بلند ہوئی تو شرمندگی
سانے کو آگے بڑھا مگر پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ تخت کے قریب پہونچ گیا۔ اور وہاں
ٹک کر کھڑا ہوا۔

بہت دیر تک اُسی طرح جھکا کھڑا رہا۔ یہانتک کہ کمر ٹوٹنے لگی۔ مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہے تو کیا
ے۔ اتنے میں ملکہ کی شیریں آواز یہ کہتے سُنائی دی۔

"منوف کے حاکم۔ تم یہاں کیسے آئے۔ تم اس زندان سے کیوں باہر نکل آئے جس میں فرعون
، تمہیں قید کیا تھا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ تم کو تو فرعون کی اس کفش بردار مرطیرہ نے قید سے پہلے ہی
، اد کر دیا تھا۔ وہی مرطیرہ جس کو دولت کی طمع دلا کر تم نے ہم پر جاسوس مقرر کیا تھا۔ تعجب ہے کہ وہ
ردار اس بدذات نجومی کے ساتھ یہاں نہیں آئی۔ کیا یہ نجومی وہی مردود اشموتن نہیں ہے جس نے
اود کا پُتلا بنا کر فرعون کو ہلاک کیا ہے۔ مرطیرہ تو اس وقت اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرتی ہوگی۔
ں رات ہی کا واقعہ تو ہے جب تم اِس اشموتن کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے گئے تھے۔ اور وہ
ٹے دانتوں اور زخمی ہونٹوں کو بیٹھی رو رہی تھی۔"

توران نے کہا۔ "ملکہ۔ آپکو ان باتوں کی کیونکر خبر ہوئی۔ کیا آپ نے میرے محل میں جاسوس
کار رکھے ہیں۔"

ملکہ۔ "ہاں چچا جان۔ میں نے آپکے گھر میں جاسوس مقرر کر رکھے ہیں۔ آپکا گھر تو کیا چیز ہے
برے مخبر تو تمام ملک میں دوڑے ہوئے ہیں۔ رب عموتن جو کچھ دیکھتا ہے اس کا علم اُس کی بیٹی کو
ی ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس وقت اس لئے تکلیف کی ہے کہ مجھے اپنی دلہن بنا کر محل میں لے چلیں۔

بہت اچھا۔ میں چلنے کو تیار ہوں اگر آپ میں ہمت ہے تو لے چلئے۔"

ثوران کو ملکہ کی بات کا یقین نہ آیا اور گھبرا کر پوچھنے لگا۔ "ملکہ۔ آپ نے یہ کیا کہا کہ ہمت ہو تو لے چلئے۔ مجھے ہمت نہ ہونے کی کیا وجہ۔"

ملکہ۔ "اے منوف کے حاکم عالی مرتبت۔ اس کا جواب تو آپ خود بھی دے سکتے ہیں۔ مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرا سوال تو یہ تھا جس کا جواب چاہتی ہوں۔ کہ کل رات کو اشموں کے گھر میں وہ جادو کا گولا آپ سے آپ کیونکر پھٹ گیا اور آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اس نجومی نے آپ کے خواب کی تعبیر سچی بتائی ہے۔ یہ نجومی تو وہ ہے کہ جب تک اس کی پیٹھ پر کوڑے نہ پڑیں کبھی سچ بولنا جانتا ہی نہیں۔"

ثوران۔ "آپکے سوال کا جواب اور جواب کی وجہ مجھے مطلق نہیں معلوم۔ اشموں نجومی سے تو میں بعد کو سمجھ لونگا۔ اور سچ اس سے اسی طرح بلوا لونگا جس طرح آپ نے فرمایا ہے" (یہ کہکر ثوران نے اشموں کو غصہ کی نظر سے دیکھا)۔

ملکہ۔ "تم سچ کہتے ہو۔ تم کو اور تمہارے اس نجومی کو اس وقت بجز اس کے کچھ نہیں معلوم کہ جب دیوار میں کوئی سوراخ نظر نہیں آتا تو سانپ سمجھ لیتا ہے کہ اب لکڑی سے سر کچل دیا جائے" یہ کہہ کر ملکہ نے اشموں کی طرف نظر پھیری۔ اور وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ کر کمرے میں ایسی جگہ چلا گیا جہاں بالکل اندھیرا تھا۔ ملکہ نے اب پھر کہنا شروع کیا "سوائے میرے کسی کو کچھ حال نہیں معلوم۔ وہ یہ ہے کہ رب عموں نے آیندہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے مجھے عقل دی ہے۔ لیکن جو کچھ مجھے معلوم ہوتا ہے وہ میں اپنے ہی تک رکھتی ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ثوران میں تمہاری نسبت آیندہ کی ایسی خبریں سناتی کہ سنکر تمہارے سر کے بال سپید ہو جاتے۔ اور اشموں اور مرطیرہ کو ایسی سزائیں دینے کا وعدہ کرتی جن کے سامنے اذیت کے سخت سے سخت آلے بھی پھولوں کی چھڑی معلوم ہوتے۔ لیکن آیندہ کا حال کہنے کی مجھے اجازت نہیں اور نہ جو حالات مجھے معلوم ہیں

س خوشی کے موقع پر کہنے کے قابل ہیں۔"

یہ باتیں سُن کر اشمونؔ کی تو ڈر کے مارے گھگی بیٹھ گئی - اندھیرے میں جہاں کھڑا تھا وہیں سے ہکلا ہکلا کر ملکہ کی منتیں کرنے لگا - تورآن اور اُس کے مشیروں کا یہ حال تھا جیسے لڑکے پرندوں کے آشیانے اُجاڑنے کے لئے جنگل میں نکلے ہوں اور وہاں دفعتاً شیر اُنکو ملے اور بھاگنے سے پہلے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگیں - یہ ہی کیفیت تورآن کے ساتھیوں کی اس وقت تھی - ملکہ کو دیکھتے دیکھتے اُن کے دیدے پھٹے جاتے تھے - مگر اُدھر دیکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا - دو مرتبہ تورآن نے گردن پھیر کر دروازے اور اُس کے باہر روشنی کی طرف دیکھا کہ کاش وہ وہاں ہوتا کیونکہ اب جو راہ اختیار کی تھی وہ بالکل تنگ و تاریک تھی - بہت جرآت کر کے کہنے لگا :-

"ملکہ - آپ کے الفاظ تو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہیں اور ہر زخم پر زہر کی بوندیں ٹپکاتے جاتے ہیں - اگر آپ آدم زاد ہیں تو یہ کیا بھید ہے کہ سات روز کے پیہم فاقوں کے بعد بھی نہ آپ کی توانائی میں کسی قسم کی کمی ہوئی اور نہ آپ کے حسن کو کسی طرح کا زوال آیا اور یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ لباس طلاکار اور جواہرات جو آپ اس بت خانے میں جہاں کسی انسان کا گذر نہیں پہنے بیٹھی ہیں کون آپکو دے گیا - اور یہ بھی فرمایئے کہ آپکی دایہ آشتی کہاں ہیں۔"

ملکہ نے آہستگی سے جواب دیا " رزق خدا نے پہونچایا اور یہ قیمتی لباس بھی اُسی کا دیا ہوا ہے تاکہ آپ جیسے بادشاہ کی شان اور مرتبہ کے لائق میں آپکی عروس بن سکوں - آشتی کو جو آپ پوچھتے ہیں تو میں نے اُسے قبرص کے جزیرہ کو بھیجا ہے تاکہ ایک مشہور عطر جو وہاں خاص طور پر بنتا ہے میرے لئے لیکر آئے - لیکن نہیں میں بھولی - وہ عطر تو اس وقت میں لگائے ہوئے ہوں - قبرص تو میں نے اُسے کل بھیجا تھا - آج تو میں نے اُسے طیبی ایک کام کے لئے روانہ کیا ہے - اس کام کو آپ سے پوشیدہ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں - وہ یہ ہے کہ فرعون آنجہانی کے قتل کا واقعہ اور حسن وغا

اور فریب سے اِس شہر میں بلا کر اُنہیں ہلاک کیا گیا ہے اُس کے جملہ حالات اُن کے مقبرے کے سب سے پہلے کمرے کی سنگین دیواروں پر کندہ کر دئے جائیں۔"

ملکہ کی زبان سے جب یہ کلمے نکلے جن میں تُوراآن کے لئے سوائے بدشگونی کے کوئی دوسری بات نہ تھی تو حاضرین کی رہی سہی عقل بھی کافور ہوئی اور اب وہ سب کے سب دروازے کی طرف چلے، تُوراآن بھی انہی کے ساتھ تھا۔

ملکہ نے یہ دیکھکر لوگوں کو شرمندہ کرنے اور غیرت دلانے کے لئے ظاہری افسوس کے لہجہ میں کہا "کیا آپ لوگ مجھے یہاں اکیلا چھوڑ چلے۔ کیا میری دانائی اور قوت نے آپ کو ڈرا دیا افسوس اس میں میرا قصور نہیں۔ میں بالکل مجبور ہوں۔ جب ساغر میں شراب اوپر تک بھر جائے تو اُسکو جھکانے سے شراب کا گرنا ضروری ہے۔ اِسی طرح جب کسی شفاف چیز کے پیچھے روشنی رکھی جائیگی تو اُس کا چمکنا بھی ضروری ہوگا۔ پھر بھی میں ہر طرح سے اس لائق ہوں کہ تُوراآن جیسے جلیل القدر حکمراں کی ملکہ بنکر اس کے محل کی رونق بنوں۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس سے موت کے خدا یعنی جزا و سزا کے دینے والے دیوتا اوسیرس کو از حد الفت اور تعلق ہے کچھ زمانہ ہوتا ہے کہ ولایت کوش کا شہزادہ ہمارے دارالحکومت یعنی شہر طیبی میں ہمارا مہمان ہوا تھا۔ نواب رعمیس نے سرِ دربار اُسے قتل کر دیا۔ لیکن اس قتل سے پہلے میں نے اُسے اچھے نغمے اور سرود سے محظوظ کیا تھا۔ اِس لئے اب تُوراآن کی خاطر و مدارات میں میں اُنکو اپنا گانا ناچنا دِکھانا چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ انصاف سے کہیں کہ جتنی حسین عورتیں اُنہوں نے دیکھی ہیں کبھی کوئی مجھ سے بھی بڑھکر نظر آئی تھی۔"

ملکہ یہ جملے آہستہ کہتی ہوئی تخت سے اُتری اور چپکے سے سب کے سامنے آ ناچنے اور گانے لگی۔ گانے کا مضمون کیا تھا یہ تو کسی کو یاد نہ رہا مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب کے سینوں میں داغ ج

کے دروازے کھُل گئے ہیں اور سب عالمِ شباب کی سیر میں مصروف ہیں۔ تورآن کے سامنے یہ صورت جس پر وہ جان دیتا تھا ناچتی ہوئی آکر نازک ہاتھوں سے عشق و اُلفت کے اشارے کرتی۔ گانے میں جو لفظ مُنہ سے ادا ہوتا وہ سخت بے چینی اور کرب کی ایک آہِ سرد معلوم ہوتا اور آہِ سرد بھی ایسی کہ گویا کسی مُردے نے قبر سے اُٹھکر تورآن کے کانوں میں اُسے پھونکا ہے۔ تورآن کی عمر گو زیادہ تھی۔ ڈیل ڈول کا بھی بہت بھدّا تھا۔ دغا اور فریب بھی اس کی رگ رگ میں موجود تھا لیکن اس وقت تو اسے یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک مطربِ خوشنوا پَر لگا کر اسکو ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا ہے۔ وہاں وہ یکایک مطرب غائب اور اُس کا نغمہ بند ہوگیا ہے، تورآن اُسے تلاش کرنے میں چوٹی سے نیچے قعرِ تاریک میں کود کر بادلوں کے تیرہ و تار طبقے میں جھونکے کھاتا زمین پر گرتا ہے۔

ناچ بند ہوا اور گانے کی آخری صدائیں ربّہ اِسقَط کے سامنے بُت خانے کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر فنا ہوگئیں۔ دیبی اِسقَط کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ انتقام لینے کا ظالمانہ تبسّم اُس کے لبوں پر ہے۔ ناچ ختم ہوتے ہی خوبصورت رقاصہ خاموش کھڑی تھی۔ نہ پیشانی پر پسینہ تھا اور نہ چہرے پر مشقت کی سُرخی۔

ملکہ نے کہا "شہزادہ تورآن اب آپ اور آپ کے ہمراہی رُخصت ہوں اور مجھے بھی اس مکان میں اس وقت تنہا رہنے دیں جب تک کہ بادشاہِ مصر عالمِ جاوداں میں جو نئی سلطنت اُنھوں نے حاصل کی ہے اُس میں شرکت کے لئے مجھے طلب فرمائیں۔"

لوگ جس قدر موجود تھے اُن میں سے کسی میں بھی اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنی جگہ سے جُنبش کر سکے۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ گئے معلوم ہوتا تھا کہ ملکہ نے اپنی قوّت سے اُن کو سانپ کی طرح کیل دیا ہے۔ تورآن کا یہ حال تھا کہ ملکہ کے چہرے سے اپنی نظر نہ ہٹا سکتا تھا۔

عزت و آبرو خاک میں ملا کر ملکہ کے قدموں پر سر رکھے یہ مریض عشق اپنا حالِ زار بیان کر رہا تھا۔ ملکہ مسکراتی اور ہنستی تھی۔ یہ تبسم وہ تھا جس کی تلخی و تیزی بیان سے باہر تھی، انسان کے تبسم کی شیرینی اس میں مطلق نہ تھی۔ توران جب فریاد و فغاں کرتے کرتے تھک کر چپ ہوا تو ملکہ بولی۔

"پہلے تو تم خوف سے نیم جان تھے۔ اب کیا عشق نے اس سے بھی بدتر حال کر دیا۔ کیا تمہاری کیفیت بھی کوش کے شہزادے آماثل کی سی ہو چلی جو نبطہ رطبہ دختِ عموّن کا گانا سُن کر جان دینے کو تیار ہو گیا تھا۔ اے شریف و نجیب توران خدا ایسا کرے کہ آپ کی تقدیر آماثل کی تقدیر سے بہتر ثابت ہو۔ قسمت کا لکھا تم کو خود معلوم ہونے والا ہے۔ گو میں اُس کا حال تم کو نہیں بتا سکتی۔ کیونکہ مجھے اس کی ممانعت ہے۔ مگر۔ توران۔ اب اِس شہر میں ایک ایسی شادی رچے گی جس کی مثل کبھی پہلے مصر میں نہ رچی تھی۔ اور جب تک تمہاری تقدیر میں زندہ رہنا ہے تم ملکہ مصر کے پہلو میں بیٹھو گے اور رائی کی روشنی میں تاباں و درخشاں رہو گے، توران تم تو وہ ہو جس نے فرعون کو مغلوب کیا ہے اور کیا خواب میں خود فرعون نے اِس شادی کی خبر تم کو نہیں سنائی۔ سنو۔ اِس یومِ سعید کا آفتاب طلوع ہو گیا ہے۔ آؤ اسی کی روشنی میں چلیں پھریں۔ تاریکی اور سایہ کو خیرباد کہیں۔"

بارھواں باب

ثوراؔن کی شادی

منوف کے شہر میں ایک عجیب افواہ اُڑی ہے۔ مشہور ہوا ہے کہ ملکہ نے آخر کار شہزادہ ثوراؔن سے
دی کرنی منظور کر لی۔ اور وہ قصرِ سپید میں منتظر ہے کہ شہزادہ کب آئے اور اُس کو بیاہ کرے جائے۔
ا خبر سے مردوں میں بڑی بڑی بحثیں شروع ہوگئیں۔ قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ یہ خبر یقینی غلط ہے۔ ایسی
زر عورت جو سپردِ دربار مصر کی ملکہ اور مالکِ تسلیم کی گئی ہو کبھی اپنے باپ کے قاتل سے جو اُس کا چچا بھی ہوتا
، شادی نہ کریگی۔ اس رسوائی سے تو قید میں مر جانا بہتر ہوگا۔ دیکھ لینا۔ اسی سامنے والے بُرج میں جہاں
م کو خدا کی تعریفیں گاتی ہوئی مہتابی پر آیا کرتی ہے فاقے کرتے کرتے مر جائیگی مگر کبھی یہ حرکت نہ کریگی
اپنے باپ کے بھائی اور قاتل سے شادی کرے۔ ایسی عفیف و پاکدامن کا جو عموؔن کی بیٹی ہو مگر تقدیر کے
ھوں لاچار ہو عزت و آبرو سلامت لے کر مر جانا ہی بہتر ہے۔ چونکہ یہ سب مرد تھے اِس لئے دل سے
ہتے تھے کہ شاہی خاندان مصر کی یہ با عصمت بی بی اچھا ہو کہ مر کر دُنیا میں اپنا قصہ ایسا چھوڑ جائے
ے مصر کے لوگ ہمیشہ فخر کے ساتھ دوہرایا کریں۔

لیکن ان مردوں کی بیویاں اور بیٹیاں اُن کی ان باتوں پر ہنستی تھیں اور کہتی تھیں کہ "مالک بھی
ہی مگر پھر عورت ذات ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ دولت اور حکومت اور ابھی برسوں دُنیا میں شان
وکت سے جینے کی اُمید پر خاک ڈال کر گمنامی میں زندہ رہنا قبول کرلے۔ اِدھر کر ایسی قبر میں دفن ہو

جس کا نام ونشان بھی کسی کو یاد نہ رہے۔ اِس اُجڑے ویران بُت خانے میں فاقے کرتے کرتے ساری آن بان تو غارت ہوچکی۔ نہ غصّہ رہا نہ غرور مجبور ہوکر ثوراآن کو قبول کرلیا۔ ثوراآن کی بھی آرزو پوری کردی کہ مصر پر حکومت کرے۔ سب کچھ تو ہولیا۔ کیا اب وہ غریب جان سے بھی جاتی رہے"۔

یہ بحثیں تیز ہوتی گئیں۔ جو لوگ فرعون سے بغاوت اور سرکشی کرچکے تھے وہ بھی دل میں ملکہ کی عزت کرتے تھے اور اُس کو بڑی چیز سمجھتے تھے۔ اُنکو بھی اس موقع پر افسوس ہونے لگا کہ ایسی عالی نسب عورت۔ عورت کیا بلکہ دیبی بے یار و مددگار ہوکر دُنیا کے معمولی حالات اور واقعات کے سامنے گردن جُھکادے۔ جان کی خاطر اور اِس لئے کہ تخت ہاتھ سے نہ جائے، یلاسے دوسرے ہی کے ساتھ بیٹھنا پڑے، اپنی آبرو بیچ رہی ہے۔ لیکن عورتیں اِس خیال کی تردید کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہزار کچھ ہو مگر عورت ہے، عورتیں جیسی اور ہوتی ہیں ویسی ہی وہ بھی ہے۔

آخر کار ایک دن اِس بحث کا فیصلہ ہوگیا۔ بادشاہی منادوں اور نقیبوں نے تمام شہر میں اعلان کیا کہ آج آفتاب غروب ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے قصر سپید میں جو ربہ حاسر کے ہیکل کے قریب ہے ملکہ طیبہ کا جشنِ شادی قرار پایا ہے۔ اِس ڈھنڈورے کو سُنکر عورتوں نے مردوں پر خوب قہقہے لگائے مرد سُنکر دم بخود ہوتے۔

شادی کا وقت آیا۔ قصر کا عظیم الشان ایوان مہمانوں سے بھر گیا۔ ایوان کے باہر برآمدوں اور سیڑھیوں پر اجن کے دونوں طرف دو مینار پُرانے وقتوں کے قائم تھے، آدمیوں کے ٹھٹ لگ گئے۔ اِسی طرح سیڑھیوں کے سامنے جو وسیع چوک تھا اور چوک میں آنے کی جتنی سڑکیں تھیں وہاں اِس کثرت سے مخلوق جمع ہوئی کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ ایوان کے اندر جو کچھ ہونے والا تھا وہ یہاں سے نظر نہ آسکتا تھا مگر صرف اتنی بات پر کہ پاؤں رکھنے ہی کو جگہ مل جائے لڑائیاں ہونے لگیں۔ اور ان لڑائیوں میں جو گرا پھر نہ اُٹھا۔ ایوان کے اندر جانبِ صدر دو تخت بچھائے گئے۔ ایک بڑا اور زیادہ مرصع، دوسرا

ٹا اور سادہ۔ بڑا تخت شہزادہ تورآن کے لئے تھا اور چھوٹا ملکہ طیبہ کے واسطے۔ تورآن نے یہ انتظام
س غرض سے کیا تھا۔ اشمون نے یہ بات ذہن نشین کر دی تھی کہ شروع ہی سے رعایا کے دل میں یہ بات
ا دی جائے کہ حکومت کی باگ درحقیقت تورآن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ فرعون کی بیٹی برائے نام
شاہ ہے۔

شام ہوتے ہی ربّہ حاسر کے ہیکل میں جو عشق کی ملکہ تھی شادی کی رسم ادا ہوئی۔ رسم کے ادا
تے ہی شہر کے تمام معبدوں سے قرنا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ تین مرتبہ قرنا بجائے گئے اور ہر مرتبہ
کی آواز گونجتی ہوئی فضا کی گرم و ساکت ہوا میں خاموش ہو گئی۔ یہ گویا اطلاع عام تھی کہ ربّہ حاسر
بُت خانے میں اعیانِ سلطنت اور افسرانِ ہیکل اور کاہنوں کے سامنے تورآن اور نیطر طیبہ
عقد کر دیا گیا۔

لوگوں میں اس وقت ایک اور افواہ بھی اُڑی۔ یہ افواہ ایک زبان سے دوسری زبان پر آ کر
س طرح پھیلی جس طرح پانی کی سطح پر کسی چیز کے گرنے سے حلقہ پیدا ہو کر برابر پھیلتا چلا جاتا ہے۔
خبر یہ مشہور ہوئی کہ شادی کے وقت ربّہ حاسر کے بت خانہ میں عجیب عجیب باتیں پیش آئیں۔
تفصیل بھی ان کی بیان کی جاتی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ جب کاہنوں کے سردار نے حسبِ دستور دلہن
ے ہاتھ میں نیلوفر کی کلی رکھی تو ہاتھ پر رکھتے ہی وہ کلی خود بخود کھل کر پھول بن گئی اور کلی کی شاخ
وتے کا عصا اور پھول سبزوں اور زمردوں کا کنول بن گیا۔ ان زمردوں میں وہ آب و تاب تھی کہ
مصر کی کانوں سے کبھی ایسے جواہر نہیں نکلے تھے۔

قصّہ یہیں ختم نہ ہوا۔ یہ بھی مشہور ہوا کہ جس وقت تورآن نے نوشہ بنکر ربّہ حاسر کے بُت
ے سامنے ایک سپید قمری رسم کے مطابق پیش کی تو ایک شکرہ دروازے میں سے اُڑتا ہوا
یا اور ایک ہی پنجہ میں قمری غریب کی گردن توڑ دی۔ چونچ اور پنجے سے لہو بہنا شروع ہوا اور

وہ بے جان ہوکر دیبی کی گود میں گری۔ شکرہ اتنے میں کمرے سے اُڑتا ہوا نکل غائب ہوگیا۔

لوگوں نے یہ قصہ سُنکر کہنا شروع کیا کہ یہ کسی معمولی شکرے کا کام نہ تھا۔ کسی پرندے میں اتنی مجال نہیں کہ دیبی کے مندر میں آکر ایسا ظلم کرے۔ ہو نہو یہ ہورس دیوتا کا کام ہے جس کا سر شکرے کی شکل کا ہے اور عموٓن رع کا وہ فرزند ہے۔

یہ گفتگو جلد بند ہوگئی کیونکہ اب یہ غُل ہوا کہ نوشہ اور عروس ہیکل سے نکل کر قصر میں آ رہے ہیں تاکہ ایوان میں کُل رعایا کے سامنے دربار کریں اور وہیں تمام روساء ملک امراء لشکر اور ملازمین شاہی تخت کے سامنے حلفِ اطاعت لیں۔ ہیکل سے قصرِ سپید کو جو مسقّف راستہ آیا تھا اس پر شاہی جلوس چلا۔ پہلے بڑے بڑے کاہن اور بُت خانوں کے خدام اپنا خاص لباس پہنے ردیف وار وہاں سے گذرے۔ اس کے بعد امراء و روساء اور ملازمین خاص کے گروہ آئے۔ پھر شہزادہ تورآن اس طرح نظر آیا کہ چاروں طرف مشیرانِ خاص دست بستہ حاضر ہیں اور ان میں صدرِ اعظم اشموٓن بھی ہے جسکی نسبت مشہور ہوچکا ہے کہ جادو کے زور سے اُس نے فرعوٓن کو ہلاک کیا ہے۔

لیکن تمام خلقت اسبات کو محسوس کر رہی تھی کہ تورآن خوش نہیں ہے۔ نہ تو رخت شاہی کی آب و تاب جس کی سپید براق سی ردا پر لوگوں کو خون کی افشاں نظر آ رہی تھی اور نہ تاج ملوکی کا تفاخر جو پہلی مرتبہ اس کے سر پر رکھا گیا تھا لوگوں کی نگاہ سے اسبات کو پوشیدہ رکھ سکا کہ تورآن درحقیقت متردد و پریشان ہے۔ سامنے آتے ہی جب لوگوں نے مبارکباد کے نعرے بلند کئے تو چلتے چلتے رُکا اور شکریہ میں سر جُھکائے دیر تک کھڑا رہا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ عصاء سلطنت جس ہاتھ میں ہے اُس پر رعشہ ہے۔ لال موٹے ہونٹوں پر خُشکی سے پپڑیاں جمی ہیں اور سر سے پاؤں تک تمام جسم لرز رہا ہے۔ باوجود اس کیفیت کے تورآن رعایا کو خوش کرنے کے لئے مُسکراتا اور سر جُھکا جُھکا کر اُن کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ مبارکباد کے گونجتے گرجتے نعرے خاموش ہوگئے اور جلوس آگے بڑھا۔

ملکہ کے انتظار میں لوگ توران کو بھول گئے۔ گو کسی نقیب نے ملکہ کی آمد کی آواز نہیں لگائی لیکن کوئی متنفّس اس مجمع کثیر میں ایسا نہ تھا جس کا دل ملکہ میں نہ پڑا ہو۔ ایوان کے اندر جہاں جشن شادی میں شرکت کے لئے لوگ جمع تھے دفعتاً ایک شور ہوا اور سب نے دیکھا کہ ملکہ نیطرطیہ دفعتاً سامنے کھڑی ہے۔ ملکہ کے انتظار میں سب کی آنکھیں دروازے کی طرف لگی تھیں۔ لیکن جب وہ اس طرح یکایک نظر آئی تو کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کب آئی اور کدھر سے آئی۔ گو یہ سچ ہے کہ ایوان کے جو حصے سایہ میں تھے وہاں تاریکی زیادہ تھی۔ مگر ایسا بھی کیا تھا کہ کوئی اُسکو آتے نہ دیکھتا۔ ملکہ شہ نشین کے بالکل کنارے دونوں تختوں کے سامنے کھڑی رہی۔ حاضرین جو کچھ صورت شکل اُسکی اپنے دل میں سمجھ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ فرق اس وقت نظر آیا۔ لباس میں مطلق تکلّف نہ تھا۔ ایک سپید نیچی قبا پہنی تھی۔ سینہ کسی قدر کھُلا تھا اور آفتاب کی شعاع رُوشندان سے اس طرح پڑ رہی تھی کہ ہر شخص ملکہ کے سینہ پر گلے سے کچھ نیچے وہ سیاہ خال دیکھ رہا تھا جو "نشانِ حیات" سمجھا جاتا تھا اور پیدائش کے وقت سے موجود تھا۔ زیور صرف دو تھے جو پہنے تھی۔ ایک تو شاہی نشان والے دو سونے کے سانپ تھے جن کی آنکھیں عقیق کی تھیں اور یہ سامنے کے رُخ تاج میں پیوستہ تھے۔ یہ تاج دوہرا تھا یعنی جنوبی مصر اور شمالی مصر دو سلطنتوں کے تاج اس میں شامل تھے۔ اور سوائے ملکہ کے کوئی دوسرا اُسے نہ پہن سکتا تھا۔ دوسرا زیور جواہرات کا ایک عصا تھا اس کی موٹھ پر نیلوفر کا پھول فیروزوں کا بنا ہوا تھا۔ یہ وہی عصا تھا جس کی نسبت مشہور تھا کہ کلی کی شاخ زمرد کا عصا بن گئی۔

ملکہ کی صورت شکل بھی جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا اس سے مختلف نکلی۔ درباری سمجھتے تھے کہ وہ بہت کمزور و ناتواں ہوگی۔ رنگ زرد ہوگا۔ آنکھیں روتے روتے اب تک سُرخ ہونگی۔ رخساروں پر آنسو خشک ہو کر اپنے نشان چھوڑ گئے ہونگے۔ صورت ہی سے ظاہر ہوگا کہ قسمت کی تکلیفوں فاقوں اور

جان کے خوف نے کیسا بُرا درجہ کر دیا ہے۔ یہی تکلیفیں تو تھیں جن سے بچنے کے لئے اُس نے تورآن سے شادی کرنی منظور کر لی۔ لیکن دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ عموَن کا ستارہ ایسا روشن تھا کہ بے چمک اور دمک تو پہلے بھی اس کے چہرہ پر کسی نے نہ دیکھی تھی۔ آنکھیں اس بلا کی تھیں کہ جدھر متوجہ ہوتیں معلوم ہوتا کہ قلب کے ایک ایک گوشے میں پہنچ کر دل کے اصلی راز پر قبضہ کر لیا۔ چہرہ کے حُسن اور قامتِ بالا میں مطلق فرق نہ آیا تھا۔ رُخساروں کی سُرخی سے معلوم ہوتا تھا کہ صحتِ جسمانی برابر قایم رہی ہے۔ ہر ادا سے خودداری اور شانِ حکومت پیدا تھی۔ ڈر یا خوف کچھ نہ تھا اور اگر تھا بھی تو اُس کے قدموں میں پڑا ذلیل ہو رہا تھا۔

ملکہ جس وقت یکایک شہ نشین پر آ کر کھڑی ہوئی تو حیرت سے لوگوں کی زبان بند ہو گئی۔ کسی کے مُنہ سے کچھ نہ نکلا۔ سب اُس کی صورت دیکھنے لگے۔ ملکہ نے مُسکرا کر اہل دربار کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جدھر نظر جاتی تھی لوگ آنکھیں نیچی کر کے سر جھکا لیتے تھے۔ ہر طرف سُکوت تھا۔ بولنے کی طاقت کسی میں نہ تھی اور ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے کہ اتنے میں ملکہ تخت کی طرف چلی۔ فرش پر دامنِ قبا کے گھسٹنے کی آواز سب نے سُنی۔

دربار کے دو نقیب ہاتھوں میں سونے کے عَلَم لئے کسی قدر تامل کے بعد آگے بڑھے کہ ملکہ کو اُس تخت تک لے جائیں جو اُس کے لئے بچھایا گیا تھا۔ ملکہ نے فوراً ہاتھ کے اِشارے سے اُنہیں منع کیا اور صاف آواز میں کہا:

"میں یہاں تنہا ہوں۔ کسی کو نقیب بن کر میرے آگے چلنے یا استقبال کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے وفادار و جانثار ہزاروں تھے۔ ان میں ایک بھی زندہ نہ چھوڑا گیا کہ وہ فرعون کی بیٹی ملکہ مصر کو تخت تک لے جا کر اُس جگہ پر جس کی وہ مستحق ہے بٹھاتا۔ اِس لئے میں اپنی جگہ خود اپنے اختیار اور اقتدار سے ہمیشہ کے لئے حاصل کرتی ہوں۔"

اِس کے بعد نہایت اطمینان سے جبکہ کُل دربار خاموش تھا اس بڑے تخت پر جو توران کے لئے بچھایا گیا تھا جاکر بیٹھ گئی اور منتظر ہوئی کہ آگے کیا ہوتا ہے۔

ملکہ کے بیٹھتے ہی دربار میں ایک ہلکا سا شور ہوا۔ صدرِ اعظم اشمون نے توران کے کان میں کچھ کہا۔ درباری دم بخود تھے۔ توران نے اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارا اور فوراً ایک ایسا حکم دیا جس پر عمل کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ آخرکار وہ خود آگے بڑھا اور بھاری آواز سے کہنے لگا:۔

"ملکہ۔ بلاشبہ۔ آپکو علم نہیں کہ جس تخت پر آپ تشریف رکھتی ہیں وہ میرے بیٹھنے کیلئے ہے۔ آپ کی نشست کے لئے دوسرا تخت ہے جو میرے بائیں طرف بچھا ہے۔ آپ وہاں تشریف رکھیں۔"

ملکہ نے پوچھا "کیوں۔"

توران۔ "یہ اس لئے کہ بیوی کے مقابلے میں شوہر کا درجہ بڑا ہے۔ آپکو معلوم ہے کہ میں مفتوحوں کا فاتح ہوں۔" توران کا یہ جملہ زہر کا بجھا ہوا تھا۔

ملکہ نے جواب دیا۔ "مفتوحوں کے فاتح ہو یا مقتولوں اور ان کی اولاد کے قاتل ہو۔ شہزادہ توران تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔ ملکۂ مصر اپنے ان حقوق کی بنا پر جو منجانب خدا اُسے حاصل ہیں اپنے ہر ایک ملازم اور ماتحت سے بڑا درجہ رکھتی ہے۔ گو خداؤں کو یہ منظور ہوا جن کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے کہ میں اپنے اِس ملازم و ماتحت کو اپنا شوہر اُس وقت تک کہوں جب تک اُن خداؤں کا پورا منشاء مجھ پر ظاہر ہو۔ پس توران سامنے حاضر ہو اور تاجدار مصر کی حضور میں اقرار اطاعت کرو۔ اور اس کے بعد یہ تمہارے ساتھ کے غلام زادے جنکو مجھ پر تلوار اُٹھانے کی ہمت ہوئی تھی میرے تخت کے سامنے زمین بوس ہوں۔"

اس تقریر کو سنتے ہی دربار میں ایک حشر برپا ہوگیا۔ کیونکہ درباریوں میں تقریباً کُل لوگ ایسے تھے جو حال کے تمام جرائم میں شریک رہے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اگر نیطر طیبہ نے توران پر قابو پا لیا تو

اُن کے حق میں سوائے موت کے اور کچھ نہ ہوگا۔

ان لوگوں نے چیخ چیخ کر توراآن سے کہنا شروع کیا کہ "ملکہ کی پرواہ نہ کرو۔ اِسے گھسیٹ کر تخت سے اُتار دو۔ جان سے مار ڈالو۔ تاج اس کے سر سے اُتار لو۔" بہت لوگوں نے تلواریں علم کر لیں اور ایک طوفانی سمندر کی طرح شور و غوغا مچانے لگے۔ حاضرین میں جو لوگ خاندانِ فرعون کے خیر خواہ تھے یا ایسے لوگ جو فساد اور فتنے سے ڈرتے تھے ایک ایک کر کے ایوان سے باہر نکلے اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ اب اس غدار مجمع میں ایک متنفس بھی ایسا نہ رہا جو ملکہ ہبطرطیبا کا خیر اندیش اور وفادار ہو۔ جو لوگ دربار سے نکلے تھے اُن کی جگہ ایسے لوگ اندر چلے آئے جو سخت مفسد اور فتنہ انگیز تھے۔ یہ ان باغیوں اور سرکشوں میں تھے جنہوں نے فرعون کی محافظ فوج کے لوگوں کو قتل کیا تھا۔

یہ سب صحرا نشین اور بدوی قبائل کے لوگ تھے جو ہزار ہا برس سے مصر کے جانی دشمن چلے آتے تھے۔ ان میں بہت سے ہکسوس کی اولاد سے تھے جن کے بزرگوں نے بارہ پشتوں تک مصر پر حکومت کی تھی یہاں تک کہ مصر کے لوگوں نے ان کی حکومت کو غارت کر کے انہیں ملک سے نکال دیا۔ قوم ہکسوس کا خون توراآن میں موجود تھا اور اس قوم کے لوگ اُس کو اپنا حاکم اور سرپرست جانتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ہماری پا اُفتادہ قوم کو اسی کے ذریعے سے پھر عروج ہوگا۔ بہت سے لوگ اس مجمع کے اُن مجرموں اور مفسدوں میں سے تھے جو صرف لوٹ مار کے لئے توراآن کی فوجوں میں بھرتی ہو گئے تھے۔ ان میں لبنان کے رہنے والے بنی اسرائیل اور ساحل یمن کے وحشی گروہ بھی شامل تھے۔

ان مفسدوں کی بہت سی اُمیدیں توراآن کی ذات سے وابستہ تھیں مصر کو لوٹنے اور کھانے کے لئے وہ اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اب اُنہوں نے اپنے مقاصد اور توراآن کی حکومت میں ایک ایسی

عورت کو مزاحم پایا جو بزرگی اور قدامتِ خاندان کے زُعم میں اپنے ہی شوہر کو اقبالِ اطاعت پر مجبور کر رہی ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ اگر یہ ملکہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگئی تو پھر ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیگی۔

بس ان باغی مفسدوں نے غل مچا مچا کر کہنا شروع کیا کہ "اس عورت کے ٹکڑے اُڑا دو۔ یہ ولدالحرام ہے۔ فرعون لا ولد تھا۔ ملک کے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اُسکو بیٹی کہکر ملکہ بنا گیا۔ یہ ساحرہ ہے۔ اِسے غذا کی بھی ضرورت نہیں۔ فقط ہوا ہی پر جیتی ہے۔ یہ عورت نہیں ہے، کوئی آسیب ہے۔ اسے دُور کرو۔ ثوران اگر تم ڈرتے ہو تو ہمیں آنے دو۔"

یہ لوگ اتنا چیخے کہ آوازیں بیٹھ گئیں۔ آخر کار چُپ ہوئے۔ ثوران بہت تذبذب کی حالت میں شہ نشین پر کھڑا تھا۔ کبھی کبھی اشموں کی طرف جُھکتا تھا کہ جو کچھ وہ کان میں کہنا چاہتا ہے اُسے سُنے۔ آخر کار ثوران نے ملکہ کی طرف دیکھا اور کہا:۔

"ملکہ تم دیکھتی اور سُنتی ہو کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری رعایا کو تم پر اعتبار نہیں۔ یہ نہایت سخت لوگ ہیں۔ میں ان کو زیادہ روک نہیں سکتا۔ اگر ایک دفعہ بھی یہ آپ پر ٹوٹ پڑے تو آپ کے اس اندامِ نازک کے اس طرح پُرزے اُڑا دینگے جیسے دلوست نے اوسیرس دیوتا کے ٹکڑے اُڑا دیئے تھے۔"

طیہ جواب تک نہایت بے پروائی اور اطمینان سے تخت پر خاموش بیٹھی تھی ہوشیار ہوئی اور ثوران سے کہنے لگی:۔

"ثوران تم نے یہ مثال اچھی نہیں دی۔ کیونکہ اوسیرس جس کے ٹکڑے اُڑا دیئے گئے تھے پھر زندہ ہو گیا تھا۔ کیوں کیا یہ سچ نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر پھر تخت سے پیٹھ لگا خاموش بیٹھ گئی۔

ثوران۔ "ملکہ۔ کیا آپ نے ابھی یہ نہیں کہا کہ میں آپ کا شوہر ہو کر آپ کے سامنے اقرار

اطاعت کروں "

ملکہ " بے شک۔ یہ تمہارا سب سے پہلا فرض ہے۔ اور میرا یہی حکم ہے۔ جو حکم ملکہ مصر کی زبان سے ایک مرتبہ نکلتا ہے پھر وہ نہیں بدل سکتا۔ گو میں عورت ہی ہوں لیکن اسوقت مصر کی بادشاہ ہوں "

ثورآن یہ سُنکر آگ ہو گیا۔ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہو کر حکم دینے کو تھا کہ اس عورت کو تخت سے گھسیٹ کر نیچے اُتار دو کہ ملکہ اس کے قصد کو سمجھ گئی اور فوراً عصا رشاہی بلند کر کے ایسی تیز آواز سے جو ایوان کے ہر گوشہ ہی نہیں بلکہ باہر کے برآمدوں اور سیڑھیوں تک سُنائی دی کہا۔

مُصر کی رعایا۔ مجھ میں اور تم میں صرف یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ میں جو تمہاری ملکہ ہوں اپنے آبا و اجداد کی طرح اس ملک پر حکومت کروں یا یہ شخص جو تمہارے سامنے کھڑا ہے جسکو ربّ عموّن کے حکم سے میں نے اپنا شوہر بنایا ہے، اس ملک پر حکومت کرے۔ تم لوگ جو اکثر نسلِ ہکسوس سے ہو چاہتے ہو کہ یہی شخص حکومت کرے۔ تم نے میرے باپ فرعوّن کو ہلاک کیا ہے اور اب ثورآن کو تم بادشاہ بنانا چاہتے ہو۔ اور یہ بھی چاہتے ہو کہ میں جو حقیقت میں اس ملک کی مالک و بادشاہ ہوں ثورآن کی لونڈی بن کر رہوں۔ اور اپنے بطن سے شاہی نسل کے بچّے اس کے لئے پیدا کرتی رہوں۔ اس کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ دیکھو تم ایک گروہ کثیر ہو اور میری فوجیں یہاں سے بہت دُور ہیں اور میں یہاں اکیلی ہوں۔ گیدڑوں میں ایک اکیلی کمزور بھیڑ ہوں۔ اور گیدڑ بھی ہزاروں ہیں جو مُدّت سے بھوکے ہیں۔ پس میں تمہارا مقابلہ کس طرح کر سکتی ہوں "

اتنا سُنکر ایک نہایت کریہ منظر، وحشی و بدخو آدمی چلّا کر بولا " بے شک تو مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اری کمزور جان۔ معصوم بھیڑ۔ بس اب تخت سے اُتر آ اور اس شیر نیستان کے سامنے سر جُھکا دے۔ یہ ہمارا سردار ہے۔ ورنہ سمجھ لے کہ یہی گیدڑ تجھے پھاڑ کھائینگے۔ ہم کبھی تیرا بادشاہ ہونا گوارا نہ کرینگے۔

ہم ہکسوس کی نسل خونخوار سے ہیں۔ ان صنوبر کے دروازوں کو دیکھ دے جب تک انکے سامنے ہماری قوم کے وہ مینار قایم ہیں جن کو نسلِ ہکسوس کے فراعنہ نے بنایا تھا جو ہماری قوم سے ہیں۔ اور یہ مینار وہ ہیں، جو ابدالآباد تک قایم رہینگے، اسوقت تک ہم تیرا بادشاہ ہونا منظور نہ کرینگے۔ انہی ہکسوسی نسل کے فراعنہ سے ثوران کی ماں تھی۔ بس تخت سے نیچے اُتر اور ہمارے بادشاہ ثوران کی حرم بن جسنتی ہے۔ او۔ فرعون کی ولدالحرام بیٹی۔"

طیبہ نے یہ تقریر سُن کر اُس کے بعض فقروں کو دوہرایا "ہاں۔ جب تک اس ہکسوسی بادشاہ، بادشاہ کا ہیکو رہزن اور سارق کے بنائے ہوئے مینار قایم ہیں تم فرعون کی اِس ولدالحرام بیٹی کو بادشاہ تسلیم نہ کروگے۔"

اتنا کہہ کر ملکہ چُپ ہوئی اور صورت سے پریشانی ظاہر کی۔ آہِ سرد بھری اور ہاتھ مَل مَل کر روتی ہوئی آوازمیں کہنے لگی:۔

"لوگو۔ میں عورت ہوں۔ اور تم میں میرا کوئی حامی نہیں۔ میرا باپ فرعون گذر چکا ہے اور تم کہتے ہو کہ سلطنت سے دست بردار ہوجاؤں۔ اور اس شخص کی ماتحتی میں برائے نام حکومت کروں جو میرے باپ کو دھوکا دیکر یہاں لایا اور آخر اُس کا قاتل ثابت ہوا۔ ہائے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

کسی نے مُنہ چڑھا کر کہا۔ "او۔ فرعون کی ولدالزّنا۔ اچھی جورو بن کر خاوند کی اطاعت کر۔" یہ بولنے والا ثوران کی فوج کا ایک افسر تھا اور اُس نے فرعون کے سپاہیوں کو قتل کرنے میں بڑا حصّہ لیا تھا۔ اس بیہودہ فقرہ پر سب نے ایک قہقہہ لگایا۔ طیبہ نے اس آدمی کی طرف غور سے دیکھا۔

طیبہ کی اِس نگاہ میں عجیب قہر تھا۔ جو لوگ اِس افسر کے قریب کھڑے تھے اُنھوں نے دیکھا کہ ملکہ کی نظر پڑتے ہی اِس آدمی کا چہرہ بالکل زرد ہوگیا۔ چکّر کھا کر گرنے کو ہوا لیکن چاروں طرف سے لوگوں میں

دبا کھڑا تھا اس لئے زمین پر نہ گرا۔ تھوڑی دیر میں حواس کسی قدر درست ہوئے تو کاہنوں کی جماعت
قریب تھی ان سے کہنے لگا کہ اِدھر گرمی زیادہ ہے اگر اجازت ہو تو میں آپکی طرف چلا آؤں۔ ایک کاہن
جگہ کردی اور یہ اُس کی جگہ چلا گیا۔ طیبہ یہ کیفیت دیکھتی رہی اور کہنے لگی:۔
"یہ کیسے بیہودہ اور ناشائستہ الفاظ ہیں جو تم مصر کی ملکہ کی نسبت کہتے ہو۔ ملکہ بھی وہ
ربّ عموّن نے خود اپنے پاک اور مقدس ہیکل میں بادشاہ تسلیم کیا تھا" مُنہ سے یہ لفظ نکل ر
تھے اور نظر اُسی آدمی کی طرف تھی جو کاہنوں کی جماعت میں جاکر کھڑا ہوا تھا۔
"لیکن۔ لوگو۔ تمہارا اِس وقت قابو چل گیا ہے۔ جس کا کوئی معاون اور مددگار اس شہر
اُس کی حالت کیسی مجبوری کی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اِس حالتِ بے بسی میں کیا کروں" اتنا
ہاتھ مل مل کر افسوس ظاہر کرنے لگی۔ اور کہا:۔
"اچھے لوگو۔ مجھ سے تو قسمیں کھا کر یہ کہا گیا تھا کہ ابوالارباب عموّن نے جس وقت میرے
میں اپنی روح پھونکی تھی تو اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ مصیبت میں وہ میری مدد کریگا۔ لوگو
مہلت دو کہ میں اُس سے مدد مانگوں۔ دیکھو سامنے قرصِ آفتاب مغرب میں ڈوبنے کو ہے
جلد وہ سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائیگا۔ پس جب تک وہ پورا غروب ہو مجھے
کہ میں عموّن سے اپنے حق میں دعا کروں۔ اس کے بعد اگر کسی قسم کی مدد نہ پہنچے تو جو تم
وہی کرونگی۔ اِس شریف و نجیب شہزادے کی اطاعت قبول کرلونگی جو ہکسوس کی نسل
اور جس نے اپنے بھائی فرعون کو دھوکے سے بُلا کر مرطیرہ جاسوسنی اور ساحروں
سے ہلاک کیا ہے"
توراآن نے بہ آوازِ بلند کہا "اے قوم کے لوگو۔ جو مہلت ملکہ مانگتی ہے وہ منظور کرو"
کو خدائے عموّن کا کچھ خوف نہ تھا کیونکہ وہ قوم ہکوس کا خدا نہ تھا۔ ڈر تھا تو اس کا تھا کہ کہیں

ایسا برپا نہ ہو جائے جس میں اس خوبصورت نئی دُلہن کو کوئی جان سے مار ڈالے یا کسی اور طرح کا گزند پہنچائے۔
غرض مہلت منظور ہوئی۔ طیبہ تخت سے کھڑی ہوئی۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر نظر اونچی کی اور اس طرح شیریں آواز سے دعا مانگنے لگی۔
"اے میرے باپ عموّن۔ اپنے دارالامن میں بیٹھا میری فریاد کو سُن، جس کے سُننے کا تو نے وعدہ فرمایا تھا۔ اے عموّن میرے باپ۔ تجھ پر میرا یہ حالِ زار روشن ہے۔ کیا تیری یہی خوشی ہے کہ میں تجھے اور اپنے تئیں ایسے آدمی کے سامنے ذلیل کروں جس نے اپنے بادشاہ اور بھائی کو جان سے مارا۔ کیا اسی قاتل کی نسبت تیرا حکم ہے کہ اسے اپنا شوہر بناؤں۔ اگر یہی مرضی ہے تو تیرا حکم بجا لانا میرا فرض ہے۔ لیکن اگر تیری یہ خوشی نہیں ہے تو پھر اپنی قوتِ اعجاز سے کوئی کلمہ ایسا کہہ کہ یہ ثوراّن اور اُس کا خونی گروہ جو مجھے دلدالحرام کہہ کر تیری توہین کرتا ہے میرے سامنے سرِ اطاعت جُھکا دے۔ اے ربّ عموّن۔ یہ لوگ تیرے مُنکر ہیں۔ جن خداؤں کو یہ پوجتے ہیں وہ انکے باپ دادا کے خدا ہیں اور اُن کے باپ دادا وہ تھے جنہوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں مصر کے بُت خانوں کو مسمار کیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ تو نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے۔ ہر حال میں مجھے تجھ پر بھروسا ہے، چاہے میری جان ہی اس میں کیوں نہ جاتی رہے۔ اے میرے باپ عموّن سامنے کرۂ آفتاب غروب ہونے کو ہے جس میں تو نے اپنی روح کو متمکن کر کے اُس کو اپنا نشان بنایا ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ چھپے اور دُنیا پر رات کا اندھیرا چھائے اپنے تئیں اس طرح ظاہر کر کہ سب لوگ اس بات کو مان لیں کہ ہاں میں تیری بیٹی ہوں۔ اور اگر مجھ سے اور اس ملک سے تیری نظر پھر چکی ہے اور اسی کو تو مصلحت سمجھتا ہے تو پھر مجھے میرے حال پر اسی ذلت و خواری میں چھوڑ دے۔"
طیبہ یہ دعا ختم کر کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اور ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھکر غروب آفتاب کا منظر دیکھنے لگی۔

صرف اُسی کی نظر اُدھر نہ تھی۔ جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی اسی کیفیت کو دیکھ رہے تھے۔ شفق کی روشنی پھیل چلی تھی اور چونکہ جگہ سامنے سے کھلی ہوئی تھی اس لئے باہر کے دونوں بلند میناروں کا سایہ دو تلواروں کے سائے کی طرح جن کی نوکیں طیبہ کے تخت کے قریب ملتی تھیں لوگوں پر پڑ رہا تھا۔ کسی کو یہاں تک کہ بڑے بڑے کاہنوں کو بھی اُس کا گمان نہ تھا کہ اس وقت غیب سے کوئی بات ظاہر ہونے والی ہے۔ کیونکہ عموّن جس سے ملکہ نے دعا مانگی تھی اس شہر کا خدا نہ تھا۔ طیبی کا خدا تھا۔ یہاں کا خدا طاآح تھا۔ اس لئے حاضرینِ دربار کو ملکہ کی دعا ایک مذہب مردہ کی صدا معلوم ہوئی جو کسی مغرور اور مصیبت زدہ عورت کی زبان سے تکلیف کی حالت میں نکلی تھی۔ پھر بھی لوگ آفتاب کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ طیبہ نے اپنے خدا سے اس درجہ ایمان واعتقاد کے ساتھ دعا مانگی تھی کہ گویا اس خدا پر اس کو پورا بھروسا ہے اور بات بھی یہی تھی کیونکہ طیبہ نجمِ عموّن کے نام سے مشہور تھی اور اُس کی پیدائش کی نسبت عجیب وغریب واقعات لوگوں کی زبان پر رہا کرتے تھے۔ اور پھر اب شادی کے موقع پر نیلوفر کی کلی کا ہاتھ میں آتے ہی خود بخود جواہرات کا پھل بن جانا کیا عجیب بات نہ تھی کیا اُس کے سینہ پر وہ سیاہ تل جسے ”نشانِ حیات“ کہا جاتا تھا موجود نہ تھا۔ مگر لوگ یہی سمجھے تھے کہ دعا کا اثر کچھ نہ ہوگا گو سب کی نگاہیں غروب ہوتے ہوتے آفتاب کی طرف تھیں۔

آج کا غروب بھی ایک عجیب حیرت انگیز منظر تھا۔ کئی دن سے سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور اس وقت تو اُس کی شدّت کی انتہا نہ رہی تھی۔ تمام زمین وآسمان پر ایک سکوت کا عالم طاری تھا۔ شہر میں کہیں کسی آواز کا نام نہ تھا۔ نہ کوئی کتّا بھونکتا تھا نہ کوئی بچّہ روتا تھا۔ اور نہ کھجور کے درختوں کا کوئی پتا ہلتا تھا۔ سارا شہر شہرِ خموشاں معلوم ہوتا تھا۔

آسمان پر بادلوں کے دَل پر دَل آنے شروع ہوئے۔ اُن میں حرکت تھی گو ہوا بالکل

بند تھی۔ جہاں جہاں اُن کے کناروں پر سورج کی کرنیں پڑتی تھیں سونے اور چاندی کی سنجاف لگی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن باقی حصے اِن بادلوں کے بالکل سیاہ تھے۔ بادلوں کی شکلیں بھی عجیب عجیب تھیں۔ کہیں معلوم ہوتا تھا کہ بڑے بڑے لشکر میدانِ کارزار میں اپنی صفیں دُرست کر رہے ہیں۔ لشکر کے افسر صفوں سے نکل کر اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ کہیں لڑائی کے بڑے بڑے رتھ نظر آتے ہیں اور کہیں پیدلوں کے دستے ہاتھوں میں چمکتی برچھیاں لئے جمے ہیں۔ اب ایک بہت بڑا بادل سب بادلوں سے اونچا دفعتاً محرابِ فلک میں داخل ہوا۔ صورت اس کی ایک پری کی تھی جس کے سُنہری بال دونوں شانوں سے بکھر کر دُور تک اُڑتے نظر آتے تھے۔ پاؤں اس کے کرۂ آفتاب پر ٹکے ہوئے تھے اور قد کو جھکا کر کُل آسمان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھائی ہوئی نظر آتی تھی۔ دونوں بازو مشرق کی طرف پھیلے طلوع ہوتے مہتاب کے زرد کرے کو ہاتھوں میں تھامے تھے۔

اِس بادل کو دیکھکر دیکھنے والے ڈرے۔ کوئی کہنے لگا کہ یہ ربہ اسبس چاند کو ہتھیلی پر لئے کھڑی ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ بنی آدم کی ماں ربہ نُوط ہے جو مامتا کی ماری آسمان سے دُنیا کو جُھک کر دیکھ رہی ہے۔ گو اِس ہیبت ناک خاموشی میں یہ لوگ بہت آہستہ باتیں کرتے تھے لیکن تختِ پر طلیہ کے کان میں اُن کی آواز پہنچ جاتی تھی۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ ملکہ کی صورت میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ کسرِ نفسی اور عاجزی کی جگہ سختی دسر دمہری کے ساتھ چہرے پر ایک قسم کا تبسم ظاہر ہونے لگا۔

اشموّن اور ثوراّن کی صورتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں خوف زدہ ہیں۔ نجومی نے جو اس وقت وزیر اعظم کا رتبہ رکھتا تھا ثوراّن کے کان میں کچھ کہا اور انگلی اُٹھا کر آسمان پر دو ستاروں کی طرف اشارہ کیا جو ایک غبار نیلگوں میں مقامِ غروب سے کسی قدر بلندی پر دفعتاً چمکتے نظر آئے تھے۔

اشموّن نے آسمان کی طرف سے نگاہ پھیر کر ملکہ کی طرف دیکھا اور اشاروں میں ثورآن سے کچھ کہا۔ ثورآن کچھ تامل کے بعد بولا :-

"ملکہ۔ آفتاب غروب ہوگیا۔ بس اس حماقت کو ختم کیجئے"

ملکہ نے بہت نرمی سے کہا "نہیں ابھی نہیں۔ کچھ توقف اور فرمائیے" ان لفظوں کا منہ سے نکلنا تھا کہ معلوم نہیں کیا بات ہوئی دریا کے کنارے بڑے بڑے باغوں میں کھجوروں کے جتنے درخت کھڑے تھے وہ مشرق کی طرف جھک پڑے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ملکہ کو جو تخت پر بیٹھی تھی سلام کر رہے ہیں۔ تین بار یہ درخت جھکے اور جھک کر پھر سیدھے ہوئے۔ اس کے بعد آسمان پر کالے کالے بھونرا سے بادل اس طرح پھیل گئے جیسے کسی نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاہ فرش بچھا دیا ہو۔ ہر طرف ظلمت اور سیاہی تھی۔ صرف مغرب کی سمت میں کرۂ آفتاب آدھا چھپا آدھا ظاہر دو سیاہ بادلوں کے بیچ میں دیدۂ پرخوں کی طرح چمک رہا تھا۔ مگر اب وہ بھی رفتہ رفتہ غروب ہوتا گیا۔ حتّٰی کہ اسکے کنارے کی ایک خفیف روشن تحریر سی افق پر باقی رہ گئی۔ دربار کے کمرے میں بالکل اندھیرا ہوگیا۔ اور اس اندھیرے میں ملکہ نبیطرطیہ کی آواز سب سن رہے تھے کہ وہ بار بار عموّن کا نام لے رہی ہے۔

کسی نے پکار کر کہا۔ "رع (آفتاب) ڈوب گیا۔ او۔ ولدالحرام سنتی ہے رع ڈوب گیا"

ملکہ نے بہت ضبط سے کہا۔ گو چہرہ بشاش ہوگیا تھا "ہاں۔ مگر عموّن زندہ ہے۔ باغیو۔ دیکھو ذرا اس کی برہنہ تلوار کو دیکھو"

اس جملہ کا زبان سے نکلنا تھا کہ دفعتاً بجلی چمک کر اس زور سے کڑکی کہ زمین و آسمان دونوں شق ہوتے معلوم ہوئے۔ اس چمک میں سب نے دیکھا کہ کھجور کے درخت پھر جھکے ہیں اور اس مرتبہ اُنھوں نے اپنی چوٹیاں زمین سے لگا دی ہیں۔ اب ہوا چھوٹی اور اس بلا کی چھوٹی کہ کارکنانِ عرش کے ہاتھوں میں کرۂ ارض کھیلنے کی ایک گیند معلوم ہونے لگا۔ زمین کبھی اونچی ہوتی کبھی نیچی۔ تین مرتبہ

یہی کیفیت ہوئی۔ تیسری مرتبہ اس ہولناک تاریکی سے خوف اور ہیبت کی آوازیں آنی شروع ہوئیں اور بڑے بڑے وزنی پتھروں کے گرنے اور اُن میں دب کر مرنے والوں کی چیخوں سے تمام زمین لرز اُٹھی۔

سارا آسمان ایسا ہوگیا جیسے آگ سے پگھلے ہوئے لوہے کی چادر ہو اور اس کی تیز سُرخ روشنی میں ملکہ نیطرطیبہ تخت پر بیٹھی اس فتح کی خوشی میں زور زور سے قہقہے لگاتی ہوئی سُنائی دی اور اُس کے خوش ہونے کا موقع بھی تھا کیونکہ قصر کے باہر یکسوسی فراعنہ کے قائم کئے ہوئے مینار جن کی نسبت یہ زعم تھا کہ وہ ابدالاباد تک قائم رہینگے دفعتًا زمین پر گرے اور ان کے گرنے سے قصر کے برآمدے اور اُس کے قریب کے کمرے بھی پاش پاش ہوکر پتھروں کا ڈھیر بن گئے ہیں۔ جو لوگ ان کے نیچے کھڑے تھے پتھر ان کے سروں پر گر کر ہزاروں کا خون کر چکے ہیں۔ اور ان ہی میناروں میں سے ایک بُرجی کا پتھر کمرے کے اندر وہاں آکر گرا ہے جہاں کاہنوں کی جماعت میں وہ آدمی کھڑا تھا جس نے ملکہ کو ولد الحرام کہا تھا۔ پتھر نے اس پر گرتے ہی اُس کی ہڈیاں چُورا کردیں۔

محل کے مغربی حصہ میں جو تقریبًا کُل مسمار ہوگیا تھا جو لوگ زندہ بچے تھے وہ باہر بھاگے۔ یہ ایک بدحواس گروہ خوف زدہ لوگوں کا تھا جو لڑتا بھڑتا گرتا پڑتا عمون اور عمون کی بیٹی کے خوف سے دیوانہ ہوکر صدہا آدمیوں کو کچلتا ہوا باہر بھاگا تھا۔ ایوان کے اندر بُت خانوں کے بڑے بڑے کاہن فرش پر اوندھے پڑے اپنے اپنے خداؤں کو پکار رہے تھے۔ تخت کے سامنے توتان سر سے تاج گرا ہوا نیطرطیبہ کے قدموں پر پیشانی رگڑ کر کہتا تھا "ملکہ۔ قصور معاف کر۔ جان بچا دے"! تخت پر ملکہ شعلہ جوالہ بنی اپنے عصا سے مسمار محل اور بھاگے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے زور زور سے ہنستی تھی۔

تھوڑی دیر میں قصر آدمیوں سے خالی ہوگیا۔ دربار کے کمرے میں سوائے گڑگڑاتے کاہنوں یا مُردوں

اور زخمیوں کے جو دم توڑ رہے تھے۔ اور ثوران اور اُس کے افسروں کے کوئی باقی نہ رہا۔

بادل آسمان سے گرجتے برستے دُور نکل گئے۔ چاند نکلا۔ ستارے چمکے اور ان کی ہلکی روشنی فضا میں پھیل گئی۔ ثوران زمین پر پڑا آہ و زاری کرتا تھا۔ طیبہ نے اس کی طرف دیکھکر کہا۔ "شوہر۔ اب بتاؤ کہ مصر کا خدا کون ہے"

ثوران نے کہا۔ "ربّ عموّن جو حضور کا باپ ہے"

طیبہ "یہ بھی بتاؤ کہ مصر کا بادشاہ کون ہے"

ثوران "حضور ہیں۔ سوائے حضور کے مصر کا کوئی بادشاہ نہیں"

طیبہ "اچھا۔ تو پھر اِسی پر تو ہمارا تمہارا سارا جھگڑا تھا۔ تم سمجھتے تھے کہ میرا کوئی معاون و مددگار نہیں اس لئے میں نے بھی اپنے حمائیتوں کو بلا لیا۔ تم نے دیکھا کہ اُن کے قدم کیسے بھاری تھے۔ اور چال کیسی قیامت خیز تھی۔ چچا جان جو کچھ میں کہتی ہوں اُسے جُھوٹ نہ سمجھو" یہ کہہ کر ملکہ نے ٹوٹے ہوئے میناروں کے بڑے بڑے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا اور ہنسکر کہا "یہ ہیں نقشِ قدم ہمارے مددگاروں کے"

ثوران نے ٹوٹے ہوئے محل اور اُس کے ملبے میں مُردوں اور مرتے ہوئے زخمیوں کو دیکھا اور بدحواس ہوکر کہنے لگا "مصر کا بادشاہ حضور کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ اپنے اس خادم کی جان بخشی فرمایئے اور اپنے سایۂ کرم میں اسے کچھ دنوں زندہ رہنے دیجئے"

طیبہ نے اِس کا بہت ہی خشک جواب دیا کہ "پہلی بات میرے اختیار کی نہیں، مگر ممکن ہے کہ ربّ عموّن ابھی تھوڑے دن تک تمہیں وہاں نہ جانے دے جہاں تم کو بہت کچھ جوابدہی کرنی ہے۔ تمہیں اُس کے سامنے جو مجھ سے پہلے جا چکا ہے اور اُنکے سامنے جنہیں تمہارے ساتھیوں نے اس شہر میں قتل کیا ہے اپنا حساب دینا ہے۔ میں ربّ عموّن سے یہی توقع رکھتی ہوں کیونکہ ابھی مجھے تم سے

یہاں بہت سے کام لینے ہیں۔ رہی دوسری بات۔ تو۔ اے کاہنوں اور درباریو۔ اُٹھو۔ اور دیکھو کہ یہ تمہارا سردار کس طرح ملکۂ مصر کے سامنے اُس کی اطاعت کا اقرار کر رہا ہے"۔

یہ سُن کر سب لوگ کانپتے لرزتے ایک دوسرے کو سہارا دیتے فرش سے اُٹھے۔ کسی میں کسی قسم کی ہمت و جرأت باقی نہ تھی۔ چنانچہ جب ملکہ نے اپنے عصا سے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کیا تو ان سب لوگوں کے سامنے ثورآن نے جُھک کر ملکہ کی پاپوش کو بوسہ دیا۔ ثورآن کے بعد کاہنوں اور اُمرائے فوج اور ملازمین خاص نے بھی یہی کیا۔ آخیر میں اشموتن آیا۔ سر سے پاؤں تک بید کی طرح کانپتا ملکہ کے قدموں پر گر پڑا۔ ملکہ کو اتنا بھی گوارا نہ ہوا کہ اشموتن اپنے لب اُس کی پاپوش تک لاتے۔

پاؤں ہٹا کر کہا۔ "اشموتن۔ تو تو ساحر ہے اور تمام مخفی حالات تجھ پر روشن ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ تو ابھی تک جیتا ہے حالانکہ صدہا لوگ جن کے جرائم تجھ سے بہت کم تھے لقمۂ اجل ہو چکے ہیں۔ تیرا دامن تو فرعون کے خون سے خوب رنگا ہوا ہے"۔

یہ جملے سُن کر اشموتن اپنا سر زمین پر ٹکرانے لگا جس جرم سے انکار بھی کرتا جاتا تھا اور جن جرموں سے اِنکار تھا اُن کی معافی بھی مانگتا تھا۔

ملکہ نے کہا "بس خاموش۔ تیری جان بچا دی گئی ہے۔ تیری بھی اور اُس بدذات مرطیرہ کی بھی۔ وزارت جو تجھے ملی ہے ابھی کچھ مدّت تک بحال رکھی جائیگی"۔

اشموتن اتنا سُنکر ملکہ کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ ملکہ نے اُسے روک کر کہا۔

"میرے شکریہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تجھے اپنے انجام کی خبر نہیں ہے۔ وہ تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اِس لئے کہ اگر تجھ پر ظاہر کیا گیا تو تیرے ہوش و حواس سلامت نہ رہینگے۔ نہ صرف تیرے بلکہ تیری مرطیرہ کا بھی یہی حال ہوگا جو فرعون کی خواص تھی اور خوابگاہ میں رات کے وقت

بادشاہ کو لوریاں دے کر سلایا کرتی تھی۔ میری طرف دیکھ اور بتا کہ میں کون ہوں۔"

اشموآن نے ملکہ کی طرف دیکھا اور باوجود کوشش کے اب وہ اپنی نگاہ ملکہ کی طرف سے نہ ہٹا سکا۔

ملکہ نے کہا۔ "ساحر اشموآن۔ تم تو کل رات کو غیب کے حالات بہت کچھ دریافت کرتے رہے ہو۔ سنو مجھے بھی ان باتوں کا علم ہوتا رہتا ہے جو مجھ سے پوشیدہ کی جاتی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آج زمین پر کیوں زلزلہ آتا اور ہکسوس کے وہ مینار جو قیامت تک قائم رہنے کے لیے تعمیر ہوئے تھے کیوں گر کر پاش پاش ہو جاتے۔ ہم تم دونوں ایک ہی فن کے استاد ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اب میں تم سے ایک بات کہتی ہوں۔ غالباً تم نے پہلے ہی سے اسے معلوم کر لیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے آقا یا مرطیرہ اپنی بیوی سے یہ بات نہ کہو گے اور اگر کہی تو جس وقت وہ زبان سے نکلی وہی وقت تمہاری موت کا ہوگا اور جو سزا تمہارے لیے تجویز ہو چکی ہے اور جسکو میں نے ابھی تک ملتوی رکھا ہے اسی وقت سے شروع ہو جائیگی۔ اور اب اے ساحر موم کے پتلے بنانے والے اس دیو کا نام لیکر جو انسان کی روح کو غارت کرتا ہے۔ سن!" اتنا کہہ کر طبیہ جھکی اور اشموآن کو قریب بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔

اشموآن کا چہرہ بات سنتے ہی زرد پڑ گیا۔ اور یہ لمبے قد کا نجومی کھڑے کھڑے اس طرح جھونکے کھانے لگا جیسے کوئی شرابی چلتے میں لڑکھڑاتا ہو۔ اگر ثوران پاس نہ کھڑا ہوتا تو نشستہ نشیب سے گر کر نیچے آن رہتا۔

ملکہ اب دوسری طرف اسطرح دیکھ رہی تھی کہ گویا اشموآن سے کچھ کہا ہی نہ تھا۔ یہ دیکھکر کہ ملکہ کی نگاہ دوسری طرف ہی ثوران نے اشموآن سے پوچھا کہ "ملکہ نے تم سے کیا بات کہی؟"

اشموآن نے کچھ جواب نہ دیا اور ثوران سے ہاتھ چھڑا کر ایک دیوانہ کی طرح وہاں سے بھاگا۔

****

تیرھواں باب
ثوراآن کو اب حقیقت کھلی

اِن واقعات کو ایک مہینہ گذر کر دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ ہے اور وزیراعظم اشموآن دارالامارت منتوف میں بیٹھا حساب کے کاغذات جانچ رہا ہے۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ کیونکہ گذشتہ دس دن میں یہی کاغذات ملکہ طیبہ کی پیشی سے اِس اعتراض کے ساتھ دو مرتبہ واپس آچکے ہیں کہ بعض مدّات کی ان میں تفصیل نہیں کی گئی۔ تفصیل مع کیفیت جلد پیش ہو۔ اس قسم کے اعتراضوں کے علاوہ اور بہت سے اعتراض تھے جن کے جواب دینے مشکل تھے۔ ثوراآن ملک کے حساب کتاب میں بہت سی باتیں نظرانداز کیا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک نوکر اگر خیر خواہ ہے تو کسی تنخواہ پر بھی ہو بُرا نہیں بشرطیکہ سرکاری روپیہ سے خود ہی اپنا پیٹ بھرنا جانتا ہو۔ مگر اب ملکہ کے وقت میں بات دوسری تھی۔ کاغذات سے صاف ظاہر تھا کہ جتنی رقم وصول کی ہے ٹھیک اُتنی ہی ایک حبّہ کم نہ زیادہ بحقِ سرکار جمع کرنی ہے۔ جو رقوم جمع نہیں ہوئی ہیں ظاہر ہے کہ وہ اس کے ذمہ نکلتی ہیں اور جس طرح ہو اُنکو بھرنا ضروری ہے۔ اشموآن کے ناجائز اندوختے سے بہتر اس کمی کو پورا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مگر ثوراآن نے اشموآن کی جیب تاک رکھی تھی۔

حساب دیکھتے دیکھتے اشموآن پر کچھ ایسا غصّہ چڑھا کہ دو تحصیلداروں کو بُلواکر خواہ مخواہ بہت سی رقوم کا مطالبہ کیا۔ جب اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ذمہ کوئی رقم نہیں ہے تو حکم دیا کہ جب تک یہ

دونوں روپیہ ادا کرنے کا وعدہ نہ کریں ان کے تلووں پر ڈنڈے مارے جائیں۔ واقعہ یہ تھا کہ اس رقم کا زیادہ تر حصہ خود اشموّن کھا چکا تھا۔

جب ان لوگوں کو پٹتا دیکھکر طبیعت کچھ ٹھنڈی ہوئی تو دارالامارت سے اُٹھکر اپنے دفتر کے کمرے میں آیا۔ یہاں ثورآن اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ شہزادہ کا اب وہ پہلا ساتن و توش نہ رہا تھا۔ بہت دُبلا اور حقیر ہوگیا تھا۔ کمرے میں روشنی کم ہونے کی وجہ سے اشموّن نے اُسے پہچانا نہیں بلکہ سائل سمجھکر بُرا بھلا کہہ حکم دیا کہ "فوراً کمرے سے نکل جاؤ"۔ ثورآن اتنا سُنکر آگ ہوگیا۔ دوڑکر اشموّن کی ڈاڑھی پکڑلی اور ایک طمانچہ اس کلّے پر اور دوسرا دوسرے کلّے پر لگاکر کہا۔ "کیوں بدمعاش۔ اپنے آقا سے بات کرنی بھی بھول گیا۔ مجھے اب بھی کچھ کم نہ سمجھنا۔ تیرے درست کرنے کو بہت ہوں"۔

اشموّن نے بدحواس ہوکر کہا۔ "آہا۔ جہاں پناہ ہیں۔ تقصیر ہوئی۔ معاف فرمایئے۔ روشنی کم تھی مطلق نہیں پہچان سکا۔ حضور تو بہت بدل گئے ہیں"۔

ثورآن نے نجومی کی ڈاڑھی چھوڑکر کہا۔ "بدل گیا ہوں؟ ارے بدبخت جس مصیبت میں میں ہوں اس میں کون ہے جو نہ بدلیگا۔ جب سے تجھ نمک حرام سے صلاح کرکے فرعوّن کا تخت حاصل کرنے کے درپے ہوا دُنیا میں مجھ سے زیادہ خواری و رسوائی کسی کی نہ ہوئی ہوگی۔ اس سے پہلے میں خوش تھا۔ جوان جوان بیٹے تھے۔ بہت سی بیویاں تھیں۔ ان پر جتنی اور چاہتا کرسکتا تھا۔ ملک کی واصلات گھر کی آمدنی تھی۔ لشکر تھا۔ فوج تھی۔ سب کچھ تھا پر اب کچھ نہ رہا۔ میرے لختِ جگر مارے گئے۔ بیویاں بھگادی گئیں۔ آمدنی جس قدر تھی اس پر دوسروں کا قبضہ ہوگیا۔ فوج اور لشکر کی افسری کسی اور کو مل گئی"۔

اشموّن نے عرض کیا۔ "یہ جو کچھ بھی ہو مگر مصر کے بادشاہ تو حضور ہی ہیں اور آج دُنیا میں

جو سب سے زیادہ حسین اور عاقل عورت ہے وہ آپ ہی کی بیوی تو ہے۔"

ثوران نے ایک آہ بھر کر کہا۔ "مصر کا بادشاہ۔ ایسا بادشاہ ہوں کہ مصر کے قبرستانوں میں ذلیل سے ذلیل آدمی کا خشک مردہ بھی مجھ سے بڑھکر بادشاہی کر رہا ہے۔ رہی زن و شو کی بات۔" اتنا کہہ ثوران سر کو پکڑکر ہاتے ہاتے کرنے لگا۔

اشموں۔ "جہاں پناہ۔ حضور کو کیا ہوا"

ثوران۔ "ہوا کچھ نہیں۔ کسی نحس ستارے کے عمل میں آگیا ہوں"

اشموں۔ "کہیں عموں کا ستارہ تو نہیں ہے"

ثوران۔ "ہاں ہاں۔ وہی اختر عموں۔ نجم السحر۔ وہی حسن جہاں سوز۔ غارتگر دین و ایمان جسے تو میری بیوی کہتا ہے۔ ارے بے ایمان اشموں۔ وہ میری بیوی نہیں ہے۔ تجھے کچھ معلوم بھی ہے۔ پہلی ہی شب تو تھی۔ جب اس کے کمرے میں آیا تو دیکھتا ہوں آئینہ سامنے رکھے بیٹھی گا رہی ہے کپڑے اتنے باریک پہنے ہیں کہ بدن کا رُواں رُواں نظر آتا ہے۔ بال کھلے ہیں۔ اشموں ان بالوں کی کیا کیفیت بتاؤں۔ کمر تک پہنچنا کیسا وہ تو زمین تک پہونچتے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی ہنسی اور بڑے اخلاص سے باتیں کرنے لگی اور کچھ نگاہوں سے ایسے اشارے کئے کہ میں اور قریب ہوتا گیا شوہر شوہر کہہ کر مجھ سے گفتگو کی۔ عشق و محبت کے قصے چھیڑ دیئے ہیں کچھ ایسا بیتاب ہوا کہ بے اختیار اسکے گلے میں باہیں ڈالدیں"

اشموں۔ "جہاں پناہ۔ پھر کیا ہوا"

ثوران۔ "پھر یہ ہوا کہ جونہی گلے میں باہیں ڈالیں وہ غائب ہوگئی اور جہاں اُسکا چہرہ ہونا چاہیئے تھا وہاں مُردہ فرعون کا سر کفن میں لپٹا سفید سفید دانت نکالے نظر آیا۔ میں فوراً ہٹا۔ جونہی گلے سے باہیں نکالیں فرعون کا مُردہ تو غائب ہوگیا اور وہیں ملکہ مصر ہنستی ہوئی برہم زلف عنبریں سے

کمرے کو معطر کرتی اپنی جگہ بیٹھی ہے اور پوچھا یہ تمہاری رنگت کیوں زرد پڑگئی۔ شوہروں کو یہ باتیں کب زیب دیتی تھیں؟"

"اُس واقعہ کو ایک مہینہ گذرا ہے۔ جو بات شروع رات کو تھی وہی اب تک چلی آتی ہے۔ میں بیوی سے ہمکنار ہونا چاہتا ہوں مگر بیوی کی جگہ فرعون کا مُردہ آن موجود ہوتا ہے۔ اور پھر جب میرا بُرا حال ہوتا ہے تو ملکہ مجھ پر ہنستی ہے۔ میری تو اور بیویاں بھی نہ رہیں کہ اُنہی سے دل بہلاتا۔ اُن غریبوں کو یہ جتا جتا کر کہ سوائے ملکہ کے اب یہاں کسی اور کا اختیار نہیں چل سکتا اُن کو ایسا ایسا ستایا کہ وہ سب شہر چھوڑ کر نکل گئیں۔ ان میں وہ بیویاں بھی تھیں جو برسوں سے میرا ساتھ دے رہی تھیں۔"

اشموّن نے پوچھا۔ "بس اتنی ہی بات ہے؟"

نوراآن۔ "نہیں اتنی ہی نہیں ہے۔ جس طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں مجھے دیتی ہے اُسی طرح کی تکلیفیں غیر مردوں کو بھی پہونچاتی ہے۔ ناز و عشوے دکھا دکھا کر اُن کو اپنے دام میں پھنسا لیتی ہے اور جب وہ اُس کے عشق میں دیوانے ہو جاتے ہیں تو کہتی ہے کہ جاؤ اپنا کام کرو۔ میرے دو بڑے فوجی افسر جو فرعون کے برخلاف سازش میں میرے بڑے معاون رہے تھے اسی ملکہ کے عشق میں پاگل ہو کر خودکشی کر چکے ہیں۔ ایک اور افسر اس وقت بالکل دیوانہ ہو رہا ہے، باقی جس قدر ہیں وہ ملکہ کے عشق میں میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ میں شوہر ہوں اس لئے اُن کے ارادوں میں مزاحم ہوتا ہوں۔"

اشموّن۔ "اچھا اِس کے سوا اور کوئی بات؟"

نوراآن۔ "اور بات یہ کہ میرے اختیارات بالکل سلب کر لئے گئے ہیں، پہلے اس ملک میں فرعون کے بعد میں ہی سب سے زیادہ با اختیار مانا جاتا تھا۔ اب میری حالت ایک ذلیل غلام سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔

ایسے ایسے کام جن سے مجھے قلبی نفرت تھی صبح سے شام تک کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی فرمان آتا ہے کہ عموّن کے نام کے عالیشان بُت خانے تیار کرائے جائیں۔ کبھی حکم ملتا ہے کہ فلاں ریگستان میں جا کر نہریں کُھدواؤ۔ رعایا جنہیں میں پہلے بھیڑ بکری سمجھا کرتا تھا اب اُن کی نازبرداری کرنی پڑتی ہے۔ اُن کی شکائتیں سُننی اور مجھے محصول معاف کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ صحرا کے قبیلوں کو جو مُدّت سے میرے دوست اور ہوا خواہ چلے آتے تھے بات بات پر مجھے سزائیں دینی ہوتی ہیں اور اب یہ حکم آیا ہے کہ آیندہ مہینے میں قینؔتا کے بادشاہ پر فوج کشی کرو درآنحالیکہ میں اس سے خفیہ طور پر صلح رکھنے کا معاہدہ کر چُکا ہوں۔ اُس کی لڑکی سے میں نے شادی کی تھی۔ اُس کو بھی اس کے باپ کے گھر روانہ کر دیا گیا' وہ بھی محض اس وجہ سے کہ اُس سے مجھے بہت محبّت تھی!"

اشموؔن۔ "اچھا اور کیا!"

ثوراؔن۔ "اور یہ کہ جب قینؔتا کا ایک ملک برباد کر کے اُس کے بادشاہ کو مصر کا مطیع کر لیا جائے تو ملکہ تخت گاہِ طیبی کو واپس جانے کا قصد رکھتی ہیں تاکہ وہاں جا کر میری قبر تیار کرائے۔ فرماتی ہیں کہ یہ کام ایسا ہے کہ اس میں مطلق دیر نہ ہونی چاہیئے۔ مقبرے کا نقشہ ابھی سے تیار کر رہی ہیں۔ وہ کچھ ایسا پیچ در پیچ و تاریک ہے کہ دیکھتے ہی سے دم فنا ہوتا ہے۔ میری تو وہ خاک سمجھ میں نہیں آتا لیکن ملکہ نہایت شوق اور توجہ سے روز وہ نقشہ میرے معائنہ کے لئے خود میرے پاس لاتی ہیں۔ اور آج صبح کو کچھ لوگ روانہ کئے گئے ہیں کہ صحرا میں جو پتھر کی کان بہت مشہور ہے وہاں سے تین ٹکڑے بڑے بڑے پتھروں کے لائے جائیں۔ ایک کو تراش کر میری قبر کا تعویذ تیار کیا جائے باقی دو کے تعویذ تمہاری اور تمہاری بیوی مرطیرہ کی قبر کے لئے درست کئے جائیں۔ فرمایا ہے کہ ہم بالکل قدیم طریقہ کے مطابق اشموؔن اور مرطیرہ کی عزّت افزائی فرمانی چاہتے ہیں۔"

یہ خبر سُنتے ہی اشموؔن کے ہوش و حواس فرار ہو گئے۔ بہت پریشان اور بیقرار ہو کر کمرے میں

ٹہلنے لگا۔ ایک ہاتھ سے ڈاڑھی پکڑکر دوسرا ہاتھ اُس پر بار بار پھیرتا تھا۔ اور کچھ مُنہ ہی مُنہ میں بڑبڑاتا بھی جاتا تھا۔

آخر کار کہنے لگا "جہاں پناہ۔ یہ تکلیفیں حضور کیونکر گوارا کر لیتے ہیں۔ آپ تو بڑے شیر دل اور جوانمرد تھے۔ ایک عورت نے آپکو کیونکر اپنا غلام بنالیا۔ اور اُس کی خاکِ پا بنکر اپنی ہی رعایا کی نظروں میں ذلیل و خوار رہنا آپ کیونکر برداشت کر لیتے ہیں۔ آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچائی جاتی ہیں۔ خود آپ کی آنکھوں کے سامنے غیر مردوں سے لگاوٹ کی باتیں کرکے آپ کی عزت میں بٹہ لگایا جاتا ہے۔ اور پھر قبل از وقت موت کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کیونکر سہہ لیتے ہیں۔ اِس بدبخت کو جان سے مار کر کیوں اپنی گلو خلاصی نہیں کر لیتے؟"

ثوران "گلو خلاصی اسوجہ سے نہیں کرسکتا کہ مجھے اس بات پر قدرت نہیں اگر دل میں ایسا خیال بھی لایا تو اُسے فوراً معلوم ہوجائیگا اور وہ فوراً ہی مجھے مار ڈالیگی۔ ارے احمق اشموَن۔ وہ میناروں کا گِر کر پاش پاش ہونا۔ اور ان میں میرے سرداروں کا دب کر مرنا بھول گیا۔ اس آدمی کا حال یاد نہیں جسنے ملکہ کو ولدالحرام کہا تھا اور پھر ملکہ کے خوف سے وہ کاہنوں کے پاس چلا آیا تھا مگر وہ بھی کچھ نہ کرسکے اور مینار کا ایک ٹکڑا اُڑتا ہوا اُسپر ایسا گرا کہ ہڈیوں کا ڈھیر ہوکر رہ گیا۔ کیا یہ سب باتیں آنکھوں کی دیکھی ابھی سے بھُول گیا۔ جان سے مارنا تو کیسا میں تو اُسپر اُنگلی تک نہیں اُٹھا سکتا۔"

اشموَن۔ "تو پھر حضور اگر یہی ہے تو اس جوئے کو کندھے ہی پر رہنے دیجئے۔ جب تک چمڑے اور گوشت کو کاٹتا ہوا وہ ہڈی تک نہ پہونچے اٹھائے رہیئے اور یہی حال اُس وقت رہے گا جب تک آپ کی قبر تیار ہو۔"

ثوراآن اس وقت سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ کہنے لگا "نہیں یہ نہ ہوگا۔ میں اس وقت تیرے پاس اسی کام کے لئے آیا تھا۔ تو اس ملکہ کو جان سے مار ڈال۔ جادو اور طلسم میں تیرا ثانی کون ہے۔ جس سحر سے تو نے باپ کو مارا تھا وہی بیٹی پر بھی کارگر ہو سکتا ہے۔ موم کا پتلا پھر بنا اور اس میں دوسرے کو جان سے مارنے کی طاقت رکھ۔ جب تو اس بدذات کو مار ڈالیگا تو پھر سمجھ لے کہ اس خدمت کا صلہ کسقدر بڑا ہوگا"

اشموآن نے طنز سے کہا "سچ ہے۔ انعام کے بڑے ہونے میں کیا شک ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا مگر وہ انعام حضور کو معلوم ہے کیا ہوگا۔ وہ میری موت ہوگی موت بھی ایسی جو مدّت کی مسلسل تکلیف اور اذیت کے بعد آئیگی۔ علاوہ اِس کے یہ بات ناممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملکہ کو کوئی انسان جان سے نہیں مار سکتا"

ثوراآن "احمق کیا بکتا ہے۔ جس کو گوشت و پوست ملا ہے وہ ایک دن موت کے سامنے ضرور سر جھکانے والا ہے"

اشموآن کے خشک اور زرد چہرے پر ایسا تبسّم ظاہر ہوا جو رونے سے بھی بدتر تھا۔ کہنے لگا:۔

"واقعی یہ مقولہ نہایت حکیمانہ ارشاد ہوا اور آپ ہی جیسے دانشمند کے فرمانے کی چیز تھا۔ بیشک بنی نوع انسان کا تجربہ یہی ہے کہ جس کسی کو جسم ملا ہے اُسے موت بھی ضرور آئے گی۔ گوشت و پوست اور خون........"

ثوراآن بگڑ کر بولا "لنگور۔ میرے سامنے دانت نکال کر ایسی اُلٹی سیدھی باتیں نہ کر۔ نہیں تو ابھی گردن توڑ کر رکھدونگا" یہ کہہ کر ثوراآن تلوار سونت کر اشموآن کی طرف بڑھا اور کہا "اب صاف صاف بات کہہ ورنہ........"

اشموآن ڈر کے مارے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا "میں صاف صاف بات نہیں بتا سکتا۔ اپنا مطلب آپ پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس میں خداؤں کا ایک راز ہے جو میری زبان سے نہیں نکل سکتا۔

مجھ سے آپ کچھ نہ پوچھئے۔ میں مجبور ہوں"۔

ثوران نے تلوار اونچی کر کے کہا۔ "اچھا تو میں بھی ان ہی خداؤں کے پاس تجھے روانہ کئے دیتا ہوں۔ یہ بحث وہیں ختم کیجیو۔ تیرے قتل پر تو ملکہ مجھ کو خطاوار نہ سمجھے گی"۔

ثوران نجومی کے ننگے سر پر تلوار تولے کھڑا ہے۔ نجومی زمین پر ماتھا رگڑ کر کہتا ہے "آقا رحم کرو۔ رحم کرو"۔ ثوران سمجھ رہا ہے کہ اشموتن تلوار سے ڈر کر اصل حقیقت کہہ دیگا۔ مرنا قبول نہ کریگا۔

یہی موقع تھا یعنی جس وقت اشموتن کی جان خطرے میں تھی کہ کسی کی باتوں کی آواز کان میں آئی اور سروں کے اوپر کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس آواز کو دونوں فوراً پہچان گئے۔ ثوران دوڑ کر کھڑکی کے پاس آیا اور جھلملی میں سے نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔ اشموتن کو بھی اشارہ کر کے بلایا اور کہا۔ "تو بھی دیکھ۔ تجھے جان سے مارنے کے لئے ابھی وقت بہت پڑا ہے"۔

اشموتن دونوں گھٹنے اور ہاتھ ٹیکتا ہوا چپکے چپکے کھڑکی کے پاس جھلملی سے نیچے جھانکنے لگا۔ جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ پاس باغ میں جو شاہی خلوت گاہ بھی تھا اور جس کے چاروں طرف دیوار کھچی تھی ملکہ نیطرطبہ کھڑی ہے۔ ایک درخت کی شاخوں میں سے جس میں کثرت سے پھول کھلے ہیں دھوپ چھن کر ملکہ کے قامت حسین پر روشنی کی دھاریاں ڈال رہی ہے۔ باغ میں وہ تنہا نہیں ہے۔ سامنے فوج کا ایک بڑا سردار زریں لباس پہنے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے کھڑا ہے۔ اشموتن نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ یہ ایک نوجوان خوشرو فوجی افسر تھا جس کی ثوران بہت قدر کرتا تھا۔ نہایت زیرک اور شجاع تھا۔ اسی بنا پر اُسکو فوج میں ایک ممتاز عہدہ دے رکھا تھا۔ فرعون کے خلاف سازش میں ثوران کی اُس نے بہت مدد کی تھی اور خاتون آشتی کے شوہر مرتیس پر اسی کی تلوار نے کاری زخم پہونچا کر اُسکی جان لی تھی۔

یہ افسر جان پر کھیل کر پائیں باغ کی دیوار سے کود کر اندر آیا ہے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے،

ملکہ کے قدموں پر سر رکھکر کہتا ہے۔ "جانِ جہاں تیرے بغیر زندگی محال ہے۔ تیرے حکم کو بجالانے کا وعدہ کرتا ہوں یہانتک کہ اگر اشارہ ہو تو چند لوگوں کو جمع کر کے ثورآن کا کام تمام کردوں"۔ ثورآن کا قتل کرنا کچھ مشکل بات نہ تھی کیونکہ تمام امرائے شہر ثورآن کو رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور اسکو ہرگز اس لائق نہ سمجھتے تھے کہ وہ ملکہ کا شوہر رہے۔ اسوقت یہ افسر نہایت عاجزی اور انکسار سے کہہ رہا ہے کہ "ملکہ اپنے گوشہ دل میں مجھے جگہ دیجئے۔ میں اسبات کی جان و دل سے کوشش کرونگا کہ آپکو بلا شرکت غیرے مصر کا مالک اور بادشاہ بنادوں اور خود طوقِ غلامی گردن میں ڈالے ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ اگر میری یہ درخواست قابلِ منظوری نہیں ہے تو رحم فرماکر کوئی مہربانی و محبت کا لفظ ہی میرے حق فرمایئے کہ مجھے تسکین ہو"

سردار کی زبان سے یہ الفاظ نہایت اضطراب میں بڑی لجاجت اور خوشامد کے ساتھ ادا ہوئے تھے عشق میں ایسا بدحواس تھا کہ منہ سے جو کچھ نکل رہا تھا اُس کی بھی خبر نہ تھی۔ ملکہ اُس کی باتیں سُنتی تھی اور کبھی کبھی زور سے ہنستی بھی تھی۔ اس ہنسی کی آواز کو سُننے والے پہچان جاتے تھے کہ اس میں کس بلا کا زہر ملا ہے۔

آخر کار یہ سردار اُٹھا اور چاہا کہ بڑھکر ملکہ کا ہاتھ پکڑے۔ لیکن ملکہ نے اشارہ سے دور رہنے کا حکم دیا اور کہا۔

"تم نے مرتیس کو جو میری دودھ ماں کا شوہر تھا اُسوقت قتل کیا تھا جبکہ وہ زخموں سے نیم جاں ہو رہا تھا۔ کیوں یہ سچ ہے یا نہیں۔ مگر خیر یہ جو کچھ ہوا لڑائی میں ہوا۔ اور تمہاری جوانمردی خوبروئی اور خوش ادائی میں کلام نہیں اگر تم ایسے نہ ہوتے تو اس جگہ قدم رکھنے کی جرأت نہ کرسکتے کیونکہ یہاں میری زبان کی ذراسی جُنبش تمہاری موت کا پیغام ہو جاتی۔ اچھا۔ قدر دان۔ اب جاؤ۔ اپنے آقا ثورآن کی بیٹی کے پاس جو تمہاری بیوی ہے۔ تم تو بڑے دلیر اور بے باک آدمی ہو اپنی بیوی سے بھی کہدینا کہ آج

کہاں گئے تھے اور کیوں گئے تھے۔" اتنا کہہ ملکہ زور سے ہنسی۔

سردار نے پھر نہایت عاجزی سے ملکہ کے عشق میں اپنا حالِ زار بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ "اور کچھ نہیں تو اپنے ہاتھ کی کوئی نشانی ہی اسکو دیجائے" اس فقرہ پر ایسا معلوم ہوا کہ ملکہ کو اس عاشقِ بدحال پر رحم آگیا۔ قریب ہی بہت سے درختوں میں پھول کھل رہے تھے۔ ملکہ نے ایک خاص درخت کو ڈھونڈکر اُس کا پھول توڑا اور اس عاشق کو پھول دے کر ان درختوں کی طرف جنہوں نے باغ کی دیوار کو اپنی شاخوں اور پتّوں سے چھپا رکھا تھا۔ اشارہ کیا۔ عاشق نشان لیتے ہی ایسا خوش ہوا کہ شرابیوں کی طرح جھومتا ہوا درختوں کے جھرمٹ کی طرف گیا اور پھر نظر نہ آیا۔

ملکہ یہ تماشا ہنس ہنس کر دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے اس درخت کی طرف دیکھا جس میں سے پھول توڑ کر عاشق کو دیا تھا۔ اشموَن نے بھی کھڑکی سے دیکھ کر درخت کو پہچان لیا۔ یہ درخت وہ جس کے پھولوں کا تاج کفن دیتے وقت مُردے کے سر پر رکھا جاتا تھا۔

توراَن کو ان باتوں کی تمیز مطلق نہیں ہوئی۔ غصّہ سے بُری کیفیت ہوگئی۔ اشموَن سے جس بات پر لڑ رہا تھا وہ بھی ذہن سے نکل گئی۔ یہ بھی یاد نہ رہا کہ یہاں کیوں آیا تھا۔ دانت پیس کر کہنے لگا کہ "میں اس سردار کو اور اس بدکار ملکہ کو جس نے اُس کے عشق کا حال سُنکر نشانی میں پھول دیا ہے جان سے مار ڈالونگا۔ ایک نہیں ہزار ملکہ اور مصر کی بادشاہ ہو اب تو میں اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑونگا۔ اس کا قتل کر دینا اب میرا فرض ہے۔" یہ کہتا ہوا ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کمرے سے نکلنے کو ہوا۔

اشموَن نے کہا "اگر حضور کا یہی مقصد ہے تو پھر اس کام کے لئے اس کمرے سے بہتر جگہ نہیں ہے۔ باہر نہ جایئے یہیں توقّف کیجئے۔"

توران نے پوچھا "کیوں" اشموتن بولا "اس لئے کہ ملکہ خود یہاں تشریف لا رہی ہیں۔ یہاں تنہائی بھی ہے اور سوائے میرے کوئی دوسرا یہاں آ بھی نہیں سکتا۔ اس سے بہتر کیا موقع ہو سکتا ہے۔"

اشموتن یہ کہتا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کھل کر فوراً بند ہو گیا۔ اور ملکہ طیبہ نجم عمون دونوں کے سامنے کھڑی نظر آئی۔

کمرے کی دھندلی روشنی میں جس چیز پر ملکہ کی نگاہ سب سے پہلے پڑی وہ توران کی ننگی تلوار تھی۔ ملکہ نے کبھی اس تلوار کو دیکھا اور کبھی توران کو۔ اور پھر اشموتن کی طرف نگاہ اٹھائی۔ نجومی کمرے کے ایک گوشے میں چھپا کھڑا تھا۔ ملکہ نے یہ کیفیت دیکھکر بہت نرمی سے پوچھا۔

"شوہر۔ آپ کی تلوار کیوں برہنہ ہے۔"

توران۔ "بیوی تمہاری گردن اڑانے کو" توران اس وقت غصہ سے اپنے آپے میں نہ تھا اور یہ جملہ سخت طیش کی حالت میں زبان سے نکلا تھا۔

ملکہ نے پھر کچھ دیر تک توران کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا:۔

"یہ تو درست ہے میرا قتل تو آپ ہمیشہ سے چاہتے ہیں لیکن آج اس کی ضرورت خاص طور پر کیوں محسوس ہوئی۔ کیا اشموتن نے کچھ ہمت افزائی فرمائی۔"

توران۔ "ارے او بے شرم عورت۔ کیا اب بھی تجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی۔ یہ کھڑکی تجھے نظر نہیں آتی۔ نیچے باغ کا سارا حال یہاں نظر آتا ہے۔"

ملکہ۔ "اچھا۔ یہ بات ہی۔ اب یاد آیا۔ آپکا مطلب اس فوجی سردار سے ہوگا جس نے مرنبس کو قتل کیا تھا۔ وہ آپ کا داماد بھی تو ہے۔ آج تو کچھ اس طرح اپنا عشق ظاہر کر کے رو یا کہ میں نے خوش ہو کر اسے انعام میں ایک پھول دیا جس کا تاج بنا کر مردے کے سر پر رکھا کرتے ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ آپ یہ کل کیفیت اوپر سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ معاملہ اس قسم کا ہے جس میں آپ اور آپکی بیٹی میرے

ہاں عاشق سے جواب طلب کر سکتے ہیں۔ مجھ سے کچھ سروکار نہیں۔ لیکن اتنا یاد رہے کہ اس طرح ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کی گردن اڑاتے پھروگے تو پھر کون تمہاری خیر خواہی کا دم بھر کر تمہاری ملازمت میں رہنا قبول کریگا۔ کیونکہ ایک نہیں سب کے سب اسی آزار میں مبتلا ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمہاری جگہ میرے شوہر بن جائیں۔"

اتنا سنکر ثوران کی حالت غصہ سے اور بھی بدتر ہوگئی۔ ملکہ کو کوسنے اور گالیاں دینے لگا۔ اور قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ "میں اب ہرگز تجھے زندہ نہ چھوڑونگا۔ تونے سب بیر جادو کر رکھا ہے۔ سب تیرے عشق میں جاں بلب ہیں مگر تو کسی کی بھی نہیں۔ تیرا اصلی منشا فقط اتنا ہے کہ مجھکو تمام ملک کی نظروں میں ذلیل کرے۔ میں اب تجھے کیونکر جیتا چھوڑ سکتا ہوں"۔ نیطرطیبہ یہ باتیں سنا کی یہاں تک ثوران بکتے بکتے اور چیختے چیختے چپ ہوگیا۔

آخر کار ملکہ نے کہا "تم زبان تو بہت چلاتے ہو مگر ہوتا کچھ بھی نہیں۔ میں موجود ہوں ننگی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہے پھر کیوں اس سے کام نہیں لیتے؟"

ثوران کا غصہ سے اور برا حال ہوا۔ تلوار چمکا کر ملکہ کی طرف جھپٹا کہ ایک ہی وار میں کام تمام کردے مگر دفعتاً کسی نے اسکے ہاتھ کو روک کر اس زور سے پیچھے کو دھکا دیا کہ الٹے قدم لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ ایک دفعہ پھر دوڑکر آیا مگر پھر اسی طرح پیچھے ہٹنا پڑا۔

اب ملکہ نے کہا "ارے قصائی۔ اتنی مدت کے عشق کے بعد بھی چھری چلانی نہ آئی۔ تجھ سے نہیں بن پڑتا تو اشموین کو تلوار دیدے۔ وہ آدمیوں کا خون کرنے میں تجھ سے زیادہ مشاق ہے"۔

نجومی یہ سنتے ہی گڑگڑایا "نہیں حضور نہیں۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالیے۔ آپ پر ہاتھ اٹھاتا تو ایسا ہے کہ ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ جان سے مارا جاؤنگا"۔

ملکہ "ارے جھوٹے۔ تو نے ہی تو ثوران سے کہا تھا کہ ملکہ کو مار ڈالو۔ اس نے الٹا تجھ سے کہا کہ تو

کام کر۔ تو نے اِنکار کیا۔ اِنکار کی وجہ تو جانتا ہی تھا۔"

یہ جُملے سُنکر ثوراَن کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور کمرے میں سنّاٹا ہوگیا۔

ملکہ نے پوچھا" ثوراَن۔ اِس کھڑکی سے جھانکنے اور اس فوجی سردار کو مجھ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھنے سے تم اس بدبخت نجومی کو کیوں جان سے مارنا چاہتے تھے۔ اس کا جواب دو اور تم نہ بتاسکو تو میں جواب دوں۔ تم دونوں اِس فکر میں تھے کہ مجھ سے پیچھا چھڑانے کی کوئی ترکیب نکالنی چاہیئے۔ چنانچہ تم نے اس نجومی سے کہا کہ وہ مجھے مار ڈالے۔ چونکہ مجھے جان سے مارنا اُس کی قدرت میں نہیں ہے اور نہ اُس کی اصلی وجہ وہ تم سے بیان کرسکتا تھا اِس وجہ سے اُس نے اِنکار کیا۔ تم نے انکار کی وجہ پوچھی۔ جب وہ نہ بتا سکا تو تم تلوار سونت کر اس کا گلا کاٹنے کو تیار ہوگئے۔ لیکن اگر تم کو اس بات کے معلوم کرنے کا شوق ہے کہ یہ نجومی کیوں مجھے جان سے نہیں مار سکتا تو اس کا حال تم کو ابھی معلوم ہوئے جاتا ہے۔ ارے او بدبخت ثوراَن جسے لوگ میرا شوہر سمجھتے ہیں ذرا میری طرف دیکھ۔ اور اے ملعون نجومی جسے سزا دینے کے لئے ربّ عموَن نے مجھے یہاں بھیجا ہے تو بھی اِدھر دیکھ۔"

ثوراَن اور راشموَن نے ملکہ کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی چاہا کہ نظر اُدھر سے ہٹالیں۔ مگر یہ اُنکے بس کی بات نہ تھی۔ جو کچھ دیکھ رہے تھے اُسے زبان سے نہ کہہ سکتے تھے۔ خوف اتنا بڑھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دفعتاً گر پڑے اور رو رو کر سر زمین سے ٹکرانے لگے۔

آخر کار ان کا خوف کسی قدر کم ہوا۔ اب جو اُنہوں نے ملکہ کی طرف دیکھا تو اُس کی شکل وہی ہوگئی جو پہلے تھی۔ یعنی وہی حسین و نوجوان شاہی خاندان کی ملکہ نیطرطبہ سامنے کھڑی تھی۔

ثوراَن نے اٹک اٹک کر پوچھا" ملکہ۔ تم کون ہو۔ کیا ربّہ اسقط ہو کہ انسان کے قالب میں ظاہر ہوئی ہو۔ یا موت کی ملکہ اسیس ہو۔ یا نیطرطبہ جو مرگئی ہے اُس کی روح ہو کہ ہم سے اُس کی موت کا انتقام لینے آئی ہو۔"

ملکہ "میں سب کچھ ہوں اور کچھ بھی نہیں ہوں - جو چاہے سمجھ لو - مگر یہ سچ ہے کہ میں یہاں انتقام لینے بھیجی گئی ہوں - میں حقیقت میں کون ہوں تو یہ اس نجومی وساحر سے پوچھو اسے سارا حال معلوم ہے اور میں اجازت دیتی ہوں کہ جو بات میں نے کچھ عرصہ ہوا اُسکے کان میں کہی تھی اب وہ تم پر ظاہر کردے "

اشموّن نے نورآن کی طرف دیکھ کر کہا "شہزادے - جو صورت اس وقت تمہارے سامنے ہے وہ عموّن کی بیٹی نیطسرطیبہ کی ہمزاد ہے - اور نیطرطیبہ کے قالب کو اس غرض سے چھوڑ کر باہر آئی ہے کہ جن لوگوں نے ملکہ نیطسرطیبہ پر ظلم کئے تھے اُن کو سزا دے - یہ ایک روح ہے جس میں آسمان کے کُل خداؤں نے اپنی طاقت بھر دی ہے - اور ہم سب لوگ جنہوں نے فرعون کو جان سے مارا ہے اور اس کی بیٹی پر ظلم کئے ہیں اور ربّ عموّن کی بے ادبی کی ہے اس روح کے حوالے کر دئے گئے ہیں تاکہ وہ ہمکو طرح طرح کی ایذائیں پہونچا کر آخر کار ہلاک کر دے "

نورآن نے ششدر ہو کر پوچھا "تو پھر وہ اصلی نیطرطیبہ جو فرعون کی بیٹی اور مصر کی ملکہ تھی کہاں ہے کیا وہ زندہ نہیں ہے - مر کر دوسرے عالم میں پہنچ چکی ہے "

اِس پر اس شاہانہ صورت ہمزاد نے کہا "میں ابھی بتائے دیتی ہوں کہ وہ کہاں ہے - وہ مری نہیں ہے - زندہ ہے - اور اپنے عاشق کی تلاش میں گئی ہوئی ہے - جب وہ اپنے عاشق اور ایک فقیر کو ساتھ لیکر واپس آئیگی تو میں جہاں سے آئی ہوں وہاں چلی جاؤنگی اور تم کو موت آجائیگی - یہی سزا تمہارے لئے تجویز ہوئی ہے اور جب تک اسکا وقت آئے جو حکم میں تمکو دونگی وہی تم کو کرنا ہوگا "

چودہواں باب

رعؔ (یعنی سورج دیوتا) کا جہاز!

طیبہ نے آنکھیں کھولیں۔ بڑی دیر سے کچھ سوتی کچھ جاگتی بچھونے پر پڑی تھی۔ کانوں میں آوازیں ایسی آرہی تھی جیسے کسی کشتی کے چپو چلائے جاتے ہوں اور پانی کی لہریں کشتی کے پہلو سے ہلکے ہلکے ٹکراتی ہوں۔ دل میں کہنے لگی کہ خواب دیکھ رہی ہوں۔ شاید یہ طیبی کا شہر ہے اور وہاں کے شاہی محل میں اپنے ہی خوابگاہ میں آرام کرتی ہوں۔ جب صبح ہوگی تو خواصیں حاضر ہوکر جگائینگی۔

پھر یکایک خیال آیا کہ طیبی کہاں اور کہاں بادشاہی محل۔ وہاں سے نکلے ہوئے تو مہینوں ہوئے۔ وطن ہی سے نکل کر تو منوف کے شہر میں آنا ہوا تھا۔ وہی کمبخت سفید فصیلوں والا شہر جہاں رہ کر دنیا بھر کی آفتیں اٹھانی پڑیں۔ اب طیبہ کو اس شہر کی ایک ایک مصیبت یاد آنی شروع ہوئی۔ شہزادہ توران حاکم منوف کا سب کو دھوکا دیکر اپنے شہر میں بلانا۔ اور وہاں فرعون کو جادو کے زور سے ہلاک کرنا۔ فرعون کے جنازے پر کشت وخون کا برپا ہونا جس میں شاہی فوج بالکل غارت ہوگئی۔ خود اپنا اور آشتنی کا مجبور ہوکر بت خانہ کے برج میں مقید ہوجانا۔ اور وہاں فاقے کرنے۔ ایک طرف موت کا نظر آنا۔ دوسری طرف توران کا پیغام کہ اس سے شادی کرے۔ پھر عین حالت اضطراب میں اس نور کی صورت کا نمودار ہونا جو ہو بہو طیبہ کی شکل رکھتی تھی۔ پھر اسکا یہ کہنا کہ وہ طیبہ کی قرین یعنی ہمزاد ہے جو طیبہ کی پیدائش کے وقت سے اسکو ہر قسم کی آفات سے

محفوظ رکھنے کے لئے ساتھ کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس صورت کا یہ مصمم قصد کہ جس جس نے طیبہ کو آزار پہونچائے ہیں اُس سے سخت انتقام لیا جائے۔ اور آخیر میں طیبہ اور آشتی کا بُرج کے در تیچے میں آکر کھڑا ہونا سامنے سے ایک شعلہ کے گذرتے ہی دونوں کا نیچے گرنا۔ کانوں میں ہوا کا بھرنا اور پھر کچھ خبر نہ رہنی۔ یہ باتیں ایک ایک کر کے طیبہ کو یاد آنے لگیں۔

پھر سوچنے لگی یہ باتیں تو بے شک سب گذری ہیں لیکن اب میں زندہ نہیں ہوں حقیقت میں مر چکی ہوں اور جو صورتیں یا پُرانی باتیں اس وقت یاد آ رہی ہیں ایسی ہیں جنہیں مرنے والے دُنیا سے گذر کر عالم میں بیٹھے یاد کیا کرتے ہیں۔ مگر پھر یہ چیونٹیوں کے چلانے اور پانی کے ہلکوروں کی آواز کیوں آ رہی ہے۔

طیبہ نے بہت آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں کیونکہ اب کسی چیز کو دیکھتے ہوئے وہ ڈرتی تھی۔ اس وقت چاند تاریک آسمان کی چھت سے سونے کی قندیل کی طرح لٹکا نظر آ رہا تھا۔ طیبہ پر چاندنی پڑ رہی تھی۔ اس روشنی میں اپنے تئیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ سر سے پاؤں تک نہایت پاکیزہ سپید لباس پہنے ایک نہایت پر تکلّف کوچ پر بیٹھی ہے۔ سر پر ایک شامیانے کا سایہ جو سونے کے ستونوں پر قائم ہے۔ سامنے سُرخ ریشمی پردے رنگ برنگ کے لٹکے ہیں اور اُن کے پلو چُنّٹ دے کر سونے کے ستونوں میں بندھے ہیں۔ کوچ کے قریب ہی کوئی اور بھورے سے رنگ کا لباس پہنے لیٹا ہے۔ دیکھتے ہی سمجھی کہ آشتی ہو گی۔ مگر وہ بالکل بے حس و حرکت پڑی تھی۔ طیبہ کو یقین ہو گیا کہ آشتی تو ہے مگر زندہ نہیں ہے۔ اُس کا مُردہ پڑا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مُردہ بھی اس وقت ایسے ہی خواب دیکھ رہا ہو جیسے میں دیکھ رہی ہوں۔ بہر کیف دیکھنا تو چاہیئے۔ اگر زندہ ہے تو بلا سے کچھ باتیں ہی کر کے دل بہلا یا جائے۔

طیبہ نے آہستہ سے آواز دی۔ ”آشتی۔ آشتی۔ سُنتی ہو۔“

آشتی نے کروٹ بدل کر اپنا چہرہ طیبہ کی طرف کیا اور کہا۔ ”ملکہ۔ میں سُنتی بھی ہوں اور دیکھتی بھی

ہوں۔ مگر یہ بتائیے کہ ہم اس وقت ہیں کہاں؟"

طبیہ۔"میں تو سمجھتی ہوں کہ ملک عدم میں ہیں۔ کھڑکی سے دریا میں کودنے کے وقت جو شعلہ چمکا تھا وہ درحقیقت ملک الموت تھا۔ اور اب مرکر ہم عالمِ ارواح میں وارد ہوگئے ہیں۔"

آشتی۔"اگر ایسا ہے تو تعجب ہے کہ یہ جسم۔ آنکھیں آواز اور اور سب چیزیں ویسی ہی کیوں ہیں جیسے زندوں کی ہوتی ہیں۔ اُٹھکر اصلی حال معلوم کرنا چاہیئے۔"

دونوں اُٹھیں اور گلے میں باہیں ڈال کر پاس پاس ہو بیٹھیں۔ پردے جدھر سے کھلے تھے جب اُدھر نظر کی تو معلوم ہوا کہ دونوں ایک جہاز پر سوار ہیں اور جہاز ایسا خوبصورت اور پُرتکلّف ہے کہ ایسا جہاز کبھی کسی کی نظر سے گذرا ہی نہ تھا۔ تمام در و دیوار پر چاندی اور سونے کی چادریں چڑھی ہیں اور نیچے کے درچے سے پھولوں کی مہک آرہی ہے شامیانہ جس کے نیچے یہ دونوں بیٹھی تھیں عرشے کے بالکل بیچ میں تھا۔ جہاز کے ایک سرے کی طرف بہت سے ملّاح سفید وردیاں پہنے چپّو چلارہے تھے اور معلّم جہاز بھی سفید کپڑے پہنے اُن کے قریب کھڑا تھا۔ جہاز سے آگے چاندنی میں نظر آیا کہ ایک بہت چوڑے پاٹ کا چمکتا ہوا دریا بہہ رہا ہے اور اُس کے کناروں پر جو بہت دور ہیں کھجوروں کی سر درختیاں اور عالیشان بُت خانوں کے گنبد اور مینار نظر آرہے ہیں۔

طبیہ نے کہا۔"آشتی یہ تو ربّ الشمس کا جہاز معلوم ہوتا ہے اور جس دریا میں وہ چل رہا ہے وہ موت کا دریا ہے۔ تاکہ یہاں سے نکال کر ہم کو اس عالم میں پہونچادے جو کرۂ آفتاب سے بھی ماوراء ہے۔"

اتنا کہہ کر طبیہ پھر تکیہ پر سر رکھ یا تو غافل سی ہوگئی یا واقعی اُسے نیند آگئی۔ جب پھر آنکھ کھلی تو دھوپ خوب نکل آئی تھی۔ پاس ہی آشتی بیٹھی اُس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ قریب ہی ایک میز پر طرح طرح کے کھانے چُنے تھے۔

طیبہ آشتی سے پوچھنے لگی۔ "اچھی آشتی بتاؤ تو یہ کیا ہو رہا ہے۔ سخت حیرت میں ہوں معلوم نہیں وہ کونسا عالم ہے جس میں ہم اس وقت سفر کر رہے ہیں"

آشتی۔ "گھبراؤ نہیں۔ کوئی نیا عالم نہیں ہے۔ اپنی ہی دنیا ہے مگر جن کے قبضے اور قابو میں ہم اس وقت ہیں وہ اس دنیا کے نہیں ہیں۔ نہ یہ جہاز کسی آدم زاد کا بنایا ہوا ہے اور نہ اس جہاز کے چلانے والے آدم زاد ہیں۔ مگر اب اٹھو۔ ان باتوں کو چھوڑو۔ خاصہ حاضر ہے کچھ کھا لو"

دونوں اٹھیں اور میز کے گرد بیٹھ کر خوب سیر ہو کر لذیذ کھانے کھاتے اور پھر شامیانے سے باہر نکلیں تو معلوم ہوا کہ ایک بہت ہی بڑے جہاز کے عرشے پر کھڑی ہیں اور تمام جہاز کے گرد چاندی کے تاروں کا ایک ماہی جال کھچا ہے۔ اس جال سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں ہے جال کے سوراخوں میں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ملاحوں نے چپو چلانے کی جگہ جہاز پر سرخ رنگ کے بادبان چڑھا دئے ہیں۔ اور خود نیچے کے درجے میں چلے گئے ہیں اور مستول کی جھنڈی پر ناخدا ایک سپید براق سی نیچی قبا پہنے کھڑا ہے۔ چہرہ اس کا نقاب سے ڈھکا ہے۔ نیچے اپنی جگہ پر معلّم جہاز بدستور موجود ہے۔ مگر چہرہ اس کا بھی نظر نہیں آتا۔ اب ان دونوں عورتوں کو ایسا معلوم ہوا کہ جہاز دریا سے نکلکر ایک بڑی نہر میں سے گذر رہا ہے اور اس نہر کے دونوں کناروں اونچے اونچے ریت کے ٹیلے دور تک چلے گئے ہیں اور انکی پشت پر دونوں طرف ایک صحرائے لق و دق کوسوں تک پھیلا ہے۔

آشتی اس ریگستان کو غور سے دیکھکر کہنے لگی "طیبہ میں نے اس نہر کو پہچان لیا۔ برسوں کا ذکر ہے جب میں بچہ سی تھی تو اسی نہر میں سے ہمارا جہاز گذرا تھا۔ یہ وہی نہر ہے جسے مصر کے بہت پرانے بادشاہوں نے کھدوایا تھا۔ بیچ میں یہاں ہکسوسی بادشاہوں کی حکومت ہو گئی تھی

جب مصر کے لوگوں نے ان کی سلطنت اُٹھا دی تو اس نہر کی مرمت کی گئی۔ یہ بوباسٹس کے شہر سے شروع ہوتی ہے اور ان جھیلوں تک گئی ہے جہاں مشرق کے جانے والے قافلے اپنی کشتیاں لے جایا کرتے ہیں۔"

طیبہ نے کہا۔ "یہ جو کچھ ہو غنیمت تو یہ ہے کہ یہ عالم وہی ہے جس میں ہم پیدا ہوتے تھے اور خدائے عموآن کے فضل اور اپنے ارادے اور اُمید کی قوت سے ہم ابھی تک زندہ ہیں۔ مرے نہیں، جیساکہ میں اب تک سمجھ رہی تھی اچھا۔ اس ناخدا کو تو پاس بلاکر پوچھو۔ شاید وہ بتائے کہ اس طلسم کے جہاز میں وہ ہمیں کہاں لئے جاتا ہے۔"

آشتی نے ناخدا کو آواز دی۔ لیکن نہ تو ناخدا نے اُس کی طرف دیکھا اور نہ اُسکی آواز سُنی۔ اس کے بعد آشتی نے معلمِ جہاز کو پکارا اس کی نقاب سے معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کا رُخ آشتی کی طرف ہے مگر اُس نے بھی کچھ جواب نہ دیا اور نہ آشتی کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ حالت دیکھکر آشتی اور طیبہ کو یقین ہو گیا کہ اس جہاز کے لوگ یا تو محض بے جسم روحیں ہیں یا اگر انسان ہیں تو سب گونگے اور بہرے ہیں۔ آخر کار جب جہاز کی خوشنمائی اور نہر کے دونوں طرف صحرا کی کیفیت دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک گئیں اور اس بات کو سوچتے سوچتے کہ ہم کہاں ہیں اور کیونکر یہاں پہنچے طبیعت اُکتا گئی تو آشتی اور طیبہ شامیانے کے نیچے چلی آئیں۔ یہاں آکر کیا دیکھتی ہیں کہ کسی نے رات کا اُلٹا پلٹا بچھونا پھر درست کر دیا ہے۔ کھانے کی میز بھی صاف کر کے اُس پر دوسرے کھانے چُن دئے ہیں۔

طیبہ نرم گدوں کی ایک کوچ پر جیسے کوئی تھک کر گرے بیٹھ گئی اور ادھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگی۔ "یہاں ضرور کسی طلسم یا سحر کا اثر ہے۔"

آشتی بولی۔ "اس میں کیا شبہ ہے۔ سحر ہی نے تو ہمارے جہاں پناہ فرعون کو ختم کیا اور اسی نے

ہماری جانیں بھی بچائیں۔ گو یہ نہیں معلوم کہ کیا انجام سوچکر ہم کو زندہ رکھا اور سچ پوچھو تو سحر یا جس چیز کو لوگ سحر سمجھتے ہیں اُسی کی بدولت یہ دُنیا چل رہی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے مگر اتنا قریب ہے کہ ہم اُسے دیکھ نہیں سکتے۔"

طیبہ تھوڑی دیر تک چُپ رہی پھر کہنے لگی۔

"خیر جو کچھ بھی ہو۔ یہ سونے اور چاندی کا جہاز اس نابکار توران کے سو مردڑبے سے تو بہتر ہے اور نہ ہمارا یہ سفر بھی بغیر کسی حکمت اور مقصد کے نہیں ہے۔ معلوم نہیں آج کل مصر میں وہ میری ہمزاد مسندِ حکومت پر بیٹھی کیا کر رہی ہوگی۔ اور ہمیں اِس جہاز میں کس نے سوار کرایا اور اب کہاں جا رہے ہیں۔"

آشتی بولی "گھبرائیے نہیں۔ اپنے اپنے وقت پر ہر ایک بات معلوم ہوتی جائیگی۔ مجھ سے پوچھئے تو اس توران کم بخت سے گو مجھے دلی نفرت ہے مگر اسکے حال پر افسوس بھی ہوتا ہے۔"

اسی طرح کی باتیں کرتی اور ریگستان کو دیکھتی یہ دونوں عورتیں جا رہی تھیں۔ نہر تنگ ہو کر اسکے کنارے اتنے قریب ہو گئے تھے کہ جہاز پر سے نظر نہ آتے تھے اور جہاز ریت پر چلتا معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آفتاب مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا۔ دونوں عورتیں باتیں کرتی ہوئی جہاز کے عرشے پر ٹہلنے لگیں۔ جب بالکل شام ہو گئی تو شامیانے میں آکر کھانا کھایا اور جب رات ہوئی تو اپنے اپنے بستروں پر لیٹیں اور لیٹتے ہی بے خبر سو گئیں۔

جب جاگیں تو خاصا دن نکل آیا تھا مگر سورج بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ جہاز اب ایک وسیع سمندر کی طوفانی سطح پر آ گیا تھا۔ زمین کہیں نظر نہ آتی تھی۔ وہ خوبصورت شامیانہ جس میں ریشمی پردے لٹکے ہوتے تھے۔ اب موجود نہ تھا۔ اُس کی جگہ صنوبر کی مضبوط اور بھاری لکڑی کی ایک سہ دری سی تھی۔ آشتی اور طیبہ نے اُس کا کچھ خیال بھی نہ کیا۔ انکے لئے تو سب ہی چیزیں حیرت میں ڈالنے والی

تھیں کس کس بات کا خیال کرتیں۔ چونکہ اب تک کسی بڑے سمندر پر جہازی سفر کا اتفاق نہ ہوا تھا اس لئے اُن کو چکر آنے لگے۔ اور تین شبانہ روز یہ حالت رہی کہ ہر وقت نیند کا خمار سا رہتا تھا۔ دماغ میں خیالات کم آتے تھے۔

آخر کار ایک دن شام کو آفتاب غروب ہونے کو تھا کہ انکو جہاز کی حرکت اور ہوا کی تیزی میں جس نے جہاز کی رفتار بہت بڑھا رکھی تھی کمی معلوم ہوئی۔ اُٹھکر باہر آئیں تو دیکھا کہ سمندر پیچھے رہ گیا ہے اور جہاز ایک بڑے چوڑے دریا میں آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ اس دریا کے کنارے اونچے اونچے پُرانے درخت ہیں جن کی موٹی موٹی جڑیں اوپر کو اُٹھکر پیچ و خم کھاتی دریا میں دُور تک پھیلی نظر آتی ہیں۔ اور ان جڑوں میں مگرمچھ اور گھڑیال اور پانی کے اور خونخوار جانور بیٹھے ہیں۔ سفید وردیوں والے ملاح جو غائب ہوگئے تھے پھر آن موجود ہوتے ہیں۔ ہوا چونکہ بند ہوگئی ہے بادبان بیکار ہیں۔ چپّو چلاکر دریا کے چڑھاؤ کے رُخ جہاز کو کھے رہے ہیں۔ چلتے چلتے دریا میں ریتلی زمین کا ایک ٹکڑا دُور تک پانی میں آگے کو بڑھا ہوا نظر آیا۔ یہاں پہونچتے ہی ملّاحوں نے جہاز کا لنگر گرا دیا۔

طیبہ اور آشتی کو اشتہا غالب ہوئی تو وہ میز کے گرد کھانے بیٹھیں۔ جب کھانے سے فارغ ہوئیں تو دو آدمی مُنہ پر نقابیں ڈالے قریب آئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں بانس کے ریشوں کی بنی ہوئی ایک ایک زنبیل تھی۔ آشتی نے اِن سے بات کی مگر یہ دونوں بھی جہاز کے ناخدا اور معلم کی طرح بہرے اور گونگے تھے۔ جو کچھ ان سے سوال کیا اس کا جواب نہ ملا۔ مگر سامنے آتے ہی دونوں نے نہایت ادب سے جھُک کر سلام کیا اور دریا کے کنارے کی طرف اشارہ کیا۔ طیبہ نے اِس طرف دیکھا تو کنارے سے کچھ دُور ایک ٹیلے پر آگ روشن ہے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ اُسے کس نے روشن کیا ہے۔

اب آشتی نے طیبہ سے کہا۔ "اِن لوگوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم جہاز سے اُتر جائیں۔ ملکہ پیاری! اُٹھو! تاکہ تقدیر میں جتنی باتیں اور لکھی ہیں وہ بھی پوری ہوں۔ شکر ہے کہ قسمت اب تک بُری نہیں رہی۔"

طیبہ نے جواب دیا۔ "جیسی مرضی ہو۔ یہ تو ظاہر ہے اس میں خدا کی کوئی حکمت ضرور ہے جو اس صحرائے لق و دق میں ہم لائے گئے ہیں۔"

آشتی اور طیبہ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور ان دونوں آدمیوں کے ساتھ عرشے کے سرے پر آئیں۔ یہاں اب وہ چاندی کے تاروں کا جال جو جہاز کے گرد تنا ہوا تھا۔ کہ کوئی باہر نہ نکل سکے موجود نہ تھا۔ عرشے سے اُتر کر جب جہاز کے کنارے پر پہونچیں تو فوراً زینہ لگا دیا گیا۔ زینے سے اُتریں تو ان آدمیوں نے ایک زنبیل آشتی کو دی۔ اور جھک کر سلام کیا۔ سلام کرتے ہی جہاز کی طرف گئے اور اُس پر چڑھتے ہی لنگر اُٹھایا۔ ملاحوں نے چپّو چلانے شروع کر دئے۔

جہاز نے پورا چکر کاٹ کر اپنا رُخ ادھر کر لیا جدھر سے آیا تھا اور کچھ دیر تک بالکل بے حرکت منجھدار میں کھڑا رہا۔ مستول کی اونچی چھتری پر ناخدا اور سکان کے قریب معلم جہاز کھڑا تھا۔ ڈوبتے سورج کی سُرخ روشنی میں دونوں سونے کے چمکتے ہوئے بُت معلوم ہوتے تھے۔ اس حالت میں یکایک اُنہوں نے اپنے مُنہ کے نقاب اُتار پھینکے۔ طیبہ اور آشتی کو ان کی صورتوں کی ایک جھلک سی نظر آئی۔ ناخدا کی شکل وہی تھی جو طیبہ کے باپ فرعون کی تھی اور معلم جہاز کی صورت آشتی کے خاوند مرتیس کی سی تھی۔

دونوں عورتوں کو یہ شکلیں یونہی سی نظر آئی تھیں کہ بادل کا ایک سیاہ ٹکڑا چھپتے سورج پر آگیا۔ اور جب تک وہ ہٹے جہاز چلتا ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کدھر گیا۔

طیبہ اور آشتی ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگیں۔ اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس سفر میں اُنکو

خوف محسوس ہوا۔

طیبہ نے کہا "آشتی ہم ضرور کسی سحر کے عمل میں ہیں۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس جہاز پر جتنی صورتیں تھیں انسان نہ تھیں مُردوں کی روحیں تھیں۔"

آشتی "ملکۂ عالم۔ بجا فرماتی ہیں۔ میں تو شروع ہی سے یہ سمجھ رہی تھی۔ مگر کچھ خوف نہ کیجئے کیونکہ اگر یہ روحیں تھیں تو ایسے لوگوں کی تھیں جو جیتے جی ہم کو دل سے عزیز رکھتے تھے۔ اور اب مرنے پر بھی اُن کی محبت کم نہیں ہوئی۔ تو آن کے پنجۂ غضب سے چھڑا کر ہم کو کسی بھلائی کے لئے یہاں لایا گیا ہے۔ اور آپ کے والد فرعون اور میرا شوہر مرنیس اس سفر میں ہماری رہبری کر رہے ہیں۔ دیکھو سامنے آگ جل رہی ہے۔ چلو وہیں چلیں اور جو کچھ اب گذرنے والا ہے ہمت کرکے اُس کے بھی منتظر ہو جائیں اور دل میں اِس کا یقین رکھیں کہ جو کچھ بھی ہوگا وہ صرف بھلائی کے لئے ہوگا۔"

غرض یہ دونوں عورتیں اُس ٹیلے کی طرف چلیں جہاں آگ روشن تھی۔ تاریکی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ اس لئے یہ وہیں روشنی کے پاس ہو بیٹھیں۔ قریب ہی لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ کہ اگر کوئی وہاں بیٹھے تو آگ برابر جلاتا رہے۔ لکڑیوں کے ڈھیر کے پاس ہی اونٹ کے بالوں کے دو لبادے رکھے تھے کہ اگر کسی کو سردی معلوم ہو تو انہیں پہن لے۔ طیبہ اور آشتی نے یہ لبادے جلدی سے پہن لئے اور آگ میں لکڑیاں ڈالنی شروع کیں۔ اب خیال آیا کہ یانس کی بنی زنبیلیں جو جہاز والوں نے چلتے وقت ساتھ کر دی ہیں ذرا انہیں کھول کر تو دیکھیں کہ ان میں کیا ہے۔ کھولی تو معلوم ہوا کہ جو زنبیل آشتی کو ملی تھی اُس میں کھانے کی چیزیں خشک ہوئے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور کھجوریں بھری ہیں۔ طیبہ کو جو زنبیل ملی تھی اُسے کھول کر دیکھا تو اُس میں سب سے اوپر ایک ہاتھی دانت اور سونے کے تاروں کا چنگ رکھا تھا۔ طیبہ نے اُسے جلدی سے

نکالا اور بہت غور سے دیکھکر کہنے لگی۔

"ہائیں یہ تو میرا چنگ ہے جو کوش کے شہزادے نے مجھے تحفے میں دیا تھا۔ وہی شہزادہ جسے رعمیس نے مار ڈالا۔ اس چنگ پر تو وہ عاشقوں والا گیت شہزادے کے قتل ہونے سے پہلے میں نے دربار میں سنایا تھا۔ یقینی یہ میرا ہی چنگ ہے جسے میں طیبی میں چھوڑ آئی تھی۔ آشتی اب کہو کہ یہ یہاں کیسے آیا؟"

آشتی۔ "پہلے آپ یہ بتائیں کہ ہم دونوں یہاں کیسے آئے۔ اس بات کا جواب آپ دیدیں تو میں آپ کی بات کا جواب دوں"

طیبہ نے چنگ ایک طرف رکھکر زنبیل میں دیکھنا شروع کیا کہ اور کیا ہے۔ اور اب خشک پتوں کی ایک تہ ہٹانے پر معلوم ہوا کہ ہزارہا آبدار موتی ریشم کی لڑیوں میں پروئے ہوئے زنبیل میں بھرے ہیں۔ طیبہ نے ایسی آب و تاب والے موتی کبھی پہلے نہ دیکھے تھے۔ ہر لڑی میں موتی برابر برابر کے تھے۔ بہت سی لڑیاں بڑے موتیوں کی تھیں، بہت سی چھوٹے موتیوں کی۔ مگر دو چار موتی جو بہت بڑے انگور کے دانے کے برابر تھے وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے ایک طرف رکھے تھے۔

طیبہ نے حیرت سے کہا کہ "ایسے درشاہوار تو دنیا میں کسی بڑی سے بڑی ملکہ کو جہیز میں بھی نہ دیئے گئے ہونگے۔ لیکن یہ چنگ اور یہ موتی اس بیابان میں کس کام آسکتے ہیں"

آشتی۔ "اس کا حال تو آگے چل کر کھلیگا۔ اس وقت تو جس خدا نے یہ دولت بخشی ہے اسکا منت گذار ہونا چاہیئے اور جو نعمتیں کھانے کے لئے دی ہیں انہیں کھانا چاہیئے"

اب دونوں نے جس زنبیل میں کھانے کی چیزیں تھیں انہیں نکال کر کھانا شروع کیا۔ اور کوئی کام ثواب کرنے کا تھا نہیں، دونوں آگ کے پاس لیٹ کر سوگئیں۔

ذرا آنکھ لگی تھی کہ معلوم ہوا سارا جنگل جاگ پڑا ہے۔ پہلے تو دریا کی سمت سے بڑی ڈراونی

وازیں آنی شروع ہوئیں۔ دونوں سمجھ گئیں کہ یہ شیروں کے دھاڑنے کی آواز ہے کیونکہ اس قسم کے جانور
لیبی کے ایک باغ میں پلے ہوئے دیکھ چکی تھیں۔ پھر بھیڑیوں اور گیدڑوں کے چیخنے اور غرّانے
لی آوازیں آئیں۔ اور کبھی کبھی دریائی گھوڑے اور گینڈوں کے پھنکارے بھی کان میں آنے
شروع ہوئے۔

درندوں کی یہ خوفناک آوازیں رفتہ رفتہ قریب سنائی دینے لگیں۔ اتنی قریب کہ صحرا
ے کنارے کبھی کبھی کے زرد اور روشن دیدے بھی اندھیرے میں چمکتے ہوئے نظر آتے۔ اور ٹیلے
کے نیچے جو ریتلی زمین تھی اس میں سے دوڑتے ہوئے بعض جانور اُن کی طرف آنے لگے۔ اور دریا
لی طرف سے بھی خنزیر کی صورت کے درندے تیز چمکتی ہوئی کچلیاں نکالے جنگل کی اونچی گھاس
ور جھاڑیوں کو روندتے اور کچلتے ٹیلے کی طرف آنے لگے۔ ان میں ایک بہت بڑا جانور بھی تھا جسکی
ناک پر ایک سینگ تھا۔

طلیہ نے خوف سے لرز کر کہا۔ "لو آشتی۔ اب ہمارا وقت آگیا۔ یہ جانور اب ہمیں کھا جائینگے"۔
آشتی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور اس خیال سے کہ جنگل کے جانور آگ سے ڈرتے
ہیں کچھ لکڑیاں آگ میں اور جھونک دیں۔ ان میں درندے بالخصوص شیر یا تو اس شوق میں
کہ آدمی کبھی دیکھا نہ تھا اب دیکھیں کہ کیسا ہوتا ہے یا بھوک کی تیزی میں دُموں کو اپنی پیٹھ پر
کوڑوں کی طرح پٹخارتے اتنے قریب چلے آئے کہ دونوں عورتوں تک پہونچنے کے لئے صرف ایک
جست کافی تھی۔ شیروں کے پیچھے پیچھے جیسے بادشاہ کے ساتھ درباری ہوں بہت سے چیتے
تیندوے اور چرغ بھی حاضر تھے۔

طلیہ نے بالکل سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "بس اب کوئی دم میں یہ جست لگانے کو ہیں"۔ اتنا سنتے
ہی آشتی نے آہستہ سے کہا "کیا آپ کے والد فرعون اور میرے شوہر مریس سورج دیوتا کی کشتی میں

بٹھا کر ہم کو اس لئے لائے تھے کہ جنگل کے جانوروں کا پیٹ بھرا جائے اور بھولی بھٹکی بھیڑوں کی طرح ہم کو بھیڑیوں کا لقمہ بنایا جائے۔"

اتنا کہہ کر آشتی نے اس طرح بے اختیار ہو کر جیسے غیب سے کوئی ہدایت ہوئی ہو کہا:۔

"طیبہ۔ اپنا چنگ اُٹھاؤ اور اسے بجا کر گانا شروع کرو۔"

طیبہ نے فوراً چنگ اٹھا اُسکے تاروں پر انگلیاں دوڑائیں اور نہایت شیریں آواز سے گانا شروع کیا۔ پہلے آواز میں خوف کی وجہ سے کسی قدر کمزوری اور رعشہ تھا لیکن جب گانے کی دُھن میں اور سب چیزیں خیال سے نکل گئیں تو طیبہ کی آواز نے زمین و آسمان میں جان ڈال دی۔ صحرا کے جانوروں پر بھی اس کا اثر ہوا۔ سب غُرفش بند ہوئی۔ اور ایسی چُپ لگی کہ معلوم ہوتا تھا گانا سُنکر فی الواقع محظوظ ہو رہے ہیں۔ پتھروں میں سے ایک سانپ بھی رینگتا ہوا باہر نکلا اور پھن کو پھیلا لہرا لہرا کر گانا سُننے لگا۔

آخر کار جب طیبہ نے گانا بند کیا تو جتنے جانور وہاں جمع ہوئے تھے اُن میں کوئی جنگل کی طرف اور کوئی دریا کی طرف غائب ہو گیا۔ سوائے سانپ کے کہ جہاں وہ تھا وہیں کنڈلی مارے سو رہا۔

اب طیبہ اور آشتی اپنی جگہ سے اُٹھیں اور ٹیلے سے نیچے اُتر کر سامنے کی ریتلی زمین پر آئیں جہاں جانوروں کے نقشِ قدم دریا کے کنارے تک بکثرت نظر آتے رہے۔ دریا پر پہونچکر دونوں نے مُنہ ہاتھ دُھویا۔ چاروں طرف غبار سا چھایا تھا۔ بہت کوشش کی اس غبار میں سے وہ سونے چاندی کا جہاز اور اُس کے نقابوں والے ملّاح جو منّوف کے شہر سے اُنہیں یہاں لائے تھے دریا پر نظر آئیں۔ مگر کچھ نہ دکھائی دیا۔ خیال تھا کہ ممکن ہے ہمارے انتظار میں وہ اب تک موجود ہوں۔

مگر دریا پر کوئی کشتی یا جہاز نہ تھا۔ سوائے دریائی جانوروں کے جو کبھی سطح سے اُبھرتے اور کبھی غوطہ لگاتے تھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ با کنارے پر کیچڑ اور پانی میں بڑے بڑے مگرمچھ اور گھڑیال

کروٹیں بدل رہے تھے۔ یا بحری پرندے سمندر سے دریا کی طرف جانے کی تلاش میں اُڑتے ہوئے آتے تھے۔
ہاتھ منہ دھوکر طیبہ اور آشتی ٹیلے پر پھر وہیں آبیٹھیں جہاں اب راکھ کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ جس زنبیل میں
کھانا تھا اُسے کھولکر دونوں نے کچھ کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوکر یہ اسکا منہ دیکھتی تھی وہ اسکا۔ مگر سمجھ میں
کسی کے نہ آتا تھا کہ اب کیا کرے۔ طیبہ کہنے لگی :-

"اُٹھو آشتی۔ یہاں سے کہیں آگے چلیں۔ دریا کی طرف جانا تو فضول ہے، وہاں گھاس اس قدر
اونچی ہے کہ چلنا دشوار ہوگا۔ البتہ اس جنگل سے کسی طرف باہر نکلنا اچھا ہوگا۔ اُٹھو۔ خدا کو جدھر لیجانا
منظور ہوگا اُدھر ہی جائینگے۔"

آشتی نے کہا اچھا اور اب یہ دونوں عورتیں شتری رنگ کی لمبی عبائیں پہنے آگے بڑھیں۔ زنبیلیں
دونوں نے اپنے سروں پر اس طرح رکھ لیں جیسے مصری کسانوں کی عورتیں بوجھ سر پر رکھ کر چلتی ہیں۔ سونے
اور ہاتھی دانت کا چنگ طیبہ نے اپنی پشت پر لٹکا لیا۔

گھنٹوں تک جنگل کے درختوں میں سے رستہ نکالتی جنوب کی سمت میں چلتی رہیں۔ کیونکہ جنگل کی
گھاٹیاں اسی سمت میں پھیلی تھیں اور ان سے آگے نیچی نیچی جھاڑیوں کی ہموار زمین تھی۔ درختوں کی
چوٹیوں پر لنگور رقاد بازیوں میں مصروف بے حد شور مچا رہے تھے۔ کبھی کبھی جنگل کا کوئی درندہ سامنے
سے گذر کر درختوں میں غائب ہوجاتا۔ سوائے ان چیزوں کے اور کوئی چیز ان عورتوں نے نہ دیکھی۔
آخر کار دوپہر کے قریب پہاڑ کی سی چڑھائی شروع ہوئی۔ درخت یہاں زیادہ اونچے نہ تھے
اور جتنے تھے وہ بھی دُور دُور تھے۔ غرض چلتے چلتے جنگل اور جھاڑیوں کی زمین طے کرکے ریگستان
کے کنارے پہونچیں۔ اور یہاں سے گذرتی ہوئی ایک مقام پر آئیں جہاں کھجوروں کے درخت تھے
اور کچھ سبزہ بھی تھا۔ سبزہ دیکھکر خیال ہوا کہ پانی بھی ہوگا۔ جب قریب پہونچیں تو معلوم ہوا کہ
ایک چشمہ جاری ہے۔ چشمہ کے پاس آکر دونوں نے پانی پیا اور زنبیل کھولکر کچھ کھانا کھایا اور

پھر دونوں لیٹ کر غافل سوگئیں۔

طیبہ کو نیند میں دفعتاً ایک آواز سی سنائی دی۔ فوراً جاگی۔ دیکھتی کیا ہے کہ ایک آدمی ببول کی ایک موٹی اور لمبی سی لکڑی کا سہارا لئے اس کے پاس کھڑا غور سے اسے دیکھتا ہے۔ یہ عجیب و غریب صورت کا آدمی تھا بڈھا اس قدر تھا کہ سر کے سفید بال شانوں سے نیچے تک بکھرے تھے اور سفید بگلا سی ڈاڑھی ناف تک پہونچی تھی۔ کسی زمانہ میں بہت دراز قد ہوگا۔ مگر اب بڑھاپے سے کبڑا ہوگیا تھا اور پرانے ڈھیچر میں ہڈیوں کے موٹے موٹے جوڑ پھٹے کپڑوں میں سے باہر کو نکلے ہوئے تھے آنکھوں کی پتلیاں سیاہ تھیں مگر کچھ ایسی بے رونق اور پتھرائی ہوئی کہ بالکل نابینا معلوم ہوتا تھا۔

جب طیبہ اور آشتی جاگ اٹھیں تو اس بڈھے پاس آکر ان عورتوں کو بہت جھک کر غور سے دیکھا۔ اسکے چہرہ پر سینکڑوں جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور رنگ صحرا کی دھوپ اور لوؤں سے بالکل کالا ہوگیا تھا مگر چہرہ کا نقشہ ستواں تھا۔ طیبہ کو خیال ہوا کہ بڑھاپے نے جو چاہے سو درد کیا ہو مگر صورت پر ایک شان ضرور ہے۔ ملکہ کو اس بڈھے کی صورت اپنے باپ فرعون کی شکل سے جب اس کا دم نکلنے کو تھا بہت مشابہ معلوم ہوئی۔

طیبہ اٹھی اور بے اختیار زبان سے نکلا "بابا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور ہم غریب مسافروں سے آپ کو کیا کام ہے؟"

بڈھے نے بڑی محبت کے لہجہ میں کہا "میری بیٹی۔ میں صحرا سے آیا ہوں اور صحرا ہی میرا وطن ہے۔ میرے زمانے کے جتنے لوگ تھے بلکہ ان کی اولاد تک اب زندہ نہیں ہے۔ عمر میری بہت سی سب چیزیں بدل گئیں۔ نہیں بدلا تو یہ صحرا اور صحرا ہی اب میرا ایسا دوست رہ گیا ہے جو کہہ سکتا ہے کہ "ہاں میں نے تمہاری جوانی دیکھی ہے"۔ بیٹی۔ مجھ پر رحم کرو۔ میں بہت مسکین ہوں۔ تین دن

ایک دانہ منہ میں نہیں گیا ہے۔ تمہارے کھانے کی بو ناک میں آئی تو ادھر چلا آیا۔ کچھ کھانے کو دو۔ میں بہت بھوکا ہوں۔"

طیبہ نے کہا۔"بابا یہ کھانے کی زنبیل حاضر ہے۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

بڈھا۔"مجھے کیفر کہتے ہیں۔"

طیبہ نے کیفر کیفر دو تین دفعہ زبان سے کہا اور سوچنے لگی کہ کیفر تو اس پروانے یا کیڑے کا نام ہے جس کی تصویر کو مصر کے لوگ تسکین قلب کے لئے اکثر گلے میں ڈالے رکھتے ہیں۔ پھر کہنے لگی "بابا کیفر آپ اس زنبیل سے کھانا نکال کر کھائیں۔" اور یہ کہہ کر اس نے بانس کی پٹاری بڈھے کے سامنے رکھدی۔ جو کچھ اس میں تھا اس کے سوا کھانے کو ان عورتوں کے پاس کچھ نہ تھا۔

بڈھے نے زنبیل طیبہ کے ہاتھ سے لے لی اور اس میں کھانے کی چیزیں دیکھ کر پہلے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر خدا کا شکر کیا اور پھر ریت پر بیٹھ بڑے بڑے نوالے کھانے شروع کئے۔

آشتی نے طیبہ سے چپکے سے کہا۔"یہ بڈھا تو سارا کھانا ختم کر دیگا۔ پھر کیا ہم اس جنگل میں بھوکے مرینگے۔ یہ انسان نہیں ہے۔ خدا جانے کون ہے۔" آشتی نے اتنی بات کی تھی کہ بڈھے نے دو چار روٹیاں اور صاف کر دیں۔

طیبہ نے کہا۔"آشتی۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اسے کھانے دو۔"

تھوڑی دیر تک آشتی اور چپ رہی۔ پھر گھبرا کر کہنے لگی۔"طیبہ کھانا تو سب ختم ہوا جاتا ہے۔"

طیبہ نے کہا۔"دوا۔ چپکی بھی ہو رہو۔ جب وہ مہمان ٹھیرا تو مہمان نوازی کے قاعدے کیوں توڑے جائیں۔"

آشتی۔"مگر آپ کی مہمان نوازی کے یہ قاعدے آخر میں ہماری جان لینے کو تیار ہو جائینگے۔"

طیبہ "جان جاتی ہے تو یوں ہی سہی۔ کم سے کم ایک بھوکے کا پیٹ تو بھر جائیگا۔ اپنے باپ ربّ عموّن کا بھی تو مجھکو بھروسا ہے۔"

طیبہ کہنے کو تو یہ کہہ رہی تھی مگر آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ آشتنی کے کہنے کو وہ دل میں ٹھیک سمجھ رہی تھی۔ اور جانتی تھی کہ جتنا کھانا اس بڈھے نے اس وقت ختم کیا ہے وہ اُنکے گذارے کے لئے ابھی دو دن اور چلتا۔ مگر اب کچھ باقی نہیں رہا اور کچھ دیر میں بھوک سے ان پر غشی کی نوبت آنے والی ہے۔ اگر کہیں سے کوئی سبیل کھانے کی نہ ہوئی تو فاقوں سے مرجانے کے سوا اب کوئی صورت نہیں ہے۔ اس جنگل میں کون مدد کا دینے والا ہے۔ ابھی کتنے دن گذرے ہیں کہ فاقوں سے مرنے کی نوبت نہیں پہونچ گئی تھی۔ اُسوقت کی تکلیف یاد کرکے طیبہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اس عرصے میں کیفر نے کھانے کی زنبیل بالکل خالی کردی۔ ایک کھجور کی گٹھلی تک اُس میں نہ چھوڑی۔ خالی ٹوکری طیبہ کے حوالے کر بڈھے نے سلام کیا اور کہا۔

"بیٹی میں تیرا بہت شکر گذار ہوں۔ مصر کی ملکہ بھی ہوتی تو میری ایسی خاطر و مدارات نہ کرتی جیسی تونے کی۔" اتنا کہہ بڈھے نے پھر طیبہ کو غور سے دیکھکر کہا "میں کئی دن کا بھوکا تھا۔ اب میرا پیٹ خوب بھر گیا ہے اور بجز اس کے کہ خداؤں سے تیرے حق میں بھلائی کی دعا کروں اور کسی طرح میں تیرے احسان کا بدلا نہیں کرسکتا۔ پیاری بیٹی۔ خدا ایسا نہ کرے کہ کبھی تجھے بھوک کی تکلیف اُٹھانی پڑے۔"

یہ فقرہ سُنکر طیبہ سے نہ رہا گیا۔ دونوں آنکھوں سے آنسو ٹپک کر کیفر کے ہاتھ پر گرے اور زبان سے یہ جملے نکلے۔

"اس کی تو مجھے خوشی ہے کہ آپ نے سیر ہو کر کھالیا۔ لیکن اسکے سوا اور کچھ نہ پوچھیئے۔ کیونکہ ہم غریب عورتیں اس صحرا میں گم کردہ راہ ہیں اور دونوں عنقریب فاقوں سے مرجائینگی کیونکہ اب ہمارے

پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔"

بڈھے کیفر نے نہایت حیرت زدہ ہوکر کہا۔ "بیٹی یہ تو نے کیا کہا۔ کیا جس قدر کھانا تیرے پاس تھا وہ سب تو نے جنگل کے اِس فقیر کو کِھلا دیا۔ وہ تکتا رہا اور تو چپ بیٹھی دیکھا کی۔ کیا اس لئے تیری آنکھوں میں آنسو ہیں۔"

طیبہ "بابا۔ مجھے معاف کیجیے گا۔ جو کچھ میں نے کہا وہ سچ ہے۔ اِن آنسوؤں پر البتہ مجھے شرم آتی ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ہم دونوں کو فاقے کشی کی سخت تکلیف پہونچ چکی ہے اور اِس خیال سے کہ پھر وہی نوبت آئیگی میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آشتنی اُٹھو۔ جب تک ہاتھ پاؤں میں کچھ دم باقی ہے تھوڑا سا رستہ اور طے کرلیں"۔ آشتنی کا نام سُنکر کیفر نے اُس کی طرف دیکھا اور پھر طیبہ سے مخاطب ہوکر کہا:۔

"بیٹی۔ تیری صورت پیاری اور تیری طینت پاک ہے۔ ورنہ میرے ساتھ ایسا اچھا سلوک نہ کرتی۔ لیکن ایک چیز کی تجھ میں اب بھی کمی معلوم ہوتی ہے یعنی خداؤں کی رحمت و برکت پر جیسا بھروسا ہونا چاہیئے نہیں رکھتی۔" اِس کے ساتھ ہی کیفر نے دبی زبان سے کہا "گو یہ سچ ہے کہ اگر اُن کی رحمت پر بھروسا نہ ہوتا تو اِس سامنے کے شیروں والے پہاڑ سے زندہ بچ کر آنا ممکن نہ تھا) اچھا اب یہ بتاؤ کہ اس بیابان لق و دق میں تمہارا آنا کیونکر ہوا۔"

آشتنی نے جواب دیا "ہم مصر کی شریف زادیاں ہیں۔ کم سے کم یہ لڑکی تو مصر کے ایک بہت بڑے گھرانے کی ہے۔ میں اس کی انّا اور کھلائی ہوں۔ رود نیل کے کنارے ہم رستہ بھول کر پریشان حال تھے کہ فینقیہ کے بردہ فروش قزاقوں نے ہم کو گرفتار کرلیا اور اپنے جہاز میں بٹھا کر یہاں تک لائے۔ یہ نہیں معلوم کہ کون سے رستوں سے وہ یہاں پہونچے۔ آخر کار میٹھا پانی جہاز میں بھرنے کے لئے وہ سامنے والے دریا میں ٹھیرے۔ جب رات ہوئی تو ہم دونوں جہاز سے نکل کر بھاگے۔ غرض اب یہ

سمجھیے کہ ہم دریا کے قزاقوں کی باندیاں ہیں جو اُن کی حراست سے بھاگ نکلی ہیں۔ اس سے زیادہ اب ہماری عزّت اور وقعت کچھ نہیں ہے۔"

کیفر نے کہا۔"واقعی اتنے بڑے نقصان پر تو قزاق اب تک ہاتھ ملتے ہونگے۔ میں سمجھتا تھا کہ تم کوئی اور ہی لوگ ہو۔ کیونکہ کل رات کو ریت پر پڑا سوتا تھا کہ تحت الثریٰ سے ایک مرد کی روح اٹھکر میرے پاس آئی اور کہا کہ ایک عورت آشتی ہے اُس کو تلاش کرو۔ اُس کے ساتھ ہی ایک جوان لڑکی ہے اُس کو بھی ڈھونڈو، لڑکی کا نام جو اُس روح نے لیا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا مگر خود اس روح کا نام جبکہ اس دُنیا میں وہ انسان کے قالب میں تھی مرنیس تھا۔"

آشتی نے یہ نام سُنتے ہی ایک آہِ سرد بھری۔ اور کیفر کے قریب آکر اُس کی صورت کو بغور دیکھنے لگی۔ آشتی کی اس حرکت کا کیفر کے چہرے پر کچھ اثر نہ ہوا۔

آشتی نے کہا۔"معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھو کے فقیر ہی نہیں ہیں بلکہ غیب کی باتوں کا علم بھی رکھتے ہیں۔"

کیفر نے جواب دیا۔"یہ ممکن ہے۔ کیونکہ میری عمر بہت ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لوگ جتنے معلوم ہوتے ہیں اس سے بڑھکر نکلتے ہیں۔ یہی حال عورتوں کا بھی ہے۔ غالباً تمہارا تجربہ بھی یہی بتاتا ہوگا۔ کیونکہ بڑے بڑے گھرانوں میں جو انّائیں اور بچّوں کی پالنے والیاں ہوتی ہیں، اگر ان کو توجّہ ہو تو وہ زمین آسمان تک کی باتیں معلوم کرلیں۔ مگر اس قصّے کو جانے دو۔ یہ لڑکی جو تمہارے ساتھ ہے اس کا نام کیا ہے۔"

آشتی نے جواب دیا۔"نفرطی۔"

کیفر "نفرطی۔ یہ نام تو اس روح نے نہیں لیا تھا۔ مگر اسی کے لگ بھگ کچھ کہا تھا۔ اچھا تو تم اور یہ لڑکی ان قزاقوں کی قید سے نکل بھاگیں۔ اور جہاز سے کچھ چیزیں بھی اپنے ساتھ لے کر نکلیں۔ مثلاً یہ

خوبصورت سونے اور ہاتھی دانت کا چنگ جس پر فرعون کا طغرہ بنا ہے۔ اور معلوم نہیں اس دوسری زنبیل میں کیا ہے۔"

طیبہ نے جلدی سے کہا "اس میں موتی ہیں۔"

کیفر "زنبیل تو بہت بڑی ہے۔ کیا اس میں موتی ہی موتی بھرے ہیں۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔ مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں ایسے لوگوں کی کوئی چیز نہیں لونگا جنہوں نے مجھے پیٹ بھر کے کھانا کھلایا ہے۔ صحرائیوں کا یہ قاعدہ نہیں ہے۔"

طیبہ نے جواب دیا۔ "بابا۔ آپ شوق سے دیکھئے۔ مجھے تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ آپ دوسرے کی چیز بے پوچھے لے لینگے۔ اگر چور ہوتے تو اتنے محتاج و مفلس نہ ہوتے اور نہ اتنے بھوکے ہوتے۔ لیکن بابا کیفر میں تو سمجھتی تھی کہ آپ نابینا ہیں۔ آپکی نظر میں موتی اور سنگ ریزے برابر ہونگے۔"

کیفر نے کسی قدر ہنسکر کہا۔ "بیٹی نفرطی۔ سوجھتا نہیں ہے تو کیا موتی کی پہچان مجھے اور طرح بھی آتی ہے۔"

اتنا سنکر طیبہ نے موتیوں کی زنبیل کیفر کے سامنے رکھدی۔ کیفر نے موتیوں کی لڑیاں نکالنی شروع کیں۔ کبھی اُن کو اُنگلیوں سے ٹٹولا۔ کبھی سونگھا۔ کبھی اُن کو زبان لگاکر چکھتا خاص کر ان بڑے موتیوں کو جو کپڑے میں علیحدہ لپٹے ہوئے تھے۔ جب یہ موتی دیکھ لئے تو جہاں سے انہیں نکالا تھا پھر وہیں رکھدیا اور کہنے لگا:۔

"خاتون آشتی۔ تعجب ہے کہ ان شاہی قزاقوں اور بردہ فروشوں نے تمہارا پیچھا نہیں کیا کیونکہ یہ موتی چاہے ان کے ہوں یا تمہارے اتنی قیمت کے ہیں کہ ایک سلطنت ان سے مول لی جاسکتی ہے۔"

آشتی بولی "مگر انکو کھاکر بھوک تو نہیں مٹے گی۔"

کیفر "یہ ٹھیک ہے لیکن ان کو بیچ کر اتنی چیزیں خرید سکتی ہو کہ کھائی بھی نہ جائینگی۔"

آشتی۔ "جنگل میں موتیوں کا خریدنے والا کون بیٹھا ہے"
کیفر۔ "یہ سچ ہے۔ مگر اتفاق سے اس صحرا میں ایک شہر ہے جو یہاں سے کچھ زیادہ دُور نہیں ہے"
طیبہ نے بیقرار ہوکر پوچھا۔ "شہر کا نام نباطہ تو نہیں ہے"
کیفر۔ "نباطہ۔ نہیں یہ نام نہیں ہے۔ نباطہ کا نام تو میں نے بھی سُنا ہے۔ اسے زرین شہر بھی کہتے ہیں۔ کبھی جوانی میں جسے اب سو برس ہونے کو آتے ہیں وہاں ایک مرتبہ جانا ہوا تھا"
طیبہ۔ "سو برس۔ اب تو آپ وہاں کا رستہ بھی بھول گئے ہونگے"
کیفر۔ "نہیں کچھ کچھ یاد ہے۔ اگر کوئی پیدل جاتے تو سال بھر کا سفر ہے۔ رستے میں بڑے بڑے دُشوار صحرا اور گھنے جنگل آتے ہیں۔ بیچ میں بڑی بڑی وحشی اور ظالم قومیں آباد ہیں۔ بہت کم مسافر ان میں سے زندہ بچ کر اس شہر تک پہونچتے ہیں"
طیبہ۔ "لیکن بابا کیفر جو کچھ بھی ہو میں تو ضرور اُس شہر کو جاؤنگی چاہے رستے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں"
کیفر۔ "بیٹی مجھے یقین ہے کہ تو ضرور اس شہر تک پہونچے گی۔ ضرور پہونچے گی۔ مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ تیرے پاس یہ چنگ موجود ہے۔ تجھے اس کا بجانا اور گانا بھی ضرور آتا ہوگا۔ پھر تیرے پاس موتی بھی ہیں۔ اچھا یہ شہر جس کا میں نے ابھی ذکر کیا جو یہاں سے قریب ہے وہاں کے لوگ گانے بجانے پر جان دیتے ہیں اور موتیوں کے بھی بڑے شوقین ہیں۔ مگر نباطہ کا سفر ابھی تین مہینے تک ممکن نہیں۔ جب تک پہاڑوں پر بارش نہ ہو جائے، رستے میں کنویں بالکل خشک ملینگے اور سفر کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اس سے پہلے یہ بہتر ہو گا کہ تم آس پاس کے شہر میں کچھ دنوں کو آباد ہو جاؤ۔ آشتی موتیوں کی تجارت کرے اور تم اس کی بیٹی بن کر چنگ بجانیوالی بن جاؤ۔ اب بتاؤ کہ یہ صلاح کیسی ہے"

طیبہ نے کہا۔ "بابا کیفر۔ اس صحرا سے باہر تو جہاں آپ کہینگے وہیں ہیں آباد ہو جاؤنگی۔ اگر آپکو رستہ معلوم ہو تو آگے چلئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

کیفر۔ "رستہ مجھے خوب معلوم ہے۔ اور پیٹ بھر کر کھانا جو تم نے کھلایا ہے اُس کے بدلے رستہ بتانے کو تیار ہوں۔ اچھا۔ چلو۔ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔" یہ کہہ کر بڈھے نے اپنی ببول کی لکڑی سنبھالی اور ایسی لمبی لمبی ڈگیں مارکر چلا کہ دونوں عورتوں کو حیرت ہو گئی۔ مگر پیچھے پیچھے برابر چلتی رہیں۔

طیبہ نے کہا۔ "آشتی۔ دیکھو تو اتنی بڑی عمر کے آدمی ہیں اور کیسے تیز چلتے ہیں۔ جب شروع میں آئے تھے تو کیسی مری چال تھی۔"

آشتی۔ "آدمی۔ یہ آدمی کہاں ہیں۔ یہ تو کسی کی روح ہیں۔ بھلی یا بُری۔ فقیر کے بھیس میں ہم تک آئے۔ کھانے کی زنبیل پوری بھری کی بھری نوشجان کر گئے۔ کہیں آدمی کی خوراک اتنی ہوتی ہے۔ اور پھر کہیں آدمی کا یہ کام ہے کہ آج سے سو برس پہلے جوانی کے دیکھے ہوئے شہروں کا حال کہنے بیٹھ جاتے۔ اور یہ بھی کہے کہ میرے مُردہ شوہر کی روح خواب میں اُس کے پاس باتیں کرنے آئی تھی۔ بیٹی۔ بات یہ ہے کہ جس طرح جہاز کے وہ ملاح تھے اسی طرح کے یہ بھی کوئی ہیں۔"

طیبہ۔ "اگر یہ کسی کی روح ہیں تو اور بھی اچھا ہے کیونکہ ہم کو تو روحوں ہی نے ہر طرح کے خطروں سے اب تک بچایا ہے۔ اگر وہ مہربان نہ ہوتیں تو میں تو اب تک کبھی کی مر چکی ہوتی یا بے عزتی اور بے شرمی کی زندگی کاٹتی ہوتی۔"

آشتی اُس وقت تھک گئی تھی۔ کچھ دھوپ سے پریشان تھی۔ گھبرا کر بولی: "بیٹی یہ حال تو آخیر میں کھلیگا۔ کیا معلوم آگے کیا ہونے والا ہے۔ اس وقت تو کسی طرح یہ رستہ کٹ جائے۔ اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں۔"

گھنٹوں تک یہ عورتیں رستہ چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اب رستہ ریت اور پتھروں کے ایک

اونچے ٹیلے پر سے گزرتا تھا۔ تھکی ہاری عورتیں بڑی مشکل سے ٹیلے کی چوٹی پر پہونچیں۔ دم لینے کو ٹھیریں تو دیکھا کہ نیچے ایک نہایت سرسبز و شاداب وادی ہے اور اُس میں ایک بڑا شہر آباد ہے جس کے چاروں طرف شہر پناہ ہے اور جہاں یہ کھڑی ہیں وہاں سے کچھ بہت دُور بھی نہیں ہے۔ کیفر جو آگے چل رہا تھا درختوں کے ایک جھنڈ میں پہونچ کر ٹھیر گیا۔ جب یہ عورتیں بھی اُس کے قریب پہونچیں تو اُنکو ایسی جگہ لے گیا جہاں درخت بہت گھنے اور پاس پاس تھے۔ اور کہنے لگا:

"بیٹی۔ اب تم اور آشتی منہ سے نقابیں اُٹھا کر یہاں آرام کرو۔ اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہدینا کہ ہم لوگ غریب ہیں۔ گانا بجانا ہمارا پیشہ ہے۔ سفر سے تھک کر یہاں کچھ دیر دم لینے کو بیٹھ گئے ہیں۔ اور اگر مرضی ہو تو موتیوں کی کسی لڑی میں سے ایک چھوٹا سا موتی مجھے نکال کر دو تاکہ شہر میں جاکر میں اُسے بیچوں کچھ کھانے پینے کا سامان لاؤں اور شہر میں تمہارے رہنے کے لئے کسی مکان کا بندوبست بھی کرتا آؤں۔ اس شہر کا نام تات ہے "

طلیہ نے بڑی نقاہت سے کہا "پوری ہی لڑی لے جایئے"

کیفر "نہیں۔ پوری لڑی درکار نہیں ہے۔ ایک موتی بالکل کافی ہوگا۔ کیونکہ اس شہر میں موتی بڑی قیمت میں بکتا ہے "

طلیہ نے ایک لڑی نکالی اور ایک موتی اُس میں سے نکالکر کیفر کو دیا۔ یا خود کیفر نے لڑی سے موتی نکال کر ڈورے کے دونوں سرے اس طرح باندھ دئے کہ سب کو تعجب ہوا کہ اتنی بڑی عمر کا بڈھا۔ پھر نظر میں اتنی قوت کہاں سے آئی۔ موتی لیتے ہی کیفر ڈگیں مارتا ہوا شہر کی طرف چل پڑا۔

آشتی نے کہا "کس کو خبر ہے کہ یہ بڈھا خواہ آدمی ہو یا جن پھر بھی اپنی صورت دکھائے گا یا نہیں "

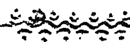
طلیہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ بہت ہی تھک گئی تھی۔ ایک درخت کے تنے سے سہارا لیکر اونگنے لگی۔

آنکھ کھلی تو معلوم ہوا آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ اور سامنے کیفر کھڑا ہے اور پاس ہی دو حبشی سائیس زین کسے کسائے دو گدھوں کی لگامیں پکڑے کھڑے ہیں۔

کیفر نے بآواز بلند کہا "مسافر بیویو۔ سوار ہو جاؤ۔ آپ کے لئے مکان کا بندوبست بھی میں نے کر دیا ہے۔"

دونوں عورتیں سوار ہو کر چلتے چلتے شہر کے دروازے پر پہونچیں۔ کیفر کی آواز سنتے ہی دربانوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ اور اب ایک لمبے تنگ سے بازار میں سے ہوتے ہوتے ایک مکان کے دروازے پر پہونچے۔ مکان ایک باغ کی چار دیواری کے اندر واقع تھا۔ گدھوں کی پیٹھ سے دونوں عورتیں اُتریں اور حبشی گدھوں کو ایک طرف کو لے گئے۔ جب مکان کے اندر آئیں تو معلوم ہوا کہ آرام وآسائش کا سامان جسقدر ہو سکتا ہے سب مہیّا ہے اور ایک طرف کمرے میں میز پر طرح طرح کے کھانے چنے ہیں۔ سب سے پہلے دونوں عورتیں کھانے کی میز کے قریب گئیں اور وہاں بیٹھ کر خوب کھانا کھایا اور جب فارغ ہوئیں تو کیفر نے ایک عورت سے جو یہاں کی خادمہ تھی کہا کہ "ان دونوں بیویوں کو انکی خوابگاہ بتا دو تاکہ وہ آرام کریں۔ میں خود باغ میں سو رہونگا"

طلیہ اور آشتی خوابگاہ میں پہونچیں۔ اتنی تھکی ہوئی تھیں کہ کچھ بات چیت نہیں کی۔ پلنگ پر لیٹتے ہی غافل سو گئیں۔



پندرہواں باب

صحرا کا شہر تات۔ وہاں کا بادشاہ اور طبیہ

صبح ہوتے ہی طبیہ اور آشتی جاگیں۔ جس کمرے میں سوئی تھیں وہاں سے اُٹھکر دوسرے کمرے میں آئیں اور تھوڑی دیر میں اُجلے اُجلے کپڑے پہن کر ناشتہ کرنے بیٹھی ہی تھیں کہ جنگل کا بڈھا فقیر کیفر دفعتاً کمرے کے اندر نظر آیا۔ دونوں کو حیرت ہوئی کیونکہ کمرے کے دروازے سے کوئی داخل ہو نظر نہ آیا تھا۔

آشتی نے بڈھے کی طرف تعجب سے دیکھ کر کہا "بابا کیفر۔ آپ تو ایسے چُپکے سے چلے آئے کسی کا ہمزاد بھی اتنے چپکے سے کسی کے پاس نہیں آتا۔" اتنا کہہ کر آشتی نے دھوپ کی طرف دیکھ جو دروازے سے کمرے میں آرہی تھی اور دیکھتے ہی کہنے لگی "اور بابا کیفر آپ کی پرچھائیں کدھر ہے؟"

بڈھے نے بڑی بھاری آواز میں کہا۔ "ساتھ لانا بھول گیا۔ میری تنگدستی کا حال کیا پوچھتی ہو پرچھائیں تک نہیں رکھتا۔ مگر دیکھو وہ موجود تو ہے۔ رہا ہمزاد کا مضمون تو یہ ایک رازِ سربستہ ہے جب تک خاص علم نہ ہو کسی کو اُس کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ تمہاری زبان پر یہ نام کیسے آیا۔ سُنا ہے کہ مصر میں ایک شہزادی ہے جس کا نام تمہاری اس لڑکی کے نام سے بہت ملتا جُلتا ہے۔ اُس میں یہ قدرت ہے کہ اپنی ہمزاد کو دیکھ ہی نہیں لیتی بلکہ اپنے قالب سے جُدا کرکے

انسان کی صورت بنا دیتی ہے۔ مصر کی ملکہ کی نسبت بھی کہ وہ ایک ہمزاد رکھتی ہے اور جب خود مصر سے باہر چلی جاتی ہے تو یہ ہمزاد اُس کی جگہ حکومت کرتی ہے اور کسی کو کسی طرح کا فرق ملکہ اور اسکی ہمزاد میں مطلق محسوس نہیں ہوتا اور ملکہ کی ہمزاد کو بھی لوگ ملکہ ہی سمجھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ خدائے عموّن نے ملکہ کے ساتھ ساتھ اُس کی ہمزاد کو بھی پیدا کیا تھا۔ اور یہ ہمزاد جس وقت ملکہ کی حکومت کرتی ہے تو ظالموں کے ظلموں کا بدلہ نہایت سنگدلی سے نکالتی ہے۔ آشتی بتاؤ کہ جب تم مصر میں کسی کی زر خرید لونڈی تھیں تو کبھی یہ ذکر تم نے بھی سُنا تھا"

یہ کہہ کر کیفر نے آشتی کی طرف اور آشتی نے کیفر کی طرف دیکھا اور کیفر نے کچھ ہاتھ کا اشارہ ایسا کیا کہ آشتی سر جھکا کر خاموش رہی۔

اس گفتگو سے طیبہ کچھ ڈر سی گئی کہ معلوم نہیں ایشا اور زیادہ حال کھلنے پر کیا آفت آئے اور بات کو ٹالنے کے لئے جلدی سے کہنے لگی :۔

"بابا کیفر۔ آپ چاہے پرچھائیں سمیت آئیں یا بے پرچھائیں آئیں آپ کا آنا ہمارے حق میں سب طرح سے مبارک ہے۔ ہم آپکے بے حد شکر گذار ہیں کہ آپ نے یہ نفیس مکان۔ نوکر چاکر۔ ہر قسم کے کھانے پینے کا سامان ہمارے لئے مہیّا کر دیا۔ کھانا حاضر ہے۔ بھوک ہو تو کھایئے"

کیفر۔ "نہیں اب نہیں۔ تم نے خیال کیا ہو گا کہ میں نے کل بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ تین دن میں صرف ایک بار کھاتا ہوں اور جب کھانے بیٹھتا ہوں تو خوب سیر ہو کر کھاتا ہوں۔ انسان کی زندگی اتنی کم ہے کہ بار بار کھانے میں وقت ضائع کر کے زندگی کو کم کرنا اچھا نہیں"

طیبہ۔ "اُفوہ۔ جب آپ کا یہ خیال ہے جن کی جوانی کو گذرے ہوئے سینکڑوں برس ہوئے تو پھر ہم کو تو وقت ضائع ہونے کے ڈر سے کھانا ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن بابا کیفر یہ تو بتایئے کہ اس شہر میں رہ کر ہم کریں کیا"

کیفر "بیٹی، یہ تو میں پہلے ہی تم دونوں کو بتا چکا ہوں۔ آشتی موتیوں اور اور قیمتی چیزوں کی دکان کھولے اور تم گانے کا شغل رکھو۔ مگر ہمیشہ سامنے کوئی اوٹ کھڑی کر کے یا پردہ ڈال کر گانا۔ اپنی اچھی صورت کسی کو نہ دکھانا۔ خاص کر یہاں کے بادشاہ کو۔ اچھا۔ اب مجھکو دو موتی اور نکال کر دو تاکہ چند اور ضروری چیزیں بھی تمہارے لئے خرید لاؤں۔ اس کے بعد پھر بہت دنوں تک میری صورت دیکھنے کی تمہیں ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اگر کسی قسم کی تکلیف پہونچے تو جس کمرے میں اس وقت موجود ہو اُس کی کھڑکی کے پاس جاکر اپنا یہ چنگ بجانا اور تین مرتبہ کیفر کیفر کہہ کر پکارنا وہاں کوئی نہ کوئی تمہاری آواز سُنتا ہوگا اور وہ فوراً مجھکو صحرا میں اطلاع کر دیگا۔ میں کسی شہر یا بستی میں نہیں رہتا۔ صحرا میرا مسکن ہے۔ خبر پہونچتے ہی تمہاری مدد کو آجاؤنگا۔"

طیبہ "بابا۔ میں آپ کی بہت احسانمند ہوں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اُسے نہ بھولونگی۔ مگر معاف کیجئے گا۔ ایسا شخص جو اتنا ...." آگے کچھ کہنے کو تھی مگر رک گئی۔

کیفر "ہاں بیٹی نفر طی تم یہی کہنے کو تھیں کہ ایسا آدمی جو اتنا بڈھا اور مفلس ہو وہ کسی عورت یا مرد کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ مگر کبھی بات کی ظاہری حالت سے اُس کا اندازہ نہ کیا کرو۔ عمدہ شراب اکثر مٹی کے مٹکوں میں سے نکلا کرتی ہے۔ چقماق دیکھنے کو ایک ٹھنڈا پتھر ہے مگر جو چنگاریاں اس میں پوشیدہ ہیں وہ ایک شہر کو پھونک سکتی ہیں۔"

اس پر طیبہ بولی "اسی طرح ایک بادیہ گرد جو کچھ بھوک میں اپنا سایہ تک کھا جائے دوسرے آوارہ گردوں کی مدد کر سکتا ہے۔ بابا کیفر۔ گو میں کم سن ہوں مگر ایسی ایسی مصیبتیں اُٹھا چکی ہوں اور تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ پردہ غیب سے ایک ہاتھ نے مجھ ڈوبتی کو اس طرح کنارے لگایا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں اس کا حرف حرف خوب سمجھتی ہوں۔"

کیفر نے کہا "شام والے سمندر کے قزاقوں نے تم ڈوبتی کو ترایا ہوگا۔ اچھا۔ خدا حافظ

اب ان موتیوں کو بیچ کر میں تمہارے لئے ضروری چیزیں خریدنے جاتا ہوں اور پھر اپنے جنگل کو کچھ دنوں کے لئے چلا جاؤنگا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب تک پہاڑوں پر مینہ نہ برسنے لگے اور کوؤں میں پانی نہ ہو جائے اِس شہر سے باہر قدم نہ نکالنا۔ خدا حافظ خاتون آشتی۔ جب میں یہاں پھر آؤنگا تو ہمزاد کی باتیں تم سے ہونگی۔ اور جب تک عمون (تمہارے خدا کا یہی نام ہے نا) تم کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔" اتنا کہہ جنگل کا یہ بڈھا چلتا ہوا۔

جب وہ گھر سے نکل کر دروازہ کو بھیڑتا ہوا چلا گیا تو طیبہ نے کہا:-

"آشتی۔ آخر یہ کون بشر ہے؟"

آشتی نے جواب دیا "بشر۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ یہ آدمی نہیں ہے۔ کہیں آدمیوں میں اتنی قدرت ہوتی ہے کہ اپنی پرچھائیں کو جب چاہیں چادر کی طرح کھول کر بچھا دیں اور جب چاہیں اُسے اُٹھا کر چل دیں۔ یہ کوئی دیو یا جن ہے جس نے فقیر کا بھیس اختیار کیا ہے؟"

طیبہ۔ "دیو ہو یا جن۔ ہمارے ساتھ تو اُس نے اس مصیبت میں احسان ہی کیا ہے۔ اور میں اسکی بے حد شکر گذار ہوں۔"

آشتی۔ "یہ سب حال آخیر میں کھُلیگا۔"

یہ دونوں عورتیں اسی بڈھے فقیر اور ان عجیب غریب باتوں کا جو پیش آ رہی تھیں بڑی دیر تک ذکر کرتی رہیں۔ جب کوئی ایک گھنٹہ گذر لیا تو بہت سے مزدور سروں پر صندوق اور گٹھریاں رکھے ہوئے مکان میں آئے۔ جب ان صندوقوں اور گٹھریوں کو کھولا تو کسی میں دیبا و حریر زربفت اور کمخواب کے تھان۔ کسی میں رنگین سُنہری اور روپہلی چمڑوں کے ٹکڑے۔ کسی میں عطر کی شیشیاں کسی میں ملکِ شام کے برنجی ظروف بھرے تھے۔ دو تین مزدور تانبے کے نقشین بڑے بڑے خُم سروں پر رکھے آئے۔ اِن چیزوں کے علاوہ اور بہت سامان اتنا تھا کہ بڑے سے بڑے

سوداگر کی دُکان میں بھی نہ نکلے۔

مکان میں جو بڑا کمرہ بازار کی طرف تھا وہاں یہ کُل سامان مزدوروں نے بوریے کے فرش پر الماریوں میں سجا دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ مزدوری کسی نے بھی نہ مانگی۔ تھوڑی دیر گذر تھی کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار جدھر جعفری کے پیچھے آشتی اور طیبہ بیٹھی تھیں آیا اور گھوڑے سے اُتر کر بہت جُھک کر سلام کیا اور جیب سے ایک بڑا سا کاغذ نکال کر ایک میز پر جو قریب بچھی تھی رکھ جدھر سے آیا تھا اُسی طرف چلا گیا۔ اُس کے جانے پر آشتی نے جعفری کا دروازہ کھول کر وہ کا اُٹھا لیا۔ کاغذ میں جو کچھ لکھا تھا اُس کو آشتی نے آسانی سے پڑھ لیا کیونکہ یہ تحریر مصری زبا میں تھی۔ عبارت یہ تھی۔

"مکان محولہ بالا اور اُس کی زمین اور جسقدر سامان اس میں ہے ان سب کی قیمت کیفر با دیہ گا کو تین موتی اور ایک وقت کا پیٹ بھر کھانا جس میں روٹی گوشت اور کھجوریں تھیں وصول ہوا اس عبارت کے نیچے ایک بہت بڑی مُہر سُرخ لاکھ کی لگی تھی۔ مُہر کے نقش نقش میں ایک چھوٹے جانور کی شکل تھی جو اگلے دونوں پنجوں میں ایک گیند کو پکڑے تھا۔ یہ گیند یا گولا رب رع یعنی خدا شمس کا نشان تھا۔

طیبہ نے مُہر کو غور سے دیکھکر کہا۔ "یہ مُہر تو کسی بھیک مانگنے والے فقیر کی نہیں ہو سکتی گو نا کیفر ہی لکھا ہوا ہے۔"

آشتی بولی :۔ "اگر اس شہر میں چھوٹے چھوٹے موتیوں کی اتنی قیمت اُٹھ سکتی ہے تو بڑے موتیوں کا تو کیا پوچھنا ہے۔ اچھا۔ بس۔ جو کام کیفر نے بتایا ہے وہ شروع کرنا چاہیے۔ وقت ناز ہے۔ موتیوں اور اس قیمتی مال پر زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔"

غرض بنیطہ طیبہ اخنبر عموں مصر کی ملکہ اور اس کی دوا آشتی مصر کی مشہور ساحرہ تات۔

شہر میں سوداگری کا پیشہ کرنے لگیں۔

دکانداری کا طریقہ یہ تھا کہ روز صبح کو اور سہ پہر کو آشتی منہ پر نقاب ڈالے اور ایک خادمہ جو پہلے سے اس مکان میں رہتی تھی باری باری ایک ایک گھنٹے کے لئے دکان کی آراستہ چیزوں میں ایک طرف بیٹھ جایا کرتیں۔ اگر کوئی گاہک آیا اور اس نے کوئی چیز مانگی تو اُس کے ہاتھ فروخت کر دی۔ قیمت میں لوگ یا تو سونے کے ذرّے جو مثل ریت کے باریک ہوتے تھے مٹھیاں بھر بھر کر دیتے تھے۔ یا جیسا مال ہوا اُسی قیمت کی کوئی چیز قیمت میں پیش کرتے تھے۔ مال بیچنے کے علاوہ اگر سامنے سے کوئی بیچنے والا گذرا تو اُس سے مال خرید بھی لیا کرتی تھیں۔ جب دوکان بند کرنے کا وقت قریب آتا تو جعفری کے پیچھے بیٹھ کر طیبہ اپنا چنگ بجانا شروع کرتی۔ اور اس کے ساتھ گاتی بھی جاتی۔ جالیوں میں سے باہر کا کوئی آدمی اس کی صورت نہ دیکھ سکتا۔ جس وقت گانا شروع کرتی تو تمام بازار میں سناّٹا ہو جاتا۔ دکان کے سامنے جتنے لوگ جمع ہوتے وہ بالکل بُت بن کر گانا سُنتے۔ ایسی شیریں آواز اُن کے فرشتوں نے بھی کبھی نہ سُنی تھی۔ صبح شام آدمیوں کے ٹھٹ لگ جاتے۔ سارے شہر میں بلکہ شہر سے باہر دور دور طیبہ کے گانے کی دُھوم ہو گئی۔ گانا ختم ہوتے ہی دکان بند کر دی جاتی تھی۔ کُل مال و اسباب نوکروں کو سپرد کر کے آشتی اور طیبہ دکان کے پیچھے کے کمروں میں چلی جاتیں۔ یہاں آ کر کھانا کھاتیں اور کھانے سے فارغ ہو کر گھر کی چار دیواری کے اندر جو پُر فضا باغ تھا اس کی سیر میں مصروف ہوتیں۔

اسی طرح دن پہ دن گذرنے لگے۔ موتی بہت کم بکے۔ جو بکے بھی وہ چھوٹی قسم کے تھے۔ بڑے موتی یوہیں رہے۔ اُن کا خریدار کوئی پیدا نہ ہوا۔ مگر قیمت چھوٹے چھوٹے موتیوں کی بھی سونے کے ذرّوں اور سونے کی اینٹوں میں اتنی ملتی تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں طیبہ اور آشتی نے اتنی دولت جمع کر لی کہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کس کام آئیگی۔ یہ شہر بھی بہت امن و عافیت کا مقام تھا۔ ان

عورتوں کو ٹھگنے اور ستانے کی فکر کسی کو نہ تھی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ لوگ اِن سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا جانے یہ پردیسیں کس ملک سے اِدھر آنکلی ہیں۔ ایک خبر یہ بھی اُڑ گئی تھی کہ مصر کے خداؤں میں سے کوئی بڑا خدا انکا خاص طور پر محافظ و نگہبان ہے۔

شہر میں یہ خبریں لوگوں کو کیونکر معلوم ہوئیں اِس کا حال کسی پر روشن نہ تھا۔ مگر نتیجہ اِن کا اتنا ضرور ہوا کہ ان عورتوں کو کسی طرح کا نقصان یا گزند نہ پہونچا۔ شہر میں اب یہ موتی والیوں کے نام سے مشہور ہوگئیں۔ ظاہر میں گو ان کا کوئی محافظ نہ تھا مگر ایسے گاہک بھی جو چیز اُدھار لے جاتے تھے بہت جلد آکر قیمت ادا کر دیتے تھے۔ نوکر بھی ان موتی والیوں کے جتنے تھے وہ ایماندار اور وفادار نکلے۔ غرض اس طرح آشتی اور طیبہ اس شہر میں آباد ہو کر تجارت کرتی رہیں۔ اپنے دلی راز کسی پر انھوں نے ظاہر نہ کئے۔ اور اس اُمید میں زندہ رہیں کہ ایک وقت اس شہر سے نکلنے کا بھی آنے والا ہے۔ لیکن گھر کی چار دیواری سے باہر کسی نے قدم نہ نکالا۔

حقیقت یہ تھی کہ جس زمانہ میں آشتی اور طیبہ اس شہر میں وارد ہوئی ہیں تو یہاں کا بادشاہ ایک دوسرے بادشاہ سے جس کی عملداری سمندر کے کنارے تھی لڑنے گیا ہوا تھا۔ جب ان عورتوں کو یہاں آئے ہوئے کئی مہینے گذر لئے تو یہ بادشاہ جس کا نام جانیس تھا دشمن پر فتح پاکر اپنے شہر کو واپس آیا۔ اور آتے ہی اس فتح کی خوشی میں اس نے ایک دن جشن کا مقرر کیا۔

جانیس جشن فتح کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ درباریوں میں سے کسی نے پردیس کی ان موتی والیوں کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے اِس خیال سے کہ جشن کا موقع ہے عمدہ قسم کے موتی بھی خریدنے مناسب ہونگے۔ ایک دن بھیس بدل کر وہ ان عورتوں کی دُکان پر گیا اور آشتی سے کہا کہ "ہم موتی دیکھنے آئے ہیں۔ عمدہ موتی ہوں تو دِکھاؤ"۔ یہ وقت وہ تھا کہ آشتی دُکان بند کر چکی تھی اور طیبہ نے چنگ بجانا شروع کر دیا تھا۔ اور اُس کے ساتھ گانے بھی لگی تھی، بادشاہ طیبہ کی شیریں آواز

سُنتے ہی ایسا بے خود ہوا کہ موتی خریدنے بھول گیا۔ جب طبیعہ گا چکی تو آشتی مُنہ پر نقاب ڈالے اُٹھی۔ اور ان سب لوگوں کی طرف جو دُکان کے سامنے جمع ہو گئے تھے شکریہ کی نظر سے سر جھکایا اور پھر نوکروں کو حکم دیا کہ مال کے صندوقچے بند کر کے مکان کے اندر پہونچا دیئے جائیں۔

یہ سُنکر جانیس نے آشتی سے کہا "مگر میں موتی خریدنے آیا ہوں۔ اگر تمہارے پاس عمدہ موتی ہیں تو دکھاتی کیوں نہیں؟"

آشتی نے جانیس کی زرد اور منحوس سی صورت اور گفتگو کا ناشائستہ انداز دیکھکر کہا "موتی دیکھنے ہوں تو تیسرے پہر تشریف لائیں۔ اب وقت نہیں رہا۔ بے وقت تو اس شہر کا بادشاہ بھی آئے تو مال نہیں بیچونگی۔"

جانیس نے بگڑکر کہا "عورت تو بہت بڑھ چڑھ کر بات کرتی ہے۔"

آشتی۔ "یونہی سہی۔ مگر جو کہتی ہوں اُس میں فرق نہیں ہو سکتا۔" اتنا کہہ آشتی مکان کے اندر چلی گئی۔

خلاصہ یہ کہ تیسرے پہر بادشاہ پھر موتی والیوں کی دُکان پر آیا۔ اب موتی خریدنے کی نیت نہ تھی جتنا اس بات کا شوق تھا کہ جو اچھی آواز صبح سُنی تھی وہی پھر سُننے میں آئے۔ مگر آتے ہی آشتی سے پھر یہی کہا کہ "موتی دِکھاؤ۔" آشتی نے دو تین لڑیاں سامنے رکھدیں۔ جانیس نے دیکھکر کہا یہ موتی چھوٹے بہت ہیں۔ آشتی نے بڑے موتیوں کی لڑیاں دِکھائیں۔ مگر جانیس کو یہ موتی بھی پسند نہ ہوئے۔ کچھ دیر تک یہی ہوتا رہا۔ آخرکار آشتی نے اپنی جیب سے کپڑے میں لپٹے ہوئے بڑے موتی نکالے۔ بادشاہ اِن موتیوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ ایسے موتی اُس نے کبھی پہلے نہ دیکھے۔ قیمت پوچھی آشتی نے بہت بے پروائی سے کہا۔ اُن کی قیمت اتنی ہے کہ شاید آپ سُننا گوارا نہ کرینگے۔" کیونکہ ان کی مثل موتی شاید ہی دُنیا میں کہیں نکلیں۔" غرض جب آشتی نے اُن کی قیمت بتائی تو جانیس حیرت سے دو قدم پیچھے

ہٹ گیا اور حقیقت میں آشتی نے جو قیمت مانگی تھی وہ بہت تھی۔ تقریباً اس ملک کی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہوتی تھی جو حال میں جانیس نے فتح کیا تھا۔

جانیس نے کہا۔ ”تم قیمت بتاتی ہو یا مذاق کرتی ہو۔ کچھ کمی بھی تو کرو“

آشتی نے کہا۔ ”نہ میں مذاق کرتی ہوں اور نہ قیمت کم ہو سکتی ہے“۔ اتنا کہہ آشتی نے موتی اپنی جیب میں رکھ لئے۔

جانیس کو اس پر بہت غصہ آیا اور کہنے لگا:۔

”تم کو معلوم بھی ہے کہ میں اِس مُلک کا بادشاہ ہوں۔ جس وقت چاہوں بلا قیمت یہ موتی تم سے لے سکتا ہوں“

آشتی کے چہرے پر کوئی علامت تعجب کی ظاہر نہیں ہوئی اور اُس نے جانیس کی طرف دیکھکر کہا۔ ”اچھا۔ آپ یہاں کے بادشاہ ہیں۔ مجھے اس کا گمان بھی نہ گذرا تھا۔ اگر آپ میرا مال اس طرح خریدنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے ابھی فرمایا تو پھر آپ رعایا کے بادشاہ نہیں چوروں کے بادشاہ سمجھے جائینگے“

یہ فقرہ جن لوگوں نے سُنا بے اختیار ہنس پڑے۔ جانیس نے اُس وقت مناسب سمجھا کہ خود بھی بات کو مذاق میں اُڑا دے۔ چنانچہ سب کے ساتھ وہ بھی ہنسنے لگا اور اب پھر موتیوں کا مول تول شروع ہوا۔ کوئی بات طے نہ ہوئی تھی کہ مقررہ وقت پر طیبہ نے اوٹ کے پیچھے بیٹھ کر حسبِ معمول چنگ پر گانا شروع کیا۔

بادشاہ نے گانے کی آواز سُنتے ہی آشتی سے کہا۔ ”اچھا بس۔ کل اِن موتیوں کی قیمت تمہیں پہونچ جائیگی۔ اب تو میں یہ گانا سُننا ہوں جو انمول ہے“

جانیس گانا سننے میں بالکل محو ہو گیا۔ طیبہ بھی اتفاق سے آج بہت ہی لطف اور جوش کے ساتھ

گا رہی تھی۔ جانیس چپکے چپکے کھسک کر اوٹ کے قریب پہونچ گیا اور اوٹ کی جالیوں میں اُنگلیاں ڈالکر اُس کے سہارے اس طرح کھڑا ہوا کہ گویا گانے کے اثر سے کسی بات کا ہوش نہیں رہا ہے۔ پھر قصداً یا اتفاق سے کچھ اس طرح بیتاب ہوکر پیچھے کو ہٹا کہ خود بھی اور وہ جالی کی اوٹ بھی دونوں دھم سے فرش پر آرہے۔ جانیس فوراً سنبھل کر اُٹھا مگر دیکھتا کیا ہے کہ طیبہ بے نقاب زرق برق لباس پہنے سونے اور ہاتھی دانت کا چنگ ہاتھ میں اُس کے تاروں پر انگلیاں دوڑا رہی ہے۔ جس قدر لوگ وہاں موجود تھے اُنکو ایسا معلوم ہوا کہ بادل ہٹ گیا اور طیبہ کے حُسن نے شعاعِ آفتاب کی طرح چمک کر سب کی نظروں کو خیرہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک سب چپ رہے۔ پھر مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا:۔

"لوگو۔ یہ گانے والی نہیں، یہ تو کسی ملک کی ملکہ ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔"یہ انسان ہی نہیں آسمان کی دیبی ہے۔" جب تک یہ فقرے لوگوں کی زبان سے نکلیں طیبہ غائب ہو چکی تھی۔

جانیس کا یہ حال تھا کہ مُنہ کھُلا تھا اور پھٹی آنکھوں سے طیبہ کی طرف ٹکٹکی باندھے شرابی کی طرح جھوم رہا تھا۔ جب طیبہ چلی گئی تو آشتی سے پوچھنے لگا "کیا یہ حسین لڑکی تمہاری لونڈی ہے؟"

آشتی "نہیں۔ میری بیٹی ہے۔ آپ نے بہت بُرا کیا کہ اوٹ گرا کر اُس کی صورت دیکھی۔ آپ کو یہ حق نہ تھا۔"

جانیس۔ "مجھے سب حق ہے۔ تمہاری اس بیٹی کو میں اپنی ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔ بس یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اس میں فرق نہ ہوگا۔ اور تمہیں اُس کے انعام میں اتنا ہی سونا چاندی دونگا جتنا ان موتیوں کی قیمت میں دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

آشتی نے جانیس کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔"اور بادشاہوں کے دل میں بھی یہی ارمان پیدا ہوا تھا حالانکہ وہ آپ سے کہیں زیادہ انعام واکرام کا وعدہ کرتے تھے۔"

جانیس کو اس فقرہ پر ایسا طیش آیا کہ قدم بڑھا کر آشتی پر ہاتھ چلانا چاہا مگر فوراً ہی اس قصد سے باز آیا اور کہنے لگا۔

"تم نے ایک معقول سوال کا نہایت گستاخی سے جواب دیا ہے۔ اس کا خیال تو کیا ہوتا کہ تم کو یہاں کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ کون ہو اور کہاں سے آئی ہو۔ اور پھر دماغ میں اتنی نخوت سمائی ہے۔ خیر۔ اس وقت بہت لوگوں کی نظریں اس طرف پڑ رہی ہیں زیادہ بات کرنی نہیں چاہتا۔ کل اس معاملہ میں گفتگو کرونگا۔ اس وقت تک کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا۔"

آشتی نے جواب دیا۔ "آپ کی گفتگو فضول ہوگی۔" مگر جب تک آشتی اتنا کہے جانیس روانہ ہو گیا تھا۔

آشتی اُٹھکر گھر میں گئی۔ طیبہ اس وقت باغ میں جا بیٹھی تھی۔ آشتی نے پاس جا کر کُل حال بیان کیا۔

طیبہ ڈر کر کہنے لگی۔ "کیا اچھا ہوتا جو جنگل کا وہ فقیر کیفر اس وقت موجود ہوتا۔ معلوم ہوتا ہی کہ میں پھر کسی بلا میں گرفتار ہوا چاہتی ہوں۔ اس جانیس بدبخت سے بھی مجھے ایسی ہی نفرت معلوم ہوتی ہی جیسے توران یا اماتل شہزادہ کوش سے تھی۔ اِس جانیس کا اتنا مقدور کہ مجھے اپنی ملکہ بنائے۔"

آشتی نے کہا۔ "تو بہتر یہی ہے کہ آج ہی رات کو یہاں سے نکل کر صحرا کا رستہ پکڑیں۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ جو مرد تمہاری صورت دیکھ لیتا ہے اُس کا کیا درجہ ہوتا ہے۔"

طیبہ۔ "کوش کے شہزادہ کا جو درجہ ہوا وہ جانتی ہوں اور توران پر میری ہمزاد کے ہاتھوں جو کچھ گذر رہا ہے اُسے بھی سمجھتی ہوں۔ اور اب یہ جانیس پیدا ہوا ہے۔ اس کا حال بھی ان دونوں سے بہتر نہ ہوگا۔"

آشتی بولی۔ "سچ کہتی ہو۔" اتنا کہہ کر کچھ خیال آیا۔ گھر میں جا کر نوکروں سے کچھ پوچھنے لگی۔ پھر

طیبہ کے پاس آکر کہا:۔

"یہاں سے نکلنا ممکن نہیں۔ چاروں طرف فوج کا پہرا بیٹھا ہے۔ گھر سے کچھ مامائیں باہر نکل کر جانا چاہتی تھیں، سب کو واپس آنا پڑا، کہتی ہیں کہ بادشاہ کا حکم ہو گیا ہے اس گھر کے دروازے سے کوئی باہر نہ نکلنے پائے"

طیبہ "آشتی۔ کہو تو چنگ بجا کر کیفر کا نام لوں۔ مصیبت کے وقت بلانے کی یہی ترکیب تو وہ بتا گیا ہے"

آشتی نے کہا۔ "ابھی نہیں۔ ممکن ہے اس وقت کا خطرہ آپ سے آپ دور ہو جائے۔ رات کو بادشاہ کے دل میں کوئی بات پیدا ہو اور وہ اپنا ارادہ بدل دے، اس صورت میں کیفر کو طلب کرنا بے سود ہوگا اور ممکن ہے کہ بیکار بلانے پر وہ ناراض ہو۔ اب چلو۔ کھانا تیار ہے"

طیبہ اور آشتی باغ سے اٹھ کر کمرے میں جا کر کھانے بیٹھی ہی تھیں کہ ایک غل سنائی دیا۔ کمرے کے باہر روشنی تھی۔ اس روشنی میں دیکھا کہ دو خواجہ سرا اور ان کے ساتھ بہت سی خواصیں کمرے کے اندر گھسی چلی آتی ہیں۔

طیبہ فوراً کمرے سے خنجر نکال ایک خواجہ سرا کی طرف جو سب کا سردار معلوم ہوتا تھا بڑھی۔ یہ خواجہ سرا جو بہت بڈھا تھا اور اس کے سر کے بال بالکل سپید ہو گئے تھے۔ طیبہ کو دیکھ کر ڈرا نہیں بلکہ بہت ادب سے سلام کر کے اور گردن جھکا کر کہنے لگا۔

"حضور۔ یہ سر حاضر ہے۔ مقابلہ کی مجھے مجال نہیں۔ نہ تلوار رکھتا ہوں نہ سپر۔ جب چاہے تن سے سر جدا کر دیں۔ لیکن بادشاہ کے حکم سے سرتابی کیونکر ممکن ہے۔ آپکو اور نہ آپکے متعلقین کو کسی قسم کا ضرر پہونچانا مقصود ہے، بادشاہ سلامت کی صرف یہ خواہش ہے کہ اس مکان کو چھوڑ کر آپ محل شاہی میں تشریف لے چلیں۔ حضور کا حسن و جمال اور یہ شاہانہ وجاہت اس امر کی

مقتضی نہیں ہے کہ بازار میں سکونت رکھیں، اسی بنا پر ارشاد ہوا ہے کہ حضور کو اور حضور کے جس قدر ہمراہی ہیں اُن کو مع اُن کے مال و اسباب کے قصرِ شاہی میں جگہ دی جائے۔ اگر اس امر میں کوئی اعتراض ہو تو حضور خود بادشاہ سلامت سے گفت گو کر سکتی ہیں۔"

آشتی نے طیبہ سے کہا "بیٹی۔ خنجر تو نیام میں رکھ لو۔ ان غلاموں سے بات کرنی بیکار ہے۔ حالت مجبوری کی ہے اور بادشاہ کے محل کو چلنے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔"

چنانچہ جب طیبہ اور آشتی اپنے برقعے اوڑھ منہ پر نقابیں ڈال گھر سے نکلیں تو دروازہ پر دو پالکیاں تیار کھڑی تھیں۔ دونوں مع اپنے مال و متاع و جواہرات کے پالکیوں میں سوار ہوئیں۔ خواجہ سراؤں کے ساتھ جو خواصیں تھیں انھوں نے گھر کا باقی اسباب سنبھالا اور گھر کو خالی کر طیبہ کے نوکروں کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستوں میں دونوں طرف سپاہیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ ان راستوں کو طے کر کے آخر کار سب محل کے دروازہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی دروازے بند کر دئیے گئے۔ بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد پالکیاں ایک بڑے عالی شان کمرے کے سامنے رکھی گئیں۔ اندر چاندی کے شمع دان اور فتیل سوز روشن تھے۔ ان میں خوشبودار تیل جل رہا تھا۔ بادشاہ کے ملازم اور طیبہ کے نوکر کمرے میں سامان رکھنے اور آراستہ کرنے میں مصروف ہوئے۔

کُل سامان بہت جلد قرینے سے لگا دیا گیا۔ اور اب آشتی اور طیبہ کے لئے خاصہ مع شراب کے حاضر کیا گیا۔ اس وقت یہ دونوں اس کمرے میں تنہا تھیں اور دونوں کھڑی ایک دوسرے کا منہ تکتی تھیں۔ طیبہ نے اپنا چنگ جسے وہ اپنے ساتھ ہی لائی تھی اٹھا کر آشتی سے کہا "کہو تو اسے بجا کر کیقباد کا نام لوں۔ دیکھو اس کمرے میں ایک کھڑکی بھی اسی وضع کی ہے جس کا کیقباد نے ذکر کیا تھا۔"

آشتی نے کہا "نہیں ابھی نہیں۔ سب باتیں پوری معلوم ہوجانے دو پھر کیفر کو بلاتا"
آشتی کی زبان سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور جانیس رخت شاہی سے آراستہ کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے کے وسط میں ایک حوض سنگ مرمر کا تھا جس میں نہایت صاف وشفاف پانی بھرا تھا۔ یہ حوض یا تو اُن شہزادیوں اور بیگمات کے نہانے کا تھا جو یہاں کبھی رہا کرتی تھیں یا محض کمرے کو سرد رکھنے کے لئے تعمیر ہوا تھا۔ طیبہ اور آشتی اس حوض کے ایک کنارے کھڑی تھیں۔ بادشاہ جانیس دوسری طرف آکر کھڑا ہوا۔ بیچ میں پانی حائل تھا۔ بادشاہ نے آتے ہی تین مرتبہ طیبہ کے سامنے سر جھکایا اور پھر سر اونچا کرکے کہنے لگا۔

"اے شعلۂ حسن۔ میں کس نام سے آپ کو خطاب کروں۔ آپکے ملازموں سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا نام نفرطی ہے۔ مصر کی آپ رہنے والی ہیں۔ معلوم نہیں یہ نام انھوں نے درست بتلایا ہے یا غلط۔ بہرکیف میں معافی کا خواستگار ہوں۔ اس میں مطلق کلام نہیں کہ میرا آپ کو یہاں طلب کرنا سخت ناگوارِ خاطر ہوگا۔ لیکن عذرِ گناہ صرف یہی ہے کہ دل پر قابو نہ تھا۔ اسے خوش قسمتی سمجھیے یا بدقسمتی لیکن جب سے آپ کی صورت دیکھی ہے دل یہی چاہتا ہے کہ پھر اس صورت کو دیکھوں اور عمر بھر دیکھے جاؤں۔ اے نازنین جب سے تیرا دیدار ہوا ہے عشق کی دیوی نے جسے مصر کے لوگ ربہ حاسر کہتے ہیں میری گردن میں طوقِ غلامی ڈال دیا ہے۔ اب دولت حکومت یا کسی دوسری عورت کی خواہش مجھے مطلق نہیں رہی۔ اب اس دل میں تم ہی تم ہو۔ میں کسی طرح کی تکلیف یا نقصان نہیں پہونچاؤنگا۔ اپنی نصف سلطنت کا میں آپ کو مالک کرتا ہوں اور آپ کو اور صرف آپ کو میری ملکہ بننا ہوگا۔ اب جو کچھ کہنا ہو وہ کہیں۔"

طیبہ نے جواب دیا "بادشاہ جانیس۔ یہ کیسا خیالِ باطل آپ کے ذہن میں پیدا ہوا ہے کہ

ایک معمولی گانے بجانے والی کو آپ اپنی ملکہ بنائیں جو ایک موتی بیچنے والی عورت کی لڑکی بھٹکتی پھرتی آپ کے شہر میں آنکلی ہے۔ اس خیال سے درگذر کیجئے اور اپنی ملکہ کسی معزز اور شاہی گھرانے کی لڑکی کو بنائیے۔ بادشاہوں اور تاجداروں سے خط و کتابت کیجئے۔ مثلاً توران بادشاہ مصر ہے۔ اس کی کئی بیٹیاں ہیں۔ کسی لڑکی سے عقد کا پیغام بھیجئے۔ یا شام کے والیانِ ملک یا ولایت لبنان میں ہیلوس کے بادشاہ یا بلاد کوش میں وہاں کے روساء عظام کو یا صحرا کے دوسری طرف مملکت بنت کے شہنشاہ سے بیٹی مانگیئے۔ اور اس غریب گانے والی کو اس کے حال پر چھوڑیئے۔"

جانیس نے طیبہ کے آخیر جملے کی تکرار کی "غریب گانے والی۔ غریب بھی کیسی جس کے پاس یا جس کی ماں کے پاس ایک ایک دُر گراں بہا ایسا ہو جس کی قیمت میں ایک ملک کا مالیہ بھی کوئی حقیقت نہ رکھے۔ جس کے چنگ پر سونے کی پری بنی ہو اور پری کے تاج میں مار فرعون کا نقش ہو۔ غریب گانے والی۔ جس کے خدوخال اور چہرہ کا نقشہ صاف کہہ رہا ہے کہ شاہانِ قدیم کی نشانیوں میں کسی بادشاہ کا جگر پارہ ہے۔ جس کی خوشنوائی انسان اور حیوان دونوں کو اپنا منوالا بنادے۔ بجا ہے۔ آپ کے مشورے کا میں بہت مِنت گذار ہوں۔ لیکن اب تو ایک غریب گانے والی ہی میری قسمت میں اُتری ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ میری اولاد کو انساب کی شکایت نہ ہوگی اور نہ اس پر ان کو شرمندہ ہونا پڑیگا کہ ان میں آپ جیسی غریب گانے والی کا خون موجود ہے۔ اور جسنے اپنے سینے پر وہ نقش بنا رکھا ہے جسکی پرستش مصر کے لوگ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ اونٹ کے گرنے کے وقت یہ نقش مجھے بھی نظر آگیا تھا۔"

یہ گفتگو سنکر طیبہ نے بہت خشک منہ سے جواب دیا۔ "آپ کی اس قدر دانی کی بے حد ممنون

ہوں۔لیکن جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ ناممکن ہے۔مجھکو اپنی ہی قوم کے ایک مرد سے اُلفت ہے اور میں سوائے اس کے کبھی دوسرے سے شادی نہیں کرسکتی۔"

جانیس۔"اچھا۔آپ کا چاہنے والا کوئی اور بھی ہے۔اسکا نام میرے سامنے نہ لیجئے گا ورنہ ملک الموت بن کر اُس کی روح قبض کرلونگا اور دُنیا سے اس کا نام و نشان مٹا دونگا۔ہائیں۔آپ نے تو اس طرح سر ہلا دیا کہ گویا وہ آپ کا چاہنے والا کوئی بڑا آدمی ہے۔مگر اتنا یاد رہے کہ اس کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ آپ اُس سے اُلفت رکھتی ہیں۔اور اسی جرم کی پاداش میں اُسے نیست و نابود کر دونگا۔اب پھر سُنو میں تم کو اپنے عقد میں لاکر اپنی ملکہ بنانا چاہتا ہوں، چاہے ملکہ بناؤں چاہے نہ بناؤں مگر ہر حال میں تم کو میرا ہو کر رہنا پڑیگا۔اس وقت تم میرے قابو میں ہو۔مگر میں مجبور نہیں کرتا۔غور کرنے کے لئے مہلت دیتا ہوں۔اگر آج کے تیسرے دن آپ نے میرے تاج و تخت میں شرکت سے انکار کیا تو پھر میرے ساتھ تخت پر جلوس کرنا تو درکنار میری جوتیوں میں بیٹھنا پڑیگا۔"

طیبہ کو اس گفتگو پر اسقدر غصہ آیا کہ مُنہ سے نقاب اُٹھائی اور جانیس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگی"تم مجھے بڑے گھرانے کی عورت سمجھتے ہو۔ہاں بے شک میں ایسی ہی ہوں۔مگر میرا رُتبہ یا درجہ کچھ ہی ہو میرا خدا ہر وقت میرے ساتھ ہے اور اُسی کے بھروسے پر میں اپنی عصمت پر دل قوی رکھتی ہوں۔پس اے ذلیل اور کمینے بادشاہ۔مجھے میرے حال پر رہنے دے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے خداؤں سے فریاد کروں اور تجھ پر اُن کا قہر نازل ہو۔"

جانیس۔"ملکہ عشق کا قہر تو نازل کرا ہی چکی ہو۔باقی جس قدر خدا ہیں اُن کا غضب بھی اُٹھانے کو تیار ہوں۔نہ میں آپکے خداؤں کو مانتا ہوں اور نہ اُن کا مجھے ڈر ہے۔بُرائی بھلائی جو کچھ اُن کو کرنی ہیں کریں۔مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں۔لیکن قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کی رات

سے جو تیسری رات آئیگی خواہ ملکہ بن کر اور خواہ باندی بن کر تم کو میرے ساتھ رہنا پڑیگا۔ اور یہ عورت جسے تم اپنی ماں کہتی ہو یہ میری اس قسم کی اور قسم سے جو نتیجہ ہونے والا ہے اُس کی شاہد رہے گی۔"

آشتی نے کہا۔ "بادشاہ سلامت۔ آپکی قسم کی تو میں شاہد رہونگی۔ لیکن آپ کی قسم کا جو نتیجہ ہونے والا ہے اُس کا مجھے کیا علم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہو گا۔ جس ملک کی میں رہنے والی ہوں وہاں کے لوگ مجھے بڑا ساحر مانتے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ سحر مجھکو کیونکر آیا۔ اور وہ کچھ یقینی چیز بھی نہیں ہے۔ بعض وقت یہ علم میرا تابع ہوتا ہے اور بعض وقت وہ مجھے پوچھتا بھی نہیں۔ لیکن آپ کی خاطر میں اُس سے ضرور کام لونگی۔ کیا آپ اس نتیجہ کو جس کا آپ نے ابھی ذکر کیا پہلے سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی یہ جاننا چاہتے ہیں، کہ اس جوان لڑکی کو آپ جبراً اپنی ملکہ یا داشتہ عورت بنا سکیں گے یا نہیں۔"

جانیس نے جواب دیا۔ "اگر اس قسم کے شعبدے تمہیں دکھانے آتے ہیں تو دکھاؤ۔ مجھے دیکھنے میں کیا عذر ہے۔ ضرور دکھاؤ۔ میں دیکھونگا۔"

آشتی۔ "بہت بہتر ہے۔ لیکن آپ کے اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اتفاق سے وہ شعبدہ پسندِ خاطر نہ ہوا تو مجھکو آپ کوئی الزام نہ دینگے۔ یہ قول آپ کا ہو چکا۔ اس سے آپ نہیں پھر سکتے۔ اچھا اب حضور اس حوض کے پانی کو غور سے دیکھیں اور میں تمام خداؤں سے اور بالخصوص اُن خداؤں سے جو میرے ملک اور وطن کے ہیں التجا کرتی ہوں کہ وہ مجھ پر مہربان ہوں اور آپ کو دکھادیں کہ آج سے تیسری شب کو جسے آپ شبِ وصل سمجھ رہے ہیں آپ کس حال میں ہونگے۔ بیٹی۔ ذرا چنگ اُٹھا کر وہ راگ تو چھیڑ جسے میں نے بڑی محنت سے تجھے سکھایا تھا تاکہ جب تک خداؤں سے میری التجا کا جواب ملے یہ انتظار کا

وقت آسانی سے گذر جائے۔"

آشتی حوض کے کنارے گھٹنے زمین پر ٹیک کر کھڑی ہوئی۔ سر جھکا کر دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے۔ طیبہ نے چنگ بجایا اور ایک غیر زبان کا گیت نہایت شیریں آواز سے گانا شروع کیا۔ اس نغمے کے الفاظ نہایت دل گداز تھے، جانیس کو معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے گرم خون میں جو اب تک اس کے جسم میں کھول رہا تھا یہ الفاظ برف کی طرح اپنا اثر پہونچا رہے ہیں۔ اور اس کا خون رگوں میں جمتا چلا جاتا ہے۔ پہلے تو اس کی نظر طیبہ کی طرف تھی لیکن پھر خود بخود حوض کے پانی پر جم گئی۔

اور دیکھو۔ پانی کی سیاہ سطح پر ایک دھواں سا اٹھا اور جب وہ دھواں جاتا رہا تو آئینہ کی طرح اس پر ایک تصویر نظر آئی۔ تصویر میں دیکھا کہ وہ خود ایک طرف بالکل برہنہ زخموں سے چور ایک مفلس کی بے گور و کفن لاش کی طرح پڑا ہے۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی آسمان کی طرف کھلی ہیں۔ گلا کٹا ہوا ہے اور سینہ دونوں پہلوؤں کی طرف گھائل ہے۔ زخموں سے خون کے فوارے نکل کر اسی کے محل میں سنگ مرمر کے فرش پر بہ رہے ہیں۔ محل کو کسی نے آگ لگا کر بالکل غارت کر دیا ہے۔ اور جھلسے ہوئے ستون ایک سیاہ فام دیو کی انگلیوں کی طرح چاند کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ بالکل تنہا زمین پر پڑا ہے اور ایک بڑا کتا جو خود اس کا پرانا رفیق ہے اس کی لاش پر کھڑا منہ اوپر کو اٹھائے ایک لمبی دردناک مسلسل ہو کے ساتھ رو رہا ہے۔

طیبہ نے گانا بند کیا۔ گانے کے بند ہوتے ہی وہ تصویر بھی غائب ہو گئی۔ جانیس حوض کے کنارے سے فوراً ہٹ کر کھڑا ہوا اور آشتی کی طرف گھور کر کہنے لگا۔

"اری جادوگرنی، بدذات۔ اگر تو میری مہمان اور اس مہوش کی ماں نہ ہوتی جسے میں اب بھی اپنی ملکہ بناؤنگا تو اس شعبدے بازی کی سزا میں نہایت اذیت سے تیری جان نکالتا۔"

آشتی "میں اس طرح مرنے والی نہیں۔ جو لوگ خداؤں کا حکم سننا چاہتے ہیں وہ حکم سنکر خداؤں سے لڑائی نہیں باندہتے۔ مجھے مطلق نہیں معلوم کہ آپ نے پانی میں کیا دیکھا۔ ممکن ہے جو کچھ دیکھا ہو وہ آپ کے یا میرے دماغ کی ایک خیالی تصویر کے سوا کچھ نہ ہو۔ بادشاہ سلامت اب ہم لوگوں کو آرام کرنے دیجئے۔ ہم بہت تھکے ہوتے ہیں۔ اور جو باتیں پردہ غیب سے ظہور میں آنے والی ہیں اُن کو آئندہ پر چھوڑیئے۔ تین دن کے بعد خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا باتیں ہیں"

جانیس اتنا سنکر چُپ چاپ اُٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

طیبہ نے آشتی سے پوچھا۔ "آشتی اس حوض میں بادشاہ کو کیا تصویر دکھائی دی تھی۔ میں نے تو کوئی چیز پانی میں دیکھی نہیں"

آشتی نے مسکرا کر کہا "کسی مردہ کی تصویر دیکھی ہوگی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی دیوتا نے جو تمہارے چاہنے والوں سے رشک رکھتا ہے اس غریب بادشاہ کو قہر کی نگاہ سے دیکھ لیا ہے۔ جرم یہ ہے کہ تمہاری تمنا رکھتا ہے اور یہ کافی ہے کہ اُسکی جان جاتی رہے۔ پیاری طیبہ۔ عموناً کے چمکتے تارے تمہارے عاشقوں کو تو ہمیشہ مصیبتوں ہی میں مبتلا دیکھا۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں آپ کی یہ فتنہ زا نگاہیں آپکے اور عاشقوں کی طرح میرے لخت جگر کا بھی یہی درجہ نہ کردیں۔ اگر اس پر کوئی آفت آئی تو پھر ڈرتی ہوں کہ کہیں اس سے دل نہ پھر جائے جسے اپنا دودھ پلا کر جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے"

یہ خیال کرکے کہ کہیں رعمیس کو بھی میری وجہ سے موت نہ آجائے طیبہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حلق سے آواز نکلنی مشکل ہوگئی۔ رو کر کہنے لگی۔

"دادا آشتی۔ ایسی بدشگونی کی باتیں کیوں منہ سے نکالتی ہو۔ جب وہی نہ رہیگا جسکی وجہ سے

یہ سب دُکھ اُٹھا رہی ہوں تو پھر میں جی کر کیا کرونگی - اسی کے ساتھ میں بھی مرجاؤنگی - مگر آشتی تم بڑی بے انصاف نکلیں - کیتھی کے شہزادے کی قاتل کیا میں تھی "

آشتی "ملکہ پیاری - قاتل تو بے شک دوسرا تھا - مگر تمہاری وجہ سے اُس نے یہ جُرم کیا تھا "

طیبہ "پھر اچھا کیا تم گوارا کرلیتیں کہ میں اس پلید نوران سے جو میرے باپ اور تمہارے شوہر کا قاتل ہے بیاہ کر لیتی - پھر تم ہی منصفی کرو - کیا اس شہر کے بادشاہ جاتنیس کو ابھی ابھی پانی میں تصویر میں نے دکھائی تھی یا کسی جادوگرنی نے جس کا نام آشتی ہے - اور جو عموّن کی بڑی عزیز کا بیٹا ہے - پھر اگر یہ سچ ہے کہ یہ جاتنیس مارا جائیگا اور اُس کا مارا جانا اس قصور پر ہوگا کہ مجھ سے محبت رکھتا تھا تو میں عورت ذات ہوں اُس کا قصور معاف کئے دیتی ہوں - اور اگر وہ اس لئے واجب القتل ٹھیرا کہ میری عصمت پر حرف لانے کے لئے مجھ پر دراز دستی کرنی چاہتا تھا تو میں اسے معاف نہیں کرتی - اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ مجھ میں تھوڑا سا نحوست ضرور ایسا ہے جسے انسان کا خون نہیں کہہ سکتے - یا یہ سمجھو کہ پیدا ہونے سے پہلے جو مقدر میں لکھدیا گیا تھا اُسے پورا کر رہی ہوں - اس میں چاہے دوسروں کو تکلیف پہنچے چاہے راحت - جو رستہ خدا دکھاتا ہے اسی پر قدم اُٹھا کرتا ہے - پھر پیاری دوا - تم سب مجھے بُرا بھلا کیوں کہتی ہو - طیبہ اتنا کہہ کر رونے لگی -

آشتی نے گلے لگا کر پیار کیا اور کہا "صدقے جاؤں - میں تمہیں بُرا نہیں کہتی - میں کون بلا ہوتی ہوں جو عموّن کے اس چاند تارے اور اپنی ملکہ کو بُرا کہوں - پیاری - میں جانتی ہوں کہ تمہاری تقدیر کا قصر تیار ہوچکا ہے - کشتی عمر کو چاہے دریا کے چڑھاؤ کے رُخ لیجاؤ چاہے اُتار کے رُخ لیکن اس قصر کے دروازے سے گذر کر اندر داخل ہونا ہے - مجھے صرف اپنے

بصر رعمیس کی جان کا خوف رہتا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی کوئی بات زبان پر ایسی آجاتی ہے جس سے
رادل دکھتا ہے۔ رعمیس میرا ایک ہی بچہ ہے۔ اپنی جان سے جینا رہے۔ سوائے اُس کے اب
اکون ہے۔ دُنیا بھر کے قصّے قضیے جادو کے زور سے معلوم کرلیتی ہوں لیکن اپنے بچّہ کا حال
پر کچھ نہیں کھلتا۔ معلوم نہیں یہ پردہ مجھ میں اور اُس میں کیسا پڑ گیا ہے۔ خداوں سے
وقت ڈرتی رہتی ہوں۔ کیونکہ پیاری تم سے کسی کا محبّت کرنا خداؤں کی نظروں میں بہت
ا چیز ہے۔ کہیں یہ دیکھکر کہ اتنی بڑی نعمت رعمیس کو کیوں نصیب ہوگئی اُن کو رشک
اور رعمیس کو قبل از وقت دُنیا سے اُٹھا لیں۔ یہ خیال جب آتا ہے تو کلیجہ لرزنے لگتا ہے۔"

اب طیبہ کی باری آئی کہ وہ آشتی کی غمگساری کرے۔ کہنے لگی۔

"نہیں آشتی ڈرو نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ تم کو ربّ عمون کا وہ قول یاد نہیں رہا۔ جب میں
دا بھی نہیں ہوئی تھی تو ربّ عمون نے فرمایا تھا کہ ملکہ کے بطن سے جب یہ لڑکی پیدا ہوگی
اہی خاندان کا ایک لڑکا اس پر عاشق ہوگا۔ اور اس لڑکی کو بھی اس سے عشق ہوگا اور ان
ن کی نسل سے مصر کے بادشاہوں کا ایک سلسلہ چلیگا۔ جب ربّ عمون جو سب دیوتاؤں
پ ہے یہ کہہ چکا ہے تو پھر کیوں دل میں کسی طرح کا خوف لاتی ہو۔ رعمیس زندہ ہے اور
ہ رہے گا۔"

آشتی۔ "بیٹی۔ یہ سب سچ ہے، مگر شاہی خاندان اور شاہی خاندانوں کے لڑکے اور بہتیرے
۔ یہ کیا ضرور ہے کہ عمون کی مراد رعمیس ہی سے ہو۔"

طیبہ نے آشتی کی گود میں سر رکھکر کہا۔ "نہیں پیاری دادا۔ نہیں۔ میرے لئے سوائے رعمیس
دوسرا کوئی نہیں ہے اور نہ میرے ہاں کوئی بچّہ ایسا ہوگا جس کا باپ رعمیس نہ ہو۔ رعمیس
ہے اور جینا رہیگا۔ اور سب باتوں میں چاہے شبہ کرلو مگر اس میں ذرا شبہ نہ کرنا۔

اگر یہ نہیں تو پھر ربّ عمون کا قول سچ نہیں۔"

آشتی نے کہا۔"بیٹی۔ خدا تمہارے مُنہ کا کہنا کرے۔" یہ کہہ کر اُس نے طیبہ کو پیار کیا اور پھر کچھ سوچکر کہنے لگی۔"اچھا اب جو یہاں پیش آرہا ہے، اس کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ وقت آگیا ہے کہ چنگ لیکر کھڑکی کے پاس جاؤ اور جس طرح جنگل والے فقیر نے بتایا تھا اس مصیبت کے وقت میں اُسے بلاؤ۔"

طیبہ اُٹھی۔ کھڑکی کے پاس جاکر نیچے صحن کی طرف دیکھا۔ چاندنی خوب کھلی تھی اور اب طیبہ نے چنگ بجاکر تین دفعہ پکارا۔

"کیفر۔ کیفر۔ کیفر"

تیسری دفعہ نام لیتے ہی یہ نام ایسا گونجا کہ تمام زمین و آسمان میں کیفر ہی کیفر کی صدا سمائی معلوم ہوئی۔

سولھواں باب

فقیر اور بادشاہ

بادشاہ جانیس نے جو مہلت تین دن کی دی تھی آج اُس کا آخری دن ہے- اور تیسرا پہر ہے- طیبہ اور آشتی کھڑکی کے پاس بیٹھی جھلملیوں میں سے نیچے صحن کی طرف دیکھ رہی ہیں- صحن میں ایک شامیانہ کے نیچے بادشاہ حسبِ معمول اجلاس کر رہا ہے- سائلوں کی عرضیاں پڑھکر ان پر حکم سُناتا ہے- طیبہ اور آشتی کی حالت اس وقت نہایت تشویش اور پریشانی کی ہے کیونکہ مہلت جس قدر دی گئی تھی اُس کی مُدّت ختم ہونے کو ہے-

طیبہ بولی- "شام ہونے کو ہے اور رات ہوتے ہی جانیس یہاں آئیگا- ذرا دیکھو تو اُس کھڑکی کی طرف کس طرح بار بار دیکھتا ہے، بھوکا شیر بھی گوشت کو ایسی بدنیتی سے نہ دیکھتا ہوگا- کیفر کا ابھی تک پتہ نہیں- فقیر ہے خدا جانے کس خیال میں کہاں پڑا پھرتا ہوگا- ممکن ہے زندہ نہ ہو- بالکل بڈھا پھوس تو تھا ہی کہیں وقت نہ آگیا ہو- یا جو کچھ بھی ہو ابھی تک تو اُس کے آنے کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی اور نہ ربِّ عموں کو ہمارے حالِ زار پر اب کوئی توجہ ہے- دعائیں بہت مانگ چکی ہوں مگر اب تک ایک بھی قبول نہیں ہوئی- افسوس سب ہی نے ہاتھ کھینچ لیا- آشتی تم میں تو دُنیا بھر کی عقل ہے- تم ہی بتاؤ اب کیا کیا جانے "

آشتی- "خداؤں پر بھروسا رکھو- ابھی سورج ڈوبنے میں تین گھنٹے باقی ہیں- خدا وقت کی

تیسد سے آزاد ہیں۔ ان تین گھنٹوں میں چاہیں تو ساری دنیا کو مٹا کر دوسری پیدا کر دیں۔ یاد کرو کہ جب منوف کے شہر میں اُس بلند دروازے کے برج میں ہم دونوں فاقوں کی مصیبت میں مبتلا تھیں تو اس بُری حالت سے ہم کو کس نے نجات دی تھی۔ وہ اونچے دریچے سے دریا میں کود نا پھر بےرحم کے جہاز میں سفر کرنا جس کی ناخدائی خود اسی ربّ نے اختیار کی تھی۔ کیوں بھولی جاتی ہو۔ سب باتیں یاد کرو اور خدا پر بھروسا رکھو۔"

طیبہ۔ "مجھکو خدا پر بھروسا ہے لیکن کیا کروں۔ کچھ دل بیٹھا سا جاتا ہے۔ اچھا اس گفتگو ہی کو جانے دو کچھ اور باتیں کرو۔ معلوم نہیں جب ہم منوف سے نکلے اور نکلے بھی عجیب کیفیت سے تو پھر وہاں کیا گذری۔ آشتی تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ میری آتشیں مزاج ہمزاد اب تک وہاں ملکہ بنی حکومت کررہی ہے اور بظاہر ثوران اس کا شوہر ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ثوران کے حال پر افسوس کرنا چاہیئے اس ہمزاد کی آنکھوں میں خدا جانے کیا چیز تھی کہ جب وہ میری طرف دیکھتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ رگوں میں خون بہتے بہتے تھم گیا ہے۔ مگر آشتی تم ہی تو کہا کرتی ہو کہ یہ ہمزاد میری ہستی کا ایک جزو ہے اور وہ کوئی ایسی روح ہے جو فنا نہیں ہو سکتی۔ اور رہنے کے لئے اُسکو میرا ہی قالب ملا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ میری پیدائش کے وقت سے اُسے میرے ساتھ کر دیا گیا ہے۔" آشتی۔ "جی تو چاہتا ہے کہ ایک ہمزاد اور بھی ہوتی جس کو تم اس وقت طلب کر کے اس بدبخت جانیس کے پنجہ غضب سے مجھے رہا کرا دیتیں۔ ذرا صحن کی طرف تو دیکھو۔ مقدمہ کی پیشی ختم ہو چکی ہے۔ وزیر بار بار بادشاہ کے کان میں کچھ کہتا ہے اور بادشاہ اب مقدمہ میں حکم سُنانے کو ہے۔ وزیر آہستہ بات کرتا ہے مگر اُس کی آواز کچھ کچھ یہاں تک آرہی ہے۔ جانیس کا دل یہاں پڑا ہے کھڑکی کی طرف بار بار نظر ڈالتا ہے۔ کمبخت کی نظر ہے یا برقِ اجل کہ جھلملیوں کے پار ہو کر تن بدن پھونکے ڈالتی ہے۔" آشتی "دیکھو اب وہ اُٹھنے کو ہے۔ ہیں۔ یہ کون ہے۔" آشتی "ذرا غور سے دیکھو تو صحن میں یہ عجیب صورت

کس کی ہے"

آشتی نے اُٹھکر جھانکا تو دیکھا کہ صحن کے دروازے سے اندر داخل ہوکر ایک بڑے لمبے قد
آدمی۔ سفید ڈاڑھی۔ زرد چہرہ۔ آنکھیں کچھ اندھی سی۔ عمر بہت زیادہ۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے
ایک موٹی سی لکڑی ہاتھ میں لئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔ دھوپ سے آنکھیں کچھ چُندھیا سی
ہیں۔ پہرے کے سپاہی دوڑے کہ اُسے مارکر باہر نکالیں۔ بڈھے نے اتنا دیکھتے ہی اپنے
عصا ان کی طرف اُٹھایا اور وہ سب کے سب دفعتًا رُک کر اس طرح پیچھے ہٹے کہ گویا اس عصا
کوئی برقی قوت بھری تھی۔ اب بڈھے نے کچھوے کی طرح دیدے نکال اِدھر اُدھر دیکھنا شروع
کیا یہاں تک کہ بادشاہ کے چمکتے تخت اور خود بادشاہ پر اس کی نظر پڑی۔ جھٹ دو چار لمبے
ڈگیں مار بادشاہ کے قریب پہنچا۔ اور اپنے عصا کے سہارے کھڑا ہو گیا۔

جانیس نے برہم ہو کر کہا "یہ کون آدمی ہے۔ بڑا بدتمیز ہے۔ ہماری حضور میں آداب
نہیں بجا لایا"

اتنا سنکر کیفر نے کہا "ارے بولنے والے کیا تو بادشاہ ہے۔ مجھے سوجھتا کم ہے۔ میں
سمجھتا تھا کہ تو بھی میری ہی طرح انسان ہے۔ فرق اتنا ہے کہ تو بہت چمکتے ہوئے کپڑے پہنے
اور میں پھٹے پرانے پہنے ہوں۔ ذرا بتا تو بادشاہ ہونے میں اور بادشاہ ہوکر خدا کی مخلوق
پامال کرنے میں کیا بات نکلتی ہے۔ کیا بادشاہ ہوکر تو ایک معمولی انسان کی طرح دُنیا کے رنج
اُمید و بیم کے خرخشوں اور موت کے ڈر سے آزاد ہو گیا۔ کیا اس دیبا و حریر کے لباس
میں تیرا گوشت پوست ویسا نہیں رہا جیسا میرا ان چیتھڑوں میں ہے۔ کیا دُنیا کے سانحات
جو گذر چکے ہیں عزیزوں کی یاد جو مر کر پھر نظر نہ آئے تجھے تکلیف نہیں دیتی۔ کیا مایوسی اور
نااُمیدی کی سوزش تیرے دل کو محسوس نہیں ہوتی"

جانیس بگڑ کر بولا۔ "ارے بڈھے احمق۔ کیا میں یہاں تیری پہیلیاں بوجھنے کو بیٹھا ہوں سپاہیو
پاگل کو باہر نکال دو۔ ہمیں اور کام بھی ہیں۔"
سپاہی بادشاہ کا حکم سنتے ہی بڈھے پر جھپٹے۔ لیکن کیفر نے پھر اپنا عصا اُن کی طرف
ایا اور وہ سب جہاں کے تہاں رہ گئے۔ انہیں ایسا معلوم ہوا کہ یہ فقیر کا عصا نہیں ہے
ایک نہایت قوی ہاتھ ہے جو ان کو فوراً روک دیتا ہے۔
کیفر نے کہا۔ "بادشاہ تو کہتا ہے کہ تجھے اور بھی کام ہیں۔ سلطنت کے کام تو وہ ہونگے
ں۔ شاید ان لوگوں سے کام ہو جو اوپر رہتے ہیں۔"
یہ کہہ کر کیفر نے بالا خانہ کی کھڑکی اور اس کی جھلملیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"سورج ڈوبنے میں ابھی تین گھنٹے باقی ہیں۔ اور یہ اتنا وقت ہے جو کچھ مجھے تجھ سے
ا ہے وہ کہدوں۔ سننا تجھے ضرور پڑیگا۔ کیونکہ کام جو کچھ ہے وہ تجھے اسی نوجوان اور
ین عورت سے ہے جو اوپر رہتی ہے۔"
جانیس نے چلا کر کہا۔ "ارے بڈھے بدمعاش۔ تجھے اس سے کیا کہ اوپر کون رہتا ہے اور
اس سے کیا کام ہے۔"
کیفر۔ "مجھے دونوں باتوں سے بہت تعلق ہے۔ کیونکہ میں اس لڑکی کا باپ ہوں۔ تو کہے
سارا حال سناؤں۔"
جانیس۔ "تو لڑکی کا باپ ہے۔ ارے واہ رے بڈھے۔ تو تو کوئی بڑا پکا شیطان معلوم
ا ہے۔"
کیفر۔ "ہاں میں اس کا باپ ہوں اور تجھ سے یہ کہنے کو آیا ہوں کہ ہمارا خاندان شرافت
ب میں تیرے گھرانے سے زیادہ بزرگ اور افضل ہے۔ میں تجھے دامادی میں قبول کرنا

نہیں چاہتا۔ اور نہ میری بیٹی تجھے اپنا شوہر بنانا پسند کرتی ہے۔"

بادشاہ کے قریب جسقدر درباری حاضر تھے۔ وہ یہ گفتگو سُنکر بے اختیار ہنس پڑے۔ لیکن جانیس نہ ہنسا۔ اُس کا سیاہ چہرہ غصّہ سے نیلا پڑ گیا۔ اور ورم چڑھ گیا۔ بہت زور سے چیخ کر بولا۔

"اِس گستاخ اور بدتمیز دیوانے کو یہاں سے گھسیٹ کر باہر کیوں نہیں نکالا جاتا۔ اسے نکالو اور فوراً تالو سے اس کی زبان کھینچ لو کہ پھر کوئی حرف گستاخی کا اس کی زبان سے نہ نکلے۔"

سپاہی پھر لپکے۔ بڈھے تک پہونچے نہ تھے کہ اس نے ڈانٹا۔ آواز میں ڈپٹ اس بلا کی تھی کہ کوئی سپاہی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا، ہاتھ لگانا تو در کنار۔

کیفر نے حاضرین کی طرف رُخ کرکے کہا۔ "تانت کے لوگو۔ خبردار جو تم نے مجھ پر اُنگلی تک اُٹھائی۔ تم نہیں جانتے کہ ان پھٹے پُرانے کپڑوں میں کون تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ جانیس تو اپنے تئیں بادشاہ کہتا ہے۔ اب ایک اور بادشاہ کا حکم سُن جو تجھ سے بھی بڑا ہے اور جس کا تخت اس چمکتے سورج سے بھی اوپر فلک الافلاک پر قائم ہے۔ سُن لے۔ وہ حکم یہ ہے کہ رات ہونے سے پہلے اس جوان لڑکی کو جس سے تو زبردستی شادی کرنی چاہتا ہے اور اس ضعیفہ کو جو اس لڑکی کے ساتھ ہے مع ان کے تمام مال و اسباب کے اس شہر کے جنوبی دروازے سے باہر پہونچادے۔ اور وہاں بغیر کسی قسم کا گزند یا نقصان پہونچائے ان کو چھوڑ دے۔ یہ حکم ہے اس بادشاہ کا جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جس کا تخت آسمانوں میں سب سے اونچے آسمان پر ہے۔"

جانیس نے کہا۔ "اور جو میں نے اس بادشاہ کے حکم کو کچھ نہ سمجھا تو کیا کیا۔"

کیفر۔ "نہیں اسکے حکم کو ہیچ نہ سمجھ اور اس تصویر کا مضمون یاد کر جو اشتی نے حوض کے

پانی میں تجھے دِکھائی تھی۔"

جانیس۔"وہ تصویر تو مصر کی ایک کُٹنی کا محض شُعبدہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ بُڈھے تو بھی اس فریب میں شریک تھا۔ بس دُور ہو یہاں سے۔ میں تجھکو اور تیرے جادو اور طلسم کو اور جس بادشاہ کا تو نے ابھی ذکر کیا بالکل ذلیل اور پوچ سمجھتا ہوں۔ اور تیری جوان لڑکی آج رات کو میری جورو بنے گی۔"

کیفر۔"اگر یہی ہے تو پھر جانیس تانت کے بادشاہ وہ حال بھی سُن لے جو تجھ پر گذرنے والا ہے اور جس کی خبر دینے کے لئے میں تیرے پاس بھیجا گیا ہوں۔ آج رات کو تیرے پہلو میں ایک دوسری دُلہن ہوگی۔ اس دُلہن کا نام موت ہے۔ تیری رعایا میں سے بھی بہت لوگ موت کی ظلمت میں تیرے ہمرکاب ہونگے۔ کیونکہ اُن کے گناہ حد سے گذر گئے ہیں اور خداؤں کی پرستش اُنھوں نے ترک کر دی ہے۔ اور کل صبح ہوتے ہوتے کوئی دوسرا آدمی جو تیرے خاندان کا نہ ہوگا اس شہر پر حکومت کرتا ہوگا۔"

اتنا کہکر کیفر خاموش ہوا۔ اور بادشاہ کی طرف سے پیٹھ پھیر صحن سے گذرتا ہوا دروازے سے باہر آیا۔ کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اُس کی طرف بڑھتا یا اُسپر ہاتھ ڈالتا۔ اس وقت کیفر کے چہرے پر ایسی ملکوتانہ شان برس رہی تھی کہ اُس کے رُعب سے سب لوگوں کے تن بدن کی طاقت سلب ہوگئی۔

جب کیفر دروازے سے باہر آیا تو یہ سحری کیفیت لوگوں پر سے دور ہوگئی۔ اور بادشاہ جانیس نے للکار کر کہا۔

اُس جادوگر کو دوڑ کر پکڑ لو۔ اور میرے سامنے لاکر اسے قتل کرو۔ بادشاہ کا حکم سُنتے ہی کیفر کو پکڑنے کے لئے سپاہی اس طرح دوڑے جیسے گردن سے زنجیر کے نکلتے ہی شکاری کتّے

شکار پر جھپٹتے ہوں۔

لیکن جب محل سے باہر نکلے تو کیفر کا پتہ نہ تھا۔ کہیں کسی عورت نے کہا۔ کہ میں نے یہاں دیکھا تھا۔ کہیں کسی بچّے نے کہا میں نے وہاں دیکھا تھا۔ چند غلام رستے میں ملے اُنھوں نے بتایا کہ فلاں مقام سے گذرتا ہوا ہمیں نظر آیا تھا، دھوپ نکلی ہوئی تھی، مگر اُس کی پرچھائیں نہ پڑتی تھی۔ پوچھتے پوچھتے آخر کار اتنا معلوم ہوا کہ شہر کے جنوبی دروازے کی طرف ایک بڈھا جاتا دکھائی دیا تھا۔ سپاہی سب اُدھر دوڑے۔ دروازے پر پہرے والوں سے دریافت کیا۔ اُنھوں نے کہا ہاں جب ہم دروازہ بند کرتے تھے تو ایک لمبا سا فقیر نکل کر باہر گیا تھا مگر اُس وقت ایک بگولا اُٹھا اور اُس کے غبار میں وہ غائب ہو گیا۔ سپاہی اتنا پتہ سُنکر شہر کے دروازے سے باہر تلاش کرنے لگے۔ لیکن آندھی سے ریت اتنی اُڑی کہ فقیر کا پتہ چلنا تو درکنار ڈھونڈھنے والوں کو خود اپنا حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہیں۔ غرض اس طرح بڑی دیر تک سرگرداں رہنے کے بعد سورج ڈوبنے سے کچھ پہلے یہ سپاہی مایوس ہو کر ایک ایک کر کے محل کو واپس آئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو حکم ہوا کہ ان نا بکاروں کو ڈنڈوں سے خوب پیٹا جائے۔

اب اندھیرا ہو چلا۔ وقتِ معین پر جانیس ظلم پر آمادہ طیبہ اور آشتی کے کمرے میں داخل ہوا۔ خواجہ سرا جو ساتھ تھے دروازے کے باہر کھڑے رہے۔ کمرے میں خوب روشنی تھی کھڑکیاں بند کر دی گئی تھیں۔ باہر آندھی بڑی بڑی مہیب آوازوں کے ساتھ تیزی سے چلنے لگی۔ ریت کے ذرّوں نے ہوا کو بالکل تاریک کر دیا۔ کمرے کے بیچ میں حوض کے ایک کنارے پہلے کی طرح طیبہ اور آشتی خاموش کھڑی تھیں کہ دیکھیئے کیا پیش آتا ہے۔

جانیس نے طیبہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب فرمایئے۔ مہلت ختم ہوئی۔ جو کچھ جواب دینا ہو دیجیے۔"

طیبہ نے کہا۔"بادشاہ۔ جو کچھ میں کہتی ہوں اُسے سُن لیجئے۔ اپنی بہتری مقصود نہیں ہے۔ آپ کے فائدہ کے لئے کہتی ہوں۔ جتنا آپ مجھے دیکھتے ہیں اُس سے میں کہیں زیادہ ہوں۔ میرے مربّی اور سرپرست اس روئے زمین پر ہی نہیں بلکہ طبقہ ہوا میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک ابھی پیچھے آپ سے ملاقات کرچکا ہے۔ آپ اپنے اس جنون کو دُور کیجئے۔ اور مجھکو میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کی بھلائی چاہتی ہوں۔ بُرائی نہیں چاہتی۔ لیکن اگر میرے قریب آئے اور مجھے اُنگلی بھی لگائی تو سمجھ لیجئے کہ مصائب و آفات کا ایک طوفان آپ کے سر پر ٹوٹ پڑیگا۔ اور ممکن ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھ سے آپ کو ہلاک کردوں۔"

جانئیس نے نہایت بے دردی سے کہا۔"بس دھمکیاں ہوچکیں۔ ہاں یا نا۔ جو کچھ جواب دینا ہو صاف کہو۔"

طیبہ نے کہا۔"بادشاہ۔ یہ آخری بار آپکو سمجھاتی ہوں کہ آپ میرے قصد سے باز رہیں۔ آپ کا خیال ہوگا کہ میں اپنی بلا چھُڑانے کو جھوٹ بول رہی ہوں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ میرا مقصود آپ کی سلامتی ہے۔ دیکھئے۔" اور یہ کہہ کر طیبہ نے چہرہ سے نقاب ہٹا دی اور گلوبند کھول کر گلے کے نیچے جو پیدائشی نشان تھا دکھا کر کہا "دیکھئے۔ میری جلد پر یہ نقشِ خدا کی طرف سے ہے۔ کیا آپکی غیرت قبول کرتی ہے کہ جس عورت کے سینے پر یہ مُتبرک نقش ہو اس کی عصمت میں خلل ڈالیں۔"

جانئیس طیبہ کے گلے اور سینہ کو کھُلا دیکھ کر اور بھی دیوانہ ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔"ہاں میں نے بھی سُنا تھا کہ طیبی میں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کے سینہ پر ٹھیک ایک ایسا ہی نشان موجود ہو اور اس لڑکی کا باپ بھی کوئی عجیب انسان ہے۔ مگر طیبی کی اس عورت کا یہاں آنا کیونکر ممکن ہے کیونکہ ایک افواہ یہ بھی ہے کہ یہی عورت اسوقت مصر میں بادشاہی کرتی ہے۔"

طیبہ نے کہا۔"اے بادشاہ۔ آپ کے ملک میں جو لوگ غیب کے حالات معلوم کرسکتے ہیں اُن سے

اس معمّے کو حل کرلیجئے۔ اور یہ بھی جان لیجئے کہ افواہ ہمیشہ غلط نہیں ہوتی اور اس عجیب انسان کی بیٹی سے درگذر کیجئے۔"

جاتنیس نے کہا "لیکن ایک اور آدمی بھی تو ہے جسکو تمہارے باپ ہونے کا دعویٰ ہے۔ یہ ایک بہت ہی زدہ حال بڈھا فقیر ہے۔ اگر میرے سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا ہے تو اب تک اُسے مار مار کر ختم بھی کر دیا ہوگا۔"

اُسپر آشتی نے بڑے جوش سے کہا "وہ فقیر نہ آپ کے سپاہیوں کو مل سکتا ہے اور نہ کوئی اُسے ہاتھ لگا سکتا ہے۔"

جاتنیس نے آشتی کی بات کی طرف توجہ نہیں کی اور طیبہ سے کہنے لگا "خیر یہ جو کچھ ہو۔ چاہے تمہارا باپ فقیر ہو یا کسی عجیب انسان کے بھیس میں کوئی خدا ہو اور خواہ عشق کی دیبی جانشرہ نفس نفیس آسمان سے اُتر کر دُنیا میں قتل و غارت شروع کر دے مگر میں اپنے ارادہ میں اٹل ہوں، آپکو اپنا بنا کر رکھونگا۔ چاہے آپ خوشی اور رضامندی سے میری ملکہ بنیں اور چاہے یہ گوارا کریں کہ میری خواصیں یہاں آئیں اور اس بڑھیا چڑیل کو تو اس حوض میں ڈبو دیں اور آپکو گھسیٹتی ہوئی میرے محل میں پہونچا دیں۔"

طیبہ نے جاتنیس کی اس گفتگو کا کچھ جواب نہیں دیا۔ نقاب مُنہ پر ڈال لی اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھکر خاموش کھڑی رہی۔ لیکن آشتی نے نہایت حقارت سے اس قدر بلند آواز میں کہ آندھی اور طوفان کے شور میں بھی وہ صاف سُنائی دیتی تھی کہا:۔

"بے شک۔ اپنی خواصوں کو ضرور بلوائیے۔ گرد اس قدر اُڑ رہی ہے کہ میرا حلق خشک ہے اور جس حوض میں ڈبونے کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے بے حد تمنّا ہے کہ اُس کے پانی سے اپنا حلق تر کروں۔"

جانیس۔ یہ جملہ سنکر آگ ہوگیا اور مُڑکر آواز دی۔

"غلامو۔ اِدھر آؤ۔ اور جو حکم دے چکا ہوں اُسے بجا لاؤ۔"

جونہی زبان سے یہ الفاظ نکلے دروازہ بڑے زور سے کھُلا اور کیفر صحرا کا آوارہ گرد فقیر پھٹے پُرانے کپڑے نہیں بلکہ ایک سپید نیچی عبا پہنے سر پر عمامہ رکھے آیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے نہایت وحشی صورت کے سیاہ فام حبشی سردار لمبی ڈاڑھیاں۔ گول گول آنکھیں۔ گلے میں سونے کی موٹی موٹی زنجیریں پہنے جو فولاد کی زرہ سے ٹکرا کر جھنکتی تھیں خون میں رنگی ہوئی تلواریں علم کئے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ صحرا کے زبردست جنگ جُو تھے جن کے دل میں نہ خوف تھا نہ رحم۔

جانیس نے ان لوگوں کو دیکھا اور سمجھ گیا۔ تلوار سونت لی اور کچھ دیر تک اس تذبذب میں رہا کہ وار کرے یا نہ کرے۔ اتنے عرصے میں ان حبشی سرداروں نے اس کے گرد حلقہ باندھ لیا اور کیفر کی طرف دیکھنے لگے کہ کیا حکم ہے۔

طیبہ نے کیفر سے کہا۔ "بابا۔ اگر ممکن ہو تو جانیس کی جان بچا دیجئے۔ عشق نے اُس کے دماغ میں خلل پیدا کر دیا ہے۔"

کیفر نے جواب دیا۔ "وقت نکل چکا ہے۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ خداؤں کے حکموں اور اشاروں کو ہیچ سمجھتے ہیں اُن پر خداؤں کا قہر نازل ہوتا ہے۔ جانیس تو ایک کمزور اور ناتواں عورت کی آبرو ریزی کرنی چاہتا تھا۔ دیکھ تیرا شاہی محل کیسا دھڑ دھڑ جل رہا ہے۔ تیرا شہر میرے قبضہ میں ہے اور جو چند آدمی تیرے مددگار تھے وہ سب قتل ہوچکے ہیں۔

جانیس کل صبح دوسرا بادشاہ تیرے تخت پر بیٹھا ہوگا۔ خداؤں کے سرتاج عمون نے تیری قسمت کا یونہی فیصلہ کیا ہے۔"

کیفر نے طیبہ اور آشتی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دونوں اُس کے پیچھے پیچھے چلیں اور جانیس
س حال میں چھوڑا کہ سیاہ فام صورت کے حبشی تلواریں علم کئے اُس کے گرد کھڑے
ں۔

جانیس نے طیبہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ "اے حسینہ۔ جاتی تو ہو۔ مگر اِس بات کو کبھی
بولنا۔ بادشاہِ تانت اگر چاہتا تو اپنی جان بچا لیتا مگر تمہارے عشق میں اُس نے مرنا ہی گوارا
یا۔"

طیبہ اور آشتی سُنتی ہوئی آگے بڑھیں اور پھر اُنھوں نے جانیس کی طرف نہ دیکھا۔
سنگ رخام والے عالیشان کمرے کے دروازے سے نکل کر جہاں جانیس کے سپاہی
خواجہ سرا قتل ہوئے پڑے تھے وہ زینہ سے نیچی اُتریں۔ اور محل کے بلند دروازوں میں سے
باہر آئیں۔ یہاں بھی بادشاہ کے بہت سے فوجی سرداروں کی لاشیں نظر آئیں۔ محل کی
مُڑ کر دیکھا تو اُس میں آگ لگی ہوئی تھی۔ محل کے دروازے کے سامنے ایک بڑا سنگین
تھا۔ یہاں کیفر نے دونوں عورتوں کو پالکیوں میں سوار کرایا اور اب کہاروں نے پالکیاں
اکر چلنا شروع کیا۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔
پالکیاں تمام رات چلا کیں۔ طیبہ اور آشتی کبھی سوتی رہیں کبھی جاگتی۔ یہاں تک کہ صبح
ئی۔ کہار ٹھیرے۔ دونوں عورتیں پالکیوں سے اُتریں۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ صحرا کے
نخلستان میں قیام ہوا ہے۔ اور جہاں پالکیاں رکھی گئی ہیں اُن کے گرد صحرائیوں کی ایک
فوج کھڑی ہے۔ تانت کی اب کوئی چیز ان عورتوں کو نظر نہ آئی اور یہ شہر ایک خواب
یشان کی طرح اُن کے حافظے سے محو ہو گیا۔ اور نہ کبھی اور کی زبان سے پھر کبھی اُنھوں نے اس شہر
یا اُس کے بادشاہ کا ذکر سُنا۔

نخلستان میں ایک طرف کو ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ اُس میں طیبہ اور آشتی اُتریں اور چونکہ بے حد خستہ تھیں دونوں ایسی پڑ کر سوئیں کہ دوسرے دن صبح کو اُٹھیں۔ اُٹھتے ہی مُنہ ہاتھ دھویا اور کچھ ناشتہ کر کے خیمہ کے باہر آئیں۔ یہاں دیکھا کہ کھجوروں کی چھاؤں میں کیفر اُن کا منتظر کھڑا ہے۔ اور اُس کے قریب صحرا کے چند بدصورت مگر ارادے کے مضبوط قوی ہیکل سردار موجود ہیں۔ طیبہ اور آشتی کو ان سرداروں نے جُھک کر سلام کیا۔

کیفر نے اب دونوں عورتوں سے خطاب کیا "خاتون نفرطی اور خاتون آشتی اب مجھے تم سے رُخصت ہونا ضروری ہے۔ میرا کام جو کچھ تھا وہ ختم ہوا۔ مجھے یہاں سے کہیں بہت دُور ٹکڑا مانگ کر پیٹ بھرنا ہے۔ لیکن تم دل میں کچھ خوف نہ رکھو۔ یہ سردار صحرا کے بڑے بڑے نامی رئیس ہیں مگر تمہارے خادم ہیں اور دُنیا میں پیدا ہی اسی لئے ہوئے تھے کہ اس سفر دور و دراز میں تمہاری مدد کریں۔" اتنا کہہ کر کیفر نے ان سرداروں سے کہا "جو کچھ حکم تمہیں ملا ہے اُسے بیان کرو۔"

سرداروں کے افسر نے کہا۔

"اے دشت و صحرا کے پُرانے آوارہ گرد۔ تو وہ ذات اقدس ہے جسکو ہم اور ہمارے باپ دادا دیکھتے چلے آئے ہیں بلکہ ہمارے باپ دادا کے بھی باپ دادا تجھے بچشم خود ان بیابانوں میں سرگشتہ دیکھ چکے ہیں۔ تو ہماری قوموں اور نسلوں کا محافظ اور نگہبان ہے۔ تیرے ہی برتے پر ہم جیتے ہیں اور تیری ہی بدولت ہم لڑائیوں میں فتح پاتے ہیں۔ اب تیرا حکم یہ ہے کہ ہم سب لوگ اس خاتونِ عالی نسب اور اس کی رفیقہ کے اس سفر میں جو چھ ماہ میں ختم ہوگا اور جس میں بڑے بڑے پہاڑ اور جنگل طے کرنے ہونگے خدمت گذار رہیں یہاں تک کہ ان کو شہر زرین کے دروازے تک پہونچا دیں۔ وہاں پہونچتے ہی ہماری خدمات ختم ہو جائینگی۔ پس

جب تک ایک متنفس بھی ہم میں زندہ رہیگا ان مستورات عفت مآب کی اطاعت اور فرمانبرداری ہمارا سب سے بڑا فرض ہوگا۔"

کیفر نے طیبہ سے کہا "تم نے سُن لیا۔ بس ان لوگوں پر پورا اعتماد رکھو۔ دن میں امن و عافیت سے چلتی رہو۔ اور رات کو خیر و سلامتی سے آرام کرو اور اس کا یقین رکھو کہ یہ لوگ کبھی تمہارے حکم سے باہر نہ ہونگے۔ لیکن اتفاق سے اگر ایسا ہوا یا کسی اور وجہ سے تمہیں تکلیف پہونچی تو پھر جس طرح جانیس کے محل میں چنگ بجا کر میرا نام لیا تھا اُسی طرح پھر میرا نام لینا اور مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی تمہاری مدد کو فوراً حاضر ہو جائیگا۔ اور اے صحرا کے سردارو! جن کے باپ دادا بلکہ اُن کے بھی باپ دادا مجھے جانتے پہچانتے دُنیا سے رُخصت ہوئے ہیں اور لے قوموں اور نسلوں کے رئیسو جو ہمیشہ میری نصیحتوں کے پابند رہے ہو یہ بڑی عزّت اور حشمت والی خاتون ہے جو تمہارے سپرد کی گئی ہے۔ اس کی حفاظت اور خدمت اس طرح کرنا جس طرح حفاظت اور خدمت کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے۔ اور جب یہ سفر ختم ہو جائے تو واپسی پر مجھے اطلاع دینا۔ اچھا۔ سب کو خدا کے سپرد کیا۔"

یہ کہہ کر بڈھے نے اپنا عصا سنبھالا۔ طیبہ یا آشتی سے پھر بات نہیں کی۔ لمبے لمبے قدم چلکر شُتر سواروں کی صفوں میں پہونچا۔ سواروں نے اپنے اونٹوں کو للکارا۔ جس قدر اونٹ تھے اگلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کیفر کو سلامی دینے لگے۔ اس کے بعد یہ پیرِ جہاں گرد ایک پہاڑی کی چوٹی پر اس طرح نظر آیا کہ اس قافلہ کی طرف بغور دیکھ رہا ہے۔ پھر ایسا غائب ہوا کہ کسی نے نہ دیکھا۔

صحرائیوں کے سردار سے آشتی نے پوچھا "یہ مرد پیرانہ سال کون ہیں جن کا حکم سُنتے ہی تمام دشت و جبل سے قومیں کی قومیں حاضر ہو جاتی ہیں اور جن کی جُنبشِ لب پر بادشاہ اور بادشاہ ہوں

کے تحت وہ دیہم چشم زدن میں غارت ہو جاتے ہیں۔"

سردار نے جواب دیا۔"یہ میں نہیں بتا سکتا کہ یہ کون ہیں۔لیکن جب سے دُنیا شروع ہوئی ہے یہان صحراؤں کے اور جس قدر قومیں ان میں آباد ہیں اُن کے مالک ہیں۔اِنہی کے حکم پر بادِ سموم کے طوفان جیسے کہ کل ایک آیا تھا اُٹھتے ہیں اور ان ہی کے ایک اشارے پر ریگِ خشک سے آبِ شیریں کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔اِنہی کے حکم سے قومیں پھولتی پھلتی ہیں اور اِنہی کے حکم سے ایسی غارت ہو جاتی ہیں کہ نام و نشان تک نہیں رہتا۔ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ انسان نہیں بلکہ کوئی روح ہیں جس کی قدرت میں ہے کہ جہاں چاہے پہونچ جائے اور جس کو یہ خدمت ملی ہے کہ آسمان سے خداوند کے جس قدر احکام صادر ہوں اُنہیں اس دُنیا میں بجا لائے۔گو ہم اس مرد سال خوردہ کو شاذ و نادر دیکھتے ہیں لیکن ان صحراؤں اور بیابانوں کے جس قدر رہنے والے ہیں وہ اطاعت و فرمانبرداری اسی طرح کرتے ہیں جیسے کہ ہم کرتے ہیں۔لیکن غضب آجاتا ہے ان شہروں اور شہروں کے لوگوں پر جو اُس کی قوت اور اختیارات سے ناواقف ہوتے ہیں جیسا کہ ابھی پیش آچکا ہے اور نہیں جانتے کہ ان پھٹے پُرانے کپڑوں میں جو تنِ زار پوشیدہ ہے اس میں کس بلا کی طاقت ہے۔"

آشتی نے جواب دیا۔"سردار۔میں آپ کی شکر گذار ہوئی۔واقعی میرا خیال بھی یہی ہے کہ یہ پیر مردِ صحرا گرد کوئی انسان نہیں ہیں بلکہ کسی کی روح ہیں اور روح بھی ایک ایسے صاحبِ جاہ و جلال کی ہیں جن کا نام نہیں لے سکتی"۔اس کے بعد آشتی نے تمام سرداروں کو متوجہ کر کے کہا کہ تمہیری آقائے نامدار خاتون نفرطی شہرِ زرّین کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہیں۔جس سمت اور راستے سے آپ مناسب سمجھیں سفر شروع کریں۔"

اب دن پر دن ہفتوں پر ہفتے مہینوں پر مہینے گذرتے چلے جاتے ہیں اور یہ قافلہ کبھی جنوب کی سمت اور کبھی مغرب کی سمت میں صحرا کو طے کرتا ہوا جا رہا ہے۔وسط کاروان میں طیبہ اور آشتی

مُنہ پر نقابیں ڈالے اونٹوں پر سوار ہیں۔ ایک موقع پر پہاڑوں کی ایک گھاٹی سے گذرے۔ یہاں راستہ نہایت دشوار تھا۔ پہاڑی لوگوں نے قافلے پر حملہ کیا مگر وہ سب مار کر بھگا دیئے گئے۔ اسی طرح ایک مقام پر صحرا کے بعض قبیلوں سے پوری معرکہ آرائی ہوئی۔ اِن لوگوں نے کہیں سُن لیا تھا کہ اس قافلہ میں ایک دیبی جا رہی ہے، پس اس شوق میں کہ اُسکو گرفتار کر کے کسی طرح اپنی قوم میں اُس کی پرستش جاری کریں، اُنھوں نے قافلے پر شدید حملہ کیا۔ جس وقت لڑائی میں گھمسان ہوا تو طیبہ خود گھوڑے پر سوار ہوئی اور سواروں کے آگے ہو کر دشمن سے لڑنے لگی۔ دشمن یہ دیکھکر کہ ایک عورت سپید لباس پہنے اُس کے مقابلہ پر آئی ہے راہِ فرار اختیار کی اور میدان میں اپنے بہت سے مقتول چھوڑ کر وہ پسپا ہوا۔ ایک مرتبہ پورے دو مہینے تک ایک نخلستان میں قیام کرنا پڑا۔ انتظار یہ تھا کہ بارش ہو جائے تو آگے بڑھیں کیونکہ آگے جس ملک میں سے گذرنا تھا وہاں پانی مطلق نہ تھا۔ آخرکار بارش ہوئی اور قافلہ ایسی زمینوں کو طے کر کے جن کا سلسلہ کہیں ختم ہوتا معلوم نہ ہوتا تھا بدشواری تمام ایک رات ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہونچا اور یہاں سب نے ڈیرے ڈالدئے۔

رات گذرنے پر جب سپیدۂ سحر ظاہر ہوا تو طیبہ اور آشتی اپنے خیمہ سے باہر آئیں اور دیکھا کہ ایک بڑے دریا کے کنارے جسے اُنھوں نے فوراً پہچان لیا کہ رودنیل ہے شہر نباطہ یعنی زرین شہر کے اہرام اور عالیشان بُت خانے حدِ منظر پر پیدا ہیں۔ فوراً دونوں نے خدا کا شکر کیا کہ اُس نے آخرکار بخیر و سلامتی اُنہیں منزلِ مقصود تک پہونچا دیا۔

آفتاب طلوع ہوتے ہوئے صبح کی سُرخ روشنی میں شہر کی شان و شوکت دیکھنے میں مصروف تھیں کہ قافلہ سالار حاضر ہوا اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگا۔

"اے خاتون والا نسب۔ خواہ آپ انسان ہوں یا آسمان کی دیبی ہمیرا معروضہ گوش گذار ہو۔

صحرا کے بادشاہ کیفر جہاں گرد نے جو حکم ہم کو دیا تھا اس کی تعمیل ختم ہوئی۔ اس پہاڑ کے نیچے نباطہ کا شہر آباد ہے۔ مہینوں کے سخت سفر کے بعد یہ منزل طے ہوئی ہے۔ لیکن ہم لوگ اس شہر کی دیواروں کے قریب نہیں جاسکتے کیونکہ ہماری قوم میں پشتہا پشت سے یہ قسم چلی آتی ہے کہ سوائے لڑائی کے موقع کے ہم کسی شہر کی چار دیواری میں داخل نہ ہونگے۔ پس اے خاتون ہمارا کام ختم ہوا۔ ہماری فوج کے جوان اب اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں، وہاں ان کے بال بچے سب ان کی راہ دیکھتے ہیں۔ اب واپسی کی اجازت ہو کیونکہ اس وقت یہ خوف ہے کہ نباطہ کے لوگ ہم کو دشمن سمجھکر شہر سے نکلیں اور ہم پر حملہ کردیں۔"

طیبہ نے جواب دیا "تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ تم نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ خدا تم کو اس خدمت کا صلہ دے۔ اب ہمیں چھوڑ کر تم سب اپنے اپنے وطن کو واپس جاؤ لیکن جانے سے پہلے میں تم کو کچھ انعام دینا چاہتی ہوں، اُسے قبول کرو۔"

یہ کہہ کر طیبہ نے جس قدر سیم و زر تانت کے شہر میں موتیوں کی تجارت سے جمع کیا تھا اور یہ ایک کثیر رقم تھی قافلہ سالار کو دیا کہ اُسکو اپنے لوگوں میں حصہ رسد تقسیم کردے۔ تھوڑا سا سونا اور موتی البتہ رکھ لئے، باقی تمام دولت ان صحرائیوں کو انعام میں دیدی۔ صحرا کے کل رئیس جو قافلہ کے ساتھ تھے طیبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انعام کے شکریہ میں آداب بجالائے۔ اسکے بعد صبح کے سہانے وقت میں کہ شبنم کا غبار ابھی زمین پر چھایا تھا سیاہ فام لوگوں کا یہ گروہ جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی روانہ ہوا اور روانہ ہوتے ہی تھوڑی دیر میں کچھ دور گرد کا ایک بادل ایسا اُٹھا کہ اس میں چھپکر یہ لوگ پھر کسی کو نظر نہ آئے۔

طیبہ اور آشتی نے اپنے محملوں پر سے ان لوگوں کو جاتے اس طرح دیکھا جیسے نیند میں کوئی خواب دیکھے۔ دونوں بالکل خاموش تھیں۔ اُمید و حیرت نے لبوں پہ مہر لگا رکھی تھی۔

آخر کار سر سے پاؤں تک سیاہ چادریں لپیٹ کر اونٹوں پر سوار پہاڑی سے اُتر کر اس سڑک پہ آئیں جو دریائے نیل کے کنارے کنارے شہر پناہ تک گئی تھی۔ راہ گیروں کے ساتھ یہ بھی شہر کی طرف اس میدان میں سے گذرتی ہوئی چلیں جہاں اہرام کے نہایت قدیم آثار قائم تھے۔ چلتے چلتے جب شہر کے شمالی دروازے کے قریب پہونچیں جس پر نیچے سے لے کر اوپر تک سونے کی چادریں جڑی تھیں تو ٹھہر گئیں۔ دروازہ ابھی تک کھُلا نہ تھا۔ راہ گیروں میں ایک عورت تھی جو تین گدھوں پر سبز ترکاریاں اور جَو کی ہری ہری بالیں رکھے شہر میں بیچنے لائی تھی۔ یہ بھی دروازہ کھُلنے کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ کھڑے کھڑے دفع الوقتی کے خیال سے طیبہ اور آشتی سے باتیں کرنے لگی اور پوچھا کہ "بیویو۔ تم کہاں سے آئی ہو"

آشتی نے جواب دیا کہ "ہم میرو کے شہر سے آئے ہیں۔ گانا بجانا موتی بیچنا ہمارا پیشہ ہے"

ترکاری والی نے کہا "اچھا کیا جو یہاں آگئیں۔ یہ شہر سمندر سے دُور ہے موتی یہاں کم ملتے ہیں اور یہاں کا بادشاہ آج کل ایک بڑا رسیلا جوان ہے۔ گانا سُننے پر دم دیتا ہے"

آشتی نے کہا "بادشاہ جوان ہے۔ یہ کیا کہتی ہو۔ بھلا اُس کا نام تو بتاؤ۔ ہم نے تو یہی سُنا ہے کہ یہاں کا بادشاہ بڑا بُڈھا ہے۔ آخر وہ بڈھا بادشاہ کیا ہوا"

ترکاری والی نے کسی قدر شُبہ کی نظر سے دیکھ کر کہا "بیوی تم تو کہتی تھیں کہ ہم میرو سے آئے ہیں۔ شاید وہاں تمہارا رہنا زیادہ نہیں ہوا۔ ورنہ ضرور سُن لیتیں کہ وہ بڈھا بادشاہ تو مدّت ہوئی مارا گیا۔ سامنے والے مقبرے ہی میں تو اُسے رکھا ہے۔ اب سے دُور پہلا غدر جب یہاں پڑا ہے تو فرعون کے سپہ سالار نے جو اب یہاں کا بادشاہ ہے اس بڈھے کو اسی مقبرے میں دفن کیا تھا۔ بیویو۔ اس غدر کا حال کیا پوچھتی ہو۔ جھوٹ سچ کون جانے۔ میں تو گاؤں سے ترکاری

لائی بازار میں بیچی گھر چلی گئی۔ سچا حال میں کیا جانوں جو سنتی ہوں وہ یہ ہے کہ دریا کے دو دفعہ چڑھاؤ سے یا یوں سمجھو کہ دو برس ہوتے ہیں یہ جوان سپہ سالار مصر کے تین ہزار سپاہی اور اس بڈھے بادشاہ کے بیٹے کا جنازہ لے کر یہاں آیا۔ اس بادشاہ کے بیٹے کو اسی سپہ سالار نے کہیں مار ڈالا تھا۔ کہتے ہیں کہ مصر کی ملکہ کو دونوں چاہنے لگے تھے اسی پر آپس میں جھگڑا ہوا۔ جب بادشاہ کا بیٹا سپہ سالار کے ہاتھ سے مارا گیا تو مصر کی ملکہ نے اُسے حکم دیا کہ جس بادشاہ کے بیٹے کو تو نے مارا ہے۔ اسی کے پاس جا۔ وہی تیرے اس قصور کی سزا جو کچھ دینی ہوگی دیگا۔ ملکہ کا حکم سنتے ہی وہ جوان حاکم یہاں آیا۔ بڈھے بادشاہ کو جب یہ خبر لگی کہ اُس کے جوان بیٹے کو اسی حاکم نے مارا ہے تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور حکم دیا کہ اس قاتل کے گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر عمون کے جہاز کے سب سے اونچے مستول میں لٹکا دو۔ اس جوان حاکم نے جب یہ سنا تو کہلا بھجوایا کہ مجھے پھانسی دینا اگر آپ کے بس کی بات ہو تو پھانسی دیجئے میں تیار ہوں۔ اسپر مصر کے تین ہزار سپاہیوں میں اور تناطہ کی فوج میں لڑائی شروع ہوگئی۔ شہر کے بہت سے فوج والے بادشاہ سے بگڑ کر مصر والوں سے جا ملے۔ یہ بڈھا بادشاہ رعیت پر بڑے ظلم کیا کرتا تھا۔ رعیت نے بھی آخیر وقت میں دغا دی۔ غرض لڑائی میں بڈھا بادشاہ مارا گیا اور شہر والوں نے اُس کی جگہ مصر سے جو فوج آئی تھی۔ اُس کے سپہ سالار کو تاج پہنا کر اپنا بادشاہ بنا لیا۔"

اُس کا نام کچھ ایسا ہی سا ہے۔ یاد نہیں آتا۔ بہت سے نام ہیں۔ پر صورت شکل کا دیکھنے میں بہت اچھا ہے۔ سب اُسکو بہت چاہتے ہیں۔ بڑا سیدھا ہے پر کچھ باولا سا بھی ہے۔ لو۔ دروازہ کھل گیا" اتنا کہہ یہ عورت اپنے گدھوں کی گردنیں گھسیٹتی ہوئی اُس بھیڑ میں رل مل گئی جو دروازے کھلنے کے انتظار میں کھڑی تھی۔

طبیہ اور آشتی بھی آگے بڑھکر اسی انبوہ میں پہونچیں۔ دروازے سے شہر میں داخل ہوکر ایک چوڑی سی سڑک پر کچھ دُور چل کر ایک بڑے چوک میں آئیں۔ جس کے چاروں طرف درخت لگے تھے اور ایک طرف کو ایک عالیشان محل تھا۔ یہاں اُنھوں نے اپنے اونٹوں کو ٹھہرایا۔ مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جائیں دونوں اسی فکر میں کھڑی تھیں کہ محل کا دروازہ کھلا اور اُس میں سے سواروں کا ایک دستہ زرہ پہنے ہتیار لگائے باہر نکلا۔

طبیہ نے اِن سواروں کو غور سے دیکھا اور اُسکو حیرت ہوئی کہ ان کی ڈھالوں پر جو طغرا ہے اُس میں طبیہ کا نام موجود ہے۔ اور نام کے بعد یہ عبارت تھی "ملکہ مصر شمال و جنوب فاتح کوش خاتون ربّانی۔ تاجدار نباطہ بہ طفیل عموّن۔ ابوالارباب"

طبیہ نے دبی زبان سے کہا "اور کہیں کے نہ سہی یہاں کے لوگ تو میری وفادار رعایا معلوم ہوتے ہیں"۔ اس کے بعد طبیہ دفعتاً خاموش ہوگئی۔

وجہ یہ تھی کہ اب محل کے دروازے سے ایک شخص نکلا جو نہایت ہی عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ گو وہ بہت دُور تھا مگر کچھ ایسا معلوم ہوا جیسے کہ پہلے اسے بہت دیکھا ہے۔

طبیہ نے آشتی سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

آشتی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ "دل تو کہتا ہے کہ یہ میرا عمیس ہے"

ستترہواں باب

طیبہ کو اُس کا عاشق مل گیا!

آشتی کے دل نے سچ کہا تھا۔ یہ واقعی رعمیس تھا۔ صورت دو برس میں کچھ بدل سی گئی تھی۔ چہرہ پر شکن اور افسردگی کی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ مگر تھا وہی رعمیس۔ طیبہ اور آشتی کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور دل دھڑکنے لگا۔

آشتی نے کہا۔ "طیبہ۔ کہو تو اس سے کہدیں کہ ہم کون ہیں"

طیبہ بولی۔ "نہیں اس کا نہ ابھی وقت ہے اور نہ موقع۔ کہو گی بھی تو یقین نہیں آئیگا۔ غیر مرد بھی بہت سے موجود ہیں۔ اُن کے سامنے نقاب اُٹھا کر اپنی صورت بھی نہ دکھا سکو گی۔ پھر کچھ اور باتیں بھی ہیں جو پہلے معلوم ہو جانی چاہئیں۔ چپکی ہو رہو۔ اسوقت موقع نہیں ہے"

رعمیس گھوڑے پر سوار چلتے چلتے ایسے مقام پر آیا جہاں سے یہ عورتیں درختوں کی چھاؤں میں سپید اونٹوں پر بیٹھی بالکل سامنے نظر آئیں۔ معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ رعمیس کی نظر بے اختیار ان پر پڑی۔ پہلی مرتبہ تو بے پروائی سے دیکھکر اُدھر سے مُنہ موڑ لیا۔ دوسری مرتبہ پھر نگاہ اُدھر گئی۔ اس مرتبہ بھی مُنہ پھیر لیا مگر رُکتے رُکتے۔ تیسری مرتبہ پھر اُدھر ہی دیکھا اور اب ان نقاب والیوں پر جو درختوں کے نیچے اونٹوں پر بیٹھی تھیں اُس کی نظر ایسی جمی کہ کسی طرح ہٹتی ہی نہ تھی۔ آخر کار یہ حال ہوا کہ دفعتًا جیسے کسی نے مجبور کر دیا ہو گھوڑے کی باگ اِدھر کو پھیر کر بہت

آہستہ قدم اُن کے قریب پہنچا اور پوچھنے لگا۔

"پردیسی بیوپاری۔ آپ کون ہیں۔ یہ آپ کے اونٹ تو بہت ہی خوشرنگ ہیں"

طیبہ نے اپنا سر اس طرح جھکا لیا کہ نقاب کے شکن سینے کی وضع کو چھپالیں۔ لیکن آشتی نے آواز بدل کر کہا۔

"صاحب ہم سوداگر ہیں۔ دریا کے رستے موتی بیچنے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے پاس بہت اچھا مال دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ میری ساتھ والی چنگ بہت اچھا بجاتی ہے اور گلا بھی بہت اچھا پایا ہے سُنا ہے یہاں کا بادشاہ گانا سُننے کا بڑا شوقین ہے۔ مصر کی راجدھانی طیبی میں اس نے گانے کا فن سیکھا تھا۔ لیکن صاحب آپ اپنا حال تو فرمائیں کہ آپ کون اور کیوں ہمارا حال پوچھتے ہیں"

رعمیس۔ "میں مصر کا رہنے والا ہوں اور مصر کی ملکہ کی طرف سے جس کی ملازمت کا شرف مجھے ایک زمانہ سے حاصل ہے اس شہر کا انتظام کرتا ہوں۔ بلکہ اب تو یہ کہنا چاہیئے کہ مصر کے بادشاہ کی طرف سے یہاں کا حاکم ہوں۔ کیونکہ مخبروں سے معلوم ہوا ہے کہ مصر کی ملکہ نے جن کا لقب نجم عمون ہے حاکم منوف یعنی شہزادہ ثوراآن سے عقد کر لیا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ جب سے بیاہ ہوا ہے بیوی نے میاں کا ناک میں دم کر دیا ہے" یہ کہکر رعمیس کچھ اوپری دل سے ہنسا۔

آشتی "صاحب۔ ہمیں طیبی سے نکلے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں۔ ان باتوں کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔ ہم تو پھیری والے ہیں کبھی اس شہر میں مال بیچتے ہیں کبھی اُس شہر میں۔ لیکن اگر آپ مصر کے رہنے والے اور اس شہر کے حاکم ہیں تو اپنی دیس والیوں کے ساتھ اتنا سلوک کیجئے کہ کوئی جگہ ہمارے ٹھیرنے کو بتادیجئے جہاں ہم حفاظت سے رہ سکیں۔ اور آج شام کو جب آپ کو فرصت ہو تو ہمارا مال بھی دیکھئے خریدنا نہ خریدنا حضور کے اختیار ہے۔ پہلے موتی دیکھئے پھر اس

کبھی نہیں دیکھی گئی ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا۔ اگر میری تمنّا بر نہ لائی گئی.......‘‘ تقریر یہاں تک پہونچی تھی کہ اشموآن نجومی گھبرایا۔ مُنہ کی مکھی اُڑانے کے لئے ہاتھ اس طرح اُٹھایا کہ ثوران کی عبا پر لگا۔ اس اشارہ پر ثوران تقریر میں رُکا۔

طبیہ نے کہا ’’چچا جان۔ آپ فرماتے جائیں۔ ہاں اگر یہ تمنّا بر نہ آئی تو پھر کیا ہوگا؟‘‘

ثوران ’’ملکۂ مصر۔ پھر سوائے قباحت اور پریشانی کے اور کچھ نہ ہوگا (ارے بدبخت نجومی کیوں بیچ میں مخل ہوتا ہے۔ میں جب تک سچّی بات نہ کہہ لونگا ہرگز چُپ نہ ہوگا) اور اب میرا روئے سخن بادشاہِ مصر سے ہے۔ حضور والا سالہا سال تک سلطنت کر چکے ہیں۔ جب سے میں نے اور آپ نے پدر بزرگوار کو ان کی لحد میں رکھا ہے تقریباً چالیس مرتبہ رود نیل طغیانی پر آکر اپنے کناروں سے باہر بہ چُکا ہے۔ اس مدّت دراز میں صرف ایک بچّہ آپ کو نصیب ہوا۔ اور وہ بھی اس زمانہ کے بعد جب میں طلبی میں حاضر ہو کر درخواست کر چکا تھا کہ مجھکو حضور اپنا شریک و وارثِ تخت تسلیم کریں۔ جہاں پناہ کو علم ہوگا کہ اِس بچّہ کی ولادت کو اکثر اہلِ مصر تعجب و حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن کو اس میں شُبہ ہے کہ یہ حسین ملکہ جسے ربّ عموآن کی بیٹی کہا جاتا ہے اور جو شکل و طبیعت میں آپ سے مطلق مشابہ نہیں فی الحقیقت تخت مصر کی حقدار ہے یا نہیں۔ اگر مجھ سے ملکہ کا عقد ہو گیا تو سب کی زبانیں فوراً بند ہو جائینگی۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو لوگوں کی یہی سرگوشیاں بڑھتے بڑھتے بادِ مخالف کے جھونکے ہو جائینگے جو ملکۂ مصر کے سر کا یہ تاجِ مرصع اُڑا کر معلوم نہیں کہاں کا کہاں پہونچا ئیں۔‘‘

اس بے باکی اور دریدہ دہنی پر جسکے ہر لفظ سے غداری ٹپک رہی تھی حاضرین پر ایک ہیبت طاری ہوئی اور وہ منتظر ہو گئے کہ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔

طبیہ کا چہرہ تمتما گیا۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اور وہ تخت پر بیٹھی کچھ آگے بڑھکر جواب دینا چاہتی تھی۔

ابھی کوئی لفظ مُنہ سے نہ نکلا تھا کہ فرعون غصہ سے آگ بگولہ ہو کر تخت سے اُٹھا۔ وہ طبیعت کا عجز و انکسار جو ہر وقت چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا یکلخت معدوم ہو گیا۔ صورت پر خشم اور شاہانہ استبداد پیدا ہوا کہ جس قدر لوگ دربار میں حاضر تھے سب خوف سے لرزنے لگے۔

بادشاہ نے اپنے کپڑوں کو نوچ نوچ کر کہنا شروع کیا۔ "برادرم۔ کیا میں نے اتنے دن تمہاری حرکتوں پر جو صبر کیا وہ اسی دن کے لئے تھا۔ کیا ہمارے پایۂ تخت میں جب دغا اور بغاوت کے جُرم میں تم واجب القتل قرار پا چکے تھے اور میں نے تمہاری جان بخشی کی تو کیا وہ اسی دن کے لئے کی تھی۔ کیا اسی دن کے لئے میں نے تمہاری عزت اور دولت کو روزافزوں ترقی دے کر تمہیں اپنے اس بلدۂ قدیم کا حاکم بنایا تھا۔ افسوس تجھ نابکار نے اِسے کافی نہ سمجھا کہ میں تیری باتیں سُنکر چُپکا بیٹھا رہوں۔ ارے بڈھے بے ایمان سُن تو میرے باپ کی ایک ذلیل لونڈی کا جنا ہے۔ بدکار و ہوا پرست ظالم تیری یہ ہمت اور جرأت کہ اس پاک دامن عفیفہ یعنی میری بیٹی ملکۂ مصر سے شادی کا پیغام دے۔ چچا ہو کر بھتیجی سے شادی کا ارادہ کرے۔ چچا بھی ایسا جو دادا کی عمر کا ہو سکتا ہے۔ کیا میں تیری ناپاک زبان سے یہ سُنکر چُپ رہ سکتا ہوں کہ ملکۂ مصر کی پیدائش پر حرف لا کر اس کی ماں پر بہتان بندی کرے۔ خدائے عموٓن کی جناب میں جو ربّ الارباب ہے گستاخیاں کرے۔ اے بدکردار و بدخصال تجھے ربّ عموٓن خود ان حرکتوں کی سزا اس وقت دیگا جب تو اس دُنیا سے روسیاہ ہو کر بیت عدم کی چوکھٹ پر قدم رکھیگا۔ لیکن یہاں میں جو عموٓن کا فرزند اور بندہ ہوں تیری سزا میں کمی نہ کرونگا۔

مرتبیس۔ مرتبیس۔ فوراً سر ہنگوں کو حکم دو کہ اس ناہنجار کو گرفتار کر کے حراست میں رکھیں۔ اور ہم تخت گاہ طیبی میں پہونچکر جہاں ہم کل روانہ ہونگے ملک کے قانون کے مطابق اِس کے

مقدمہ کا فیصلہ کرینگے"

مرتیس نے حکم سنتے ہی چاندی کی سیٹی جو گلے میں لٹکی ہوئی تھی زور سے بجائی اور دوڑ کر ثوران کا بازو پکڑ لیا۔ ثوران نے تلوار کھینچی کہ مرتیس پر وار کرے۔ تلوار کی چمک دیکھتے ہی ثوران کے ہمراہی دروازے کی طرف بھاگے کہ کسی طرح یہاں سے نکل جائیں۔ انہیں بھاگتے دیکھکر چند خواصیں بھی اُن کے آگے آگے بھاگیں۔ اِن ہی میں مرطیرہ بھی تھی۔ لیکن یہ سب دروازے تک پہونچے ہی تھے کہ بادشاہی سرہنگ جنہوں نے مرتیس کی سیٹی سُن لی تھی ہاتھوں میں برچھے تولے دوڑتے ہوئے محل میں داخل ہوتے اور جو لوگ اُٹھکر بھاگنا چاہتے تھے اُن کو جہاں سے وہ اُٹھے تھے اُسی طرف ہٹا دیا۔ اور سب ثوران پر ٹوٹ پڑے۔ تلوار ہاتھ سے چھین اُسے زمین پر گرا دیا۔ ثوران کے ساتھی سب ایک طرف گوشے میں اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے بھیڑوں کا گلہ بھیڑیئے کے ڈر سے سمٹ کر ایک جگہ ہو جاتا ہے۔

فرعون نے اب للکار کر کہا۔ "اس نمک حرام کی مُشکیں کس لو۔ اور کل ہماری سواری کے ساتھ اس کو طیبی لیجانا ہوگا"

افسر فوج نے دریافت کیا۔ "اس کے لڑکوں اور ہمراہیوں کے بارے میں جہاں پناہ کا کیا حکم ہے؟"

فرعون۔ "اُنکو جانے دو۔ اُن کا کچھ قصور نہیں ہے۔ اِنہیں رہا کر دو تاکہ اپنے باپ اور آقا کی قسمت کا حال دیکھکر عبرت پکڑیں"

اتفاق ایسا ہوا کہ اس ہنگامہ میں مرطیرہ کسی سے ٹکرا کر اشموتن نجومی پر جا گری۔ سنبھل کر فوراً کھڑی ہوئی تو اشموتن نے اُس کے کان میں کہا۔ "دیکھو بھولنا نہیں۔ کل رات کو جو بات کہہ چکا ہوں وہی کرنا۔ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا۔ اور اگر نشانہ خطا گیا تو سمجھ لو کہ پھر سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہے"

مرطیرہ نے کہا۔"اطمینان رکھو۔ میں سب سمجھتی ہوں۔جس طرح تم نے بتایا ہے وہی کرونگی۔"اس کے بعد یہ دونوں جُدا ہوگئے۔سرہنگون نے ثوراآن کے بیٹوں کو اور راشموآن نجومی کو دروازے کے پاس لاکر ایسے دھکے دئے کہ وہ سب کے سب باہر ہوگئے۔

اس واقعہ کے ایک گھنٹے بعد مرمیس اور آشتی فرعون کے سامنے کھڑے نظر آتے ہیں۔دونوں عرض کرتے ہیں کہ حضور آج ہی شب کو پائے تخت طیبی کی طرف کوچ فرمائیں۔ملکہ طیبہ اور جملہ وابستگانِ دولت بھی جس قدر یہاں حاضر ہیں یہی رائے رکھتے ہیں۔فرعون ایسا خستہ ہوگیا کہ اُس نے فوراً کوچ کرنا پسند نہ کیا۔اور جواب دیا۔

"آج شب کو استراحت کے بعد کل صبح کوچ کیا جائیگا۔تم لوگ تو یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ہی سلطنت کے ایک شہر سے چوروں کی طرح بے سروسامانی سے بھاگوں۔ایسی بُزدلی پر تم کیوں اصرار کرتے ہو۔"

مرمیس نے کہا۔"وجہ اصرار کی محض یہ ہے کہ حضور کے خلاف اس امر کی سازش کی گئی ہے کہ حضور شہر کے باہر قدم نہ نکال سکیں۔آج سہ پہر کو یہ کیفیت تھی کہ اگر اس شہر سے حضور کوچ کرنا بھی چاہتے تو ممکن نہ تھا۔لیکن اس وقت شب میں حالت دوسری ہوگئی ہے۔ثوراآن کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔اس کے معاون اور ہواخواہ جسقدر ہیں وہ بالکل خوف زدہ ہورہے ہیں کوئی اُن کا افسر اور رہنما اس وقت تک نہیں بنا ہے۔اِس حالت میں اگر حضور نے روانگی کا قصد کیا تو یہ لوگ شہر کے دروازے کھول دینگے۔لیکن اگر ایسا نہ کیا تو صبح ہونے تک اُن کا کوئی افسر اور سرغنہ پیدا ہوجائیگا۔اور پھر یہ دشمن شہر کے دروازوں پر دوہرا اور تہرا پہرا بٹھا دینگے۔"

بادشاہ نے نہایت حقارت سے کہا۔"کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں اس شہر میں کوئی قیدی ہوں اور قیدی بھی اُس ملک میں جو میرے زیر نگیں ہے۔فرعون جس وقت حکم دیگا دروازے فوراً کھل جائینگے۔اگر اس میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو اس شہر منوف کی اینٹ سے اینٹ بجادونگا اور

رعایا کو حکم دونگا کہ اس اجڑے ہوئے شہر میں وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ بسیں۔ کیا وہ اس بھلاوے میں ہیں کہ میں ایک رعایا پرور رحمدل بادشاہ ہوں اس لئے ضرورت کے وقت بھی تلوار سے کام نہ لونگا۔ کیا انکو یاد نہیں رہا کہ میں نے اپنی جوانی میں جس وقت انہوں نے شام کے لوگوں سے مدد لے کر بغاوت کی تھی کس طرح شام کے باغیوں کی سرکوبی کی تھی۔ اور ان کے شہروں اور قریوں کو جلا کر کس طرح اُن کی سلطنت پر جو مصر کے باغیوں کی ہوا خواہ بنی تھی اپنی حکومت کا جوا رکھدیا تھا۔ بس! ہمارا کوچ یہاں سے کل ہوگا۔ یہی ہمارا حکم ہے۔ اب جاؤ۔"

مرتیس جھک کر آداب بجالایا اور واپس ہوا۔ جب فرعون اس طرح حکم دے چکا تو پھر آداب شاہی کے خلاف تھا کہ کسی کی زبان کو جنبش ہوتی۔ لیکن اُسکی بیوی آشتی خاموش نہ رہی اور بہت لجاجت سے عرض کرنے لگی۔

"جہاں پناہ۔ اپنے عاجز بندوں پر ناراض نہ ہوں۔ حضور کو علم ہے کہ میں سحر کے فن میں مہارت رکھتی ہوں۔ عدم رفتہ بزرگوں کی روحیں اپنی اپنی لحد سے اٹھکر جو کچھ پیش آنے والا ہے میرے کان میں کہہ جاتی ہیں۔ ابھی ابھی جب میں ملکہ طیبہ کے کمرے سے نکل کر آئی تو کچھ دیر تک ایک جگہ تاریکی میں کھڑا رہنا پڑا۔ یہاں ملکہ آنجہانی اخورہ جو دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں اور جو زندگی میں میری آقا اور سرپرست تھیں دفعتاً میرے سامنے آئیں اور فرمانے لگیں۔

"آشتی۔ ابھی جا اور فرعون کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر کہ اس وقت ان پر اور میری لخت جگر نیفرطیبہ پر ایک واقعہ صعب گذرنے والا ہے۔ بادشاہ کو آگاہ کر دے کہ منوف سے فوراً باہر ہو جائیں۔ ورنہ مرنے پر کمر باندھ لیں۔ عمون کا اختر تاباں ابر مذلت میں چھپنے کو ہے۔ بادشاہ کو خبر کر دے کہ جو عورت اُن کے قریب ہر وقت حاضر رہتی ہے اُس سے ہوشیار رہیں، اور اُس مردود منجومی سے بھی خبردار رہیں۔ جس سے اس عورت نے آج شب کو ایک

عہد و پیمان کیا ہے"

فرعون نے یہ حال سُنکر آشتی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اے خوابوں کی دیکھنے والی اپنے خواب کی تعبیر خود ہی کیوں نہیں کہتی۔ وہ عورت کون ہے جو ہر وقت میرے قریب حاضر رہتی ہے اور جس سے مجھے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور وہ نجومی یا ساحر کون ہے جس سے اس عورت نے عہد و پیمان کیا ہے"

آشتی نے عرض کیا۔ ملکہ اخورہ نے کسی کا نام نہیں لیا۔ لیکن مجھے اپنے سحر سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ وہ عورت مرطیرہ حضور کی خواص ہے جو ایک عرصہ سے موردِ الطاف شاہی ہے اور وہ ساحر اشموآن ہے جس سے مرطیرہ نے شب گذشتہ خفیہ مُلاقات کی تھی"

فرعون ہنسا اور کہنے لگا۔ "اچھا تمہارا مطلب اس لمبی لمبی ٹانگوں والے نجومی سے ہے جو رنگ برنگ کی ٹوپیاں پہنا کرتا ہے اور ابھی اپنے آقا ثوران کی گرفتاری پر بدحواس ہوکر بھاگا تھا۔ اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ ایک جاسوس ہے جو برسوں سے ہمارے خزانہ سے تنخواہ پاتا ہے۔ وہ ایک شعبدہ باز بھی ہے۔ ثوران کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے اُس کے سامنے ساحر اور جادوگر بن گیا ہے۔ مرطیرہ بھی پُرانی جاسوسنی ہے۔ مدّت ہوئی کہ طیبی میں جب ثوران نے ہمارے خلاف سازش کرنی چاہی تو اس نے کُل احوال ہم پر ظاہر کردیا۔ آشتی تم نہایت شریف اور دانشمند عورت ہو۔ مجھے تم سے وہی اُنس اور میرے دل میں تمہاری وہی عزت ہے جو ملکہ طیبہ کے دل میں ہے۔ باوجود تمام خوبیوں کے تمہیں اس مرطیرہ سے ایک قسم کا رشک پیدا ہوگیا ہے۔ میں تمہاری اس حالت کو ایک مدّت سے محسوس کررہا ہوں۔ یہ جو کچھ تمہارے کان میں پھونکا گیا ہے وہ ملکۂ اخورہ کی روح کا کام نہیں ہے بلکہ تمہارے رشک کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے' اچھا اب رُخصت ہو اور جسقدر خوف تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے اُسکو بھی اپنے ہی ساتھ لیتی جاؤ۔

کیونکہ وہ آفت روزگار مرطیرہ دوسرے کمرے میں منتظر کھڑی ہے کہ حاضر ہو کر میرا لباس بدلے۔ اور پھر لطائف وظرائف سُنا کر مجھے سُلا دے۔"

آشتی نے عرض کیا "جہاں پناہ کے حکم سے آگاہ ہوئی۔ اب رخصت ہوتی ہوں۔ دُعا ہے کہ خوابِ شیریں نصیب اور بیداری مبارک ہو۔"

طیبہ رات بھر نہ سو سکی۔ جب ذرا آنکھ لگی طرح طرح کے خواب نظر آنے لگے۔ اُن میں جو صورتیں دکھائی دیں وہ نہایت مہیب اور خوفناک تھیں۔ جتنے خواب نظر آئے اُن میں وہ فربہ اور زشت رُو تُوران ضرور موجود ہوتا تھا۔ آماثل ملک زادۂ کوش کو پائے تخت میں جو دعوت دی گئی تھی اسکا بھی ایک واقعہ خواب میں دیکھا۔ یعنی بازیگر جب مٹکے سے آماثل کی صورت نکالنے لگے تھے تو آشتی نے کچھ ایسا جادو کیا تھا کہ آماثل کی جگہ ایک بندر کی صورت برآمد ہو گئی تھی۔ اس وقت خواب میں یہ معلوم ہوا کہ وہ صورت بندر کی نہیں ہے بلکہ تُوران کی ہے اور نہایت ہی بدہیئت اور کریہ منظر ہے۔ ہاتھ میں اس کے ایک خون آلودہ تلوار اور سر پر فرعون کا تاج مرصع رکھا ہے مٹکے کے مُنہ سے وہ اُچھل کر باہر نکلا ہے اور طیبہ کو اپنی بدنیت نظروں سے دیکھتا دبے پاؤں اُس کی طرف آکر اُسے پکڑنا چاہتا ہے۔ طیبہ میں خود حس و حرکت کی قابلیت مطلق نہیں ہے۔ کسی چیز نے اُسکو تخت پر کیل دیا ہے۔

ڈراونے خوابوں سے ڈر کر طیبہ یکایک بیدار ہوئی اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ اِسی تاریکی سے اب اس کے کانوں میں آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ موت اور لڑائی کے میدانوں میں کُشت و خون کے قصے سنائی دیئے۔ طیبہ اِن آوازوں کو سُنکر اس قدر ڈری کہ کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اور چاہا کہ اپنے عاشق یعنی رعمیس کی طرف خیال رجوع کرے جس کے دیکھنے کی آرزو ہر وقت دل میں رہا کرتی تھی۔ اور جس کے بغیر وہ اپنے کو بالکل تنہا بے یار و مددگار سمجھتی تھی۔ دل میں کہنے لگی "معلوم نہیں رعمیس غریب کہاں ہوگا۔ کس حال میں ہوگا"۔ جس دل نے یہ

سوال کئے تھے اِسی کے ایک گوشہ سے صدا آئی "موت" طیبہ ڈری اور سوچنے لگی۔ اگر رعمیس مر چکا ہے تو پھر میرے زندہ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب اُسی کی جان نہ رہی تو مصر کی ملکہ ہونا یا دُنیا کی عورتوں میں سب سے بڑا بننا سب لاحاصل ہے۔

تنہائی اور تنہائی بھی کیسی ناقابلِ برداشت طیبہ کے دل پر چھا گئی۔ بستر سے اُٹھی۔ کمرے کے دروازے سے چند سیڑھیاں نیچے اُتری۔ سامنے ہی آشتی کے کمرے کا دروازہ تھا جہاں وہ شب کو آرام کیا کرتی تھی۔ دروازے کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ اندر کوئی باتیں کر رہا ہے۔ سمجھی کہ مرمیس آشتی کا شوہر ہوگا۔ اِس لئے اندر نہ گئی۔ لیکن جب غور سے سُنا تو معلوم ہوا کہ آشتی کی آواز ہے ہلکے ہلکے کچھ پڑھ رہی ہے۔ دروازہ کھولکر کمرے میں گئی۔ یہاں ایک چھوٹا سا چراغ روشن تھا اور اُس کی دھیمی روشنی میں آشتی سفید لباس پہنے سر کے لمبے لمبے بال کھولے نظریں آسمان کی طرف کئے دونوں ہاتھ پھیلائے دعا میں مصروف ہے کہ یکایک اس کی نظر پھر کر طیبہ پر پڑی۔ مگر اچھی طرح نہ دیکھ سکی کہ کون ہے کیونکہ طیبہ جہاں کھڑی تھی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ اور کسی کی صورت پہچاننی مشکل تھی۔ بہرکیف آشتی نے طیبہ کی طرف دیکھکر کہا۔

"اے روح۔ آگے بڑھ اور اپنا نام بتا۔ مجھے اِس وقت تیری مدد کی ضرورت اتنی ہے کہ کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔"

طیبہ نے اتنا سُنکر کہا "آشتی۔ میں ہوں۔ کوئی روح نہیں ہے۔ ددا۔ اتنی رات گئے تم روحوں سے کیوں باتیں کرنا چاہتی ہو۔ یوہنی خوف اور خطرے کیا کم ہیں کہ روحوں کو بُلا کر اس اندھیری رات کو اور بھی بھیانک بناتی ہو۔"

آشتی۔ "میں روحوں کو اس لئے بُلاتی ہوں کہ کسی طرح اس خطرناک حالت سے نجات ہو۔ مصیبت نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ آج کی رات وہ ہے جس میں جادو اور سحر شدت سے

اپنا اپنا عمل کر رہے ہیں۔ ہوا کی بُو سے مجھے اسبات کا پتہ چل رہا ہے۔ اور میں بھی جادو کے بدلے جادو چلا رہی ہوں۔ مگر پیاری تم کیوں اُٹھ بیٹھیں سوئی کیوں نہیں؟"

طلیعہ۔ "آشتی۔ مجھے تو نیند حرام ہوگئی ہے۔ کسی طرح نہیں آتی۔ دل پر خوف طاری ہے۔ اے کاش اس منحوس شہر میں ہم نے قدم نہ رکھا ہوتا۔ اور نہ اس خبیث حاکم شہر کی صورت دیکھی ہوتی۔ وہی مردود جو مجھے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے"

آشتی نے اپنی باہیں طلیعہ کے گلے میں ڈالدیں۔ سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی۔ اسی حال میں بولی۔ "پیاری ملکہ۔ ڈرو نہیں۔ کل صبح ہمارا یہاں سے کوچ ہے۔ بادشاہ سلامت نے مجھ سے ایسا ہی فرمایا ہے۔ فوج کے لوگ یہاں سے چلنے کے بندوبست میں سرگرم ہیں۔ اور وہ ملعون ثوران قید خانہ میں بند ہے"

طلیعہ۔ "سوائے گوشۂ قبر کے کوئی قید خانہ ایسے موذی کو ظلم سے نہیں روک سکتا۔ افسوس باباجان نے اسی وقت اُس کے قتل کا حکم کیوں نہ سُنادیا۔ میں ہوتی تو یہی کرتی۔ کم سے کم اس سے پیچھا تو چھوٹتا اور شادی کا ارمان بھی وہ خبیث اپنے ساتھ لے جاتا"

آشتی۔ "ملکہ جہاں۔ یہ اس لئے پیش نہیں آیا کہ فرعون کی تقدیر اور تمہاری تقدیر پوری ہو۔ بادشاہ سلامت کے مزاج میں گو نرمی ہے لیکن جب وہ کسی بات کا قصد کر لیتے ہیں تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ اُنکی رائے کو بدل سکے"

جونہی یہ الفاظ آشتی کے مُنہ سے نکلے کسی طرف سے غالباً نیچے محل کے صحن سے ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز خوف اور حیرت کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سیڑھیوں پر چڑھنے کی آوازیں آئیں۔

آشتی دوڑ کر دروازے کی طرف یہ کہتی ہوئی گئی۔ "ارے کیا ہوا" اسی صدا نے خوف نے

جو پہلے آئی تھی جواب دیا۔ "بادشاہِ مصر مر گئے یا مرنے کو ہیں۔ ملکہ نیطسطریہ کو فوراً بادشاہ کے پاس حاضر ہونا چاہیے۔"

طیبہ اور آشتی نے جلدی سے چادریں اوڑھیں اور ایک تنگ و تاریک زینے سے اتر کر دربار کے کمرے میں سے ہوتی ہوئی فرعون کے خوابگاہ میں آئیں۔ دیکھا کہ بادشاہ بستر پر لیٹے ہیں اور شاہی اطبا سب حاضر ہیں۔ بادشاہ کی زبان بند ہے اور آنکھیں کھلی ہیں۔ بیٹی کو پہچانا اور اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔

طیبہ نے بحالتِ زار امیر الاطبا سے پوچھا۔ "بتایئے تو یہ کیا حالت ہے۔" طبیب نے اس سوال کے جواب میں پائینتیوں سے چادر ہٹا کر بادشاہ کے پاؤں دکھائے۔ پاؤں بالکل خشک اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کسی نے آگ میں جلا دئے ہیں۔"

طیبہ نے پوچھا۔ "یہ کیا مرض ہے۔"

طبیب۔ "ملکہ مصر ہم کو علم نہیں کہ یہ کیا مرض ہے۔ ہماری اتنی عمر ہونے کو آئی مگر یہ بیماری ہماری نظر سے کبھی نہیں گزری۔ سارا جسم تحلیل ہو گیا ہے اور ٹانگوں پر فالج کا اثر معلوم ہوتا ہے۔"

آشتی نے کہا۔ "میں جانتی ہوں یہ کیا ہے۔ یہ بیماری نہیں ہے۔ جادو ہے۔ تورآن نے یا تو خود یا اپنے ساحروں کو حکم دے کر بادشاہ پر یہ سحر کرایا ہے۔ اور اُسی کے اثر سے یہ حال ہوا ہے۔ لوگو۔ بتاؤ۔ بادشاہ سلامت کے قریب آخیر مرتبہ کون حاضر تھا۔"

طبیب نے کہا۔ "مرطیرہ خواص حسبِ دستور بادشاہ کے قریب بیٹھی لوریاں سنا رہی تھی تاکہ جہاں پناہ کو نیند آ جائے۔ پاسبانوں کا بیان ہے کہ شاہی خوابگاہ سے مرطیرہ کو نکلے ہوئے تقریباً دو گھنٹے کا عرصہ ہو چکا ہے۔ میں اُس وقت یہ دیکھنے آیا تھا کہ جہاں پناہ آرام سے استراحت فرما رہے ہیں یا کسی قسم کی تکلیف ہے۔ لیکن جب دیکھا تو جہاں پناہ کی وہ حالت

معلوم ہوئی جو اس وقت آپ ملاحظہ کرتی ہیں۔"

طیبہ نے سر اونچا کیا اور بہ آواز بلند کہا۔

"حاضرین۔ بادشاہ سلامت میرے پدر بزرگوار اس وقت غشی کی حالت میں ہیں اس لئے میں اس وقت تنہا بذات خود مصر کی مالک اور بادشاہ ہوں۔ میرا حکم آپ کو ماننا ہوگا۔ سنیئے۔ توران کو ابھی زندان سے نکالکر دربار کے کمرے میں حاضر کیا جائے۔ مجھے اُس سے چند سوال کرنے ہیں۔ مرطیرہ خواص کو بھی ننگی تلواروں کے پہرے میں یہاں حاضر لایا جائے۔"

پاسبانوں کا افسر ملکہ کے سامنے سر جھکا کر فوراً اس حکم کو بجالانے روانہ ہوگیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور اس کمرے کی طرف گیا جہاں طیبہ اس وقت چلی آئی تھی کیونکہ خوابگاہ میں اطبار بادشاہ کے طبی امتحان میں اس وقت مصروف ہوگئے تھے۔

افسر پاسبانان نے خوفزدہ ہوکر طیبہ سے عرض کیا۔ "ملکۂ عالم ناراض نہ ہوں۔ حاکم شہر توران جہاں اُن کو موجود ہونا چاہیئے تھا موجود نہیں ہیں۔ وہ زندان سے نکلکر معلوم نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔ مرطیرہ خواص کا بھی پتہ نہیں چلتا۔"

طیبہ نے غصّہ سے پوچھا کہ "ایسا کیوں ہوا۔"

افسر "حضور محل کا دروازہ رات کو کھلا رہا۔ کل کوچ کی تیاری ہے۔ ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت جاری ہے۔ گھنٹہ بھر ہوا کہ مرطیرہ خواص اس دروازے پر آئیں اور جو افسر پہرا دے رہا تھا اُسکو بادشاہ کی انگوٹھی دکھائی اور کہا کہ مجھکو ایک ضروری کام کے لئے باہر جانا ہے۔ ایک بہت تن و توش کا آدمی اونٹ والوں کے سے کپڑے پہنے اُنکے ساتھ تھا۔ پہرے دار اندھیرے میں سمجھا کہ صحرا کا کوئی آدمی ہے جو اونٹوں کے انتظام میں ادھر اُدھر پھر رہا ہے۔ مگر اب یقین ہو گیا کہ درحقیقت وہ حاکم شہر توران اونٹ والے کے بھیس میں

تھا۔جس حجرے میں اُسے قید کیا گیا تھا اُس میں ایک چور دروازہ تھا جس کا حال ثوران کو معلوم تھا۔ اس چور دروازے سے ثوران حجرے سے باہر نکل آیا اور کسی صحرائی کے کپڑے پہنکر محل سے بھاگ گیا۔جس صحرائی کے کپڑے اُس نے پہنے ہیں اُس کا پتہ ابھی تک نہیں چلا ہے۔ غالبًا وہ محل کے کسی گوشے میں سوتا ہو گا“

طیبہ نے یہ سُنکر حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دئیے جائیں۔کسی کو نہ باہر جانے کی اجازت ہے اور نہ اندر آنے کی۔ آشتی۔تم چند آدمیوں کو لے کر جاؤ اور اُس کمرے کی تلاشی لو جس میں مرطیرہ سویا کرتی تھی۔ ممکن ہے کہ وہ واپس چلی آئی ہو“

آشتی حکم سُنتے ہی چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں کوئی چیز کپڑے میں لپٹی ہوئی لے کر واپس آئی۔

آشتی نے آتے ہی ملکہ سے کہا کہ ”مرطیرہ غائب ہے اور یہ چیز اُس کے بستر کے نیچے سے برآمد ہوئی ہے“ اتنا کہہ کر آشتی نے وہ چیز ایک میز پر رکھدی۔

طیبہ اُسے دیکھتے ہی پیچھے ہٹی اور کہنے لگی کہ ”کیا یہ کسی بچّہ کا مردہ ہے“

آشتی نے کہا۔ ”نہیں یہ بچّہ نہیں ہے بلکہ ایک بڑی عمر کے مرد کی صورت ہے“

آشتی نے اوپر کا کپڑا ہٹایا تو موم کا ایک پُتلا نظر آیا جس کی شکل بالکل فرعون کی سی تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہئیے کہ فرعون میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا اسی کا یہ مثنےٰ تھا۔ ٹانگیں پگھل کر ٹیڑھی ہو گئی تھیں اور ہاتھی دانت کی بنی ہوئی بدن کی ہڈیاں اور باریک باریک تاروں کی نسیں جن پر موم چڑھایا گیا تھا الگ نظر آ رہی تھیں۔ مُنہ کے اندر تالو کے نیچے جہاں زبان ہونی چاہئیے تیز خار لگائے تھے جو تالو میں چُبھے ہوئے تھے۔ پُتلا بالکل زندہ معلوم ہوتا تھا اور دیکھنے سے خوف طاری ہوتا تھا نیطسر طیبہ نے اُسے دیکھکر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دیوار سے سہارا لیکر تھوڑی دیر کھڑی ہی

پھر سنبھل کر بولی :-

" سرکاری طبیبوں اور مجلس شوریٰ کے لوگوں کو فوراً طلب کیا جائے اور لشکر کے تمام افسر جو ہمارے ہمراہ آئے ہیں بلائے جائیں تاکہ سب لوگ آکر دیکھیں اور گواہ رہیں کہ فرعون کے سوتیلے بھائی تورآن نے اشموَن ساحر اور اُس کی آشنا مرطیرہ سے سازش کرکے بادشاہِ مصر کے برخلاف کیسا سنگین جرم کیا ہے "

سب لوگ طلب ہوتے ہی حاضر ہوئے اور جب اُنہوں نے موم کے خوفناک پتلے کو میز پر رکھا دیکھا تو رو رو کر ان بدبختوں پر جنہوں نے یہ سحر کیا تھا وہ سخت لعنت اور ملامت کرنے لگے۔

نیطرطیبہ نے کہا " اُن پر لعنت ملامت نہ کرو۔ کیونکہ وہ تو خود ملعون و مردود ہو چکے ہیں اور مرتے ہی اُن کی روحیں شیطان کے سپرد ہو جائینگی۔ جس بات کی اس وقت ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ یہ کُل واقعات ضبطِ تحریر میں لے آنے چاہئیں۔ کاتبو۔ فوراً اپنی یادداشتوں میں کُل واقعات درج کر لو۔"

کاتبوں نے فوراً کُل حالات قلمبند کئے اور اُن کی تحریر پر ملکہ طیبہ اور مشیرانِ سلطنت نے جو حاضر تھے اپنے اپنے دستخط کر دیئے۔ تب نیطرطیبہ نے حکم دیا کہ اس موم کے پتلے کو یہاں سے اُٹھا لے جائیں اور اس کو تلف کر دیں تاکہ جو آفات وہ برپا کر رہا ہے وہ کسی طرح بند ہوں۔ اس پر ایک کاہن جو اوسیرس دیوتا کے معبد کا خادم تھا اس پتلے کو اُٹھا کر باہر لے گیا۔

طیبہ فرعون کے کمرے میں آئی اور پلنگ کے قریب زمین پر گھٹنے ٹیک کر باپ کا چہرہ جھک کر دیکھنے لگی۔ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ سو رہے ہیں۔ مگر تھوڑی دیر میں وہ بیدار ہوئے اور چاروں طرف وحشت زدہ آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ لبوں کو کسی قدر جنبش ہوئی مگر بولا نہ گیا پھر یکلخت بھرّائی آواز میں کہا :-

"دشمنوں نے مجھ پر جادو کیا ہے۔ ہائے میں جلا۔ میں پھکا۔" یہ جملے کہتے جاتے تھے اور پلنگ پر
(لو)ٹتے تھے۔ پھر کہا "بیٹی۔ بیٹی۔ میرے خون کا بدلہ ضرور لینا۔ تم کچھ نہ ڈرو۔ دیوتا تمہارے ساتھ
(ہ)یں۔ میں ان کی قہر ناک نگاہیں دیکھ رہا ہوں۔ ہائے میں جلا۔ میں جلا۔" یہ کہتے ہی سر پیچھے کو ڈھلکا
(ا)ور چہرے پر موت کی زردی کھنڈ گئی۔

طیبہ نے مردہ باپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر سرہانے جھک کر کھڑی ہوئی اور کوئی دعا
(پ)ڑھی۔ کچھ دیر کے بعد سیدھی کھڑی ہوئی اور کہا:۔

"بادشاہِ عادل و کامل کی یہی خوشی تھی کہ خدائے اوسیرس کی اقلیم میں وارد ہو کر اپنے
(اب)دی گھر میں جا بسیں۔ لوگو۔ سب کو اطلاع کر دو کہ فرعون گذر گئے اور میں اُن کی جگہ مصر کی
(م)الک ہو گئی۔ اوسیرس کے سردار کاہن کو طلب کیا جائے کہ آخری مراسمِ میت ادا کریں۔"

اوسیرس کا سردار کاہن حاضر ہوا۔ ابھی دروازے ہی میں تھا کہ آشتی اس کے قریب
(آ)ئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ:۔

"اس موم کے پتلے کو تم نے کس طرح تلف کیا"

کاہن نے جواب دیا کہ بت خانہ اسفط کے قدیم حرم میں جو بڑا قربان گاہ ہے اس پر
(د)ہکتی آگ میں اُسے پھونک دیا"

آشتی نے کہا "تم بڑے نادان تھے۔ تم کو چاہیے تھا کہ اُسکو کہیں دفن کر دیتے۔ اب سنو
(ک)ہ اس جادو کے پتلے کو جلا کر تم نے فرعون کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا"

اتنا سنتے ہی کاہن غش کھا کر زمین پر گرا۔ دوسرا کاہن فوراً طلب کیا گیا تاکہ بادشاہ
کے مردے پر دعا پڑھے۔

دسواں باب

ملکہ کی مصیبت میں ہمزاد کا ظاہر ہونا

صبح ہوگئی تھی۔ جراح اور اطبا میت فرعون کا حنوط خوشبودار مصالحوں سے تیار کرنے میں مصروف ہوئے۔ طیبہ نے فوراً مشیروں کو جو ہمراہ آئے تھے طلب کر کے مشورہ شروع کیا۔ دیر تک مجلس میں بحث ہوتی رہی۔ ہر شخص جانتا تھا کہ خطرہ شدید درپیش ہے۔ توران کی گرفتاری اب ناممکن ہے۔ وہ قید سے بھاگ چکا تھا اور اسبات کو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھا کہ اُس کے جرائم اتنے ہیں کہ اگر سزا کی نوبت آئی تو وہ اور اُس کا خاندان سب قتل کر دیا جائیگا۔ اور اس ہلاکت سے بچنے کی تدبیر یہی ہے کہ طیبہ سے کسی طرح اس کی شادی ہو جائے۔ مشیروں کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہزار ہا مسلح آدمی شہر کے اندر اور باہر ایسے موجود ہیں جو توران کی وفاداری کا حلف لے چکے ہیں۔ اِدھر فرعون کی سپاہ کی تعداد صرف پانچسو ہے اور یہ بھی سب کی سب شہر کے پیچیدہ گلی کوچوں اور مختلف عمارتوں میں پراگندہ ہے۔

ایک مشیر نے یہ رائے دی کہ قصر کی دیوار میں جو دریا کے رُخ ہے نقب لگا کر سب لوگ دریا کی طرف نکل آئیں اور وہاں جس قدر جہاز اپنے موجود ہیں اُن میں سوار ہو کر طیبی کو کوچ کریں۔ اس مشورہ کو سب نے پسند کیا لیکن جب اسپر عمل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ جہازوں پر دشمن نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ طیبی کی طرف روانہ کر دیئے گئے ہیں۔ بس اب دو ہی صورتیں رہ گئی ہیں۔

ایک یہ کہ پرانے بُت خانہ کی چار دیواری میں سب جمع ہو جائیں اور وہاں سے کمک کے لئے قاصد روانہ کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ تن بہ تقدیر چار دیواری سے نکل کر شہر میں سے ہوتے ہوئے شہر کے بڑے دروازے پر آئیں اور اگر وہ بند ہو تو اُسے توڑ کر باہر نکلیں اور جہازوں پر قبضہ کر کے دریا دریا کسی ایسے شہر کو روانہ ہو جائیں جہاں کی رعایا بادشاہ کی وفادار اور خیر خواہ ہو۔

اہلِ مشورت میں سے کسی نے ایک رائے کو پسند کیا۔ کسی نے دوسری رائے کو۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ ملکہ طبیہ جس بات کو منظور کرے اُسی پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ ملکہ نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا :۔

"ہم یہاں اب ٹھیرنا نہیں چاہتے۔ جب تک ہماری مدد و مخلصی کے لئے فوج آئیگی ہم سب یا تو فاقوں سے مرجائینگے یا اس نابکار خبیث کے پنجۂ غضب میں گرفتار ہونگے۔ جو میرے باپ کا قاتل ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ میں اس باغی شہر کے گلی کوچوں میں لڑتی ہوئی مرجاؤں۔ ایسی موت میرے لئے مبارک ہوگی کیونکہ عفت و عصمت کے ساتھ اپنے باپ کے پاس پہونچ جاؤنگی جس کی ابدی سکونت اس وقت کرۂ آفتاب سے بھی ماورا ہے۔ مشیرو۔ آج آدھی رات کو ہمارا یہاں سے کوچ ہے"

یہ حکم سنتے ہی حاضرین سرنگوں ہوئے اور کوچ کی تیاریاں کرنے لگے۔ عورتیں جس قدر ساتھ تھیں اُنھوں نے فرعون کی موت پر ماتم شروع کیا اور قصر کے برجوں اور کنگروں سے منادوں نے اعلان کیا "نبطہ طبیہ ملکۂ مصر نجمِ عمون۔ جمالِ حاسر۔ رشکِ خاور۔ ارض شمال و جنوب کی مالک اور باشندگانِ مصر کی بادشاہ ہوئی" بار بار یہی ندا بلند کی جاتی تھی۔ خلقت جو نیچے کھڑی تھی اُن میں سے کوئی خوش ہو کر کوئی جملہ کہتا تھا۔ لیکن اکثر لوگ نوران کے خوف سے

زبان بند کئے تھے۔ منّادوں نے اپنی ندا میں شہزادہ تورآن کی نسبت بھی حکم سُنایا کہ "ملکۂ مصر کی حضور میں فوراً حاضر ہو کر حلفِ اطاعت لے" مگر تورآن کی طرف سے اس حکم کی پابندی مطلق نہ ہوئی۔

رات ہوئی۔ ملکہ سے اشارہ پاتے ہی بُت خانے کے دروازے کھول دئے گئے اور امرائے سلطنت کے کندھوں پر فرعون کا تابوت رکھا ہوا باہر نکالا گیا۔ آگے آگے سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور پیچھے پیچھے عورتوں اور شاہی ملازموں کی صفیں تھیں۔ تابوت صنوبر کی لکڑی کا تھا۔ بُت خانہ میں جس قدر تختے اس قسم کی لکڑی کے مل سکے ان ہی سے جلدی میں یہ تیار کیا گیا تھا۔ کسی کا خوف تو تھا نہیں۔ بہت آہستہ قدم تابوت لئے یہ لوگ چلنے لگے۔ کاہن اور مغنّی دعائیں پڑھتے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ ان کے بعد حمالوں کا ایک گروہ تھا جو سروں پر سامان رکھے ہوئے جاتا تھا۔ اس گروہ کے پیچھے فوجِ محافظ کے لوگ ملکہ کے گرد حلقہ کئے تھے۔ ملکہ اُس وقت مردانے لباس میں زرہ بکتر چار آئینہ لگائے رتھ پر سوار تھی۔ اور پہلو میں سردار مرمیس کی بیوی آشتی بیٹھی تھی۔

شروع میں سب خیریت رہی۔ کیونکہ بُت خانہ کے سامنے جو وسیع میدان تھا وہاں آدمی کا نشان نہ تھا۔ جب یہاں سے یہ جلوس خیریت سے گذر کر اس سڑک پر آنے کو ہوا جو شہر کے دروازہ تک ایک میل سیدھی چلی گئی تھی تو سپاہِ محافظ نے جو ملکہ کے گرد تھی اپنی ردیفیں کم عریض کر کے اس سڑک پر آنا چاہا۔ لیکن موڑ پر پہونچتے ہی کیا دیکھا کہ پہلو کے گلی کوچوں سے تورآن کی فوجیں دفعتاً نکل کر جہاں سے یہ دوسری سڑک شروع ہوئی تھی وہاں راستہ روک کر کھڑی ہو گئی ہیں۔

جس وقت جلوس سامنے آیا ان فوجوں کے افسر نے للکار کر کہا "ٹھیرو"۔ ملکہ کے سپاہیوں نے

فوراً اپنی صفوں کو زیادہ مضبوط کر کے ملکہ کے گرد ایک حلقہ باندھ لیا اور اب فریق مخالف کی طرف سے چند فوجی افسر جن میں ثوران کے چاروں بیٹوں کو بھی لوگوں نے پہچان لیا آگے بڑھے اور ثوران کی طرف سے یہ پیغام سُنایا کہ ملکہ نیطاطبیہ فوراً اُن کے حوالے کی جائیں۔ اِنکا پاس ادب ہر طرح پر ملحوظ رہیگا۔ باقی جس قدر لوگ ان کے ہمراہ ہیں وہ آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہے جائیں۔

فوجِ محافظ کے افسر مرتبیس نے یہ پیغام سُنتے ہی ملکہ سے کُل واقعہ عرض کیا۔ ملکہ نے سخت برہم ہوکر کہا "مرتبیس جاؤ اور جواب دو کہ ملکۂ مصر اپنے تئیں باغیوں اور قاتلوں کے حوالے نہیں کر سکتی۔ اتنا جواب دیکر فوراً اِن دشمنوں پر حملہ کرو اور سب کو اسیوقت تہ تیغ کر دو۔"

مرتبیس نے واپس ہوکر ثوران کے افسروں کو ملکۂ مصر کا جواب سُنایا اور جواب ختم نہ ہوا تھا کہ ملکہ کے تیر اندازوں نے دفعتاً ایسے تیر برسائے کہ ثوران کے چاروں بیٹے اور اُن کے چند ہمراہی جو قریب تھے جہاں کھڑے تھے وہیں ختم ہو گئے۔

اور اب دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ یہ معرکہ ایسا سخت تھا کہ صدہا برس سے ایسی خونریزی مصر کی زمین پر نہ ہوئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ شاہی فوج تعداد میں کم تھی لیکن اسکے لوگ بڑے بڑے آزمودہ کار لڑنے والے تھے۔ اس وقت جان سے مایوس ہوکر دشمن سے گتھ گئے۔ ملکہ طبیہ بھی آج رات کو عورت نہ رہی تھی۔ جس وقت اُس کی سپاہ نے حملہ کر کے دشمن کی صفوں میں سے رستہ نکالنا چاہا تو ملکہ بھی دشمن پر تیر چلا کر انکو ہلاک کرتی رہی۔ اس وقت چاندنی خوب تیز کھِلی تھی، اس روشنی میں ملکہ کی صورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دیبی رتھ میں بیٹھی آسمان سے اُتری ہے اور کمان سے تیر چلا چلا کر ترکش خالی کر رہی ہے۔ باوجودیکہ لڑائی سخت تھی مگر ملکہ کے قریب جو لوگ تھے انکو ابھی تک کوئی گزند نہ پہونچا تھا۔ رتھ کے گھوڑے تک محفوظ تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایسی قوت کا وہاں گذر ہی

جو کسی کو نظر تو آتی نہیں لیکن اس کے اثر سے دشمن کی تلواریں اور تیر اپنے نشانے خطا کر رہے ہیں۔

یہ حالت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ توران کے سپاہی بے شمار تھے اور شاہی فوج بہت قلیل تھی۔ اور وہ بھی اب بہت چھٹ چلی تھی۔ جو لوگ ابھی تک لڑ رہے تھے وہ پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ جہاں سے چلے تھے یعنی بُت خانہ کی چار دیواری تک ہٹتے چلے گئے۔ یہاں سے بھی پس پا ہو کر بُت خانہ کے صحن میں آنا پڑا۔ اس وقت سردار فوج مرمیس کے تحت میں صرف پچاس آدمی رہ گئے تھے۔ ان سب نے کوشش کی کہ دشمن کو بُت خانہ کے دروازے میں داخل نہ ہونے دیں، جان توڑ کر لڑے اور ایک ایک کر کے دشمن کی برچھیوں اور بھالوں سے زخمی ہو کر کام آ گئے۔

طلیہ اُس وقت رتھ سے اُتر کر کمان پر سہارا لئے کھڑی تھی۔ ترکش میں اب کوئی تیر باقی نہ رہا تھا۔ قریب ہی خاتون آشتی حاضر تھی۔ دونوں اپنے جان نثاروں کی وفاداری کا تماشا دیکھ رہی تھیں کہ دفعتاً توران کے سپاہی سخت شور مچا کر دروازے سے داخل ہو چار دیواری کے اندر گھس آئے۔ رستہ میں جو سامنے آیا اُسکو قتل کیا۔ اور اب ملکہ کے گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ ان لوگوں پر دشمن نے حملہ کر کے اُنکو بُت خانہ کے اندر والے صحن میں ہٹا دیا۔ یہاں بھی اُنکو زیادہ جمنے نہ دیا اور وہ ہٹ کر بُت خانہ کے کمروں میں آ گئے اور وہاں سے بھی ہٹتے ہٹتے زینہ کا وہ دروازہ آ گیا جس سے چڑھ کر ملکہ اپنے بلند کمروں میں پہونچا کرتی تھی۔

زینہ کے دروازے پر آخری کشمکش شروع ہوئی۔ طلیہ کے سپاہیوں نے ایک ایک سیڑھی پر دشمن سے لڑ کر جان دی۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ سوائے طلیہ آشتی اور مرمیس کے اور کوئی زندہ نہ بچا۔ مرمیس سر سے پاؤں تک زخموں سے چُور ہو رہا تھا۔ آخر کار ان تینوں نے زینہ چڑھ کر اوپر جانا چاہا۔ پیچھے پیچھے دشمن بھی آ رہا تھا۔ چند سیڑھیاں رہ گئی تھیں کہ وہاں وہ رُکا۔ سردار مرمیس جو زخموں کی تکلیف سے نیم جان تھا اپنی بیوی کی طرف بڑھا۔ اُس کی پیشانی

چومی۔ پھر ملکہ کے سامنے حاضر ہو کر زمین بوس ہوا۔ اور عرض کیا:۔

"ملکۂ عالم پناہ۔ جہانتک انسان کی طاقت میں تھا میں نے حضور کی جان بچانی چاہی۔ لیکن اب میں رخصت ہوتا ہوں تاکہ اپنے مالک اور آقا فرعون آنجہانی کی حضور میں حاضر ہو کر یہ کل ماجرا عرض کروں۔ اب یہ جانثار آپ کو خدائے عموّن کے سپرد کرتا ہے اور رعیس کو جو میرا لخت جگر ہے ذمہ دار کئے جاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ حضور کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ اور اب میری وصیت یہی ہے کہ آپ دونوں اس نمک حرام دشمن سے انتقام لیں"۔ اتنا کہکر آشتی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ "اے میری زندگی کی رفیق بیوی تجھے خدا کو سونپا"۔

اس کے بعد مرتیس نے اپنے بزرگوں کے زمانہ کی جو مصر میں بادشاہت کر چکے تھے ایک رجز پڑھی اور اس جری و شریف بہادر شاہانِ قدیم کی یادگار نے دونوں ہاتھوں سے تلوار پکڑی اور دشمن کے ٹکڑے اڑاتا ہوا آخر کار خود بھی عدم کی راہ پکڑی۔

ملکہ نے کہا۔ "آشتی۔ اے شاہانِ مصر قدیم کے ایک شریف نام لیوا کی شریف بیوی اٹھو اور میرے ساتھ چلو"۔ آشتی اس وقت دیوار کے سہارے سے آنکھیں بند کئے کھڑی تھی۔ ملکہ کی طرف نظر اٹھائی اور رو کر کہنے لگی۔

"بیوی کہاں رہی۔ اب تو بیوہ ہوں۔ کیا آپنے مرتیس کی روح کو پرواز کرتے نہیں دیکھا"

طیبہ آشتی کو سہارا دے کر کمروں کے اوپر بالاخانہ میں لے گئی۔ یہاں ایک کوچ پر آشتی سخت رنج و الم کی حالت میں بیٹھ گئی۔ طیبہ خود بالاخانے کی بلند مہتابی پر جا کھڑی ہوئی۔ مہتابی سے صدہا گز نیچے دریائے نیل بہہ رہا تھا۔ طیبہ اس بلند مقام پر کھڑے ہو کر اس خیال میں محو ہوئی کہ دیکھئے اس کشت و خون کا انجام کیا ہوتا ہے۔ صبح ہونے کو تھی۔ ریگستان کی سرحد پر افق مشرق سے آفتاب کا سُرخ کنارہ صاف ستھرے آسمان پر ظاہر ہو چلا تھا۔ طیبہ فولاد کی چمکتی

ہوئی زرع پہنے سر پر خود رکھے جو تاج مصر کی وضع کا تھا اس سر بفلک گنبد کی مہتابی پر بالکل اس کے کنارے کھڑی تھی۔ نیچے دریا تھا۔ اُس پر کشتیوں اور جہازوں میں اور خشکی کی طرف میدانوں اور راستوں پر لاکھوں مخلوق موجود تھی جو اس نور کی مورت کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ لوگ تعریف میں بار بار نعرے لگا کر کہتے تھے۔

"عمون کی بیٹی کو دیکھو۔ کیسی مہادیبی بنی کھڑی ہے۔"

دشمن کے سپاہی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمروں کی چھت پر بالاخانے کے قریب پہونچے اور دیکھا کہ طیبہ مہتابی کے کنارے کھڑی ہے اور صد ہا گز نیچے دریا بہہ رہا ہے۔ چونکہ لڑائی اب ختم ہو چکی تھی۔ سپاہیوں کے ساتھ توزان بھی چھت پر آیا مگر دم پھول گیا تھا اُسی حالت میں کہنے لگا۔

"اُس عورت کو گرفتار کر لو۔"

ملکہ اُس وقت سر سے پاؤں تک سورج کی کرن میں نور کا لباس پہنے کھڑی تھی۔ توزان کا حکم سُن کر سپاہیوں نے ملکہ کی طرف دیکھا مگر آگے بڑھنے کی ہمت کسی میں نہ ہوئی۔ پیچھے ہٹ کر کہنے لگے۔

"ہم آگے ایک قدم نہیں اُٹھا سکتے۔ فرعون مقتول کی روح ملکہ کے سامنے کھڑی ہے۔"

طیبہ نے یہ کیفیت دیکھ کر بہ آواز بلند کہا۔

"توزان۔ تو خاندان مصر کا ایک شہزادہ اور اس شہر منوف کا موروثی والی اور حاکم تھا۔ مگر اب تو نہ شہزادہ ہے اور نہ حاکم بلکہ زمرۂ انسانیت سے خارج ایک قاتل اور دغا باز ہے۔ اپنے بادشاہ اور اُس بادشاہ کے بہت سے وفاداروں کا خون تیری گردن پر ہے۔ نمک حرام۔ سُن میں تیری موت کا حکم سُناتی ہوں اِس دُنیا میں بھی اور اُس عالم میں بھی جو بعد الموت

تجھے نصیب ہوگا تو ہمیشہ کو غارت ہوا۔ اگر تو نے ایک قدم بھی میری طرف بڑھایا تو اسی دم تمام دُنیا کی آنکھوں کے سامنے اس بلندی سے دریائے نیل میں اپنے تئیں گرا دونگی۔ لیکن پیشتر اس سے کہ میں اپنے مُردہ باپ فرعون کی خدمت میں حاضر ہوں اور میں اور میری دایہ آشتنی دونوں ملکہ خداؤں کے دربار میں تیری شکایت کریں۔ ہماری بددُعا اپنے حق میں سُن لے۔ آج سے ایک زہریلا سانپ تیرے کلیجہ کو ڈستا ہوا تیرے دل تک اپنے تیز دانت پہونچاتا رہیگا۔ اور پھر تو اور تیرا سارا کنبہ اور وہ لوگ جو تیرا ساتھ دیں گے ایک ایک کرکے دُنیا سے نیست و نابود ہوجائینگے۔ یہ نیطسرطبیہ کا سراپ ہے جس میں عمون رع کا غضب شامل ہے۔ عمون رع وہ ربّ ہے جس نے تجھے اِس دُنیا میں پیدا کیا تھا۔ وہ میرا باپ اور تمام اربابِ فلک کا سرتاج ہے۔"

سپاہیوں نے جب یہ غضب آلود الفاظ سُنے تو ایک ایک کرکے زینہ سے اُتر سب اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور اب وہاں سوائے ملکہ اور آشتنی کے جو ملکہ کے قدموں میں پڑی تھی اور توراآن ظالم وجفاکار کے جو ملکہ کا چچا بھی تھا اور کوئی باقی نہ رہا۔

توراآن نے طبیہ کی طرف دیکھا۔ تین بار کوشش کی کہ کچھ کہے لیکن مُنہ سے آواز نہ نکلی۔ چوتھی مرتبہ بہزار مشکل تھرتھراتی آواز میں کہا:۔

"ملکہ۔ میرے حق میں جو کچھ بددعا کی ہے اُسکو اپنی ہی زبان سے بے اثر کردو۔ یہ سراپ میرے سر سے ہٹادو۔ میں بڈھا ہوں اور آج میرے چار بیٹے جو صحیح النسب تھے اس معرکہ میں قتل ہوچکے ہیں۔ مجھے گوارا ہے کہ صرف اسی شہر میں بدستور حکومت کرنے کی اجازت حاصل رہے گو تختِ مصر سے کہیں زیادہ تمنّا مجھے اس کی ہے کہ تم میری ہوکر رہو۔ لیکن میں اس آرزو سے بھی ہاتھ دھوکر تم کو یہاں سے جانے کی اجازت دیدونگا خواہ اس میں مجھے کتنی ہی تکلیف ہو۔"

طیبہ نے جواب دیا " توران اگر میں اب چاہوں بھی تو میری بددعا تیرے سر سے نہیں ٹل سکتی۔ میں نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا ہے۔ یہ ندائے غیب تھی جس نے میری زبان سے تیری تباہی کی خبر دی ہے۔ اے ابلیس کے بچے جو کچھ برائی تجھے کرنی تھی تو نے کر لی۔ بددعا تیرے حق میں ہمیشہ قائم رہیگی"

یہ تقریر سُنکر توران خوف اور غصّے کے ساتھ غصّے اور غضب سے کانپ اُٹھا اور کہنے لگا:۔ "اے عمون کی زادیدہ۔ اگر یہ بات ہے تو یوں ہی سہی۔ اب مجھے کسی بات کا ڈر نہیں۔ بُرے سے بُرا سلوک جو مجھ سے بن پڑیگا تیرے ساتھ برتونگا۔ فرعون جو میرا دشمن تھا وہ مرچکا ہے اور تو اُس کی بیٹی ہے۔ سمجھ لے کہ میرے جبر سے نہیں بلکہ اپنی خوشی اور خواہش سے تجھے میری بیوی بننا پڑیگا۔ اِنسان کی مجال نہیں کہ تجھ پر اُنگلی اُٹھا سکے۔ اس لئے فاقوں سے تیرا یہاں کام تمام کیا جائیگا۔ موت ابھی تجھے نہیں آئیگی اور ایک دن میرا بھی آئیگا کہ تجھ پر قابو پاؤنگا"

طیبہ "اے شیطان۔ یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ اس دن کے بعد جو شب ہولناک تیرے حق میں ہے اُس کی سحر کبھی نمودار نہ ہو گی"

توران آگے کچھ نہ کہہ سکا اور وہ بھی یہاں سے چلا گیا۔

جس وقت توران چلا گیا تو نبطسر طیبہ نے اس بلندی سے نیچے بُت خانہ کے صحن کو دیکھا۔ ہزارہا آدمی یہاں خاموش کھڑے تھے۔ سب کے چہروں پر مُردنی چھائی تھی۔ اور سب ملکہ کی طرف دیکھتے تھے۔ یہ دیکھکر طیبہ مہتابی سے نیچے اُتری اور آشنی کو چھت سے اُتار کر اس کمرے میں پہونچایا جہاں وہ سویا کرتی تھی۔

چھ دن ہو گئے ہیں۔ نبطسر طیبہ بدستور اُسی بُرج میں فاقے کر رہی ہے۔ مٹکوں کا پانی اب تک کام دیتا رہا۔ مگر آج وہ بھی ختم ہو گیا۔ کھانے کے لئے سوائے شہد کے اور کچھ میسّر نہیں

ہوا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ بُت خانہ کی بُرجیوں میں کہیں کہیں شہد کے چھتّے تھے۔ آشتی رات کو اُٹھکر ان میں سے تھوڑا سا شہد نکال لیا کرتی تھی۔ اس دن شہد بھی باقی نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو پانی نہ تھا جو حلق کے نیچے کچھ اُتر سکتا۔ (اس زمانہ کے برسوں بعد جب طیبہ تخت مصر کی پوری مالک ہوئی تو اُس نے شہد کی مکھی کی تصویر اپنے شاہی طغرے میں بنوائی مگر اس مکھی کی محنت کے پھل کو پھر کبھی نہ چکھا)۔

طیبہ آشتی کے کمرے میں گئی اور کہا "اُٹھو۔ باہر نکل کر چھت پر آؤ اور غروب آفتاب کی کیفیت ایک مرتبہ اور دیکھ لو۔ کیونکہ جس طرح وہ آسمان کا دورہ کرکے غروب ہونے والا ہے ہم بھی اُسکے ساتھ ساتھ اپنی عمر کی منزل ختم کرنے کو ہیں"۔

غرض دونوں اُٹھیں۔ کمزور بہت ہوگئی تھیں۔ ایک نے دوسرے کو سہارا دیکر سیڑھیوں پر چڑھایا اور اب اس بلندی سے اُنہوں نے دیکھا کہ دریا کی سمت کو چھوڑ کر جہاں تُوران کے جنگی جہاز پہرا دے رہے تھے باقی تمام سمتوں میں بُت خانہ کے گرد فوج دوہری صفوں میں آراستہ ہے۔ اور ان صفوں کے پیچھے ہزار ہا آدمی اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ اب مصر کی فاقہ کش ملکہ سورج ڈوبنے کے وقت مہتابی پر نمودار ہو گی۔

جونہی ملکہ نے جو ابھی تک زرع پہنے تھی مہتابی پر قدم رکھا تمام خلقت میں سمندر کی لہروں کا سا ایک شور اس سرے سے اُس سرے تک پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد ہر طرف ایک سکوت کا عالم تھا۔ سب لوگوں کو ملکہ پر بے حد رحم آتا تھا مگر مُنہ سے کوئی بات نکالنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی خاموشی کی حالت میں جب آفتاب اہرام مصر کی پشت پر آکر نظروں سے غائب ہوگیا تو طیبہ خدائے مصر عمون رع کی حمد میں نغمہ سرا ہوئی۔ جس وقت اس نغمہ کی موجیں فضا میں دور تک حرکت کرکے رفتہ رفتہ خاموش ہوگئیں تو پھر خلقت میں ایک ہلکا سا شور پیدا ہوا۔ مہتابی کے گرد تاریکی

اتنی بڑھی کہ ملکہ کی صورت اب لوگوں کو نظر نہ آسکی۔

جس طرح ہاتھ میں ہاتھ دیئے مہتابی پر آئی تھیں۔ اُسی طرح اب یہ دونوں بے کس عورتیں سیڑھیوں سے اُتر کر اپنی خوابگاہ میں پہونچیں۔

طیبہ نے کہا۔ "آشتی یہاں کے لوگوں میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔ بس اب یہی باقی ہے کہ لیٹے رہیں اور مر جائیں"

آشتی نے جواب دیا۔ "پیاری تجمہ، یہ بات نہیں ہے۔ اس وقت ہم کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو مصیبت میں بے کسوں کی مدد کرتا ہے۔ تم کو وہ باتیں بھی یاد ہیں جو ملکہ احورہ کی روح نے آخری وقت ہم سے کہی تھیں؟"

طیبہ۔ "آشتی۔ ہاں مجھے یاد ہیں"

آشتی۔ "ملکہ آنجہانی نے جو جملے ایک خاص وقت پر زبان سے نکالنے کو کہے تھے وہ صرف ایک ہی مرتبہ مُنہ سے نکالے جاسکتے ہیں۔ دوبارہ کہنے پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ پس میں اس وقت کے انتظار میں ہوں کہ جب بالکل ہی کوئی اُمید نہ رہے تو ان جملوں کو ادا کروں۔ اب جو حالت ہے اسکو دیکھکر سمجھتی ہوں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اُسکو جو تمہارے قالب میں رہتی ہے تمہاری جان بچانے کے لئے طلب کروں"

طیبہ نے سست آواز سے کہا۔ "اچھا۔ آشتی۔ اُسکو بھی طلب کر کے دیکھ لو۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو بس یہیں مر جاؤ۔ قصہ ختم ہو۔ یہ بتاؤ کہ جس کا تم ذکر کرتی ہو۔ خواہ وہ عموّن کا نور ہو خواہ میرے مُردہ والدین کی روح ہو جو کچھ بھی وہ ہو اُسے تم کب طلب کرو گی"

آشتی۔ "نہ میں ربّ عموّن کو طلب کر سکتی ہوں اور نہ فرعون آنجہانی اور ملکہ احورہ کی روحوں کو کیونکہ اس بات سے مجھے قطعی منع کر دیا گیا ہے۔ تجمہ۔ پیاری۔ میری آنکھوں کی روشنی

اب تم سو رہو۔ اِس رات کی ظلمت میں مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ جب تم سو کر اُٹھو گی تو سب حال معلوم ہو جائیگا۔"

طیبہ "ہاں اگر سو کر جیتی اُٹھی۔ آشتی۔ کہیں تمہارا یہ ارادہ تو نہیں ہے کہ اس مصیبت اور تکلیف سے نجات دینے کے لئے سوتے ہی میرا کام تمام کردو۔ اگر ایسا ارادہ ہے تو یہ تمہارا احسان ہوگا! کوئی قصور نہ ہوگا۔ دم نکلتے ہی میں اپنے باپ فرعون اور ماں اخورہ کے پاس جاکر فاقہ توڑ دونگی اور اور اُس ڈیرامن میں جہاں وہ جا بسے ہیں خود بھی آباد ہو کر اپنے عاشق رعمیس یعنی تمہارے فرزند کا انتظار کرونگی۔ میں ملکہ ہوں۔ مرنے پر یہاں کے لوگ مجھے میرے باپ کے مقبرے میں دفن کردینگے اور یہی میری بڑی التجا اُن سے ہے۔ ددا پیاری۔ اب کوئی اچھی سی لوری سُنا کر جیسے بچپن میں سُنایا کرتی تھیں مجھے سُلا دو۔ اور میرے بعد تم بھی اگر مرضی ہو تو بہت دن دُنیا میں نہ جینا۔"

اتنی بات کہہ کر طیبہ اپنے بستر پر لیٹ رہی۔ آشتی طیبہ کے ہاتھ پر جو اب بہت لاغر و ناتواں تھا اپنا ہاتھ رکھکر جھُکی اور ایک لوری نہایت شیریں آواز سے اُسے سُنانے لگی۔

طیبہ سو گئی۔ سانس کبھی آہستہ اور کبھی کچھ کر آتا تھا۔ آشتی نے لوری سُنانی بند کی۔ اور اپنی تمام سحری قوتوں کو مجتمع کرکے خداؤں سے نہایت عجز کے ساتھ دعائیں مانگنے لگی۔ یہانتک کہ اُس کا قلب دُنیا کی کدورتوں سے پاک ہو گیا اور اب آشتی نے وہ جملے پڑھنے شروع کئے جو ملکہ اخورہ نے ضرورت کے وقت زبان سے نکالنے کے لئے اپنے مقبرے میں آشتی کو بتائے تھے۔ جونہی وہ الفاظ مُنہ سے نکلے رات کی تاریکی میں طرح طرح کی مہیب اور خوفناک آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ تمام عمارت لرزنے لگی اور شہر میں اشمون نجومی کے گھر میں وہ بلّور کا گولا دفعتاً پھٹ گیا جسے نجومی اور مرطیرہ بیٹھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اور توران جو اپنے محل میں سو رہا

تھا نہیں معلوم اُس پر کیسا خوف طاری ہوا کہ دفعتاً چونک پڑا۔ اور اُسکے اوسان بالکل جاتے رہے۔

بستر سے اُٹھنے کے بعد ثوران پھر سو گیا۔ اور جس کمرے میں آشتی دعائیں مانگ رہی تھی اُس میں بھی قبر کی سی خاموشی پھر پیدا ہوگئی۔

نیطسرطیبہ جاگی۔ کمرے کے روشندان سے صبح کی روشنی نمودار ہوئی۔ سب سے پہلی چیز جو طیبہ کو نظر آئی وہ یہ تھی کہ آشتی بالکل سیاہ لباس پہنے بازو پر سر رکھے ایک کرسی پر سو رہی ہے۔ اس کے بعد طیبہ کی نظر ایک روشنی کی طرف پڑی جو اُسکے پلنگ کے قریب دکھائی دیتی تھی۔ یہ روشنی ایک شکل رکھتی تھی اور اُس کا لباس چاند کے نور اور آسمان کے ستاروں کا سا تھا۔ سر پر اُس کے تاجِ مصر تھا اور جس قدر جواہرات وہ پہنے تھی اُن کی اور اس کے لباس کی وضع شاہانِ مصر کے جواہرات اور لباس کی سی تھی۔ طیبہ نے جب اس شکل کو غور سے دیکھا تو وہ بالکل اپنی ہی شکل معلوم ہوتی۔

طیبہ سمجھی کہ میں اس وقت خواب دیکھ رہی ہوں۔ دیر تک بالکل بے حس و حرکت لیٹی رہی۔ فاقوں سے حالت زار تھی۔ دشمن کے ہاتھوں میں اس طرح گرفتار تھی جیسے صیاد کے قفس میں کوئی طائر ہو۔ اس نور کی شکل کو جو خود اسی کی شکل اور وہ بھی اس وقت کی شکل تھی جب کہ طالع بد نے اس جانِ حزیں پر اپنا عمل شروع نہ کیا تھا اور مرطیرہ کی مکاری نے بادشاہِ مصر کو مجبور نہ کیا تھا کہ وہ اِس شہرِ منوف کا دورہ کرے۔ اگر قسمت نے یہ بُرے دن نہ دکھائے ہوتے تو طیبہ کی شکل بالکل وہی ہوتی جو اس نور کی شکل کی تھی جو اس وقت نظر آ رہی تھی۔ طیبہ ہی کا سا لباس وہ پہنے تھی۔ طیبہ ہی کا سا تاج اُس کے سر پر تھا۔ اور جواہرات کا زیور بھی وہی تھا جو طیبہ پہنا کرتی تھی۔ قسمت کی نیرنگیاں ان بادشاہوں کو بھی دیکھنی پڑتی ہیں جن کا تختِ سلطنت مستحکم بنیاد پر پہاڑ کی طرح قائم نظر آتا ہے۔ یہ وہ بادشاہ تھے جن کو ربّ الارباب نے اپنی فرزندی

کی عزت بخشی تھی۔ نوجوان طیبہ کے قلب میں یہ محسوسات کبھی ایسی قوت اور اصلیت سے پیدا ہوئے تھے جیسے کہ اس وقت ہو رہے تھے۔ گو اس قید اور فاقہ کشی کی مصیبت اور تکلیف میں بھی اسکی شاہانہ تمکنت نے اُسکو بہت کچھ سنبھالے رکھا تھا۔ لیکن یہ وقت وہ تھا جبکہ صبح ہوتے ہی مرض الموت میں اکثر مریض جان دیا کرتے ہیں۔ طیبہ کے دل کی حالت کچھ عجیب ہوگئی۔ وہ سمجھی کہ میرا آخری وقت آن پہونچا ہے۔ اور اب دفعتاً سمجھ میں آیا کہ دُنیا کی ایک زبردست سے زبردست ملکہ اور ایک مفلس سے مفلس مسکین عورت باہم کچھ فرق نہیں رکھتیں۔ فرق اگر کچھ ہو تو اُن کی روحوں میں ہو جو اُن کے قلب میں متمکن ہیں۔

اس وقت طیبہ نیم جان و سراسیمہ اس حالت میں اپنے بستر پر پڑی تھی کہ یا تو بھوک اور پیاس سے مرجائے یا توُراآن سے شادی کرنی قبول کرے۔ کہنے کو تو وہ ربِّ عموّن کا ستارہ اور بادشاہِ مصر کی اکلوتی بیٹی تھی مگر اس فخر اور امتیاز سے کیا ہونا تھا۔ مانا کہ اگر مر گئی تو اسکا جنازہ ایک ملکہ کی میت کی طرح اُٹھایا جائیگا اور شاہانِ مصر قدیم کی فہرست میں اُسکا نام بھی درج کیا جائیگا۔ مگر تاج و تخت کا مالک بہرحال توُراآن ہو جائیگا۔ اس حالِ زار میں طیبہ اپنے بستر پر لیٹی تھی اور اُس کے قریب ہی سر سے پاؤں تک حُسن میں بھرپور ایک صورت کھڑی تھی۔ اگر طیبہ کے سر سے خداؤں کا سایہ نہ اُٹھ گیا ہوتا تو اس وقت طیبہ کی شکل وہی ہوتی جو اس پیکرِ نور کی تھی۔

طیبہ کا جامِ حیات غم سے لبریز تھا۔ اس جوانی میں مرنے کے خیال سے دل شق ہوتا تھا۔ مرنا بھی اُس کا جسے لوگ دیبی کہتے تھے۔ قلق اس کا تھا کہ تاج بھی سر سے گیا اور دشمن سے انتقام بھی نہ لے سکی۔ جس پر عاشق ہوئی تھی اُس کا عشق بھی دل میں لئے یونہی نامراد اس جہان سے رُخصت ہوتی ہے۔ سوچتی تھی کہ کیا مرنے کے بعد کبھی اپنے عاشق سے ملنا ہوگا۔ کیا

اِس زندگی کے بعد جس عالم میں رہنا ہے وہاں اُس کی شادی رچے گی۔ اولاد پیدا ہوگی اور اُسی ملک فنا میں بیٹھی وہ ملک مصر پر حکمرانی کریگی۔ کیا خدائے اوسیرس اُس کی روح کو پھر کوئی قالب عنایت کریگا اور ربّ عموّن اس دُنیا میں اُس کی آمد کا استقبال کریگا۔ یا ہمیشہ کی ظلمت اور تاریکی میں زندہ رہنا پڑیگا جہاں سوائے نیند کے اور کچھ نہ ہوگا۔

بڑی حسرت سے دل میں کہتی تھی کہ ہائے ایک گھڑی کے لئے پھر آزادی اور حکومت نصیب ہوجاتی۔ زیادہ نہیں آدھی ہی گھڑی ایسی نصیب ہوتی کہ اپنی فوج کے آگے آگے ہوتی اور اس باغی شہر منوف پر سیلاب کی طرح پانی پھیر کر اُس کی دیواروں کو فنا کر دیتی اور اس ملعون ثوراّن کی بوٹیاں کرکے چیل کوؤں کو کھلا دیتی۔ اِس سے طَیبہ کی آنکھوں میں جو حلقوں میں بیٹھ گئی تھیں کسی قدر آب آئی۔ اُس کے ساتھ ہی اُس نور کی شکل کو جو اُسکے پاس کھڑی تھی جنبش ہوئی۔ اُس کی آنکھوں میں بھی طَیبہ کی آنکھوں کی طرح ایک چمک پیدا ہوئی اور جواہرات جو اُسکے سینے پر تھے دل کی حرکت سے ہل ہل کر جگ مگ جگ مگ کرنے لگے۔ گویا طَیبہ کے غصّہ اور غرور نے ان میں بھی ایک جنبش پیدا کر دی۔

پھر عجیب بات یہ ہوئی کہ وہ حسین شکل جو بالکل طَیبہ کی صورت رکھتی تھی طَیبہ کی طرف جھکی۔ سُرخ لبوں سے لحنِ شیریں پیدا ہوا۔ آواز بالکل طَیبہ کی سی تھی اور اُس نے یہ کہا:۔

"ملکہ۔ جو حکم ہو فرمائیں۔ فوراً بجا لاؤنگی۔ میں حضور کی خادمہ ہوں۔ اے دختِ عموّن۔ نجم السحر، میرے حاضر ہونے کی غرض صرف یہ ہے کہ آپ کا حکم بجا لاؤں۔"

طَیبہ یہ جملہ سُنکر اُٹھ بیٹھی اور اس نور کی مورت سے ہنسکر کہا۔

"میرا حکم! اے نور کی مورت کیوں مجھے تم چھیڑتی ہو۔ میرا حکم سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ ایک بھوکے فقیر کی طرح تم سے سوال کروں۔ میری خواہش اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ چلّو بھر پانی پینے کو اور روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے کو تم سے مانگوں۔"

اتنا سنتے ہی اُس پیکرِ نور نے بلور کی چھڑی سے جو ہاتھ میں تھی ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ "دیکھیے
پ کے بستر کے قریب میز پر دونوں چیزیں موجود ہیں"
طیبہ نے بڑی نقاہت سے اُدھر نظر پھیری تو دیکھا کہ چاندی کے ایک کٹورے میں صاف
شفاف ٹھنڈا پانی بھرا ہے اور سونے کی ایک طشتری میں اُجلی آبدار روٹی رکھی ہے۔ دیکھتے ہی طیبہ
نے اُدھر ہاتھ بڑھایا۔ غور سے دیکھا تو چاندی کا کٹورا بھی وہی تھا جو اُس کے باپ فرعون نے بچپن
میں اس کو دیا تھا۔ کٹورا اُٹھا کر لبوں سے لگایا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے گھونٹ حلق سے اُترے اور
شدت کی پیاس بجھ گئی۔ طیبہ نے پھر ہاتھ بڑھایا اور سونے کی طشتری سے روٹی کے ٹکڑے
ٹھا کر کھانے شروع کئے۔ جب آخیر ٹکڑا کھا رہی تھی تو یکایک دل میں شرمندہ ہو کر بولی:۔
"ہائیں۔ میں کیسی بدنیت اور خود غرض ہوں کہ سارا پانی بھی پی گئی اور روٹی بھی سب کھالی۔
ور آشتی کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ فاقوں سے وہ بھی تو جاں بلب ہے"
نور کی صورت نے کہا "کچھ مضائقہ نہیں۔ آشتی کے لئے بھی یہی چیزیں موجود ہیں" یہ بات
ہ نکلی۔ چاندی کے کٹورے میں پانی پھر بھر گیا اور سونے کی تھالی میں روٹی پھر موجود ہو گئی۔
اب اس نور کی مورت نے کہا "ملکۂ عالم۔ پانی اور روٹی کے علاوہ کچھ اور بھی آرزو آپکے
ل میں ہے۔ اگر ہے تو فرمائیے"
طیبہ نے کہا "ہاں۔ یہ آرزو ہے کہ توران نے جو جو ظلم ہم پر کئے ہیں ان کا بدلہ لیا جائے۔
یہ بدبخت میرے باپ کا قاتل میری عصمت کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ پس میں توران سے اور اُن
لوگوں سے جو اس جور و ستم میں اُس کے شریک ہیں انتقام لینا چاہتی ہوں"
نور کی صورت نے سینہ پر ہاتھ رکھکر سر جھکایا اور ہاتھ بڑھا کر جس میں جواہرات کے کنگن
ڑے تھے جواب دیا۔

میں حضور کی باندی ہوں۔حکم بجالانا میرا کام ہے۔اب آپ دیکھینگی کہ ثوران سے اسکی بدسلوکیوں کا انتقام اس قسم کا لیاجائیگا جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا۔یہ انتقام اس طرح لیا جائیگا جیسے کسی کی رگوں میں زہر قطرہ قطرہ کرکے پہونچایا جائے۔ایک عاشقِ ناکام کو جو جو صعوبتیں پہونچ سکتی ہیں۔خوف جس جس طرح انسان کا باعثِ آزار ہوسکتا ہے۔قوت اور اختیار حاصل ہوکر اس کے چھن جانے سے جو جو تکلیفیں پہونچ سکتی ہیں۔شرمناک اور قابلِ نفریں زندگی ختم کرنے پر موت کے وقت جو کرب ہوتا ہے اور وہ عذاب جو روح کا غارت کرنے والا دیو بدکار انسانوں کو پہونچاتا ہے۔یہ سب تکلیفیں اور آزار ثوران اور اس کے معاونوں کو نصیب ہونگے۔"

طیبہ نے کہا"ہاں ایک آرزو اور بھی ہے مگر وہ ایسی ہے کہ تم سے تو کیا میں خود اپنے سے بھی نہیں کہہ سکتی۔"

نور کی مورت نے کہا"نجم السحر۔وہ آرزو بھی آپ کی پوری ہوگی۔آپ کا عاشق جو اسوقت یہاں سے ہزارہا فرسخ کے فاصلے پر ہے آخرکار آپ اس کے پاس پہونچینگی اور آپ اور وہ دونوں ساتھ ساتھ مصر کو واپس آئینگے اور اس ملک پر دونوں ملکر ایسی شان و شوکت سے حکومت کرینگے جس کی مثال مصر کی تاریخ میں کہیں دوسری نہ نکلیگی۔"

اس وقت طیبہ کو معلوم ہوا کہ حقیقت میں وہ جاگ اٹھی ہے۔آنکھیں مل کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔سامنے آشتی سو رہی تھی۔اس کے قریب میز پر پانی کا کٹورا اور روٹی رکھی تھی اور پلنگ کی پائنتیوں وہ نور کی صورت بعینہ طیبہ کی شکل کی نہایت پُر تکلف شاہانہ لباس پہنے کھڑی تھی۔

اب طیبہ نے اس نور کی شکل کو دیکھتے ہی چیخ کر پوچھا"تم کون ہو۔کوئی پاک روح ہو یا خبیث۔یا میرا دماغ مختل ہے جو صورتیں وہ پیدا کرتا ہے اُن ہی میں سے تم بھی ہو۔"

نور کی مورت نے کہا "اے ملکۂ آفاق ستارۂ سحر۔ دُختِ عمون۔ میں یہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ آپکی قرینہ لیعنی ہمزاد ہوں۔ وہی ہمزاد جسے آپ کے باپ ربّ عمون نے آپ کی ولادت کے وقت آپ کے ساتھ پیدا کیا تھا تاکہ ہمیشہ خدمت میں حاضر رہ کر آپ کی حفاظت کروں۔ کیا آپکو یاد نہیں کہ بچپن میں ہم آپ ساتھ کھیلا کرتے تھے۔"

طیبہ نے جواب دیا "ہاں خوب یاد ہے۔ تم ہی نے تو مجھے منع کیا تھا کہ تالاب والے مگرمچھ کے پاس نہ جانا۔ مگر اس کے بعد پھر تم کبھی نظر نہ آئیں۔ پیاری ہمزاد یہ تو بتاؤ کہ اس طرح مجسم ہو کر میری شکل وصورت میں ظاہر ہونے کی قوت تم کو کس نے دی؟"

ہمزاد بولی "خاتون آشتی کے سحر نے۔ یہ سحر خدا کی طرف سے آپ کی حفاظت کے لئے اس کو عطا ہوا تھا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ گو آپ مجھکو نہ دیکھ سکتی ہوں لیکن میں ہمیشہ آپ کی جان کی محافظ بنکر آپکے ساتھ رہتی ہوں۔ اس زندگی ہی میں میرا اور آپ کا ساتھ نہیں ہے بلکہ آپ کے مرنے پر بھی قبر میں آپ کے ساتھ رہونگی اور جس قدر عقل و دانائی آپ میں اسوقت ہوگی اسی قدر مجھے بھی حاصل ہوگی۔ حتیٰ کہ قیامت کا دن آجائے گا۔ اس وقت جس قدر قوت اور عقل آپ میں موجود ہے مگر آپ کو اس کا علم نہیں وہی مجھ میں موجود ہے۔ عہد ماضی جسکی ابتداء کوئی نہیں جانتا جس کی مدت لامتناہی ہے۔ جسکے واقعات آپ بھول چکی ہیں وہ سب مجھے ازبر ہیں۔ اسی طرح مستقبل جس کا زمانہ بے اندازہ ہے اور جس میں آپ کی زندگی اتنی قلیل ہے جیسے درخت کے پتوں میں کا ایک پتا یا ریگستان کے ذرّوں میں کا ایک ذرّہ، گو آپ کی نظر سے پوشیدہ ہے مگر مجھ پر وہ کُل ظاہر ہے۔ میں خداؤں کی صورتوں کو دیکھتی اور ان کی سرگوشیوں کو سُنتی رہتی ہوں۔ تقدیر نے اپنی کتاب پڑھنے کو مجھے دے رکھی ہے اور میں اُس قوت سرمدی کے سایہ میں تمام نظروں سے بے خوف آرام کرتی ہوں جسنے مجھے یہاں بھیجا ہے

اور اسی کے پاس آپ کو اپنی آغوش میں لے کر ایک دن مجھے واپس جانا ہے۔ پھر میرا سفر تمام اور میرا کام ختم ہو جائیگا۔ مجسم السحر جس شکل میں آپ مجھے دیکھ رہی ہیں یہ آشتی کے سحر سے مجھے ملی ہے اور ربّ عموّن کی قوت نے مجھے زندہ کیا ہے۔ میں اس وقت ایک خادمہ کی حیثیت سے آپ کا حکم بجا لانے حاضر ہوئی ہوں۔"

طیبہ یہ گفتگو سنکر حیرت میں گئی اور زور زور سے کہنے لگی "آشتی آشتی۔ جاگو معلوم ہوتا ہے مجھے جنون ہو چلا ہے۔ یہ نظر آرہا ہے کہ آسمان کا کوئی قاصد میری ہی شکل وصورت میں مجسم ہو کر آیا ہے اور مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

آشتی نے آنکھیں کھولتے ہی اس نور کی صورت کو پہچان لیا اور فوراً جھک کر اُسے سلام کیا مگر منہ سے کچھ نہ کہا۔

ہمزاد نے کہا "آشتی۔ بیٹھ جاؤ۔ اور جو کچھ میں کہوں اُسے سنو۔ وقت بہت کم ہے۔ تمہارے طلب کرتے ہی میں آئی ہوں اور جس وقت تک تمہارا سحر عمل کرتا رہیگا میں حاضر رہونگی۔ اس کے بعد جہاں سے آئی ہوں وہیں چلی جاؤنگی۔ ساحرہ آشتی۔ بس جس کی ہمزاد میں ہوں اس کا ارادہ معلوم کر کے فوراً بتاؤ تاکہ میں اپنے طریقہ پر اس ارادہ کو عمل میں لاؤں۔ میز پر پانی اور روٹی موجود ہے۔ پہلے بھوک اور پیاس کی تکلیف دور کرو۔ پھر کہو کہ کیا حکم ہے؟"

آشتی نے پانی پیا اور جب روٹی کھا چکی تو چاندی کا کٹورا اور سونے کی طشتری غائب ہو گئی اور آشتی بہت آہستہ سے کہنے لگی۔

"اے نبیرِ شاہی کے عکسِ تاباں جسے میرے سحر نے مجسم کیا ہے ہمارے حال سے آگاہ ہو۔ اس محل کے اندر تو ہم مصیبت زدہ فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ اور محل کے باہر توران جو ہمارے انجام کا منتظر ہے اس فکر میں ہے کہ اگر یہ ملکہ زندہ رہی تو اسکو اپنی بیوی بنائے اور اگر مر گئی تو اسکے

تاج وتخت کا مالک ہو جائے۔ مگر ملکہ کو توران سے سخت نفرت ہے۔ بس اس کے سوا ہماری عقل کچھ کام نہیں دیتی اور نہ ہم اپنی مخلصی کی کوئی تدبیر سوچ سکتے ہیں۔ اب اے ہمزاد تم ہی کوئی صورت ایسی نکالو کہ مصر کے آسمان پر یہ کوکبِ درخشاں عمون کا ستارہ اس وقت تک اپنا نور برساتا رہے جب تک کہ اُس کے غروب ہونے کا وقت آئے۔

ہمزاد نے سُنکر کہا "بس آپکو اتنا ہی کام ہے"

طبیہ نے جلدی سے کہا "نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ مصر کے آسمان پر میں اکیلی ہی روشن نہیں رہنا چاہتی، بلکہ ایک اور ستارے کی بھی مجھے تلاش ہے جو میرے ساتھ روشن رہے"

ہمزاد نے کہا "کیا آپ کا ایمان اور اعتقاد اتنا سلامت ہے کہ جو میں کہوں وہ آپ کرینگی۔ کیونکہ بغیر ایمان اور اعتقاد کے میں کچھ نہیں کر سکتی"

اب آشتی نے طبیہ کی طرف اس طرح دیکھا کہ گویا آنکھوں آنکھوں میں کوئی سوال کرتی ہے، طبیہ نے آشتی کے سوال کو منظور کر کے آنکھیں نیچی کر لیں اور جواب دیا۔

"ہاں ہم ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں اور جو تم کہوگے وہی کرینگے"

ہمزاد نے کہا "مناسب ہے۔ ملکہ۔ سُنیئے۔ بہت جلد توران یہاں آکر پوچھنے والا ہے کہ آپ اُس کی بیوی بننا چاہتی ہیں یا اسی حالت میں فاقوں سے جان دینے پر آمادہ ہیں۔ پس اس سوال کے جواب میں میں جو آپ کی شکل رکھتی ہوں اس کمرے سے باہر نکلونگی اور توران کی بیوی بننا منظور کر لونگی۔ مگر بیوی بھی ایسی بنونگی کہ کبھی کسی خاوند کو ایسی بیوی نہ ملی ہوگی" ہمزاد کی زبان سے جب یہ الفاظ نکلے تو اُس کے چہرے پر ایک قہر برسنے لگا۔ آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور کہنے لگی "وہ مرد بدنصیب ہے جو ایک غضبناک اور دشمن عورت سے شادی کرے اور اپنی ہی تباہی اور موت کے لئے اُس دشمن کی حکم برداری پر مجبور ہو"

آشتی اور طیبہ ہمزاد کی اس گفتگو کا مطلب سمجھ کر مسکرانے لگیں۔ طیبہ نے کہا "تو کیا پیاری ہمزاد۔ تم میری جگہ ہو جاؤ گی اور ثوران تمہارا شوہر بنکر فرعون کے تخت پر بیٹھے گا۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ پھر ثوران کو معلوم ہو گا کہ مصیبت کس کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ تو سب درست ہے۔ مگر میری رعایا اور مصر کا کیا حال ہو گا"

ہمزاد "نجم السحر۔ آپ مصر اور مصر کی رعایا کا مطلق فکر نہ کریں۔ جب تک آپ واپس آئینگی ملک آباد اور رعایا خوش رہیگی"

طیبہ۔ "اچھا تو جب تک میرا اور میری دد ا آشتی کا کیا حال رہیگا"

ہمزاد نے بلور کی چھڑی اٹھا کر ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا جس کے دروازے کھلے تھے جہاں سے صدہا گز نیچے دریائے نیل بہہ رہا تھا۔ اس اشارہ کے ساتھ ہمزاد نے کہا "بس۔ اس کھڑکی سے آپ دونوں دریائے نیل کو اپنی جانیں سپرد کر کے نیچے کود پڑیں"

اتنا سنکر ملکہ اور آشتی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔

طیبہ نے کہا "ہمزاد۔ تمہارا مطلب یہ ہوا کہ موت کے فرشتے کو اپنی جانیں سونپ کر اس بلندی سے نیچے کود پڑیں۔ اتنے اونچے سے نیچے گرنے میں جان کیونکر سلامت رہے گی"

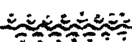
ہمزاد "ملکہ۔ اگر آپ کو اس کا ڈر ہے تو پھر وہ آپکا ایمان و اعتقاد جس کا دعویٰ آپ ابھی کر چکی ہیں اور جسکے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتی کدھر گیا۔ میں اسکے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی۔ میرا حکم مانیئے ورنہ جہاں سے میں آئی ہوں وہیں مجھے جانے دیجئے۔ اور ثوران سے جو کچھ تصفیہ منظور ہو وہ کیجئے۔ جلد کوئی بات طے کیجئے۔ ثوران بہت قریب پہونچ گیا ہے" ہمزاد کے منہ سے اتنا نکلا ہی تھا کہ محل کے دروازے کھلنے کی دھڑ دھڑ آوازیں آنے لگیں۔

طیبہ ان آوازوں کو سنکر لرز گئی اور کھڑی ہو کر بولی "میں نے طے کر لیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ فرعون

کی بیٹی کو کوئی بزدل کہے۔ توران کے پہلو میں بیٹھنے سے یہ بہتر ہے کہ یا تو موت کے فرشتے سے ہم کنار ہو جاؤں یا کسی زندانِ تاریک میں سسک سسک کر مر جاؤں۔"

طیبہ کو دیکھتے دیکھتے اب ہمزاد کی نظر آشتی کی طرف گئی۔ آشتی نے مختصر جواب دیا۔ "جہاں میری آقا جائیگی وہیں میں بھی جاؤنگی۔ مگر میں میرا شوہر کئی دن سے میرا منتظر ہے۔ کیا حکم ہے۔ بتاؤ۔"

ہمزاد نے کہا کہ "آپ دونوں مل کر کھڑکی میں کھڑی ہو جائیں۔" دونوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہمزاد نے اپنی بلور کی چھڑی اٹھائی اور کچھ الفاظ زبان سے ادا کئے۔ منہ سے الفاظ نکلے ہی تھے کہ طیبہ اور آشتی کے سامنے ایک تیز روشنی چمکی، اور دونوں کی پیشانی پر ہوا کا ایک سخت جھونکا لگا۔ پھر نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا۔



گیارہواں باب

ثوران کا خواب

جس رات کو آشتی نے اپنے سحر سے طیبہ کی ہمزاد قرینہ کو اس کی حفاظت کے لئے طلب کیا تھا۔ اُسی شب کو اشمون نجومی اور مرطیرہ جاسوسنی جو فرعون کی چاہیتی خواص تھی دونوں نجومی کے مکان کے اس کمرے میں بیٹھے تھے جس میں مرطیرہ نے قول و قرار کر کے جادو کا پُتلا اشمون سے لیا تھا۔

اشمون نے مرطیرہ سے پوچھا کہ "تم آج اس قدر پریشان کیوں معلوم ہوتی ہو" مرطیرہ حقیقت میں اُس وقت گھبرائی ہوئی تھی اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی تھی۔

جب کچھ جواب نہ ملا تو اشمون نے کہا "پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے معاملہ جس قدر تھا وہ بہت خوبی سے انجام پا گیا۔ اگر روحوں کا غارت کرنے والا دیوست بھی اپنے ہاتھ سے وہ پُتلا بناتا تو اتنی کامیابی کے ساتھ وہ اپنا مقصد پورا نہ کر سکتا"

مرطیرہ نے اتنا سُنکر بہت غصّے سے کہا۔ "اُس میں کیا شک ہے۔ کامیابی کیسی کچھ ہوئی ہے۔ اے بدذات نجومی تو نے مجھے دھوکا دیا۔ میں نے صرف اسبات کا قول دیا تھا کہ فرعون کو مفلوج کرنے میں تیری مدد کرونگی۔ میری نیت ہرگز یہ نہ تھی کہ میں مردم کُشی کی مرتکب ہوں"

اشمون نے خوف زدہ ہو کر کہا "خبردار مردم کُشی کا لفظ مُنہ سے نہ نکالنا۔ یہ بُرا لفظ ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مردم کُشوں اور قاتلوں کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اِس میں تمہارا کیا قصور تھا۔

قصور تو اُس احمق کاہن کا تھا جس نے اِس جادو کے پُتلے کو قربان گاہ کے آتشدان میں ڈالکر پھونک دیا۔ اور اِس حرکت سے ایک ایسے جلیل القدر بادشاہ کا خاتمہ کردیا جسکو سب خدا مانتے تھے۔"

مرطیرہ۔ "درست ہے۔ میرا قصور ہے اور نہ اس کاہن کا قصور ہے۔ ساری خطا آپکی اور اُس خنزیر شہزادہ ثوران کی اور ان سے بھی بڑھکر اس غارت گر ارواح یعنی خبیث دیوستن کی ہے جو تم دونوں کا آقا اور سرپرست ہے۔ لیکن الزام تو سارا مجھ پر آئیگا۔ کیونکہ آشتنی اور ملکہ طیبہ کو کُل واقعہ ٹھیک ٹھیک دریافت ہوگیا ہے اور کوئی دن جاتا ہے کہ یہ کُل قصہ طشت ازبام ہوجائیگا اور پھر یہ دونوں مجھکو جادوگرنی کہہ کر آگ میں زندہ جلوا دینگے اور میری روح فرعون کے خون میں رنگی ہوئی تخت الثریٰ کو روانہ کردیجائیگی۔ فرعون بھی وہ جس نے سوائے بھلائی کے کبھی کوئی بُرائی میرے ساتھ نہیں کی۔ پھر بتاؤ کہ میرا کیا درجہ ہوگا۔"

اشموتن اس کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ اُسے کیا خبر تھی کہ مرنے کے بعد مرطیرہ کا کیا درجہ ہوگا۔ بہرکیف اشموتن ڈاڑھی کھُجاتا اور کسی قدر کھسیانی ہنسی ہنستا اپنی کرسی سے اُٹھا اور انجان سا مُنہ بناکر مرطیرہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ مرطیرہ کو اس پر اور بھی غصہ آیا اور کہنے لگی۔

"بس لنگور کی طرح میرے سامنے دانت نکوس۔ یہ بتا کہ آخر ان باتوں کا کیا انجام ہونے والا ہے۔"

اشموتن۔ "پیاری۔ انجام کی فکر کرنے سے کیا نتیجہ۔ انجام تو ہر چیز کا بہت دور جاکر نکلا کرتا ہے۔ دُنیا کے دانشمند تو یہ کہہ گئے کہ انجام یا خاتمہ تو کسی چیز کا ہوا ہی نہیں کرتا۔ تم نے تو پُرانے قبرستانوں میں قبروں پر پتھر کے سانپ بنے ہوئے دیکھے ہونگے کہ مُنہ میں دُم لئے دُنیا کے گِرد لپٹے ہوئے ہیں۔ جہاں خاتمہ ہوتا ہے وہیں سے ابتدا ہے اور جہاں سے ابتدا ہے وہیں خاتمہ ہوتا ہے پُرانے لوگوں میں سے جسکی قبر کو دیکھوگی یہ شکل ضرور نظر آئیگی۔"

مرطیرہ بالکل آپے سے باہر ہو کر بولی۔ "ارے بدبخت موذی۔ سانپوں اور قبروں کو کیوں پیٹنے لگا۔ کم بخت مجھے تو یہ نام سنتے ہی پھریریاں آتی ہیں"

اشموں۔ "اچھا۔ اچھا۔ جانے دو۔ میں تو خود کہا کرتا ہوں کہ مصر کے لوگوں کو تو قبروں اور قبروں سے اٹھ کر ان کے رہنے والوں پر جو کچھ گذریگا اس کی سرگذشت میں غیر معمولی لطف آتا ہے۔ مرنے کے بعد جو کچھ گذرنے والا ہے اس میں شک و شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے اور یہ بہت غنیمت ہے۔ اچھا تو اب قبروں اور مُردوں کا ذکر چھوڑ کر آؤ۔ جھونپڑیوں اور محلوں کے رہنے والوں کی باتیں کریں۔ میں ابھی ابھی تم سے کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ گو فرعون اور اسکی اتفاقیہ موت کا اور اسکے ہمراہیوں کے قتل ہو جانے کا مجھے بہت صدمہ ہے بلکہ مجھے تو شہزادہ ثوران کے چاروں صحیح النسب بیٹوں کے قتل ہو جانے کا بھی بہت افسوس ہے مگر باوجود اسکے یہ امر قابل شکر ہے کہ کل معاملات بخیر و خوبی طے ہوگئے۔ آج ثوران کا ایک فرمان میرے نام آیا ہے۔ بادشاہ نے مجھے اپنا وزیر اور مشیر خاص مقرر فرمایا ہے اور ارشاد ہوا ہے کہ اس حکم کا نفاذ اس وقت سے ہوگا جب سے شہزادہ ثوران تخت مصر پر جلوہ افروز ہونگے"

اشموں نے فرمان کی عبارت مرطیرہ کو سنائی اور کہا کہ "ثوران کے بادشاہ ہونے میں اب کیا کلام ہے۔ بہت جلد یہ صورت عمل میں آنے والی ہے۔ اور مرطیرہ سنو۔ آج ہی میں نے تم کو اپنے وعدہ کے مطابق تمام ضروری رسوم ادا کر کے اپنی بیوی بنایا ہے۔ بس سمجھ لو کہ آج سے تم ایک بڑے لائق اور دانشمند وزیر مصر کی بیوی ہو۔ اور یہ وزیر وہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی دوسرا شخص بادشاہ مصر کا مشیر نہیں۔ تمہارے لئے اس سے بڑھکر کیا درجہ اور منصب ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے پہلے تم سوائے اسکے کچھ نہ تھیں کہ فرعون کے قدموں میں پڑی خواصی کرتی تھیں"

مرطیرہ۔" فرعون کی جوتیوں کے پاس بیٹھنا اِس عزّت کی کرسی پر بیٹھنے سے بہتر تھا جسے خون آلودہ تلواروں نے بچھایا ہو۔ اشموَن سُنو۔ میں ڈر کے مارے مری جاتی ہوں۔ اگر تم حقیقت میں منجم اور اختر شناس ہو فقط ایک مداری اور شعبدہ باز نہیں ہو تو جو کچھ میری تقدیر کا لکھا ہے اُسکا حال مجھکو ابھی بتادو۔"

اشموَن۔" مداری اور شعبدہ باز کی بھی خوب کہی۔ مرطیرہ کیا اس جادو کے پُتلے کا واقعہ دیکھکر بھی تم مجھکو فقط مداری اور شعبدہ باز سمجھ رہی ہو؟"

مرطیرہ۔" ممکن ہے وہ کُل واقعہ محض اتفاقات کا نتیجہ ہو۔ فرعون برسوں سے بیمار تھے۔ فالج کا ایک حملہ اُن پر پہلے بھی ہو چُکا تھا۔ اچھا۔ بس یہ بلور کا گولا جو تم نے جادو کے زور سے بنایا ہے یہاں موجود ہے۔ اگر تم جھوٹے اور دغا باز نہیں ہو تو اس گولے میں مجھے میری قسمت میں جو کچھ گذرنے والا ہے وہ دِکھادو۔ تاکہ بُرائی بھلائی جو کچھ تقدیر میں لکھی ہے ابھی سے معلوم ہوجائے اور میں اُسکے لئے تیار رہوں۔"

اشموَن۔" اچھا۔ بیوی۔ یہی سہی۔ مگر غیب کا حال معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کی طبیعت میں اس وقت سکون ہو۔ پہلے اپنا غصّہ دور کرو اور یہاں آکر بیٹھو۔ اچھا۔ اب گولے کی طرف دیکھتی رہنا اور جب تک میں کچھ پڑھتا رہوں ہرگز بات نہ کرنا۔"

اتنا کہہ اشموَن نے بلور کا گولا میز پر رکھا۔ مرطیرہ اور نجومی دونوں گولے کو غور سے دیکھنے لگے۔ اشموَن برابر کچھ پڑھتا رہا۔ بہت دیر تک گولے میں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر یکایک اُس میں ایک غبار سا پیدا ہوا اور جب یہ غبار رفتہ رفتہ دور ہو گیا تو مرطیرہ کیا دیکھتی ہے کہ گولے کے اندر فرعون کا مُردہ کفن اوڑھے بیٹھا ہے۔ یہ دیکھتے ہی مرطیرہ چیخ مار کر پیچھے ہٹنے کو ہوئی کہ اتنے میں اُس مُردے نے کفن سے باہر ہاتھ نکالنے چاہے۔ اِس حرکت کے ساتھ ہی گولا دفعتاً

ساتھ والی سے مصر کے گانے خوب خوب سُنیئے۔"

رعمیس نے کہا۔"میں تو سپاہی ہوں۔ موتی میرے کس کام کے ہیں۔ ہاں تلواریں آپ لاتیں تو خرید بھی لیتا۔ دوسرے میں تنہا آدمی ہوں۔ میرے گھر میں کوئی عورت نہیں کہ میں وہاں آپ کے قیام کا بندوبست کروں۔ مگر چونکہ آپ میری ہم وطن ہیں........ معلوم نہیں کیوں مجھے اس قدر خیال پیدا ہو چلا ہے........ آپ کے آرام کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔ اس وقت تو میں اِن سواروں کو فوجی قواعد کی غرض سے باہر لے جا رہا ہوں لیکن شام کو آپ میرے محل میں آئیں۔ وہیں میں آپ کے موتی بھی دیکھونگا اور گانا بھی سُنونگا۔ اس وقت تک کے لئے رُخصت ہوتا ہوں۔" اتنا کہہ کر ایک فوجی افسر کو آواز دی۔ جب وہ قریب آیا تو کہا "مصر کی ان مستورات کو سرکاری مہمان خانے میں ٹھیرا دو اور دیکھو انہیں کسی بات کی تکلیف نہو۔ آفتاب غروب ہونے پر دونوں کو میرے محل میں لے آنا۔"

اور اب رعمیس اِن دونوں پردیسنوں کی طرف دیکھتا ہوا گویا اُنکے دلوں نے اُس کی نظر کو گرفتار کر لیا تھا۔ جس کام کے لئے نکلا تھا اُس کے لئے روانہ ہوا۔ اور فوجی افسر جسے حکم دیا تھا دونوں عورتوں کو سرکاری مہمان خانے میں لے گیا اور وہاں اُن کے قیام کا اچھی طرح بندوبست کر دیا۔

شام ہوئی تو طیبہ نے ایک نہایت خوبصورت سپید جوڑا جس کی گوٹ ارغوانی رنگ کی تھی پہنا۔ یہ لباس اُس کے ساتھ محمل پر موجود تھا۔ بالوں میں کنگھی کی اور عطر لگایا اور بڑے بڑے موتیوں کی ایک مالا گلے میں ڈالی۔ نقاب کچھ کھُلی کچھ ہٹی مُنہ پر ڈال ہاتھ میں سونے اور ہاتھی دانت کا چنگ لے اس انتظار میں ہوئی کہ کوئی آئے تو رعمیس کے محل کو روانہ ہو۔ آشتی بھی تیار ہوئی، لیکن اُس کا لباس سر سے پاؤں تک بالکل سیاہ تھا۔ نقاب بھی اُسی رنگ کی تھی۔

تھوڑی دیر میں وہی فوجی افسر پھر آیا اور دریافت کرنے لگا کہ "آپ لوگ صوبہ دار نیاآطہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہیں؟"

آشتی نے کہا۔"صوبہ دار۔ میں تو سمجھی تھی کہ وہ یہاں کے بادشاہ ہیں؟"

افسر نے جواب دیا۔"بادشاہ ہونے میں اُن کے کیا کلام ہے مگر اُنکو اسی پر اصرار ہے کہ ملکہ نیطآرطیبہ کے جن کا لقب نجم عموں ہے صوبہ دار کہلائیں۔ یہ نیطرطیبہ وہی ہیں جو اس وقت شہزادہ ثورآن غاضبِ سلطنت مصر کی بیوی ہیں۔ یہ بھی ہمارے ولی نعمت کا ایک جنون ہے کہ وہ اپنے تئیں محض حاکم یا صوبہ دار کہلوانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود بادشاہِ مصر یعنی فرعون کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

آشتی نے کہا۔"حضرت یہ بڑی باتیں ہیں۔ ہم تاجر لوگ ان باتوں کو کیا سمجھینگے۔ ہم کو تو آپ چاہے وہ حاکم ہوں یا صوبہ دار۔ سپہ سالار ہوں یا بادشاہ اُن کی خدمت میں لے چلیئے تاکہ اپنا مال ان کو ملاحظہ کرائیں۔"

غرض یہ فوجی افسران عورتوں کو ساتھ لئے پہلو کے ایک دروازے سے رعمیس کے محل میں داخل ہوا۔ اور بہت سے راستوں اور کمروں میں سے نکلتا ہوا جہاں طیبہ کو بعض وہ افسر بھی بیٹھے نظر آئے جن کو خود اُس نے رعمیس کے ساتھ روانہ کیا تھا یہ سب اس کمرے میں پہونچے جو خاص رعمیس کے رہنے کا تھا۔ افسر نے اِن دونوں سے کہا آپ یہاں بیٹھیں۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ کمرہ کا دروازہ کُھلا اور رعمیس بہت سادہ فوجی لباس پہنے کمرے میں داخل ہوا۔ لباس پر کوئی نشان مثلاً سانپ کی تصویر جس سے معلوم ہو کہ وہ بادشاہِ مصر ہے، نہیں تھا۔ صرف داہنے ہاتھ میں جس کی چھوٹی اُنگلی کٹی ہوئی تھی بیچ کی اُنگلی میں ایک الماس کی اُنگوٹھی تھی جس پر شاہی طغرہ کندہ تھا۔ طیبہ نے اُنگوٹھی فوراً پہچان لی۔

رعمیس نے دونوں مہمانوں کو دیکھتے ہی تعظیم دی اور کہا "مجھے معاف کیجئے گا۔ دیر ہو گئی۔ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔" پھر کہا۔

"ہاں وہ کیا چیزیں ہیں جو آپ دکھانے لائی ہیں۔ غالباً جواہرات یا مروارید ہونگے۔ مگر ان کا خریدار ملنا تو یہاں مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہنے کو تو اس شہر کو زرین شہر کہتے ہیں مگر جتنا زر و سیم اس ملک کا مالیہ ہے وہ سب اسی پر صرف ہو جاتا ہے۔ مجھے تو صرف ایک امیر لشکر کی تنخواہ اس سے مل جاتی ہے اور ایک قلیل رقم اوپر کے اخراجات کی ہوتی ہے۔ جب آپ ایسی نادر چیزیں لائی ہیں تو ضرور دیکھونگا۔ اگر خود نہیں خرید سکتا تو ممکن ہے کوئی اور خریدار پیدا کر دوں۔"

جس وقت آشتی اور طیبہ نے اس خوشرو جوان رعمیس کی صورت پر شرافت اور گفتگو میں سادگی اور سچائی دیکھی تو سینے میں دل کچھ اس طرح تڑپنے لگا کہ تھوڑی دیر تک مُنہ سے بات نہ نکل سکی۔ اور اسی کو غنیمت سمجھا کہ چہرے کی نقابیں دل کی پریشانی اور اضطراب کو رعمیس کی نظر سے چھُپائے ہیں۔ خود رعمیس کی یہ کیفیت تھی صبح کی طرح اس وقت بھی اس کی آنکھیں ان دونوں عورتوں کی طرف دیکھنے سے کسی طرح تھکتی ہی نہ تھیں۔

آخر کار نہایت ضبط کے بعد آشتی نے جواب دیا "ممکن ہے حضور کوئی چیز خریدنی نہ چاہیں مگر حضور کی بیگم صاحبہ یا محل کی دوسری بیگمات کوئی چیز پسند کریں۔"

اس پر رعمیس بہت چیں بجبیں ہو کر بولا "میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے گھر میں صرف مرد ہیں۔ عورت کا نام نہیں۔"

آشتی نے بہت ادب سے مگر اُسی بدلی ہوئی آواز میں کہا "بے شک آپ نے یہی فرمایا تھا مگر ہم شہروں شہروں پھیری پھرنے والیاں ہیں۔ میں نے اور میری اس لڑکی نے بڑے بڑے

رئیس اور امیر۔ ملکوں کے حاکم اور بادشاہ دیکھے مگر کبھی یہ نہ دیکھا کہ اُن کے محل میں بیگمات نہ ہوں حضور یہ موتی ملاحظہ فرمائیں۔ شہر میں سب ہی مرد تو آپکی طرح کوارے نہ ہونگے۔"

آشتی نے فوراً صندل کا ایک معطر صندوقچہ کھولا اور ایک تاج جس پر مصر کا سانپ موتی پرو پرو کر بنایا تھا نکالا۔ یہ تاج آشتی اور طیبہ نے مل کر جب وہ تانت کے شہر میں رہتی تھیں تیار کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بڑے بڑے گوہر آبدار رعمیس کو دکھائے۔

رعمیس نے موتیوں کو دیکھکر کہا۔ "واقعی یہ بڑی قیمتی چیزیں ہیں مگر دُنیا میں صرف ایک ہی انسان ہے جو اِس تاج کو پہننے کا حق رکھتا ہے۔ اور وہ ارض جنوب وشمال کی ملکہ ہے۔" یہ کہہ کر رعمیس نے ایک آہ سرد کھینچی۔

آشتی۔ "حضور۔ ملکہ بھی پہن سکتی ہے اور ملکہ کا شوہر بھی۔"

رعمیس نے ہنس کر جواب دیا۔ "کیا خوب۔ تورانؔ کے چیتھڑے چڑھے کھونٹے سر پر یہ تاج کیا پھبیگا!"

آشتی نے رعمیس کے جواب کا کچھ خیال نہ کیا اور کہنے لگی "وہ شوہر کے سر پر نہیں تو کوئی سپہ سالار جسنے بڑا ملک فتح کیا ہو اس تاج کو زیب سر کر سکتا ہے۔ اور اگر شاہی خاندان کی یادگار ہوا تو پھر کوئی اسکا بال بیکا نہیں کر سکتا۔"

رعمیس یہ فقرہ سُنکر موتی والی کی طرف بغور دیکھکر کہنے لگا۔

"یہ بات تو آپ نے کچھ عجیب کہی۔ یہ کہیئے کہ بے سمجھے بُوجھے مُنہ سے نکل گئی۔ اچھا۔ یہ موتی آپ کے تو مجھ سے کہیں زیادہ دولتمندوں کے خریدنے کی چیزیں ہیں۔ ان کو تو آپ مہربانی فرما کر جہاں سے نکالا ہے وہیں رکھدیں۔ اور ذرا اپنی صاحبزادی کو اجازت دیں کہ مصر کی کوئی پُرانی چیز سُنائیں۔ وطن کا گانا سُننے کو برسوں سے جی ترس رہا ہے۔"

آشتی نے کہا "بہتر ہے۔ لیکن یہ موتیوں کا تاج ہمارا ناچیز پیشکش ہے، اسکو ضرور قبول فرمائیں۔ کیونکہ یہ صرف آپ ہی کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ آپ کے کام بھی آئیگا۔ حضور کا اقبال سلامت رہے۔ حضور نے ہم کو اس شہر میں اپنا مال فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اُسکے شکریہ میں یہ ناچیز ہدیہ قبول ہو۔ ورنہ میری لڑکی آپ کو گانا نہ سنائے گی"

رعمیس "تاجروں میں آپ بڑی فیاض و سخی ہیں۔ بہتر ہے۔ تاج کو میز پر رکھ دیجئے۔ اسکا تصفیہ بعد کو ہو گا۔ اس وقت تو گانا سنوا دیجئے"

اب طیبہ کی باری آئی۔ کرسی سے اُٹھی اور چنگ کو لمبی نقاب میں چھپاتے ہوئے اُسکے تاروں کو چھیڑا۔ اور جس طرح آشتی نے آواز بدلکر باتیں کی تھیں طیبہ نے بھی آواز بدلکر ایک عشقیہ نظم جو بہت مختصر تھی دھیمے سُروں میں گانی شروع کی۔ یہ نظم بہت جلد ختم ہو گئی۔

رعمیس نے سُنکر کہا "سبحان اللہ۔ کیا شیریں لحن ہے۔ آپ کی اس خوشنوائی پر تو خدا جانے کب کی بھولی بسری باتیں یاد آنے لگیں۔ مگر کوئی بڑی سی چیز شروع کیجئے۔ اس کے بعد تکلیف نہ دونگا"

طیبہ نے سر جُھکا کر آہستہ سے کہا:-

"اگر اجازت ہو تو اُس عاشق کا قصہ سناؤں جس نے ایک ایسی حسین کاہنہ کو دل دیا تھا جو درجہ اور رتبہ میں عاشق سے کہیں زیادہ تھی۔ اس قصور پر ایک غضبناک دیبی کا قہر اُس عاشق پر نازل ہوا"

رعمیس "ہاں۔ ضرور سنایئے۔ یاد آتا ہے کہ یہی یا ایسا ہی کوئی اور قصہ پہلے بھی کہیں سُنا تھا۔ یہ یاد نہیں کہ کہاں"

اب طیبہ نے چنگ سجا کر وہ قصہ گانا شروع کیا۔ مگر اس مرتبہ گانے میں پوری جان کھپا دی۔

جونہی اس نور کے گلے سے نغمہ کی لہریں فضا میں دوڑیں رعمیس بیتاب ہوکر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور پتھر کی مورت بن کر طبیہ کو دیکھنے لگا۔ عاشق کی داستان آگے بڑھی جس طرح طیبی کے شہر اور فرعون کے محل میں یہ قصہ ایک مرتبہ پہلے گا کر سنایا تھا اسی شیریں آواز میں آج تناطہ کے شہر میں رعمیس کو سنانا شروع کیا۔ عاشق دلگیر چُپکے سے بُت خانہ کے حرم میں پہونچتا ہے۔ دیبی جس کا وہ مندر ہے غضبناک ہوکر اُسے فوراً ہلاک کر دیتی ہے۔ وہ حسین کاہنہ جس پر یہ نامراد عاشق ہوا تھا آہ و زاری کرتی آتی ہے۔ عشق کی دیبی کو اس کے حال پر رحم آتا ہے۔ عاشق کو پھر زندہ کر دیتی ہے۔ اور اب عاشق و معشوق دنیا کی آلائشوں سے پاک اپنی فتح وظفر کے گیت گاتے قبر سے اُٹھکر جس وقت عرش کے دروازوں تک پہونچتے ہیں تو نغمۂ جانفزا کی گھٹائیں اُمنڈ آتی ہیں اور ایسی جھوم کر برستی ہیں کہ سب جل تھل کر دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اس زور میں کمی ہوکر موسیقی کی دلکش صدائیں فضائے خاموش میں دل کی حرکت کی طرح کم ہوتے ہوتے بالکل محو ہو جاتی ہیں۔

رعمیس کو دیکھو۔ ایک ستون کے سہارے کھڑا ہے۔ چہرہ بالکل سپید ہو گیا ہے۔ سر سے پاؤں تک کانپ رہا ہے۔ طبیہ نڈھال ہوکر کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ چنگ جسے اب تک کچھ نقاب کچھ برقع کے دامن میں چھپائے تھی ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرتا ہے۔

رعمیس نے چنگ کو گرتے دیکھا اور دیکھتے ہی بدحواس ہوکر بولا۔ "یہ چنگ یہاں کیونکر آیا۔ ایسا چنگ تو اس جہان میں ایک ہی ہے۔ دوسرا نہیں ہے۔ کیا کہیں سے آپ اسے چُرا لائی ہیں، مگر میری زبان سے یہ کیا نکلا۔ چنگ چرایا تو چرایا تھا۔ گانا اور یہ آواز کیونکر چُرا لائیں۔ خاتون آپ معاف کریں میرا کوئی بُرا خیال آپ کی نسبت نہیں ہے۔ لیکن ایک عنایت میرے حال پر کیجئے مگر یہ بات اس وقت کہنے کی نہیں ہے۔ اچھا اتنی ہی مہربانی فرمائیں کہ اپنی صورت مجھے دکھا دیں۔"

طیبہ نے سر سے نقاب کے بند کھولے۔ بند کھلتے ہی نقاب اور برقع زمین پر گرا۔ اور طیبہ لباسِ شاہانہ پہنے پوری ملکہ کی شان میں ظاہر ہوئی۔ رعمیس کی نگاہیں طیبہ کی حسین آنکھوں سے دوچار ہوئیں اور تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کی صورت اس طرح دیکھتے رہے جیسے خواب میں کوئی کسی کو دیکھتا ہو۔

رعمیس نے سخت حیرت کے عالم میں کہا۔ "یہ بات کیا ہے۔ نجم عمون۔ ملکہ مصر جس کو ان آنکھوں نے فرعون آنجہانی کے ساتھ تخت نشین دیکھا تھا اس وقت میرے سامنے کھڑی ہیں۔ یہ چینگ شہزادہ کوش کا دیا ہوا تحفہ ہے جو اس رات کو میرے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ آواز ملکہ مصر کی ہے۔ قصہ جو گایا ہے وہ بھی ملکہ مصر کا سنایا اور گایا ہوا ہے۔ مگر یہ کس طرح ممکن ہے۔ میں کہیں دیوانہ تو نہیں ہو گیا ہوں۔ اور آپ دونوں بیویاں ساحرہ بن کر میرا تماشہ بنانے تو نہیں آئی ہیں۔ نجم السحر عمون کی بیٹی تو یہاں سے ایک ہزار میل دور اپنے چچا توران کے ساتھ جس سے اس نے عقد کر لیا ہے مصر پر حکومت کر رہی ہے۔ توران بھی وہی جس کی نسبت مشہور ہے کہ اس نے ملکہ مصر کے باپ فرعون کو ہلاک کیا تھا۔ مجھے تو آپ دونوں جادوگرنیاں معلوم ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلی جائیں لیکن ایسا نہ ہو کہ عمون کے کاہنوں کو خبر لگے اور وہ عمون کی جناب میں آپ پر کوئی الزام لگا کر دونوں کو سپردِ آتش کر دیں۔"

طیبہ نے آہستہ سے اپنا گلوبند کھولا اور گلے کے نیچے سینے سے کچھ اوپر وہ نقش دکھایا جو اس کا پیدائشی نشان تھا۔ اور کہنے لگی۔

"کیا عمون کے کاہن اس مقدس نقش کو دیکھ کر بھی ہمیں آگ میں ڈال دیں گے۔ اے شاہانِ مصر قدیم کی یادگار۔ مرنبس کے فرزند اب بھی آپ کسی دھوکے میں ہیں؟"

رعمیس: "کیوں اگر ایک بات میں آپ دھوکا دے چکی ہیں تو اور سب باتوں میں بھی دھوکا دے سکتی ہیں۔ جو ملکہ مصر کا حسن چرا لائے وہ خداؤں کا بنایا ہوا نشان بھی اپنے سینے پر

بنا سکتا ہے۔"

طیبہ۔" تو شاید رعمیس نے بھی وہ دوسرا نشان جو اُس کے ہاتھ کی انگوٹھی پر ہے کہیں سے چرایا ہے۔ کیونکہ یہ انگوٹھی وہی ہے جو کبھی فرعون کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہ بھی پوچھتا ہے کہ آپ کے ہاتھ کی انگلی کس طرح کٹی تھی۔ کیا عجب ہے کہ طیبی کے متبرک تالاب میں جو مقدس مگرمچھ رہتا ہے اُسنے کُتری ہو۔"

طیبہ یہ کہہ کر جواب کی منتظر ہوئی۔ مگر رعمیس کچھ نہ بولا۔ کچھ کہنا چاہا تھا مگر حیرت نے لبوں پر مہر لگا دی۔

طیبہ نے آشتی سے کہا۔ "دُدا پیاری۔ میں اس حاکم شہر کو یقین نہیں دلا سکتی کہ میں ملکہ مصر ہوں۔ کچھ تم کہو تو اُس کی سمجھ میں آئے۔"

یہ سُنکر آشتی نے سیاہ برقع اُتار دیا۔ رعمیس نے اُس کی شریف صورت اور سفید بالوں کو دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور "اماں میری اماں" کہہ کر ماں کے سینے پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔ روتا تھا اور کہتا تھا کہ "اماں مجھے کیا خبر تھی کہ تم جیتی ہو۔ مجھ سے تو یہی کہا تھا کہ منوف میں گذر گئیں۔"

آشتی نے کہا۔ "پیارے رعمی۔ ہاں میں تیری ماں ہوں، کوئی اور نہیں ہوں۔ میں ہی تجھے اس دُنیا میں لائی تھی۔ رو نہیں۔ میرے ساتھ یہ نجم سحر ملکہ مصر ہیں جن کے دل میں تیری محبت اب تک وہی ہے جو شروع میں تھی۔ مسلسل دو برس تک ظالموں ظلم اور صحرا کے خطرے اُٹھاتی رہیں حتیٰ کہ اُنکے باپ عمون نے زندہ و سلامت اُنہیں یہاں تک پہونچا دیا۔ میری آنکھوں کی روشنی۔ یہ تیری وہی نجمہ ہے جس کے ساتھ تو بچپن میں کھیلا ہے۔ اب تو تجھے یقین آیا۔"

رعمیس۔" ہاں اماں۔ اب یقین آ گیا۔"

ملکہ طبیہ نے فوراً شاہانہ انداز اختیار کر کے کہا۔ "اے نمک حلال و وفاکیش سپہ دار مصر، ملکہ مصر کی طرف سے یہ نذر قبول کرو جسے تھوڑی دیر ہوئی تم نے بے پروائی سے دُور رکھدیا تھا۔ اب اس موتیوں کے تاج کے اور میرے مالک ہو۔" یہ کہکر تاج مروارید جس پر مارِ مصری شکل بنی تھی رعمیس کے سر پر رکھدیا بالکل اُسی طرح جیسے طیبی کے شہر میں ایک دن پچھلے پہر سونے کا حلقہ اپنے سر سے اُتار کر اس کے سر پر رکھا تھا۔ اور رعمیس کے عشق میں ہمیشہ وفادار رہنے کی قسم کھائی تھی۔

اب رات زیادہ ہو گئی ہے۔ آشتی اور طیبہ دونوں اپنا پورا قصہ رعمیس کو سُنا چکی ہیں۔ آشتی نے کہا۔ "بیٹا یہ ہے ہماری پوری داستان اور ایسی داستان ہے کہ پھر عمر بھر ایسی نہ سُنو گے۔ اب اپنا حال سُناؤ کہ تم پر کیا گذری۔" اس وقت یہ سب میز کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

رعمیس نے کہا۔ "اماں۔ میرا قصہ بہت مختصر ہے۔ ملکہ مصر جو سامنے تشریف رکھتی ہیں (اتنا کہہ کر رعمیس کھڑا ہوا اور نہایت ادب سے ملکہ کے سامنے تعظیماً سر جُھکایا) پھر بیٹھکر کہا۔ آپ کے حکم سے میں دریائے نیل کے راستے اس شہر میں پہونچا۔ جب معلوم ہوا کہ شہزادہ کوش کے باپ یعنی نباطہ کے سن رسیدہ بادشاہ نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو میں مصر کی فوج کو جو میرے ہمراہ تھی لیکر اس بادشاہ سے لڑا۔ اُس کی رعایا بھی اس اثنا میں مجھ سے آملی۔ قصہ کوتاہ یہ بُڈھا بادشاہ لڑائی میں مارا گیا۔ کسی نے اُس کی موت پر افسوس نہیں کیا کیونکہ وہ ایک ظالم بادشاہ تھا۔ اُس کے مرنے پر ملک کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور اُس وقت سے اِس وقت تک جس قدر اصلاحیں نظمِ حکومت میں ضروری تھیں اُنہیں انجام دیتا رہا ہوں۔ میں تو مدت کا مصر واپس چلا آتا۔ اور اپنے آنے کی اطلاع بادشاہِ مصر کو کرتا۔ لیکن مخبروں سے وہاں کی خبریں عجیب و غریب معلوم ہوتیں۔ مثلاً اُنھوں نے کہا کہ فوراً ان اور اُسکے ہوا خواہوں نے بادشاہ

مصر کو جادو کے زور سے مار ڈالا اور اُس کی بیٹی نجم عموّن نے اپنے چچا سے عقد کر لیا تاکہ اپنی جان اور اپنا تخت غارت ہونے سے بچالے۔ میں نے اپنے دل میں افسوس کیا کہ ملکہ وہ سب باتیں بھول گئیں جو مجھ سے کہی تھیں اور وہ قسم بھی جو میرے سامنے کھائی تھی توڑ دی۔"

طیبہ نے بگڑ کر کہا۔ "رعمیس۔ تم نے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ میں سب کچھ بھول گئی اور اپنی قسم بھی میں نے توڑ دی۔ تم نے کیوں دوسروں کی واہی تباہی باتوں کا یقین کر لیا۔"

رعمیس۔ "حضور۔ یقین نہ کرتا تو کیا کرتا۔ مخبروں کا بیان بحلف یہ تھا کہ بچشم خود حضور کو منوف کے شہر اور دوسرے مقامات پر تختِ شاہی پر بیٹھے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ثوران آپ کے حکموں کی بجا آوری میں کُتّے کی طرح ادھر سے اُدھر دوڑتا پھرتا ہے۔ میں ان مخبروں کے بیان کو کیونکر جان لیتا کہ وہ غلط ہے، اور جس کو اُنھوں نے تخت پر بیٹھا دیکھا تھا۔ اور ثوران نے جس سے عقد کیا تھا وہ آپ نہ تھیں۔"

طیبہ نے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ ثوران کو اب تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اُس کی بیوی درحقیقت کون ہے۔ کسی عورت کی ہمزاد جب کسی مرد سے شادی کرتی ہے تو اُس کی زیست مشکل کر دیتی ہے۔ مگر اب سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔"

رعمیس بولا۔ "مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب حضور مجھے قبول فرمائیں پھر غور کیا جا سکتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔"

طیبہ نے جواب دیا۔ "میں اپنے قول پر مضبوط ہوں۔ تمہیں سے عقد کرونگی، لیکن یہ تقریب صرف بت خانۂ عموّن میں ممکن ہو گی جو حدودِ مصر کے باہر مگر اُس کی سرحد کے قریب ہے۔ دوسری جگہ ممکن نہیں، پہلے میرا تخت مجھے دلوادو۔ پھر شادی کی جرأت کرنا۔"

رعمیس نے کہا۔ "تخت حضور کا ہے اور حضور ہی اُس کی مالک ہونگی، گو یہ بات سمجھ میں آنی

مشکل ہے کہ جب دوسری ملکہ تخت پر بیٹھی ہے اور وہ ہٹنے پر راضی نہ ہوئی تو حضور کس طرح مالکِ سلطنت ہو سکیں گی۔"

آشتی نے کہا۔"میں ابھی اُس ہمزاد ملکہ کو سب باتوں کی اطلاع کئے دیتی ہوں۔ رعمی۔ اب جاؤ آرام کرو۔ ہم بھی آرام کرتے ہیں۔"

رعمیس نے کہا۔"اماں۔ جس کے ہاتھ آپ ہمزاد ملکہ کو اطلاع بھیجیں گی وہ قاصد کہاں ہے؟"

آشتی نے کہا۔"بیٹا۔ تم بڑے نادان ہو۔ اتنے دن سے مجھے دیکھ رہے ہو اور پھر تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ میرے بہت سے نوکر اور موکل ایسے ہیں جو کسی کو نظر نہیں آتے۔"

آدھی رات کا وقت ہے۔ رعمیس کے محل کے ایک کمرے میں آشتی اور رطبیہ زمین پر گھٹنے ٹیکے سر جھکائے ہاتھ پھیلائے خدائے عمون کی جناب میں اُسکی ادراسکے فضل و کرم کی منت گذاری کرتی ہیں۔ اس حالت سے فارغ ہونے پر آشتی کھڑی ہوئی اور اب اُس نے وہ خوفناک الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنے شروع کئے جو منوف کے برج میں جہاں دونوں ثوران کی قید میں رہ چکی تھیں آخری حالت تکلیف میں ادا کئے تھے۔ یہ وہی الفاظ تھے جو برسوں ہوتے ملکہ احورہ کی روح نے آشتی کو سکھائے تھے۔

پہلے کچھ ہلکی ہلکی آوازیں آئیں۔ پھر بڑے بڑے پروں کی سائیں سائیں سُنائی دی۔ اور فوراً فانوس کی روشنی سے ہٹے ہوئے گوشے میں جہاں تاریکی تھی ایک سپید غبار سا نظر آیا جسنے رفتہ رفتہ زیادہ روشن ہو کر ایک صورت اختیار کی اور یہ صورت ایک ملکہ کی تھی جو رختِ شاہی زیور و جواہرات سے آراستہ بالکل بنیطسرطبیہ معلوم ہوتی تھی۔ چہرے پر کسی قدر غرور زیادہ تھا اور حسن میں کوئی چیز ایسی تھی جس سے ڈر معلوم ہوتا تھا۔ یہ شکل بالکل خاموش آشتی اور رطبیہ کے سامنے آئی اور نہایت روشن اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے اِن دونوں کو دیکھنے لگی۔

آشتی نے پوچھا "ہمزاد تم کہاں سے آئی ہو؟"

ہمزاد نے نہایت سرد لہجے میں کہا "اے عالمِ غیب کی رازداریں وہیں سے آئی ہوں جہاں
ا حکم میں نے سُنا تھا۔ طیبی میں ثوران کے محل سے جہاں وہ بادشاہی کرتا ہے آرہی ہوں۔"

آشتی نے دوسرا سوال کیا "کہو ثوران اور ملک مصر کا کیا حال ہے؟"

ہمزاد "ثوران کا حال خراب ہے۔ رات دن کی محنت خوف اور مایوسی نے ہڈی چمڑا ایک
دیا ہے۔ کوئی وقت خوشی اور آرام کا اُسے میسّر نہیں۔ لیکن مصر کا حال بہت اچھا ہے۔ اے
تون والا نسب مصر کبھی ایسا خوش حال نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے۔ انتظامِ سلطنت کے لئے جس
ا احکام مجھے دیئے گئے تھے ان کی تعمیل کر چکی ہوں۔" اتنا کہہ نبطیہ طیبہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا
اب میں پھر اس قلب میں پہنچکر جس سے جدا ہوئی تھی آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

آشتی نے کہا "ابھی نہیں۔ تھوڑا سا کام تمہارے کرنے کا اور باقی ہے۔ اسے ختم کر لو تو پھر قیامت
دن تک تمہارے لئے آرام ہی آرام ہے۔ اچھا سنو۔ پایہ تخت طیبی کو واپس جاؤ اور ثوران اور اُس کے
شیروں کے کان میں یہ غلط خبر پھونک دو۔ کہ رعمیس مصری نے جو کوش کی حکومت پر قابض ہو گیا
اعلان کیا ہے کہ ملک مصر کا مالک اور ملکہ مصر کا شوہر بھی وہی ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہ بادشاہِ
ر جس کو ثوران نے ہلاک کیا تھا اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کو ایک دن ظہور میں لانے کا وعدہ
چکا تھا۔ یہ خبر ثوران اور اُس کے مشیروں کو پہونچا کر کوئی تدبیر ایسی کرو کہ یہ ثوران ایک لشکر
ار فراہم کر کے رعمیس سے لڑنے کے لئے حدودِ مصر سے ملک جنوب کا قصد کرے۔ اور جب
شکر درست کرلے تو تم فوراً افسرانِ فوج کو اس امر کا یقین کرا دو کہ بادشاہِ مصر نے تمہاری مرضی
ل کر کے اور خدائے عمون سے حکم پا کر اسبات کا وعدہ کر لیا تھا کہ تمہاری شادی رعمیس سے
ی جائیگی۔ ان افسروں کو یہ بھی باور کرا دو کہ ثوران کے اس جرم سے کہ اُس نے بادشاہِ کو ہلاک

کرکے اُس کی بیٹی سے شادی کی اب ربِّ عموّن نہایت برہم ہے اور اس کا عتاب اور غضب چند روز میں سب پر ظاہر ہونے والا ہے۔ اور افسروں میں سے جو لوگ توُرآن سے بغاوت اختیار کرینگے خدا اُن سے خوش ہوگا۔ اور ان کو اس کا بڑا صلہ دیگا۔ جب توُرآن لشکر تیار کرلیگا تو ملک جنوب میں مصر کی سرحد پر جہاں دریائے نیل دو طرفہ بلند پہاڑوں کے درمیان بہت زور شور سے بہتا ہے رعمیس توُرآن کی فوج کا مقابلہ کریگا۔ اور رعمیس کے ساتھ نیطاطربیہ ہوگی جس کے قالب سے اے ہمزاد۔ تم برآمد ہوئی۔ اور میں بھی ساتھ ہونگی جس کے حکموں کو ماننا تمہارا فرض ہے اور تمہارے ساتھ شاید کوئی اور بھی ہو جو ہم سے زیادہ بزرگ اور عظمت والا ہے۔ پھر اے ہمزاد۔ جب ہم لوگ ارض جنوب میں سرحد مصر کو پہنچ جائینگے تو تمہارا کام ختم ہوجائیگا اور جس آرام کی تم خواستگار ہو وہ تم کو مل جائیگا۔ بس۔ یہی میرا حکم ہے اور اسکو بہت توجہ اور خوبی سے انجام دو۔"

ہمزاد نے سرد لہجہ میں کہا "حکم میں نے سُنا اور جس طرح سُنا ہے اُسی طرح بجا لاؤنگی۔ لیکن اے اسرارِ عالم کی دانا و بینا خداؤں کے حکم پر عمل کرنے والی اب دیر نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ میں زیادہ خستہ اور پریشان ہوکر ایک شعلۂ سوزاں کی طرح سب کو پھونکتی اور غارت کرتی اس قالب میں پہونچ جاؤں جو میرا مسکن ہے۔"

اور اب یہ شکل جس طرح ظاہر ہوئی تھی اسی طرح غائب ہوگی۔ یعنی پہلے اُس کا نقش ہلکا ہوا پھر جس تاریکی سے وہ ظاہر ہوا تھا اُسی میں معدوم ہوگیا۔

طیبس کے شہر میں اس وقت صبح ہے۔ فرعون کے بڑے ایوان میں توُرآن بیٹھا کارِ سلطنت میں مصروف ہے۔ پہلو میں اشموّن وزیر حاضر ہے۔ توُرآن کی شکل بدل گئی ہے۔ جس سے بادشاہ مصر کو اپنے شہر میں مہمان کرکے اُسکے قتل کی سازش کی تھی اُسدن سے صورت مسخ ہی ہوتی چلی

گئی اور اب تو حالت بہت ہی زار تھی۔ کام کی کثرت۔ طرح طرح کے خوف۔ پریشانیاں اور ذلتیں ایسی پیہم اُٹھا
پڑیں کہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ کپڑے اتنے ڈھیلے ہوگئے تھے کہ کسی جسم پر نہیں الگنی پر لٹکے ہوئے
معلوم ہوتے تھے۔ اب رہا اشموتن نجومی تو اُس کا یہ حال تھا کہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڈھا معلو
ہوتا تھا۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ چلنے میں ٹانگیں لرزتی تھیں۔

ثوران نے اشموتن سے گھبرا کر پوچھا "کہو آج کا کام تو ختم ہوا"

اشموتن نے جواب دیا "حضور نہیں۔ ابھی اتنا کام باقی ہے کہ جہاں پناہ کو دوپہر تک اجلاس
فرمانا ہوگا۔ اور اس کے بعد مجلس خاص کے ارکان اور چند سفیر جو غیر ملکوں سے آئے ہوئے
ہیں ملاقات کے لئے حاضر ہونگے"

ثوران "آج میں کسی سے ملاقات نہیں کرسکتا۔ وہ لوگ کل تک انتظار کریں۔ سُنا یا نہیں
ارے حرام خور اشموتن تو نے مجھے سمجھا کیا ہے۔ کام نہ ہوا میری موت ہوگئی۔ ہائے۔ وہ دن یا
آتا ہے کہ میں منوت کا فقط حاکم تھا جس دن سے کُل ملک کی سلطنت کا عذاب میرے سر پڑ
ایک دن بھی چین اور آرام نصیب نہ ہوا"

اشموتن "حضور چاہے آرام سے ہوں چاہے تکلیف سے مگر سفیرانِ دول جو باہر سے
آئے ہوئے ہیں ان سے ملاقات کرنی ضروری ہے۔ ملکہ کا اس بارے میں سخت حکم ہوچکا ہے
حکم سے انکار کرنا ممکن نہیں"

ثوران یہ سُنکر ڈرا۔ گول گول دیدے حلقوں میں پھرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کوئی سُن
تو نہیں رہا ہے۔ پھر دبی آواز میں اشموتن سے کہنے لگا "کاش ایسا ہوتا کہ اس ملکہ کمبخت کی صورت
ہی کبھی نہ دیکھی ہوتی، تم تو خود ہی جانتے ہو۔ یہ عورت نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو کوئی آسمانی
بلا ہے بلا بھی ایسی جس کا دل پتھر سے زیادہ سخت و سرد ہے۔ اور جس کے مکر و فریب میں سانپ

کے زہر سے بھی زیادہ سمیّت ہے۔ دُنیا تو یہ سمجھ رہی ہے کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں۔ فرعونِ دوراں ہوں۔ مگر حقیقت میں اس بلائے بے درماں کے ہاتھ کی کٹھ پُتلی ہوں۔ سوائے احکام برداری کے دوسری خدمت نہیں۔ ایک عالم سمجھ رہا ہے کہ میں اس کا شوہر ہوں۔ لیکن وہ اب تک میری بیوی نہیں ہے۔ میں کیا کسی کی بھی نہیں ہے۔ رات دن لوگ اس پر عاشق ہوتے ہیں اور اس جُرم میں قتل کئے جاتے ہیں۔ کل رات ہی کا ذکر ہے کہ اُس کے قریب بیٹھا تھا۔ حکم دے رہی تھی کہ فلاں بات یوں ہو فلاں بات یوں ہو کہ بیٹھے بیٹھے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں پھر جہاں بیٹھی تھی وہیں نظر آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں چلی گئی تھیں۔ کہنے لگی کہ "اتنی دور گئی تھی کہ تم ایک سال کے سفر میں بھی وہاں تک نہ پہنچتے۔ اور ایک ایسے مرد سے ملنے گئی تھی جس سے مجھے اتنی ہی اُلفت ہے جتنی تم سے نفرت ہے۔" میری سمجھ میں مطلق نہیں آیا کہ وہ کون شخص ہے جس سے اس کو اتنی اُلفت ہے۔ اشموَن تم ہی کچھ ذہن دوڑاو۔ اور بتاو کہ وہ کون بشر ہو سکتا ہے۔"

اشموَن نے ڈرتے ڈرتے چُپکے سے کہا "حضور۔ ہو نہ ہو رعمیس سے ملنے گئی ہو گی۔ کچھ زمانہ سے یہ رعمیس کوش کا بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ اور اس میں تو ذرا کلام نہیں کہ یہ بلائے بد جب کبھی عورت تھی تو رعمیس پر جان فدا کرتی تھی۔ لیکن آج کل اُس کو کس سے اُلفت ہے اس کا حال سوائے شیطان کے اور کس کو معلوم ہو سکتا ہے۔ رہے ہم لوگ تو ہم اس کے پنجۂ غضب میں ہیں۔ جو کچھ وہ کہتی ہے وہی ہم کو کرنا ہوتا ہے۔ اگر نہ کریں تو جان سے ہاتھ دھوئیں۔ جان کھونا نہ آپکو گوارا ہے نہ مجھکو مَرے پر سو دُرّے۔ مجھ پر یہ مصیبت اور ہے کہ مر کر قبر میں قدم بھی نہ رکھنے پاؤنگا کہ چوکھٹ پر فرعون منتظر ہونگے کہ میری گت بنائیں۔"

یہ باتیں ثوران نے سُنکر ایک ایسی آہ بھری جیسے کسی کے سخت درد اُٹھتا ہو اور قبا کے دامن سے پیشانی کا پسینہ پونچھکر کہا:۔

"اشموتن تم جو کچھ کہتے ہو سچ کہتے ہو۔ اچھا جاؤ۔ اہلکاران کو بلا لو تاکہ ملکہ نے جو کام دیا ہے وہ ختم کیا جائے۔"

اشموتن جانے ہی کو تھا کہ دفعتاً ایوان کے دروازے سے نقیبوں کی آواز آئی۔

"ملکۂ دوران مع ملازمین خاص کے دروازے پر کھڑی تاجدار مصر شمال وجنوب سے اندر تشریف لانے کی اجازت طلب فرماتی ہیں۔"

ثوران نے آہستہ سے کہا۔ "زہے نصیب تشریف لائیں۔"

نقیب پیچھے ہٹے اور صنوبر والے دروازے سے ملکہ مع اپنے ہمراہیوں کے اندر آئی۔ اُس وقت صورت پر جو شان تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ غرور حسن، چہرے کی ہر ادا سے ظاہر لباس ور زیور میں تکلّف حد سے گذرا ہوا۔ قبائے زرتار کے دامن فرش پر لوٹتے ہوئے تیز قدم دروازے سے تخت کے قریب پہونچی۔ ساتھ ساتھ مرطیرہ تھی۔ اُس کے ہاتھ میں دیبا کا ایک تکیہ اور الماس ا ایک پنکھیا تھی۔ ملکہ کا خاص حکم تھا کہ مرطیرہ ہر وقت قریب حاضر رہے۔ کسی وقت جدا نہو۔ وہی مرطیرہ تھیں جو ایک زمانہ میں بڑی حسین گنی جاتی تھیں مگر اب رات دن کی خدمت اور ہر وقت کے سہم سے سوکھ کر اچور ہو گئی تھیں۔ مرطیرہ کے بعد ارکین مجلس خاص اور سب جیرہیں بڑے بڑے فوجی سردار اور امیر تھے۔

تخت پر ثوران بیٹھا تھا۔ ملکہ قریب آئی۔ مرطیرہ کو اشارہ کیا کہ تخت کی سیڑھی پر دیبا کا تکیہ رکھدے۔ مرطیرہ حکم بجالائی۔ ملکہ نے تکیہ پر گھٹنے ٹیک کر نہایت ادب سے بادشاہ کی خدمت سے عرض کیا۔

"یہ ناچیز بندی جہاں پناہ کی وفادار ملکہ ایک عرض لے کر آئی ہے جو پورے دربار کے سامنے گذارش کرنا چاہتی ہے۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "ملکہ عالم۔ اُٹھیئے۔ یہ آپ کی شان کے خلاف ہے کہ میری اس طرح تعظیم کریں۔"

ملکہ۔ "نہیں ملکہ مصر کا فرض ہے کہ جب مکارمِ شاہانہ سے مستفیض ہونے کی تمنّا ہو تو وہ خود بارگاہ فرعون میں حاضر ہو کر اور آدابِ شاہی بجا لا کر اپنا معروضہ پیش کرے۔" اتنا کہہ کر ملکہ اُٹھی اور تخت کے قریب ایک کرسی پر جو ابھی لا کر رکھی گئی تھی ہو بیٹھی۔ اور بہ آوازِ بلند کہا۔

"داورِ مصر شمال و جنوب متوجہ ہوں۔ کل شب کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس خواب میں نواب رعمبس پسر مرنبس نظر آیا۔ یہ شخص اس دودماں شاہی کی آخری یادگار ہے جو ہمارے خاندان سے قبل مصر میں بادشاہی کرتا تھا۔ میری مُراد اسی رعمبس سے ہے جس نے کوش کے شہزادے آمانل کو اسی ایوان میں قتل کیا تھا۔ چونکہ اس قتل کے وقت میرے والد آنجہانی حالتِ غشی میں تھے اسلیئے میں نے بہ اختیارِ خود رعمبس کو بادشاہِ کوش کی خدمت میں بناطہ روانہ کیا لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ رعمبس نے کوش پہونچکر وہاں کے بادشاہ کو شکست دی اور اس کی سلطنت پر دولتِ مصر کی جانب سے قبضہ کر لیا۔"

"میرا خواب اتنا ہی نہ تھا۔ یہ بھی نظر آیا کہ اس دلیر و جانثار امیرِ لشکر نے کوش کے متمول ملک پر قبضہ کرنا ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ اب مصر کی سلطنت پر حملہ کرنے کا بھی قصد کیا ہے تاکہ حضور کو قتل کر کے اپنے فرعون ہونے کا اعلان اس بنا پر کرے کہ وہ مصر کے ایک پُرانے شاہی خاندان کی اولاد میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ قصد بھی ظاہر کیا ہے کہ مجھ کو جو اب تک عالم پناہی کی وفادار بیوی رہی ہے اپنی بیوی بنائے اور اس طریقے سے تختِ مصر کا وارث و مالک بہ اختیاراتِ کامل ہو جاتے۔"

تورآن نے ملکہ کی یہ گفتگو سُنکر کہا۔ "ملکہ جہاں۔ کچھ عجب نہیں کہ اس مفسد و سرکش نے جسکا نام رعمبس ہے ان مغویانہ ارادوں کا اعلان کیا ہو۔ اور اس حد تک آپ کا خواب سچا ہے لیکن یہ بات

بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اس وقت رعمیس نباطہ کے شہر میں ہے جو یہاں سے بہت دُور ہے اور اس کے پاس فوج بھی غالباً تھوڑی ہے۔ پس ابھی وقت نہیں آیا کہ اس بارے میں کسی قسم کا اہتمام کیا جائے۔"

ملکہ نے کہا "جہاں پناہ۔ میرا خواب اتنا ہی نہیں ہے جو حضور نے سُنا۔ اس خواب میں مجھے دو تصویریں بھی نظر آئیں۔ ایک یہ تھی کہ رعمیس نے پائے تخت طیبی پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا ہے اور اسی ایوانِ شاہی میں میرا ہاتھ پکڑ کر آپ کی لاش پر سے گھسیٹتا ہوا مجھے اپنے محل کو لئے جاتا ہے کہ وہاں مجھے اپنی بیوی بنائے۔ دوسری تصویر کا مضمون یہ تھا کہ مصر کی سرحد پر جہاں سے ملک جنوب شروع ہوتا ہے ایک مقام ہے جسے باب جنوب کہتے ہیں۔ وہاں حضور مع لاؤ لشکر کے موجود ہیں۔ رعمیس سے حضور معرکہ ہوتے ہیں اور اُسے قتل کر کے کوش کی سلطنت اور شہر زرین کے کُل مال و متاع پر قابض ہو کر سلطنت مصر کی جانب سے وہاں کے بادشاہ ہو جاتے ہیں۔"

توران نے کہا "ملکہ عالم۔ آپ نے دو خواب بیان کئے ہیں۔ اُن میں آپ کس کو سچا اور کس کو جھوٹا سمجھتی ہیں کیونکہ دونوں صحیح نہیں ہو سکتے۔"

ملکہ "شاہ گیتی پناہ۔ اس کا علم نہ حضور کو ہو سکتا ہے اور نہ مجھکو۔ آپ کے پہلو میں البتہ یک شخص اس وقت ایسا موجود ہے جو اس عقدے کو حل کر سکتا ہے۔ کیونکہ غیب دانی میں وہ عدیم المثال ہے اور خداؤں کے منشاء و مقصود کی ترجمانی اس سے بہتر دوسرا نہیں کر سکتا۔ اسے حکم ہو کہ میرے دونوں خوابوں میں جو سچا ہو اُسے بتائے اور اُس کی تعبیر کرے"۔ ملکہ نے یہ جملے کہہ کر اشموَن کی طرف اشارہ کیا جو توران کے قریب کھڑا تھا۔

یہ دیکھتے ہی اشموَن کے اوسان خطا ہو گئے بہت لجاجت سے کہنے لگا "ملکہ جہاں۔ یہ چیز میرے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ میں نہیں بتا سکتا کہ کون سا خواب سچا ہے اور کونسا غلط۔

میں نہیں عرض کر سکتا کہ ...."

ملکہ نے کہا "اشموں - تم میں کسرِ نفسی کی ہمیشہ زیادتی رہی ہے - جہاں پناہ - اُن کو فوراً حکم دیا جائے کہ وہ اپنی دانائی و فراست سے اس مشکل مسئلہ پر جلد روشنی ڈالیں - کیونکہ مجھے ذرا شبہ نہیں کہ وہ اس معاملہ کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں"

ثورآن بولا "ملکہ آپ نے بجا فرمایا بے شک اشموں اس امر سے آگاہ ہو گا کہ کونسا خواب سچا ہے" یہ کہکر اشموں سے مخاطب ہوا اور کہا "اشموں تامل کی ضرورت نہیں جو بات دریافت کی جاتی ہے اپنے علم سے اس کا جواب دو"

بڈھا نجومی سخت پریشان ہوا اور عرض کرنے لگا "اس خواب کی تعبیر کرنی میری قدرت سے باہر ہے - میری بیوی مرطیرہ سے دریافت کیا جائے، وہ تعبیر خواب کے فن میں مجھ سے کہیں زیادہ مشاق ہے"

ملکہ نے کہا - "اے وزیر دانا - مرطیرہ کو ہمارے خواب کی نسبت جو کچھ معلوم ہوا ہے ہم پر ظاہر کر چکی ہے - ہم کو تو اس وقت تم سے اس کا حال پوچھنا ہے - جب تم غیب دانی میں اور خدائی حکموں کی ترجمانی میں یدطولیٰ رکھتے ہو تو پھر ان خوابوں کی نسبت رائے ظاہر کرنے میں تم کو کیا عذر ہو سکتا ہے"

اس کے بعد ملکہ نے آہستہ سے کہا "مگر غیب دانی کا درجہ اسے حاصل نہیں ہو سکتا جو خداؤں کے اصلی منشاء کو مخفی رکھکر اُسے کسی اور طرح پر بیان کرے اور اس طرح خداؤں کو فریب دے"

اب اشموں کو کوئی مفر نہ تھا - رعمیس کے نام سے اُس کی روح فنا ہوتی تھی - اس لئے ارادہ کیا کہ خواب کی تعبیر ایسی شکل سے بیان کریگا کہ بادشاہِ مصر ثورآن اس رعمیس کے حملہ کا انتظار نہیں کرے - دارالحکومت سے باہر جا کر لڑنے کا قصد نہ کرے - اسوقت تمام حاضرین دربار

اشموآن کا مُنہ تک رہے تھے کہ دیکھئے اُس کی زبان سے کیا نکلتا ہے۔ لیکن جب اشموآن بولنے کو ہوا تو اُسے محسوس ہوا کہ اس ملکہ میں جو روح یا دیو چھپا ہوا تھا اُس کی چمکتی ہوئی آنکھیں نہایت غیظ و غضب سے اس کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ اور اشموآن کی زبان انہی آنکھوں کے قبضے اور قابو میں ہے۔ اور جو کچھ کہنے کا وہ ارادہ کرتا ہے اُسکے بالکل برخلاف زبان سے نکلتا ہے۔

اشموآن نے کہا۔" ایک روشنی مجھے نظر آتی ہے اور اس میں دیکھتا ہوں کہ ملکہ مصر نے جو خواب دیکھے ہیں اُن میں دوسرا خواب سچا ہے۔ جہاں پناہ اپنا لشکر لے کر باب جنوب کا قصد کریں۔ اور وہاں اس غاصب سلطنت رعمیس کا مقابلہ کریں تاکہ تقدیر میں جو کچھ اُترا ہے وہ ظاہر ہو۔"

ثوراآن نے برہم ہو کر کہا۔" تقدیر میں جو کچھ اُترا ہے۔ مگر سوال تو یہی ہے۔ کہ تقدیر میں کیا ترا ہے۔"

اشموآن نے جواب دیا۔" مشیت وہی ہے جو ملکہ مصر نے خواب میں دیکھی ہے بہرکیف میں اس مر کے کہنے پر مجبور ہوں کہ بادشاہ سلامت باب جنوب کے مقام پر لشکر لا کر رعمیس کا مقابلہ کریں۔"

اس پر ثوراآن کو تاب نہ رہی اور جھلا کر کہا۔" لعنت ہے تیری اس غیب دانی پر اور خوب ہو کہ باب جنوب تیرے ہی سر پر ٹوٹ پڑے۔ ارے خبیث۔ مصر پر حکومت کرتے ہوئے مجھے ابھی ہ برس ہوئے ہیں۔ اس زمانے میں تین لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ ایک لڑائی ملک شام کے گوں سے۔ دوسری بادیہ نشینوں سے۔ تیسری نوکمان والے وحشیوں سے، جنہوں نے سمندر ے قریب کی زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اب ضعیفی میں ایک چوتھی لڑائی باشندگانِ کوش ے لڑنی تجویز کی جاتی ہے۔ اس رعمیس کتے کو ہم پر لشکر کشی کرنی ہے تو کرے۔ اور دیکھ لے کہ اگر ی شہر طیبی کے دروازے پر اُسکو پھانسی نہ چڑھایا تو ثوراآن نام نہیں۔"

اشموتن نے کہا۔"جہاں پناہ۔ میں اسبات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ رعمیس کو پھانسی ضرور دی جائے لیکن اس شہر کے دروازے پر نہیں بلکہ صحرا میں یہاں سے صدہا میل دُور کسی مقام پر اُسے لٹکایا جائے۔ یہی ملکہ کے خواب کی تعبیر ہے اور یہی خداؤں کا حکم ہے۔"

ملکہ نے بہت خوش ہوکر باوازبلند کہا۔"بے شک یہی خداؤں کا منشاء ہے جو اُنہوں نے اپنے اس پُرانے رازدار اشموتن کی زبان سے ظاہر کیا ہے۔ پس اے مصر کے بادشاہ اور معابد مصر کے خادمو اور سلطنت کے مشیرو۔ اب باب جنوب کی طرف کوچ کرنا لازمی ہے تاکہ صحرا میں پہونچکر اس سگِ ذلیل رعمیس کو پھانسی دیکر مصر کے بادشاہ اور مصر کی ملکہ کو تمام آفات سے محفوظ کردیا جائے، رعایا امن وامان سے رہے اور شہر زارین کی جسقدر دولت ہے اُسے لوٹ کر آپس میں تقسیم کرلے۔"

حاضرین دربار جن میں سلطنت کے مشیر اور ہیکلوں کے خدام اور بڑے بڑے فوجی سردار شامل تھے پُکار پُکار کر کہنے لگے۔"بے شک کوچ کرنا لازمی ہے اور ملکہ مصر بھی ہمارے ہمراہ ہوں۔" اس شور میں اشموتن کی زبان سے بھی یہی جملے بلا قصد نکلے۔

ملکہ نے کہا۔"یقینی میں تمہارے ساتھ چلونگی۔ گو میں عورت ہوں۔ لیکن جب میرے شوہر اور مالک کا ارادہ وہاں جانے کا ہے تو میں کس طرح پیچھے رہ سکتی ہوں۔ پس ماہِ نو کے نمودار ہوتے ہی ہم دریائے نیل کے رستے کشتیوں اور جہازوں میں سوار ہوکر باب جنوب کو روانہ ہو سکتے ہیں۔"

اسی رات کو تُوران اور اشموتن آمنے سامنے کھڑے نظر آتے ہیں۔ تُوران پوچھتا ہے۔"اشموتن تونے دوسرے خواب کو سچ کیسے کہدیا۔ ارے بدبخت تو میرا خواب بھول گیا جو منوف میں رات کے وقت دیکھتے ہی تجھ سے کہنے گیا تھا۔ وہی خواب جس میں فرعون نے مرنے کے بعد آکر کہا تھا کہ

اہی خا[illegible] کی جس حسین لڑکی سے عقد کرنا چاہتے ہو کر لو اور مصر پر حکومت بھی کرو مگر اس
نت تا[illegible] کہ ایک شخص رعمیس جو مرنیس کا بیٹا ہے ایک فقیر کے ساتھ وارد ہو۔ کیونکہ یہ دونوں
ہارے پاس ایک پیغام لائینگے۔ یہ کُل باتیں تو میں نے تجھ سے جب ہی کہدی تھیں۔
ا ایک بھی یاد نہیں رہی"
اشموَن بولا "آپ کے فرمانے سے اب کچھ یاد آتا ہے"
ثورآن "تو پھر کمبخت اور کچھ نہیں تو اپنے علم کے زور سے اتنا ہی بتادے کہ یہ رعمیس اور
فقیر میرے پاس بات کا پیغام لائینگے۔ کہیں میری موت کا پیغام تو نہ ہوگا۔ کل تو ہم دونوں
مقبرے بھی تیار ہوگئے ہیں"
اشموَن "جہاں پناہ۔ ممکن ہے پیغامِ اجل لائے ہوں"
ثورآن "جب یہی تھا تو بدذات تونے ملکہ کے خواب کی تعبیر اس طرح کیوں کی کہ جنوب
مت میں اس رعمیس کے مقابلے کے لئے میرا جانا ضروری ہے۔ گویا تونے جان بوجھ کر ہم کو
ت کا لقمہ بنوانا چاہا"
اشموَن نے ایک آہ بھری اور کہا "کیا کروں میں مجبور تھا۔ مجھے اپنی زبان پر
ر نہ تھا۔ وہی کمبخت روح یا آسیب جس کا نام ملکہ ہے مجھے مجبور کر رہی تھی کہ خواب
تعبیر اس طرح کروں جس طرح آپ نے میرے مُنہ سے سُنی۔ اے بادشاہ ثورآن۔ اب ہمارے
کی کوئی صورت نہیں۔ تقدیر اپنی کمند پھینک چکی ہے اور اس کا پھندا ہماری گردن میں پڑ چکا
ہاں ایک صورت ہے"۔ یہ کہہ کر اشموَن نے ثورآن کی تلوار کی طرف دیکھا جو اس کی کمر
لٹکی تھی۔
ثورآن نے جواب دیا "نہیں اشموَن۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم خود اپنے ہاتھ سے اپنی جان لیں۔

جب تک زندگی ہے زندہ رہنا ضروری ہے۔ یہ معلوم ہی ہے کہ عالمِ جاوداں کے دروازے پر جب پہونچینگے تو ہمارا کیا درجہ ہوگا ''

اشموہن نے سینہ کوٹ کر کہا۔''ہائے ہائے ایک دروازے کا یعنی صحرا والے بابِ جنوب کا حال تو مجھے معلوم ہے کہ وہاں کیا گذریگی۔ رعمیس انتقام کا لینے والا اور وہ فقیر جو خداؤں کا حکم لیکر آرہا ہے یہ دونوں وہاں موجود ہونگے ''

اٹھارواں باب

نیک و بد کے حق میں خداؤں کا فیصلہ

تین مہینے گزر گئے ہیں اور اب بادشاہِ مصر کا لشکر جرار بابِ جنوب کے مقام سے کچھ آگے پڑاؤ ڈالے ہے۔ دریائے نیل کے دونوں کناروں سے ملے جنگی جہاز دُور تک صف بستہ لڑائی کے لئے بالکل تیار ے ہیں۔ کیونکہ جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ ولایت کوش کا حاکم بڑی تیزی سے شمال کی سمت میں ہے مگر فوج اس کی اتنی کم ہے کہ آسانی سے شکست کھا جائیگا۔ غرض توران بابِ جنوب پر منتظر ہد یس کی فوج آئے اور آتے ہی اس کو قلع قمع کر دے۔ پھر کوئی خطرہ نہ رہے۔ ملکہ جو ہمراہ ہی بادشاہ س خیال کی مطلق تردید نہیں کرتی۔ واقعات آئندہ کی وہ بھی منتظر ہے مگر نہایت اطمینان کے ساتھ۔

ایک دن شام کو آفتاب غروب ہوتے ہی خبر اُڑی کہ رعمیس کا لشکر نظر آگیا ہے دریائے نیل ائیں کنارے کی طرف چند پہاڑوں پر قبضہ کر کے بُت خانہ عمون کے گرد جو وسیع میدان ہے یں یہ لشکر اُترا ہے۔ اور یہ بُت خانہ وہ ہے جو ہزارہا برس سے اس سرزمین پر قائم تا ہے۔

ملکہ نے کہا "بہت اچھا ہوا کہ رعمیس نظر آگیا۔ اب کل بادشاہ سلامت مقابلہ کو اُٹھ کر اس قصّہ پاک کر دینگے۔ جہاں پناہ۔ میرے اس خیال میں آپ کو کوئی شُبہ تو نہیں ہے"

توران "نہیں آپ بالکل صحیح فرماتی ہیں۔ جتنی جلد یہ قصّہ تمام ہو اتنا ہی اچھا۔ کیونکہ یہاں صحرا

میں بیکار پڑے پڑے طبیعت پریشان ہوگئی ہے اور دار الحکومت کو جلد واپس جانے کا بار بار خیال آتا ہے"۔
اتنا کہہ کر پھر کچھ اشتباہ سا پیدا ہوا اور ہلکے سے کہنے لگا۔"مگر معلوم نہیں کیا بات ہے اس لڑائی میں اپنی خیر نظر نہیں آتی۔ اشموّن۔ تم آسمان کی طرف اس طرح کیوں گھورتے ہو"۔

سلطنت کے اُمرا اور شہر کے رئیس جو وہاں موجود تھے بادشاہ توراّن کے مُنہ سے یہ کلمہ سُنتے ہی اشموّن کی طرف دیکھنے لگے اور اس بڈھے نجومی کی صورت سے معلوم ہوا کہ اس کا رنگ بالکل فق ہے۔ اب اشموّن نے ایک دفعہ ہی آسمان کی طرف اشارہ کرکے کہا۔"دیکھو"۔

سب لوگوں کی نظر فوراً آسمان کی طرف گئی تو کیا دیکھا کہ غروب آفتاب کی سُرخ روشنی سے کچھ اوپر کو ایک روشن ستارہ بڑی آب و تاب سے چمک رہا ہے اور اس کے قریب ہی ایک اور ستارہ ہے جس کی روشنی بہت ہلکی ہے۔ مگر وہ تیز روشنی والا ستارہ اس مدہم ستارے کی طرف اس طرح بڑھ رہا ہے کہ کوئی دم میں اُس پر چھا جائیگا۔

اشموّن نے چلّا کر کہا۔ اُن میں ایک ستارہ عمونّ کا ہے اور دوسرا بادشاہ مصر یعنی فرعوّن کا۔ عموّن کا ستارہ دم میں فرعوّن کے ستارے کو محجوب کرنے والا ہے۔ بادشاہ سلامت آپکا ستارہ اب مٹنے کو ہے اور اب کا مٹا پھر کبھی زندہ انسان کو نہ نظر آئیگا۔ جہاں پناہ یاد کریں جس بات کی برسوں ہوئے میں نے خبر دی تھی آج وہ پیش آرہی ہے۔ افسوس آپکے طالع روشن کی شب ظلمت آگئی"۔

یہ فقرے سُنکر توراّن کو طیش آیا اور کہنے لگا۔"او سگ پلید کیا بکتا ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر تو بھی میرے ہی ساتھ غارت ہوگا"۔

یہ بات مُنہ سے نکلی ہی تھی کہ ایک طرف سے چیخنے اور رونے کی آوازیں آئیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ مرطیرہ یعنی اشموّن کی بیوی روتی پیٹتی بھاگی چلی آتی ہے۔ سامنے آتے ہی سینہ پیٹ پیٹ کر

کہنے لگی۔ اُرے لوگو۔ خداؤں کے انتقام کا وقت آن پہونچا۔ اب تو وہ بدلا نکالنے پر تُلے ہیں۔ بادشاہ سلامت۔ سُنیئے۔ آج شام کو میں اپنے ڈیرے میں سوتی تھی۔ رات کی نیند تو برسوں سے حرام ہوگئی ہے، شام کو یونہی سی آنکھ لگی تھی کہ خواب میں کیا دیکھتی ہوں فرعون آنجہانی کی روح سامنے کھڑی ہے۔ وہی فرعون جنہیں ہم نے جادو کے زور سے ہلاک کیا تھا۔ یہ روح حکم دے رہی ہے کہ "جا اور اس قاتل تُوران سے اور اس خبیث جادوگر اشموَن یعنی اپنے شوہر سے کہدے کہ تم دونوں کو کل سورج چھپنے سے پہلے ہم نے اپنی ملاقات کے لئے طلب کیا ہے۔ اور اے نابکار عورت مرطیرہ تجھے بھی اُن کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے" ہائے ہائے۔ تُوران۔ جہاں پناہ۔ اب موت ہمارے دروازے آ لگی ہے۔ موت اور خدا کا عذاب اور انتقام" یہ کہکر مرطیرہ غش کھا کر زمین پر گری اور اُس کے مُنہ سے جھاگ نکلنے لگے۔

تُوران اِس خبر کو سُنکر بہت ڈرا اور کہنے لگا۔

"اُرے شیطانو۔ تم سب کے سب بڑے شعبدہ باز اور جادوگر ہو۔ میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ زیست مشکل کر دی ہے۔ سپاہیو۔ ان کو فوراً گرفتار کر لو، اور اس اشموَن ناہنجار کے اتنے دُرّے لگاؤ کہ اس کی عقل ٹھکانے ہو جائے۔ کل جس وقت رعمیس کا کام تمام کر چکونگا تو پہلا کام اس مردود نجومی کو اپنے جہاز کے مستول میں پھانسی دیکر لٹکانے کا ہوگا"

ملکہ سُنکر ہنسنے لگی اور بولی۔

"ضرور ضرور۔ جب رعمیس کا کام تمام کر چکیں تو اس جادوگر کو ضرور پھانسی چڑھائیں۔ اور اگر کوئی اور صورت پیش آئی اور آپ اُسے پھانسی دینے کے لئے زندہ نہ بچے تو خاطر جمع رکھیئے اشموَن کو میں پھانسی چڑھا دونگی۔ تعمیلِ ارشاد میں فرق نہ ہونے پائیگا"

مرطیرہ کو جب ہوش آیا تو اُٹھ کر اپنے ڈیرے میں آئی۔ پلنگ پر آنکھیں بند کئے پڑی تھی کہ

دفعتاً معلوم ہوا کوئی عورت اُس پر جُھکی کھڑی ہے۔ آنکھیں کھولیں تو دیکھا ملکہ ہے اور حسبِ عادت نہایت بے درد اور بے رحم لہجہ میں کہہ رہی ہے۔

"مرطیرہ اُٹھ اور فوراً تورآن سے کہدے کہ اب سب کام ختم ہو لئے ہیں۔ ملکہ تمہارے پاس سے جاتی ہیں۔ اگر تم کو ملکہ مصر نیطرطیہ نجم عموآن کی صورت دیکھنی ہو تو رعمیس کے لشکرگاہ میں وہ نظر آسکتی ہے۔ رب عموآن کے بُت خانہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر لشکرگاہ کے بیچ میں واقع ہے اُسے ڈھونڈوگے تو مل جائیگی۔"

یہ کہکر ملکہ غائب ہوگئی۔

مرطیرہ پلنگ پر سے اُٹھی اور پہرے والوں سے کہا کہ "مجھے تورآن کے پاس پہونچا دو میں بادشاہ کے سُنانے کو ایک خبر لائی ہوں۔ فوراً بادشاہ کو اطلاع ہونی چاہیئے۔" مرطیرہ نے یہ جملے کہکر وہ شور برپا کیا کہ پہرے کا ایک سپاہی تورآن کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک عورت اس طرح سے دروازے پر کھڑی چیخ رہی ہے۔ تورآن اُٹھا اور دروازے کے قریب آکر پوچھا۔

"کیوں مُردار شیطان کی جنی۔ کیا کوئی اور منحوس خواب دیکھکر سُنانے آئی ہے۔"

مرطیرہ۔ "نہیں جہاں پناہ خواب نہیں ہے۔ صرف اتنی خبر سُنانے آئی ہوں کہ ملکہ عالم آپکو چھوڑکر رعمیس کے پاس چلی گئی ہیں۔" اتنا کہہ کر اس نے ایک ایک لفظ جو ملکہ نے کہا تھا تورآن کے سامنے دوھرایا۔

تورآن نے سُنکر کہا۔ "یہ سب جھوٹ ہے۔ لشکرگاہ کے چاروں طرف تین تین صفوں کا پہرا بیٹھا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے سخت پہرے سے کوئی قدم باہر نکال سکے۔"

مرطیرہ بولی۔ "تو پھر ڈھونڈھ لیجئے کہ ملکہ یہاں ہیں یا کہیں نکل گئیں۔"

تورآن نے ملکہ کی تلاش شروع کی۔ مگر ملکہ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ حالانکہ نہ کسی نے اُسے وہاں سے

ںاتے دیکھا تھا اور نہ کوئی اُس کے ساتھ گیا تھا۔ جب ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے آدھی رات ہوگئی تو
چاندنی رات میں ایک عجیب صورت کا آدمی نظر آیا۔ قد بہت لمبا پھٹے پرانے کپڑے بدن پر۔ ببول کی
ایک موٹی سی لکڑی ہاتھ میں۔ ڈاڑھی بالکل سپید اور بہت نیچی، غرض اس شکل سے یہ بڈھا تُوراآن
کے لشکر میں پڑا پھرتا ہے۔

تُوراآن نے دیکھتے ہی پوچھا۔ "یہ کون ہے" جونہی یہ سوال کیا اس بڈھے نے بڑی بھاری اور
بلند آواز میں جو لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنائی دی کہنا شروع کیا۔

"وزیرو۔ مشیرو۔ لشکر کے جوانو اور سردارو۔ رب عمون کا حکم اس کے قاصد کیفر جہان گرد کی
زبانی سنو۔ وہ حکم یہ ہے کہ خبردار ہرگز ہرگز حاکم کوش رعمیس کے مقابلہ پر تلوار نہ اٹھانا۔ کیونکہ رعمیس
ہمارا ایک بندہ ہے اور اب وہ تمہارا بادشاہ اور تمہاری ملکہ کا شوہر ہونے والا ہے۔ اور ان دونوں کی
نسل سے مصر کے بہت سے بادشاہ پیدا ہونگے۔ مگر اس غاصب حکومت تُوراآن کو جو اپنے بھائی
عمون کو جان سے مار چکا ہے اور اس بدکردار نجومی اشمون اور نمک حرام مرطبرہ کو فوراً گرفتار کرلو۔
اور صبح ہوتے ہی ہمارے بُت خانہ میں حاضر کرو۔ اور یہی طریقہ ہے جس پر عمل کرنے سے تم کو اور
تمہارے ملک کو امن و امان نصیب ہوگا اور چین سے زندگی بسر کرسکو گے۔"

جس وقت اِس بڈھے کی زبان سے تُوراآن نے یہ الفاظ سُنے تو فوراً فرعون کی روح کا خواب
میں آکر یہ کہنا یاد آگیا کہ آخیر میں ایک فقیر آکر تجھے ایک پیغام سُنائیگا۔ تُوراآن فوراً تلوار
کھینچ کر کیفر پر لپکا۔ لیکن اُس تک پہونچا بھی نہ تھا کہ کیفر نظر سے غائب ہوگیا۔ اور پھر دیکھو کہ وہی
پیغام جو ابھی اُس کی زبان سے نکلا تھا دُور دُور سُنائی دینے لگا۔ کیفر کی آواز جدھر سے آتی تھی
لوگ اسی طرف دوڑتے تھے۔ اور اب جہازوں اور کشتیوں پر بھی اسی کی آواز سُنائی دی اور
لوگوں نے دیکھا کہ کبھی اس جہاز کے مستول پر اور کبھی اس جہاز کی چھتری پر کیفر دراز قامت

کھڑا لوگوں کو حکم سُنا رہا ہے۔

بُت خانہ عمون کے کاہنوں اور خادموں نے جب یہ کیفیت دیکھی سب نے کہا۔ "یہ پیرانہ سال مرد انسان نہیں ہے کوئی دیوتا ہے جو حکم سُنا رہا ہے اور دیوتاؤں کا حکم بجالانا ہمارا فرض ہے" اتنا کہہ یہ سب لوگ فوراََ ان پر پل پڑے اور اُس کو پکڑ کر فوراََ اُس کی مشکیں کس لیں۔ اثموٓن اور مرطیرہ کا بھی یہی درجہ کیا۔ رات ابھی باقی تھی۔ سب صبح کا انتظار کرنے لگے مگر اس لمبے قد کے آدمی کو جو فقیر کے لباس میں آیا تھا پھر کسی نے نہ دیکھا اور نہ اُس کا کچھ حال سُنا۔

جس وقت یہ واقعات پیش آرہے تھے پہاڑ پر بُت خانہ کے ایک کمرے میں طیبہ بے خبر سو رہی ہے۔ آشتی پاس بیٹھی ہے۔ یکایک کمرے میں ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ آشتی نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک شکل نظر آئی جسے وہ خوب پہچانتی تھی۔ یہ شکل بعینہ طیبہ کی تھی حالانکہ طیبہ بستر پر پڑی سو رہی تھی۔

آشتی نے پوچھا "ہمزاد۔ اب کیا چاہتی ہو؟"

ہمزاد۔ "مجھے اب آرام کرنے کی اجازت ہو۔ میری خدمت ختم ہوئی۔ تھک کر بالکل چُور ہو رہی ہوں۔ رازِ آسمانی کے جملے زبان پر لایئے اور مجھکو اسی قالب میں واپس جانے دیجیے جہاں سے میں آئی تھی تاکہ جہاں پہلے آسودہ تھی وہیں قیامت کے دن تک آرام کروں"

آشتی یہ معلوم کر کے کہ خدا کا حکم بھی یہی ہے وہی جملے اُلٹا کر زبان پر لائی جو ہمزاد کو طلب کرنے کے وقت کہے تھے۔ جملوں کا مُنہ سے نکلنا تھا کہ ہمزاد کی شکل مٹنے لگی یہاں تک کہ بالکل محو ہو گئی۔ طیبہ سوتے سوتے دفعتاََ اُٹھ بیٹھی۔ ایک انگڑائی لی اور ٹھنڈا سانس کھینچکر پھر لیٹ گئی اور صبح تک بالکل غافل سوتی رہی۔ صبح کو اُٹھی تو آشتی سے کہنے لگی۔ "دا آج مجھے ہوا کیا ہے۔ میں تو کچھ بدلی سی معلوم ہوتی ہوں"

آشتی ہوا کچھ نہیں ہے۔ عموں کے حکم سے جو چیز کچھ عرصہ ہوا تم سے جدا کر لی گئی تھی،
پھر اُسی کے حکم سے وہ تم میں واپس آکر سما گئی ہے۔ اُٹھو۔ بناؤ سنگھار کرو۔ آج کا دن
ن پر فتح پانے اور تمہاری شادی کا ہے۔"

جب دن کچھ بڑھا تو طیبہ باہر آئی۔ آج اُس کے حسن میں نورِ سحر سے بھی زیادہ دلکشی تھی۔
خانہ کے دروازہ پر رعمیس از سرتا پا مسلح طیبہ کے انتظار میں موجود تھا۔ اور اب پہاڑ کے نیچے کہر اور غبار
ں سے ایک بڑی فوج کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی۔

طیبہ نے رعمیس کو دیکھکر پوچھا "کہو کیا ہو رہا ہے۔" رعمیس کے لئے اس وقت طیبہ کی آسمانی
ں کی آنکھیں عشق و محبت سے اتنی معمور تھیں کہ رود نیل کی موجوں میں اتنا پانی بھی نہ تھا۔

رعمیس نے طیبہ کو دیکھتے ہی ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر سر جھکایا۔ اور عرض کیا کہ "توران اب
ری فوج پر دھاوا کرنے کو ہے۔ مجھے کچھ خوف ہے تو محض آپ کی وجہ سے ہے کیونکہ ہماری
سپاہ کم ہے اور توران کا لشکر بہت ہے۔"

طیبہ نے کہا۔ "اب نہ توران کا خوف دل میں رکھو اور نہ کسی اور کا۔ لڑائی کا انجام معلوم
ے البتہ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ آج تم ضرور گرفتار ہو جاؤ گے۔" یہ آخیر جملہ ایسے شیریں لہجہ
شیریں آواز میں مسکرا کر کہا کہ رعمیس حیرت زدہ ہو گیا۔

رعمیس کچھ کہنے کو تھا کہ اتنے میں دو فوجی سردار جو دور کے مورچوں سے دشمن کی نقل و
رکت دیکھ رہے تھے دوڑے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ توران کے لشکر سے بت خانوں کے
امام اور فوجوں کے افسر اور ایلچی پیغامِ صلح لے کر باہر حاضر ہیں۔

رعمیس نے کہا۔ "اچھا انکو اندر آنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ لیکن ہوشیار رہنا کہیں اس
عارت میں دشمن کی کوئی چال نہ ہو۔ ملکہ جہان۔ اس موقع پر آپکا تشریف رکھنا ضروری ہے،

کیونکہ اس سفارت کو جو کچھ عرض کرنا ہے آپ سے ہے۔ میں تو حضور کی قلمرو میں محض ایک صوبہ کا حاکم ہوں"۔ طیبہ اٹھی اور رعمیس کے ساتھ ساتھ ہیکل کے صحن میں آئی۔ بُت خانہ کے حرم کے سامنے ایک کرسی رکھی تھی۔ رعمیس کے اصرار سے طیبہ اس کرسی پر اس طرح بیٹھی جیسے ایک عظیم الشان سلطنت کی ملکہ کو بیٹھنا زیبا تھا۔

اب سفارت کے لوگ جن کے آگے آگے انہی کے سردار تھے صحن میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ سپاہیوں کے کندھوں پر تین پالکیاں تھیں جن کے پٹ بند تھے۔ طیبہ اور رعمیس نے اس جماعت کو دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ اس میں مصر کے بڑے بڑے امرائے لشکر پیشوایانِ مذہب اور نہایت مقدس کاہن موجود ہیں۔ نقیب نے آواز لگائی۔ اور یہ سب لوگ سوائے ان سپاہیوں کے جن کے کندھوں پر پالکیاں رکھی تھیں ملکہ مصر کے سامنے زمین بوس ہوئے اور اب اس معزز اور ممتاز گروہ میں سے ٹلیبی کے بُت خانے عموّن کا سب سے بڑا کاہن آگے بڑھا اور طیبہ کے سامنے سر جھکا کر مودب کھڑا ہوا۔ طیبہ نے اشارے سے حکم دیا کہ جو کچھ عرض کرنا ہے عرض کرے۔

کاہنوں کے سردار نے کہا۔ "اے نجم سحر۔ عموّن کے اخترِ تاباں۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ کل شب کو جب حضور ہمارے لشکر سے تشریف لے گئیں تو ابوالارباب عموّن کا ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا.........."

طیبہ نے فوراً قطع کلام کر کے کہا۔ "کاہنوں کے سردار۔ میں تمہارے لشکر میں نہ کبھی تھی اور نہ وہاں سے باہر نکلی۔ آج دو برس ہوئے کہ مصر کی مقدس زمین پر میں نے قدم تک نہیں رکھا ہے۔ جس دن سے موت یا موت سے بھی بدتر اس بات کے خوف سے مصر سے نکلی کہ توران میرے باپ کا قاتل جو میرا چچا بھی ہوتا ہے جبراً مجھ سے شادی کر کے میری رسوائی اور بے عزتی کے درپے ہے؛

دن اور آج کا دن میں مصر کو جانتی بھی نہیں کہ کدھر بستا ہے۔"

یہ سُنکر کاہنوں کے سردار نے اپنے ہمراہیوں کی طرف جو پیچھے کھڑے تھے حیرت سے دیکھا اور اس رت ہیں جس قدر لوگ تھے وہ غور سے طیبہ کی صورت دیکھنے لگے۔

کاہنوں کے سردار نے کہا۔"جان بخشی ہو تو عرض کروں۔ حضور کا ارشاد بجا اور درست ہے ن ہماری فہم سے باہر ہے کیونکہ گذشتہ دو سال ہیں جاں نثاران دولت روزانہ دیکھتے رہے ں کہ حضور والا بادشاہ تُوران کی بیگم اور ملکہ کی شان میں رونقِ تاج و تخت ہو کر ہماری پرستی فرماتی تھیں۔"

طیبہ نے آشتی کی طرف دیکھا جو قریب کھڑی تھی۔ اس شریف و سرو قامت خاتون نے کاہنوں سردار کی طرف دیکھکر کہا۔

"آپ مجھے تو ضرور پہچانتے ہونگے۔"

کاہنوں کے سردار نے کہا۔"اے خاتون والا قدر۔ ہیں کیا۔ سب ہی جانتے ہیں کہ آپ مصر یک بہت پرانے شاہی خاندان کی آخری یادگار سردار مرنیس کی بیوی اور نواب رعمس کی ہ ہیں۔ جو اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں اور انہی سے لڑنے کے لئے ہم اپنا لشکر لائے ہم آپ سے بخوبی واقف ہیں۔ مصر میں آپ سے بڑھکر سحر اور علم غیب میں کسیکو ملکہ حاصل ں۔ لیکن ہم اب تک یہی جانتے تھے کہ آپ زندہ نہیں ہیں بلکہ شہر منوف میں ربہ السقط کے ل میں انتقال کر چکی ہیں۔ اب البتہ سمجھ میں آتا ہے کہ غالباً سحر کے زور سے آپ اس مقام غائب ہو گئی تھیں۔"

آشتی نے پالکیوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔"ان میں آپ کس کو لائے ہیں۔"

اتنا سُنتے ہی کاہنوں کے سردار نے آواز لگائی۔"قیدیوں کو پیش کیا جائے۔" پالکیاں سامنے

رکھی گئیں اور اُن کے پٹ کھولے گئے اور سپاہیوں نے ہاتھ پکڑ کر توران اشمون اور مرطیرہ کو باہر نکالا۔ ان سب کی مشکیں کسی ہوئی تھیں تینوں قیدی دربار میں پیش ہوئے۔

طیبہ نے نہایت مکدّر ہو کر کہا "یہ سب تو میرے باپ کے قاتل ہیں اور میری ذلت اور رسوائی کے درپے رہ چکے ہیں۔ ان کی صورتیں دکھا کر کیوں مجھے آزار پہونچایا جاتا ہے۔"

کاہنوں کے سردار نے کہا "محض اس بنا پر کہ عمّون کا قاصد جو فقیر کے بھیس میں ہم پر ظاہر ہوا تھا اس نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے حضور کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم اس حکم کا منشا یہی سمجھے کہ حضور ہی ان مجرموں کے حق میں جو فرعون آنجہانی کے قاتل ہیں کوئی سزا تجویز فرمائینگے۔"

اُسپر توران بولا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ شوہر کے مقدمہ میں بیوی قاضی بنکر حکم سُنائے۔"

طیبہ نے جواب دیا "بدبخت نہ تو کبھی میرا شوہر تھا اور نہ میں کبھی تیری بیوی تھی۔ میں تیری بیوی کس طرح ہو سکتی تھی جس نے فرعون کی موت کے بعد تجھے صرف آج دیکھا ہے۔ لوگو۔ یہ قصہ جو کچھ پیش آیا ہے وہ عجیب ہے۔ اس کو غور سے سُنو۔ مصر کے کاہنو۔ تم اسبات سے خوب واقف ہو کہ جس وقت میں پیدا ہوئی ہوں تو رب عمّون نے اس قالب میں میری روح کے ساتھ ایک دوسری روح بھی پیدا کی تھی تاکہ اس جہان کی زندگی میں مجھے وہ ہر قسم کی آفات سے بچاتی رہے۔ یہ روح میری ہمزاد تھی جو میرے قالب میں رہتی تھی۔ آفات اور خطرے پیش آتے ان کو رفع کرنے کے لئے ساحرہ آشتی نے جو میری دودھ ماں ہیں وہ الفاظ زبان سے ادا کئے جو ملکہ احورہ کے جن کے بطن سے میں پیدا ہوئی تھی مرنے کے بعد آشتی کو یاد کرا دئے تھے۔ وہ الفاظ آشتی نے اس غرض سے ادا کئے کہ میرے جسد خاکی سے میری ہمزاد کو علیحدہ کر کے میری جگہ قائم کرے

اور مجھکو آفات سے بچالے۔ اور یہ ہمزاد میری شکل اختیار کرکے توران کی بیوی بنے اور ایسی بیوی بنے جو خدا کسی مرد کو نصیب نہ کرے۔ غرض میری ہمزاد نے میری جگہ اختیار کی اور میرے باپ رب عموں نے مجھے اور میری دادا آشتی کو توران کی قید سے رہا کیا۔ اور رب الشمس کے سفینے میں بٹھا کر ہم دونوں کو ایک دور کے ملک میں پہونچا دیا۔ بہت سے خطروں سے ہماری حفاظت کی۔ یہاں تک کہ ہم بناطہ کے شہر میں آئے۔ وہاں مجھکو میرا ایک خادم جاں نثار ملا جس سے مجھے عشق بھی ہے" یہ کہہ کر طیبہ نے رعیس کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔

اس اثنا میں میری ہمزاد نے وہ کام کئے جن کا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ یعنی میری طرف سے وہ مصر پر حکومت کرتی رہی اور اس کے ساتھ ہی توران کو اس کی تباہی کی طرف لاتی رہی۔ لیکن کل شب کو میری ہمزاد میرے قالب میں واپس آگئی اور اب کسی انسان کو وہ نظر نہیں آسکتی۔ شاید میرے مرنے کے بعد میری قبر پر وہ کسی کو نظر آجائے۔ ورنہ وہ ہمیشہ کو انسان کی نگاہ سے روپوش ہوئی۔ اب تم لوگ انصاف کرو کہ جو قصہ میں نے بیان کیا وہ سچ ہے، یا غلط اور فی الحقیقت میں عموں کی بیٹی نیطرطیبہ نجم السحر ہوں یا نہیں" یہ کہہ کر نیطرطیبہ نے اپنے گریبان کے بند کھولے اور سینے پر جو مقدس پید آئشی نشان تھا وہ سب کو دکھایا۔ اور کہا۔ "کاہنوں کا واجب التعظیم سردار اس نشان کو ضرور پہچانتا ہوگا"

سن رسیدہ کاہن ملکہ کے قریب آیا اور اس نشان کو غور سے دیکھ کر کہنے لگا۔ "لاریب یہ عموں کا مقدس نشان ہے اور یہ ملکہ نجم عموں ہے جو اس وقت ہمارے مطلع تقدیر پر روشن ہوا ہے۔ لیکن بعض باتیں ایسی ہیں جو اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہیں۔ خاتون آشتی۔ آپ کل واقعات بیان کریں"

آشتی کھڑی ہوئی اور تمام قصہ از اول تا آخر لوگوں کو سنانے لگی۔ اس کے بعد رعیس اٹھا

اوراس نے اپنا حال کہا۔ اگرچہ ان قصوں میں آفتاب نصف النہار پر آگیا تھا۔ مگر سوائے ثوران۔ اشمون اور مرطیرہ کے کوئی ان کو سننے سے نہ تھکا۔ ان تینوں مجرموں کو البتہ ہر لفظ میں اپنی موت کا حکم سنائی دیتا تھا۔

جب کل حالات ختم ہوئے تو تمام حاضرین پر ایک سکوت کا عالم طاری ہوا۔ سب لوگوں کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے ہمارے لبوں پر مہر کردی ہے مگر کاہنوں کے سردار نے جواب تک طلیہ کے سامنے مودب کھڑا تھا سر اٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھکر کہا۔

"اے رب عمون جس نے اس ملکہ کے قالب میں اپنی روح پھونکی تھی اب اپنی مرضی سے ہمیں آگاہ کر تاکہ ہم اسپر عمل کریں"

کچھ دیر خاموشی رہنے کے بعد بُت خانہ کے تاریک حرم سے جہاں عمون کا بُت نصب تھا۔ کھٹ کھٹ کی آواز ایسی آئی جیسے کوئی سنگین فرش پر لکڑی ٹیکتا ہوا چلتا ہو۔ حرم کے سامنے جو پردے لٹکتے تھے وہ ہٹا دئے گئے اور لوگوں نے دیکھا کہ لمبی سفید داڑھی اور چندھی چندھی آنکھوں کا ایک بڈھا فقیر کی گدڑی پہنے کھڑا ہے۔ یہ وہی بڈھا تھا جو طلیہ اور راشتی کو بیابان میں ملا تھا اور ان کا تمام ناشتہ چٹ کر گیا تھا۔ یہ وہی پیر کہن سال تھا جسنے تانت کے بادشاہ سے ان دونوں کی جان بچائی تھی اور یہ وہی مرد غیب تھا جو کل رات کو ثوران کے لشکر میں رہا پھرتا تھا۔

اب اس بڈھے نے تقریر کی اور کہا کہ "میں عمون کا قاصد ہوں جس کو شروع سے دنیا کیفر کے نام سے پکارتی آئی ہے۔ میں بیابان کا رہنے والا ہوں۔ تمہارے باپ دادا بھی میری صورت سے واقف تھے اور تمہارے بیٹے اور پڑپوتے بھی میری صورت سے واقف ہوتے رہینگے۔ میں وہ ہوں جو بھیک مانگتا پھرتا ہوں اور اس کے معاوضہ میں موت یا زندگی دیتا ہوں۔ میں خدا کے لوٹ کا

انا با تدبیر ہے قلم اور خدائے اوسیرس کا تازیانہ ہوں۔ میں عموّن کی زبان ہوں جو خداؤں کے اوپر
ب کا خدا ہے۔ مصر کے لوگو سُنو۔ یہ واقعات جو پیش آتے ہیں کسی معمولی یا ادنی غرض سے پیش
یں آئے۔ ان سے مُراد یہ ہے کہ اس کون و مکان میں خالق مطلق کا ایک ارادہ ظاہر و واضح ہے
یا ہیں انصاف ہے اور انصاف کے بعد اعمال کی جزا اور سزا۔ بادشاہِ مصر جو خداؤں کا ایک
ادار بندہ تھا اس کو اس کے بھائی نے جس کا وہ اعتبار کرتا تھا مار ڈالا۔ اس کی بیٹی بیطرطیبہ
جو رب عموّن کی بھی بیٹی تھی اپنی عفت و عصمت میں خلل آنے کا اندیشہ ہوا۔ رعمیس شاہی
دان مصر کا شہزادہ مصر سے علیحدہ کر دئے جانے یا موت کا لقمہ بننے کے لئے ایک دور دراز
ف کو روانہ کیا گیا۔ اور دو جوان صورتیں اس حاکم کے حکم سے جو مخلوق کے دلوں پر حکومت
ا ہے عشق و اُلفت کا دم بھرتی، مُبتلائے فرقت ہوئیں۔ بس اب جو کچھ خداؤں کا حکم ہے وہ
سنو۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ ان دونوں یعنی رعمیس اور طیبہ کا عقد کر دیا جائے اور مصر کے وسیع
ب پر وہ بادشاہی کریں۔ ملک میں امن و امان قائم رکھیں تاکہ سر زمین مصر کا نام دُنیا میں روشن
ہے یہ قاتل اور مجرم یعنی ثوران، اشموّن اور مرطیرہ ان کو عموّن کے حرم میں آزاد کر دیا جائے تاکہ
ھدا ان کی تقدیر میں ہے وہ بھی پورا ہو۔"

کیفقر قاصد عموّن نے اس طرح کی تقریر کی اور تقریر کے بعد جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا
ور اس وقت کے لوگوں میں سے پھر کسی نے اُسکو نہ دیکھا۔

ثوران۔ اشموّن اور مرطیرہ کی مُشکیں کھول دی گئیں اور انکو بیتِ عموّن کے حرم میں آزاد
ر دیا گیا۔ اور حرم کے دروازے بند کر دئے گئے۔ اور یہ تینوں مجرم روتے پیٹتے خداؤں کو گالیاں
ے وہیں رہے۔ سردار کاہن اب سب لوگوں کے سامنے آیا اور اُسنے ایک ہاتھ رعمیس کا اور
ہاتھ طیبہ کا ملا کر دونوں کی شادی کر دی اور اُنکے زن و شو ہونے کا تمام ملک میں اعلان

کر دیا گیا۔

جب یہ ہولیا تو رعمیس بادشاہِ مصر اور نیبطر طیبہ نجم السحر اپنے سونے اور جواہرات کے رتھ پر سوار ہو لشکر گاہ کے معائینہ کو نکلے اور پیشتر اس سے کہ سمت شمال میں تخت گاہِ طیبی کا قصد کریں مصر کے تمام امراء اور رؤساء اور رعایا نے حاضر ہو کر دونوں کی اطاعت قبول کی۔ رات ہوئی تو بادشاہ اور ملکہ لشکر گاہ میں واپس آئے اور جشنِ شادی کی ضیافت میں نوشہ اور عروس پاس پاس بیٹھے۔ جب ضیافت ختم ہوئی تو طیبہ نے اپنا سونے اور ہاتھی دانت کا چنگ اٹھایا اور مصر کی وہی پرانی عشقیہ نظم جس میں عاشق نے معشوق کے لئے جان دے کر پھر جان پائی تھی گانی شروع کی۔

پس زمانہ نے جواب از یاد رفتہ ہو چکا ہے اپنی تمام نعمتیں اور برکتیں رعمیس اور طیبہ کو بخشیں اور وہی نعمتیں اور برکتیں اُن کے ساتھ ابتک اس غیر فانی سلطنت میں بھی موجود ہیں جہاں آباد ہوتے اُنہیں ہزارہا برس ہو چکے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو آشتی نے حرم کا ایک دروازہ تھوڑا سا کھول کر اندر جھانکا تو ایک نہایت ہی خوفناک منظر دکھائی دیا۔ اور وہ یہ تھا کہ عموّن کے سنگین بُت کے سامنے تُوران جسنے اپنے بھائی کو مارا تھا مرا پڑا ہے۔ اشموَن نجومی اور مرطیرہ کی لاشیں بھی قریب ہی پڑی ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ ایک نے دوسرے کو ہلاک کیا یا سب اپنے ہی ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔ یہ خون آلودہ لاشیں فرش پر پڑی تھیں اور نیچر کا بُت پتھر کی آنکھوں سے اُنکو دیکھ رہا تھا۔

ختم شد

تصانیف مصورِ ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی

تار۔ مضحکہ خیز اور پُر اسرار ناول۔ شوخ و شنگ لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ اور ایک عورت کی دردناک زندگی۔ قیمت دو روپے

بیوی۔ ایک خاتون کی معصوم شرارتیں اسقدر دلچسپ ہیں کہ کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ چار تصویریں۔ قیمت ۸؍

ظرافت "انگوٹھی کی مصیبت" اور دیگر مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہر افسانہ ظرافت کی روح ہے۔ قیمت ۱۲؍

لطافت "مہارانی کا خواب" اور دیگر افسانے جنکو پڑھکر آپ ہنستے ہنستے لوٹ جائیں گے پہلا افسانہ لاجواب ہے قیمت …

ائمہ۔ ایک شریف خاتون کی آبرو ریزی کا دردناک واقعہ اور ایک عجیب اتفاق سے اسکا دلچسپ انجام۔ قیمت دو روپے

ی۔ عورت کی کمزور فطرت کس طرح مرد کے بہکاوے میں آجاتی ہے ابتدائی حصہ ہنسانیوالا اور آخری رُلانیوالا ہے قیمت دو روپے

وٹ۔ حسن و عشق کی عجیب و غریب داستان پلاٹ کے اعتبار سے مصنف کا بہترین ناول ہے۔ قیمت صرف …

جائیگا۔ عشق و ہوس میں امتیاز کس طرح ہوا؟ ایک حسین مالدار لڑکی کے تین عاشقوں کی داستان۔ قیمت ایک روپیہ

بہادر۔ ایک بدمعاش کی شادی فرمانروائے سلطنت کی اکلوتی بیٹی سے زبردستی کر دی گئی اور اسکے خندہ خیز واقعات قیمت ایک روپیہ

کا کھوٹ۔ ایک بدشکل نوجوان اور اسکی حسین عزیزہ کی پُر لطف داستان مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ قیمت صرف ۱۲؍

ت تماشی۔ ایک کتے کی خود نوشت سوانحعمری، اگر کتے کی زبان ہوتی تو وہ اپنے جذبات کس طرح ادا کرتا۔ قیمت ۱۲؍

ی انگوٹھی۔ پہلا حصہ مزاحیہ دوسرا ٹریجڈی۔ انجام دیکھکر مصنف کی غیر معمولی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ قیمت ۸؍

ب۔ ایک بی۔ اے پاس خاتون کی شادی مسجد کے مُلا سے ہوجاتی ہے کیسی گذرتی ہے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ قیمت ۵؍

ی۔ لکھنؤ کے بانکے مرزا جنگی اور انکے احباب کا نہایت دلکش ڈرامہ واجد علی شاہ کے زمانے کے لکھنؤ کی ایک جھلک۔ قیمت ۶؍

ور پردہ۔ قرآن شریف کی آیات سے دکھایا گیا ہے کہ پردہ کسے کہتے ہیں اور اسکے متعلق کیا کیا احکام ہیں۔ قیمت …

اور پردہ۔ حدیث شریف کے مستند حوالوں سے پردے کی حقیقت بیان کی گئی ہے عورتوں اور مردوں کیلئے ضروری کتاب قیمت …

ملنے کا پتہ:- ساقی بکڈپو۔ دہلی

تصانیف شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد (مرحوم)

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
(۱)	مراۃ العروس	عہ/
(۲)	بنات النعش	عہ/
(۳)	توبۃ النصوح	عہ/
(۴)	محصنات	عہ/ ۸
(۵)	رویائے صادقہ	عہ/ ۸
(۶)	ایامیٰ	عہ/ ۸
(۷)	ابن الوقت	عہ/ ۸
(۸)	موعظہ حسنہ	عہ/ ۸
(۹)	منتخب الحکایات	۸/
(۱۰)	چند پند	۸/
(۱۱)	صرف صغیر	۶/
(۱۲)	نصاب خسرو	۶/
(۱۳)	رسم الخط	۶/
(۱۴)	مبادی الحکمۃ	عہ/
(۱۵)	ما یغنیک فی الصرف	۱۳/

تصانیف مولوی بشیر الدین احمد (مرحوم)

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
(۱)	اقبال دلہن	عہ/ ۸
(۲)	حسن معاشرت	عہ/ ۸
(۳)	اصلاح معیشت	عہ/ ۸
(۴)	لخت جگر مکمل	سے/ ۸
(۵)	فغان اشرف	عہ/ ۸
(۶)	حرز اطفال	عہ/
(۷)	نشاط عمر	عہ/ ۸
(۸)	عصائے پیری	عہ/ ۸
(۹)	شمع ہدایت	عہ/ ۱۲
(۱۰)	بچیوں سے دو دو باتیں	عہ/
(۱۱)	انشائے بشیر	عہ/ ۱۲
(۱۲)	دیوان بشیر	عہ/ ۸
(۱۳)	حکایات لطیفہ مکمل	سے/
(۱۴)	لطائف عجیبہ مکمل	سے/ ۸
(۱۵)	فرامین سلاطین	سے/ ۸